تعداد طبع ۱۰۰۰
باہتمام ایم۔ ڈی مصرا سپرنٹنڈنٹ
قیمت بلا جلد ۴ روپیہ

فہرست

مرثیہ و رباعیات و سلام میر انیس جلد چہارم

باہتمام ایم۔ ڈی مصرا سپرنٹنڈنٹ

۱

کیا عشق تھا شبیرؑ سے محبوب خدا کو
کیا چاہتے تھے ابن بتولؑ عذرا کو
اک دم نہ جدا کرتے تھے اس ماہ لقا کو
چھاتی پہ لٹاتے تھے شہ کرب و بلا کو
یہ حال تھا اُلفت سے رسولؐ عربی کا
رونا نہ گوارا تھا حسینؑ ابن علیؑ کا

۲

خاتون قیامت سے یہ فرماتے تھے اکثر
شبیرؑ کے رونے سے قلق ہوتا ہے دلبر
زہرؑا اسے چھاتی سے جدا کیجیو نہ دم بھر
ٹکڑا ہے کلیجے کا مرے یہ ترا دلبر
بے چین یہ ہوگا تو اذیت مجھے ہوگی
راحت اسے پہونچے گی تو راحت مجھے ہوگی

۳

اے فاطمہؑ یہ عرش الٰہی کا ہے تارا
پیارا ہے جناب احدی کا ترا پیارا
یہ لال ہے فرزند جگر بند ہمارا
رنج اس کا محمدؐ کو نہ ہوئے گا گوارا
ہنستا ہے جو دل مرا کھل جاتا ہے زہرا
رونے سے جگر سینے میں جل جاتا ہے زہرا

۴

تب فاطمہؑ کہتی تھیں کہ یا احمدؐ مختار
ایسا تو کسی کو نہیں حضرت نے کیا پیار
اس لال سے الفت ہے بہت یا شہ ابرار
فرماتا تھا اس طرح وہ کونین کا سردار
بیٹا ترا یا ور ہے رسولؐ دوسرا کا
پیار اس لئے کرتا ہوں کہ پیارا ہے خدا کا

۵

یہ شمع ہدایت ہے یہ ہے خاصہ باری
دوزخ سے بچاوے گا یہ اُمت کو ہماری
ایذا مرے بعد اس کو بہت دیویں گے ناری
بیٹا مرے بعد کام آئے گی دولت یہ تمہاری
کیا کیا کہوں جو مجھ پہ یہ احسان کرے گا
سب گھر مری امت پہ یہ قربان کرے گا

۶

معشوق جسے اپنا کہے ایزد غفار
اس پیارے کو اے فاطمہؑ کیونکر نہ کروں پیار
آخر تو یہ ہوئے گا مصیبت میں گرفتار
جیتے جی مرے پہونچے نواسے کو نہ آزار
تم کہتی ہو پیارا ہے بہت پیار یہ کیا ہے
سو بار میں صدقے ہوں اس پہ تو بجا ہے

۷

الفت سے کبھی فاطمہؑ کی گود سے لے کر
رکھ دیتے تھے شبیر کے لب پر لب اطہر
جب ہنستے تھے غنچہ سا دہن کھول کے سرور
جھک جھک کے زبان اپنی چوساتے تھے پیمبر
اس تشنگی پہ بھی جو دہن آپ کا تر تھا
محبوب الٰہی کی زبان کا وہ اثر تھا

۸

اسماء سے کتابوں میں روایت ہے یہ تحریر
لیتے تھے محمدؐ کی زبان منہ میں جو شبیرؑ
جاری وہیں بس ہوتی تھی جوئے عسل و شیر
لے لے کے مزے پیتا تھا وہ صاحب توقیر
کس طرح کہوں نہر لبن اس کو زبان سے
وہ شیر تو شیریں تھا کہیں شیر جناں سے

۹

گودی میں کبھی اور کبھی زانو پہ بٹھاتے
نیند آئی تو آغوش مبارک میں سلاتے
شفقت سے کبھی جھولے کی ڈوری کو ہلاتے
جھولے سے اٹھا کر کبھی کاندھے پہ چڑھاتے
منہ چومتے تھے بوسۂ رخ لیتے تھے حضرت
انجام کا دھیان آتا تو رو دیتے تھے حضرت

۱۰

بچپن میں تو تھی پرورش اس طرح سے پائی
دن رات زبان اپنی محمدؐ نے چوسائی
اور ماریہ میں پیاس کی تکلیف اٹھائی
پانی کی کئی روز نہ صورت نظر آئی
پھل برچھیوں کے بھوک میں کھانے کو دیے تھے
اور خنجر کیں پیاس بجھانے کے لئے تھے

۱۱

سجدے کے لئے جھکتے تھے جب سید ابرار
ہنستے ہوئے تب پیٹھ پہ ہوتے تھے یہ اسوار
جس وقت تلک آپ اترتا نہ وہ دلدار
سجدے سے اٹھاتے نہ تھے سر احمدؐ مختار
جس پر کہ لطف اور عنایت تھی نبیؐ کی
سو پانوں دھرا شمر نے چھاتی پہ اسی کی

۱۲

اک بار پڑا تھا خط ہیکل جو گلے پر
روئے تھے نبیؐ ہو گئی تھی فاطمہؑ مضطر
تھا تنگ گریباں قمیص تن سرور
جلدی سے محمدؐ نے کیا چاک اسے اٹھ کر
اس حلق پہ خنجر جو پھرا ہو گا شقی کا
کیا حال ہوا ہو گا رسول عربیؐ کا

۱۳

تھے جلوہ نما حجرہ میں اک دن شہ والا
اک زانو پہ شبیرؑ تھے اک زانو پہ بیٹا
گہ لیتے تھے اُن کے رخ و حلقوم کا بوسا
اور گاہ براہیمؑ پہ تھی شفقت مولا
کس حسن سے وہ زانوؤں پر جلوہ نما تھے
تھے شمس ضحیٰ آپ تو وہ بدر دجا تھے

۱۴

اُس روز نہایت تھے خوشی احمدؐ مختار
جو روح امیں عرش سے نازل ہوئے یکبار
کی عرض کہ فرماتا ہے یہ ایزد غفار
دونوں نہ ترے پاس رہیں گے ترے دلدار
یا پیارے نواسے کو دو یا لخت جگر کو
دنیا سے اٹھا لیویں گے ہم ایک پسر کو

۱۵

فرمایا نبیؐ نے سر تسلیم جھکا کر
مختار ہر اک بندے کا ہے خالق اکبر
جو کچھ مرے مالک کی ہو مرضی وہی بہتر
موجود ہے شبیرؑ و براہیمؑ و پیمبر
بخشا تھا مجھے تھے یہ کرم رب علا نے
سو دونوں یہ میرے نہیں بندے ہیں خدا کے

۱۶
جبرئیل نے کی عرض کہ یا سید والا
فرمایا ہے مجھ سے کہ مرے دوست سے کہنا
ہے آپ پہ کیا کیا کرم خالق یکتا
ان دونوں میں جو ہوئے زیادہ تمہیں پیارا
وہ پاس رہے تیرے کہ اپنی یہ رضا ہے
اس امر کا ہم نے تمہیں مختار کیا ہے

۱۷
فرمایا نبیؐ نے نہیں کچھ کہنے کا یارا
فرزند بھی پیارا ہے نواسا بھی ہے پیارا
کس کو رکھوں اور کس کا کروں داغ گوارا
یہ میرا کلیجا ہے تو وہ آنکھوں کا تارا
فرزند سے ہو انس زیادہ تو بجا ہے
پر الفت شبیرؑ تو بیٹوں سے سوا ہے

۱۸
ہوئے گی اگر فاطمہؑ کے لال کی رحلت
کاندھے پہ مرے کون چڑھے گا بصد الفت
جاتی رہے گی بس مری آغوش کی زینت
کون آکے لپٹ جائے گا مجھ سے بہ محبت
پھر کس کی خوشی کے لیے میں اونٹ بنوں گا
کاندھے پہ چڑھا کر کسے مسجد میں پھروں گا

۱۹
ہے میں نے زباں اپنی چسا کر اسے پالا
رہتا ہوں شب و روز میں اس ماہ کا ہالا
میں اس سے ہوں اور مجھ سے ہے یہ گیسوؤں والا
گودی سے کبھی گرم ہوا میں نہ نکالا
میں فاطمہ زہرا کو نہ رنجیدہ کروں گا
اس لال کو مٹی میں نہ پوشیدہ کروں گا

۲۰
ایسا اسے کرتی ہے بتول عذرا پیار
شانے سے کبھی ٹوٹتا ہے زلف کا گر تار
یہ رات کو سوتا ہے تو رہتی ہے وہ بیدار
آنکھیں مری بیٹی کی نظر آتی ہیں خونبار
سوتا ہے مرے پاس تو گھبراتی ہے زہراؑ
سو بار در دروازہ تلک آتی ہے زہراؑ

۲۱
پالا ہے بڑے دکھ سے بڑی کی ہے مشقت
فاقوں میں بھی کی آسیا گردانی کی محنت
بے چین رہی آپ وہ اور دی اسے راحت
دولت کے عوض اس کو ملی ہے یہی دولت
پھر دل کہو کس شغل میں بہلائے گی زہراؑ
اس پر جو زوال آیا تو مر جائے گی زہراؑ

۲۲
گم ہو گیا اک روز جو وہ صاحب اقبال
ڈیوڑھی سے نکل آتی تھی وہ کھولے ہوئے بال
میں کیا کہوں خاتون قیامت کا جو تھا حال
چلاتی تھی تھامے ہوئے دل ہائے مرے لال
مر جائیں نہ زہرا و علی یہ مجھے ڈر ہے
مرنے سے تو اس کے کئی جانوں کا ضرر ہے

۲۳
دنیا سے جو اٹھ جائے گا زہرا کا یہ دلبر
آفاق میں بن بھائی کا ہو جائے گا شبر
خم ہو گی الم سے کمر حیدر صفدر
اور سب سے زیادہ ہے یہ صدمہ مرے جی پر
گر فاطمہ کا ماہ لقا آج مرے گا
امت کی شفاعت کہو پھر کون کرے گا

۲۴
اولاد سے بڑھ کر کوئی ہوتا نہیں پیارا
ہوئے نہ جدا فاطمہؑ کی آنکھوں کا تارا
سو اپنے پسر کا مجھے مرنا ہے گوارا
شبیرؑ پہ قربان ہے فرزند ہمارا
اس غم میں جو گذرے سو گذر جائے نبیؐ پر
لیکن کوئی صدمہ نہ ہو زہراؑ و علیؑ پر

۲۵

رخصت ہوئے جبرئیل امین سن کے یہ گفتار
پوشاک کو تبدیل کرو اے مرے دلدار
فدیہ تجھے ہم نے رہ خالق میں دیا ہے
فرزند سے فرمانے لگے احمدؐ مختار
مادر سے ملو دیکھ لیے وہ آخری دیدار
بیٹا ترے مالک نے تجھے یاد کیا ہے

۲۶

رونے لگی سن کر یہ سخن مادر غمخوار
اور تیسرے دن فوت ہوا ہائے وہ دلدار
ہرچند ہے صدمہ جانکاہ نبیؐ پر
اس روز سے اس طفل کو لاحق ہوا آزار
فرماتے تھے رو رو کے یہی احمدؐ مختار
پر صدقے ہیں سو بیٹے حسینؑ ابن علیؑ پر

۲۷

اس روز سے جب بیٹھیں نبی جاتے تھے سرور
اے میرے پیارے ترے قربان پیمبرؐ
دولت تجھے بخشی ہے جناب احدی نے
فرماتے تھے محبوب خدا ہاتھ پکڑ کر
تو وہ ہے کہ فرزند کو صدقے کیا تجھ پر
فرزند کو کھو کر تجھے پایا ہے نبیؐ نے

۲۸

بیٹے کو محمدؐ نے تصدق کیا جس پر
برچھی جو کلیجے پہ لگی مر گئے اکبر
لاشہ لیے بچے کا وہ مظلوم کھڑا تھا
ٹکڑے ہوئے تلواروں سے اس شاہ کے دلبر
اور خلق سے پانی کو ترستے گئے اصغر
اس جان پیمبرؐ پہ عجب وقت پڑا تھا

۲۹

راوی کتب معتبرہ میں ہے یہ لکھتا
انبوہ تھا مسجد میں فصیحان عرب کا
حیران تھے یہ نقشہ تھا گروہ فصحا کا
اک روز تھے زیب سر منبر شہ والا
فرما رہے تھے وعظ شہ یثرب و بطحا
غل بزم میں تھا صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ کا

۳۰

واں حضرت خاتون قیامت کا بھی تھا لال
منبر پہ کبھی چڑھتا تھا وہ صاحب اقبال
سب روکتے تھے ہاتھوں سے اس رشک قمر کو
دن کھیل کے تھے چار برس کا تھا سن و سال
ہنستا ہوا پھر واں سے اترتا تھا وہ فی الحال
جاتے تھے ادھر کو کبھی آتے تھے ادھر کو

۳۱

فرماتا تو تھا وعظ وہ زینت افلاک
وہ کعبہ دین جاتا تھا جس سمت فرحناک
تھا دھیان کہ پیارا مرا رنجیدہ نہ ہوئے
پر تھا سوئے شبیرؑ خیال شہ لولاک
جوں قبلہ نما پھرتی ادھر کو نظر پاک
مجمع میں نظر سے کہیں پوشیدہ نہ ہوئے

۳۲

دوڑا سوئے منبر جو محمدؐ کا نواسا
گرتے ہوئے شبیرؑ کو احمدؐ نے جو دیکھا
صدمہ ہوا ایسا شہ لولاک کے اوپر
اٹھے قدم اور گر پڑا وہ دلبر زہرا
کچھ وعظ بھی کہنے کا رہا ہوش نہ اصلا
سمجھے کہ گرا عرش بریں خاک کے اوپر

۳۳

اس سانحہ کو دیکھ کے گھبرا گئے حضار
شبیرؑ کو گودی میں لیا دوڑ کے اک بار
بتلاؤ مجھے چوٹ تو کھائی نہیں پیارے
منبر سے تلے کود پڑے احمدؐ مختار
فرمایا میں قربان ترے اے مرے دلدار
پانوں میں کہیں ضرب تو آئی نہیں پیارے

۳۴
کیوں دوڑ کے چلتے ہو میں قربان تمہارے
تم کیا گرے اک چوٹ لگی دل پہ ہمارے
آؤ مرے کاندھے پہ چڑھو اے مرے پیارے
شبیرؑ مرے عضو بدن سرد ہیں سارے
گرنے سے ترے زلزلہ تھا عرش بریں پر
جبرئیلؑ نے پر آ کے بچھائے تھے زمیں پر

۳۵
اے اہل عزا اپنے رونے کی ہے یہ جا
اک دن وہ قیامت کا تھا واحسرتا و دردا
شبیرؑ کا صدمہ تھا نبیؐ کو نہ گوارا
گھوڑے سے گراتے تھے اسے خاک پہ اعدا
اس جان پیمبرؐ کا عجب حال ہوا تھا
سب نازنیں تن تیروں سے غربال ہوا تھا

۳۶
اس دن نہ محمدؐ تھے کہ گودی میں اٹھاتے
ہر سمت سے تھے دشمن دیں تیغیں لگاتے
نے ساقی کوثرؑ تھے کہ پانی تو پلاتے
اور تیر بھی پیغام اجل لے کے تھے آتے
لاکھوں میں اکیلا وہ شہ تشنہ جگر تھا
غمخواروں میں کوئی نہ ادھر تھا نہ ادھر تھا

۳۷
پیشانی نورانی تو تھی تیر سے زخمی
پہلو تھا ہر اک نیزۂ بے پیر سے زخمی
تھا سینہ و سر خنجر و شمشیر سے زخمی
اور دل تھا غم اصغرؑ بے شیر سے زخمی
افراط جراحت سے کہیں تن میں نہ جا تھی
کچھ ہوش نہ تھا اپنا مگر یاد خدا تھی

۳۸
حسرت سے جدھر دیکھتے تھے سید ابرار
مولائے دو عالم کا نہ تھا کوئی مددگار
یا تیر نظر آتے تھے یا خنجر خونخوار
سوتے تھے پڑے خاک پہ سب مونس و غمخوار
قاسمؑ تھے نہ عباسؑ نہ ہم شکل نبیؐ تھے
کیا بے کس و مظلوم حسینؑ ابن علیؑ تھے

۳۹
وہ دھوپ وہ پیاس اور وہ تنہائی کا عالم
جز ذات خدا کوئی نہ ہمدرد نہ ہمدم
لٹ جانے کا رانڈوں کے الم بیٹوں کا ماتم
مظلوم ادھر ایک ادھر سیکڑوں اظلم
لاتے تھے نہ شکوہ کی بھی تقریر زبان پر
ہر وقت مگر جاری تھی تکبیر زبان پر

۴۰
تھا وقت زوال اور ہوا چل رہی تھی تیز
گویا کہ ہوا تھی کرۂ نار سے آمیز
جلتا تھا حرارت سے وہ میدان بلاخیز
جوں اخگر سوزاں تھا ہر اک سنگ شرر ریز
سب چھپلوں میں صحرا کے پرندے تو پڑے تھے
اور دھوپ میں تنہا شہ مظلوم کھڑے تھے

۴۱
تھا چتر زری سعد کے بیٹے نے لگایا
واں گھوڑوں کو پانی تھا کئی بار پلایا
اور فاطمہؑ کے لال کے تھا سر پہ نہ سایا
اک قطرہ نہ دو دن سے تھا شبیرؑ نے پایا
طاقت نہ سخن کی تھی شہ تشنہ دہاں میں
نیلے تھے لب و پیاس سے کانٹے تھے زباں میں

۴۲
چھڑکاؤ سے ہوتی تھی رن کی زمیں سرد
کھانا تو وہاں خیموں میں کھاتے تھے وہ نامرد
اڑ اڑ کے تن شاہ پہ پڑتی تھی ادھر گرد
تھا فاقوں سے رنگ رخ فرزند نبیؐ زرد
تھا ضعف بہت تاب و تواں جسم میں کم تھی
بازو تھا جو زخمی تو کمر ضعف سے خم تھی

۴۳

سب تیروں سے غربال تھا وہ چاند سا سینہ
زخموں سے لہو بہتا تھا چہرے سے پسینہ
کانوں میں پہونچتی تھی جو فریاد سکینہؑ
مظلومی سے روتے تھے سلطان مدینہ
تھا دل تو تڑپتا یہ نہ جا سکتے تھے حضرت
کس یاس سے خیمے کی طرف تکتے تھے حضرت

۴۴

عباسؑ کے لاشے کو صدا دیتے تھے مولا
اب اٹھو بہت سو چکے بھائی لب دریا
یہ وقت مدد ہے کہ ہوئے ہم تن تنہا
ہم جا نہیں سکتے کہ ہمیں گھیرے ہیں اعدا
سر پیٹتی خیمے سے نکلتی ہے سکینہ
تم جا کے سنبھالو کہ مچلتی ہے سکینہؑ

۴۵

آتی تھی صدا حضرت زہراؑ کی یہ اس آن
صدقے ترے اے قوم دغا پیشہ کے مہمان
لو چلتی ہے اور دھوپ بشدت ہے مری جان
کچھ روک لو سایہ کے لئے سر پہ ہیں قربان
یہ دھوپ کا صدمہ نہ سہا جائے گا واری
دو روز کے پیاسے ہو غش آجائے گا واری

۴۶

مادر سے یہ تب کہتے تھے رو کر شہ ابرار
سایہ کرے کون آکے ہوا قتل علمدار
اللہ کا اب سر پہ ہے سایہ مجھے درکار
واللہ کہ تشویش کچھ اپنی نہیں زنہار
یہ کیا کہوں اماں مجھے صدمے یہ پڑے ہیں
سب دھوپ میں لاشے مرے پیاروں کے پڑے ہیں

۴۷

محتاج کفن کے ہیں مرے ہمدم و یاور
ریتی میں پڑے ہیں علی اکبرؑ علی اصغرؑ
مہلت مجھے اتنی نہیں دیتے ہیں ستمگر
جو میں انہیں پوشیدہ کروں خاک کے اندر
کیا جانیے کیا بعد مرے حال کریں گے
گھوڑوں سے ستمگر انہیں پامال کریں گے

۴۸

یہ کہتے تھے حضرت کہ بڑھے برچھیوں والے
اور آئے پس پشت سواروں کے رسالے
دہنے کو پیادے گئے تلواریں نکالے
زہراؑ کے جگر بند پہ چلنے لگے بھالے
غل تھا کہ کرو ٹکڑے محمدؐ کے جگر کو
گھوڑے پہ سنبھلنے نہ دو زہراؑ کے پسر کو

۴۹

لگتے تھے جو نیزے تن شبیرؑ پہ کاری
تھا شکر خدا ہر دہن زخم سے جاری
ہر نیزے پہ جھکا جاتا تھا سر ضعف تھا طاری
کچھ منہ سے نہ فرماتا تھا وہ عاشق باری
ان کا تو یہ تھا ظلم یہ بیداد و جفا تھی
یاں حمد الٰہی تھی اور امت کی دعا تھی

۵۰

فرماتا تھا اعدا سے وہ مولائے دو عالم
کیوں تیغوں سے مجروح مجھے کرتے ہو اس دم
ہیں ابن ید اللہ ہوں اے فرقۂ اظلم
اتنا نہ کرو ظلم کہ شبیر ہو برہم
بیکس ہوں نبیؐ زادہ ہوں نالاں و حزیں ہوں
سید ہوں مسافر ہوں گنہگار نہیں ہوں

۵۱

میں وہ ہوں نبی نے جسے کاندھے پہ چڑھایا
میں وہ ہوں کہ زہرا نے جسے دودھ پلایا
میں وہ ہوں کہ جبرئیل نے جھولے میں جھلایا
میں وہ ہوں کہ خالق نے مرا ناز اٹھایا
تم لوگ ہو باطل کی طرف میں سوئے حق ہوں
میں مصحف ناطق کے مرقع کا ورق ہوں

۵۲
دیکھو تو مرا حلم کہ کیا صبر کیا ہے
غم کھایا ہے اور خون جگر میں نے پیا ہے
بدلا بھی نہیں خون عزیزاں کا لیا ہے
اس وقت تلک رنج نہیں میں نے دیا ہے
سوچو تو کہ تم لوگوں نے کیا بے ادبی کی
اور میں نے برائی کبھی چاہی نہ کسی کی

۵۳
تم وہ کہ بے جان کیے تم نے مرے پیارے
عباسؑ کو ٹکڑے کیا دریا کے کنارے
میں وہ ہوں کہ کرتا ہوں دعا حق میں تمہارے
بھالے مرے فرزند کو آگے مرے مارے
بچہ چھ مہینے کا مرا تیر سے مارا
اور میں نے کسی کو نہیں شمشیر سے مارا

۵۴
واللہ کہ تم تو مجھے بیٹوں سے سوا ہو
منظور مجھے یہ ہے کہ تم سب کا بھلا ہو
کچھ غیر نہیں امت محبوبؐ خدا ہو
اس امر کا ہے ترک مناسب جو برا ہو
شبیرؑ تو بے کس ہے غریب الغربا ہے
سید کے ستانے میں تمہیں فائدہ کیا ہے

۵۵
میں کون ہوں اے ظالمو سمجھو مرا رتبا
جز میرے نہیں کوئی محمدؐ کا نواسا
بابا علیؑ ماں ہے مری فاطمہؑ زہرا
ڈھونڈھو گے جو عالم میں تو پاؤ گے نہ مجھ سا
تم لوگوں کا مہماں ہوں آوارہ وطن ہوں
دو تھوڑا سا پانی کہ بہت تشنہ دہن ہوں

۵۶
سن کر یہ سخن کہنے لگے ظلم کے بانی
ہم کیا کریں گر احمدؐ مرسل کے ہو جانی
شبیرؑ زیادہ نہ کرو چرب زبانی
ہرگز نہ ملے گا نہ ملے گا تمہیں پانی
اس سوکھے ہوئے حلق پہ خنجر کو دھریں گے
ہاں آب دم تیغ سے سیراب کریں گے

۵۷
تلواروں سے ہم خون بہائیں گے تمہارا
کس دھوم سے گھر لوٹنے آئیں گے تمہارا
سر کاٹ کے نیزہ پہ چڑھائیں گے تمہارا
اور آگ سے خیمہ بھی جلائیں گے تمہارا
ہے کام محمدؐ سے نہ حیدرؑ سے غرض ہے
ہم لوگ سپاہی ہیں ہمیں زر سے غرض ہے

۵۸
بے کس ہوئے اب کیوں نہ کرو عجز کی تقریر
اب جیتے نہیں بچنے کے یا حضرت شبیرؑ
طاقت نہیں اتنی کہ سکیں کھینچے آپ سے شمشیر
یہ باتیں ہیں بے فائدہ بے جا ہے یہ تدبیر
جیتے ہیں تو یہ ظلم و ستم کم نہ کریں گے
تم عجز کرو رحم کبھی ہم نہ کریں گے

۵۹
یہ سوکھی زباں ہو کسے ہر بار دکھاتے
عباسؑ مدد کرنے کو اس دم نہیں آتے
اکبرؑ کو کمک کو نہیں اس وقت بلاتے
قاسمؑ بھی نہیں آن کے دکھ درد مٹاتے
وہ جاہ و حشم کیا ہوا وہ اوج کہاں ہے
یاور کہو کیا ہو گئے وہ فوج کہاں ہے

۶۰
تم کہتے ہو تقصیر مری کچھ نہیں زنہار
بیعت سے خلیفہ کی کیا کس لیے انکار
ہم کہتے ہیں ہو حاکم کوفہ کے گنہگار
کرتے نہیں اب آ کے مدد احمد مختار
سب ہے یہ غلط بھوکے پیاسے بھی نہیں تم
اور احمدؐ مرسل کے نواسے بھی نہیں تم

۶۱

یہ سنتے ہی غصہ شہ لب تشنہ کو آیا
منھ کرکے سوئے گنبد گردوں یہ سنایا
کافی ہے شہادت کو تو اے بار خدایا
کیسا ترے بندے کو ہے اعدا نے ستایا
اب تو سخن تلخ اٹھائے نہیں جاتے
اور تیغ کے جوہر بھی دکھائے نہیں جاتے

۶۲

اس وقت صدا عالم بالا سے یہ آئی
خالق کو یہ مظلومی و غربت تری بھائی
ہم شاد کریں گے تجھے اے میرے فدائی
ہاں اب تو مناسب ہے انھیں چشم نمائی
قتل ان کا اگرچہ تجھے منظور نہیں ہے
پر تو تو کسی حال میں مجبور نہیں ہے

۶۳

اعدا سے یہ فرمانے لگے سیّد عالم
مجبور نہ سمجھو سنو اے لشکر اظلم
چاہوں جو ابھی دفتر کونین ہو برہم
گر بیکس و تنہا ہوں یہ لاکھوں سے نہیں کم
کرتا تمھیں غارت ابھی خالق کی قسم ہے
پر کیا کروں میں بیچ میں نانا کا قدم ہے

۶۴

محتاج نہیں پانی کا میں بیکس و بے پر
چاہوں تو ابھی بہنے لگے چشمۂ کوثر
عباسؑ کا جویا ہوں نہ یاد آتے ہیں اکبرؑ
کافی ہے مدد کرنے کو میری مرا داور
اب عاجز و بیکس کی شجاعت کو بھی دیکھو
لو فاطمہؑ کے شیر کی طاقت کو بھی دیکھو

۶۵

فرما چکے تھے ابھی اعدا سے یہ سرور
جو تیغ ید اللہ نکل آئی تڑپ کر
ہو بیٹھے سنبھل کر بسر زین شہ صفدر
بجلی سا لگا کوندنے رہوار زمیں پر
غل تھا کہ عجب شوکت و شان شہ دیں ہے
ہوتا ہے یہ ظاہر کہ وہ مظلوم نہیں ہے

۶۶

ہر چند کہ تھا تیروں سے زخمی تن اطہر
اور تین شب و روز کے پیاسے بھی تھے سرور
پیدا تھی سراپا سے مگر شوکت حیدر
احمدؐ کا عمامہ تھا عجب شان سے سر پر
تھا نیچے قمیص عربی اس پہ قبا تھی
اور دوش مبارک پہ محمدؐ کی عبا تھی

۶۷

تھی قبضے میں تیغ کمر حیدر کرار
حمزہؑ کی سپر باندھے تھے اس دن شہ ابرار
جعفر کی کمان دوش پہ تھی غیرت گلزار
تھے ہاتھوں میں دستانۂ بوطالب سردار
تھا موسیٰ عمران کا کمر بستہ کمر میں
پہنے تھے زرہ حضرت داؤد کی بر میں

۶۸

لشکر پہ رجز پڑھتے چلے یوں شہ والا
میں احمدؐ مختار کی ہوں گود کا پالا
میں دفتر امکاں کو کروں گا تہ و بالا
کون آج ہے تلوار مری روکنے والا
یہ ہستی دشمن کے لئے سیل فنا ہے
یہ برق جہاں سوز ہے یہ قہر خدا ہے

۶۹

اعدا کی طرف بھی دہل و دف لگے بجنے
جوں رعد لگے کافر و مغرور گرجنے
دکھلائی رہ راست طبیعت کج نے
گھوڑوں کے کسے تنگ لگے اسلحہ سجنے
تلواریں کھنچیں نیزے چلے چار طرف سے
بارش ہوئی تیروں کی کمانداروں کی صف سے

۷۰
چمکی صفت برق غضب شاہ کی تلوار
لرزی جو زمیں کانپ گیا گنبد دوّار
دریائے شجاعت میں تلاطم ہوا اظہار
ماہی سے کہا گاؤ زمیں نے کہ خبردار
جبریل کے شہپر میں جو پر کاٹ چکی ہے
پھر آج وہی تیغ سر بار کھنچی ہے

۷۱
یاں سبط پیمبر صف ہیجا میں در آئے
یاں سے گئے واں اور ادھر سے ادھر آئے
ہر سو سر بے تن، تن بے سر نظر آئے
اس صف کو کیا قتل تو اس غول پہ آئے
جاں اس میں نہ تھی سامنے اس تیغ کے جو تھا
جس نے کیا کچھ قصد وہ اک ضرب میں دو تھا

۷۲
کوہ سر کفار کئے مثل پر کاہ
دوڑا ملک الموت ادھر جس پہ چلے شاہ
ہر غول میں تھا شور کہ العظمۃ للہ
جز کوچۂ زخم اور نہ ملتی تھی کہیں راہ
سب کہتے تھے جرأت یہ نہیں قدرت رب ہے
رہوار قیامت ہے تو تلوار غضب ہے

۷۳
جس شخص کے سر تک گئی وہ صاعقہ کردار
بجلی تھا چھلاوا تھا کہ صرصر تھا وہ رہوار
دو ہو کے مع اسپ گرا خاک پہ اک بار
اس سمت کبھی تھا تو کبھی فوج کے اس پار
خاقوں میں بھی آقا کی خوشی کرتا تھا گھوڑا
جو چاہتے تھے شاہ وہی کرتا تھا گھوڑا

۷۴
تھیں لشکر اعدا میں صفیں درہم و برہم
تکبیر کے نعرے شہ دیں کرتے تھے پیہم
ہتھیار چھٹے ہاتھوں سے پسپا ہوئے اظلم
جو زندہ تھے ڈر سے وہ ہوئے جاتے تھے بے دم
تلوار چمکتی تھی جو فرزند علی کی
چلاتے تھے اعدا کہ دہائی ہے نبی کی

۷۵
فرماتے تھے اس وقت شہ کرب و بلائی
کیوں قوت دست شہ مرداں نظر آئی
کس شخص کے نانا کی یہ دیتے ہو دہائی
سیّد کے ستانے کی سزا کچھ کہو پائی
کیوں تین شب و روز کا پیاسا نہیں شبیر
کیوں احمد مرسل کا نواسا نہیں شبیر

۷۶
بتلاؤ مری کون مدد کرنے کو آیا
کس بے کس و تنہا نے تمہیں رن سے بھگایا
اکبر نے کہ عباسؑ نے دکھ درد بٹایا
کس نے تمہیں زور اسد اللہ دکھایا
اس وقت بھی کچھ جنگ میں ہرگز نہیں کد کی
کیا مارتا تم کو کہ ہو امت مرے جد کی

۷۷
کیا رحم ہے اعدا سے یہ جب کر چکے تقریر
گویا ہوئی تب یوں اسد اللہ کی شمشیر
امت کے لئے رونے لگے حضرت شبیرؑ
یا سرور دیں آپ کے دشمن ہیں یہ بے پیر
آپ ان کے لئے روتے ہیں یہ ماجرا کیا ہے
حضرت نے کہا پاس رسولؐ دوسرا ہے

۷۸
تشریف یہاں لائے ہیں سلطان رسالت
کچھ غیر نہیں سب مرے نانا کی ہے امت
نانا کی مجھے روح سے ہوتی ہے ندامت
ہم وہ ہیں کہ دشمن سے بھی رکھتے ہیں محبت
برباد مجھے کر کے نہ پھولے نہ پھلیں گے
میں اس لئے روتا ہوں کہ دوزخ میں جلیں گے

۷۹

کہہ کر یہ سخن میاں میں شہ نے رکھی تلوار
سب اسلحہ گھوڑے پہ رکھا کھول کے اک بار
رہوار لگا رونے تو بولے شہ ابرار
اس میرے بزرگوں کے تبرک سے خبردار
تو رو رو کے اس وقت نہ ٹکڑے مرا دل کر
کوڑا کبھی مارا ہو جو تجھ کو تو بحل کر

۸۰

اب جا کہ مرا حال نہیں جائے گا دیکھا
قاتل ترے اسوار کے سینے پہ چڑھے گا
ڈیوڑھی پہ کھڑا ہو جیو تو رو کے رستا
تا دیکھے نہ سر کٹتے مرا دختر زہراؑ
کہدیجو بہن سے کہ تبرک یہ دیا ہے
در گھر سے نکلنے کو تمہیں منع کیا ہے

۸۱

رو کر کہا گھوڑے نے کہ اے عاشق باری
حضرت نے کبھی چھڑی پھول کی مجھ کو نہیں ماری
آقا تری کس منھ سے کروں شکر گزاری
اور آج تو ہے آخری حضرت کی سواری
مجھ سے نہ ہو گا کہ میں منھ موڑ کے جاؤں
حضرت کو مصیبت میں یہاں چھوڑ کے جاؤں

۸۲

مولا مجھے منھ اپنا ہے دلدل کو دکھانا
خدمت میں محمدؐ کی ہے یاں سے مجھے جانا
پھر مجھ کو وفادار کہے گا نہ زمانا
فرمائیں سگے فردوس میں یہ آپ کے نانا
دشمن ہوئی سب خلق یہ قدرت ہے خدا کی
گھوڑے نے بھی پیارے سے بہادر سے دغا کی

۸۳

بچپن سے ہوئے آپ مری پیٹھ پہ اسوار
بوڑھا ہوا اب زندگی مجھ کو نہیں درکار
اسوار نہ ہو اور رہے خلق میں رہوار
ہے کون مرا قدر شناس اے شہ ابرار
حضرت نہیں جاتے ہیں نہ گھر جاؤں گا میں بھی
سر اپنا پٹک کر یہیں مر جاؤں گا میں بھی

۸۴

اے اہل عزا اشک بہانے کی یہ جا ہے
رویا ہوں میں تنہا پسر شیر خدا ہے
تلواریں ہیں ہزاروں ہیں اور اک خشک گلا ہے
اور سامنے لاشہ علی اکبرؑ کا پڑا ہے
فرماتے ہیں بابا کو بچاتے نہیں اکبرؑ
ہم گھوڑے سے گرتے ہیں تم آتے نہیں اکبرؑ

۸۵

گہ لاشۂ عباس سے کرتے ہیں یہ فریاد
اے قوت بازو تمہیں آکر کرو امداد
تم دیکھتے ہو ہم پہ جو کچھ ہوتی ہے بیداد
مظلوم کو گھیرے ہیں ہزاروں ستم ایجاد
لاشہ علی اکبرؑ کا اٹھانے نہیں دیتے
جاتا ہوں جو خیمہ میں تو جانے نہیں دیتے

۸۶

لو چھار سے تیروں کی مشبک جو ہے سینہ
گرتا ہے لہو بن کے رکابوں سے پسینہ
چلّاتی ہے ڈیوڑھی پہ یہ رو رو کے سکینہ
بابا مجھے بے آپ کے دشوار ہے جینا
شہ کہتے ہیں بی بی ہمیں آنا نہیں ملتا
تلواروں سے بچ کر ہمیں جانا نہیں ملتا

۸۷

وہ لو وہ کڑی دھوپ وہ زخموں کی اذیت
وہ بیکسی وہ پیاس وہ تنہائی وہ غربت
تیروں کی وہ بوچھار وہ تلواروں کی ضربت
دو دن کا وہ فاقہ غضب اور پیاس کی شدت
حالت ہے عجب پیاس سے فرزند علی کی
منھ سے نکل آئی ہے زباں سبط نبی کی

۸۸

چھڑکاؤ ادھر ہے تو ادھر اشک فشانی
سیّد کو نبی زادے کو دیتے نہیں پانی
شہ پیاسے ہیں سیراب ہیں وہ ظلم کے بانی
کہتے ہیں کہ ہے نسلِ علیؑ ہم کو مٹانی
سایہ ہے ادھر چتر کا ہر دشمنِ دیں پر
پڑتی ہے ادھر دھوپ شہِ عرش نشیں پر

۸۹

طعنے کے سخن منہ پہ سنا جاتا ہے کوئی
تلوار برابر سے لگا جاتا ہے کوئی
ہنس ہنس کے مسافر کو رلا جاتا ہے کوئی
خوں جسمِ مبارک کا بہا جاتا ہے کوئی
خشکیدہ زباں فوج کو دکھلاتے ہیں مولا
رہوار پہ جھک جھک کے سنبھل جاتے ہیں مولا

۹۰

ناگاہ گرے گرم زمیں پر شہِ ابرار
اور ہائے پئے قتل بڑھا شمرِ ستمگار
آثار قیامت کے ہوئے رن میں نمودار
گردن پہ نمازی کے پھرا خنجرِ خونخوار
فرزند زبردست یداللہ کو مارا
شبیرؑ کو کیا احمدؐ ذی جاہ کو مارا

۹۱

لاشے پہ بہن آئی ہے چہرے پہ ملے خاک
محتاج کفن کو ہے ترا پیکرِ صد چاک
کہتی ہے کہ ہے ہے پسرِ سیدِ لولاک
تم مر گئے اور رہ گئی یہ خواہرِ غمناک
اے کاش کہ دنیا میں یہ ناشاد نہ ہوتی
تم پر یہ مرے سامنے بیداد نہ ہوتی

۹۲

سیّد ہیں ترے پیکرِ بے سر کے تصدق
قربان علم کے ترے لشکر کے تصدق
چہرے کے فدا زلفِ معنبر کے تصدق
اکبرؑ کے تصدق علی اصغرؑ کے تصدق
کچھ فکر بہن کی شہِ والا نہیں کرتے
اس بلوے میں ہمشیر کا پروا نہیں کرتے

۹۳

خاموش انیسؔ آہ بہت رنج و محن ہے
صد شکر کہ تو ناظمِ اقلیمِ سخن ہے
مجلس میں بپا ماتمِ سلطانِ زمن ہے
ہاں موتیوں سے بھرنے کے قابل یہ دہن ہے
رکھ دل کو غنی ذکرِ امامِ ازلی میں
قدر اس کی ہے سرکارِ حسینؑ ابن علی میں

رباعی

جز مدحِ سخن منہ سے کوئی کم نکلے
روحی بفداک یا حسینؑ ابن علےؑ!
ہر دم سینے سے آہ پُر غم نکلے
نکلے تو محبت میں تری دم نکلے

رباعی

افسوس یہ عصیاں یہ تباہی دل کی
کپڑے اجلے پہن کے نازاں ہوئے تم
کی خوب انیس خیر خواہی دل کی
بڑھتی گئی دن رات سیاہی دل کی

رباعی

پیری آئی عذار بے نور ہوئے
لازم ہے کفن کی یاد ہر وقت انیسؔ
یارانِ شباب پاس سے دور ہوئے
جو مشک سے بال تھے وہ کافور ہوئے

۱

ہے زیور عروس سخن پنجتنؑ کی مدح
ہے لذت زبان شہ خیبر شکن کی مدح
زینت کلام کی ہے رسولؐ زمن کی مدح
آرام جان و دل ہے حسینؑ و حسنؑ کی مدح
ہر دم یہ ذکر باعث عیش و سرور ہے
دل کی جو روشنی ہے تو آنکھوں کا نور ہے

۲

دریائے نور کا در یکتا حسینؑ ہے
مظلوم کربلائے معلا حسینؑ ہے
رنگین گل حدیقۂ زہراؑ حسینؑ ہے
سارا جہاں غلام ہے آقا حسینؑ ہے
رتبہ جلی ہے سب یہ امام جلیل کا
خدمت ہے جس کے گھر کی شرف جبرئیلؑ کا

۳

مصباح بزم حیدر صفدر حسینؑ ہے
بے سر ہے ہر زمانے کا سرور حسینؑ ہے
گلگوں قبائے عرصۂ محشر حسینؑ ہے
روشن ہے جس سے عرش وہ گوہر حسینؑ ہے
عالم میں پھول ضیا نہ ہو اس کے ظہور سے
اللہ خود بنائے ہے جسے اپنے نور سے

۴

محبوب ذوالجلال کا پیارا حسینؑ ہے
بعد از حسن امام ہمارا حسینؑ ہے
پیغمبرؐ کی آنکھوں کا تارا حسینؑ ہے
بخشش کا عاصیوں کی سہارا حسینؑ ہے
سب کو اسی کی حشر کے دن احتیاج ہے
حقا کہ اس کے سر پہ شفاعت کا تاج ہے

۵

مہر سپہر ابہت و حشمت و جلال
نزدیک تھا کہ گلشن ایماں ہو پائمال
جس کو کبھی ازل سے ابد تک نہیں زوال
سرسبز کر گیا اسد کبریا کا لال
کیا فیض ہے کہ سایۂ طوبیٰ میں گھر ملا
اُمت نہال ہو گئی ایسا ثمر ملا

۶

پہلے تو رنگ کفر کا کیا تیر حق نے دور
ظاہر ہوئے حسینؑ تو حق نے کیا ظہور
برعکس جو تھے قتل ہوئے سب وہ پر غرور
دو بھی خدا کے نور تھے یہ بھی خدا کے نور
حب علیؑ کے ساتھ جب ان کی ولا ہوئی
ایمان کے آئینہ کو دوبارہ جلا ہوئی

۷

حامی ہو ایک تن بھی تو آفت کی ہے سپر
ششدر ہوں کس لیے جو سقر کے ہیں سات در
یاں پنجتن ہیں پھر ہمیں کیا خوف کیا خطر
آٹھوں بہشت شاہ کے ہیں دوستوں کے گھر
نہ آسماں سے بھی کہیں درجے رفیع ہیں
جو وہ خدا کے دوست ہمارے شفیع ہیں

۸

کردیں گے سرد گرمی بازار آفتاب
شیعوں کی فرد فرد کو کرلیں گے انتخاب
ہوئے گا ابر رحمت حق دامن جناب
ہم پاک ہیں ہمارے گناہوں کا کیا حساب
کہہ دیں گے ہم کہ شاہ کے لشکر کے ساتھ ہیں
چہرے ہمارے مالک دفتر کے ساتھ ہیں

۹

ہے جن کو شیر حق کے گھرانے سے ارتباط
جب تھام لیں گے چادر زہرا با احتیاط
قدموں سے ہے لگی ہوئی ان کے رہ صراط
اس پل کو طے کریں گے بصد فرح و انبساط
شبیرؑ ہیں، علیؑ ہیں، رسول کریمؐ ہیں
کیا ڈر ہمیں صراط سے دل مستقیم ہیں

۱۰

جنات عدن و گلشن فردوس روے حور
آسایش بہشت بریں راحت و سرور
وہ گوہر زبرجد و یاقوت کے قصور
طوبیٰ و کوثر و ارم و حُلّہ ہائے نور
اس باغ میں جگہ نہیں خاص انکے واسطے
یہ سب ہیں شہ کے تعزیہ داروں کے واسطے

۱۱

رونے کا غم میں شاہ کے اللہ نے صلا
مردم پہ کیوں نہ واجب عینی ہو یہ ولا
دل کو سرور آئینۂ چشم کو جلا
جو حق سے ان کے نام پہ مانگا وہی ملا
روئے تو جرم دفتر عصیاں سے دھو گئے
دامن نہ تر ہوا تھا کہ لو پاک ہو گئے

۱۲

رونے میں صرف ہو تو نہیں عمر کا حساب
مردم کی آبرو کا سبب دیدۂ پر آب
ان آنسوؤں سے ہے رخ ایماں کی آب و تاب
حاصل ہر اک نفس میں ہے تسبیح کا ثواب
جو کچھ ہے اجر تذکرہ لا آلہ میں
حاصل ہیں یاں وہ سب حسنات ایک آہ میں

۱۳

ذکر حسینؑ حق کی عبادت سے کم نہیں
نالہ ہر اک اذان و اقامت سے کم نہیں
رونے کا اجر اجر شہادت سے کم نہیں
ہر صف کشی نماز جماعت سے کم نہیں
مسجد سے اوج پست ہے کعبہ اس مقام کا
وہ گھر خدا کا ہے تو یہ گھر ہے امام کا

۱۴

رفعت کروں میں تعزیہ خانے کی کیا رقم
ایک ایک در ہے رشک در گلشن ارم
ہے جلوہ گاہ روح رسول فلک حشم
آتی ہے بوئے خلد صبا سے کے دمبدم
سونگھے اگر فتیلۂ عنبر سرشت کو
رضواں بھی بھول جائے نسیم بہشت کو

۱۵

حقا کہ رکن کعبۂ ایمان ہے یہ مقام
قدسی طواف کرتے ہیں یاں آکے صبح و شام
میکائیل و جبرئیل ہیں مصروف اہتمام
کوئی تو بھیجتا ہے درود اور کوئی سلام
ہے آسماں کا قول کہ میں خاک راہ ہوں
کہتا ہے عرش فرش دربار گاہ ہوں

۱۶

ہے کہکشاں کو شوق کہ میں رہگذر بنوں
زہرہ کو آرزو ہے کہ رشک قمر بنوں
خورشید کو ہوس ہے کہ قندیل در بنوں
ہے لو لگی ہوئی کہ چراغ آن کر بنوں
کہتے ہیں نجم اختر طالع بلند ہوں
مجمر بنے جو مہر تو ہم بھی سپند ہوں

۱۷

ہر اک سبو سبیل کا ہے چشمۂ حیات
آتی ہے یاد تشنگی شاہ کائنات
صدقہ ہیں ایک جام پہ سو کوزۂ نبات
سردی ہے اس کی حشر کی گرمی سے ہو نجات
پانی کو یاں کے چشمۂ کوثر پہ فوق ہے
یاں خضر کو سبیل بنانے کا شوق ہے

۱۸

آب حیات میں بھی نہ ہو گی یہ آب و تاب
زمزم کو اس کی چاہ میں ہر دم ہے اضطراب
کوثر کے منہ میں نام سے جس کے بھر آئے آب
خوشبو یہ ہے کہ شرم سے پانی ہو میاں گلاب
کہتا ہے آب نذر امام جلیل ہوں
دعویٰ سبیل کو ہے کہ میں سلسبیل ہوں

۱۹
ہیں یہ گلاب پاش کہ فوارہ ہائے نور
پروانوں کی طرح سے ملائک کا ہے وفور
شمعیں ہیں دست حور میں یا ہے یہ چراغ طور
کعبہ بھی گر طواف کو آئے تو کیا ہے دور
اس گھر کا نور زینت عرش اِلٰہ ہے
یہ بارگاہ قبلۂ عالم پناہ ہے

۲۰
ہے کحل چشم حور و ملک اس مکان کی خاک
قربان تربتوں کے نثار ضریح پاک
اے بدر آسمان شرف روحنا فداک
دل جس کو دیکھ دیکھ کے ہوتے ہیں چاک چاک
جرأت کا جوش بھی ہے خدا پر نظر بھی ہے
قرآں بھی ہے حضور میں تیغ و سپر بھی ہے

۲۱
ہے پست اوج پایۂ منبر سے نہ فلک
دیکھوں کا نور اور علم پاک کی جھلک
منبر پہ روضہ خواں ہے کہ ہے عرش پر ملک
جس کی چمک زمیں سے ہے آسماں تلک
مجلس میں مومنوں نے جو آنسو بہائے ہیں
دیکھو دعا کو ہاتھ علم نے اٹھائے ہیں

۲۲
پیچیدہ عود کا یہ دھواں اور گلوں کی بو
بیتاب ہیں علی ولی شاہ نیک خو
گویا کھلے ہیں گیسوئے حوران ماہرو
منبر کے پاس روتی ہے زہرا کشادہ مو
اس بزم میں رسولؐ جو ماتم کو آئے ہیں
سر پیٹنے کو ہاتھ علم نے اٹھائے ہیں

۲۳
ہے جلوہ گر جو حضرت عباسؑ کا علم
مشک سکینہ دیکھ کے لگتے ہیں تیر غم
شوکت وہی ہے رعب وہی اور وہی چشم
ہیہات ایسے شیر کے بازو ہووے قلم
ہر دم رہے نہ کیوں دل زہراؑ بھرا ہوا
ہے آج تک لہو سے پھریرا بھرا ہوا

۲۴
رونق ہو کیوں نہ تعزیہ خانوں میں جا بجا
کرتا ہے نقل ایک متولی پارسا
ہوتے ہیں خود شریک شہنشاہ کربلا
یعنی ہوا فلک یہ جو ظاہر ہے عزا
عیش جہاں دلوں کو فراموش کر گیا
سب شہر مثل کعبہ سیہ پوش ہو گیا

۲۵
بزم عزا تھا روضۂ سلطان مشرقین
مردوں میں شور سینہ زنی عورتوں میں بین
دن رات مجلسیں تھیں بسہ اور ماتم حسینؑ
آتی تھی فاطمہ کی صدا ہائے نور عین
جس دم بیان شہادت سرور کے ہوتے تھے
زوّار قتل گاہ میں جا جا کے روتے تھے

۲۶
اک شب جو میں نے غور سے روضہ پہ کی نظر
صندوق پردہ نور نہ رونق ضریح پر
دیکھا اداسی چھائی ہے مرقد پہ سر بسر
جس طرح بادشاہ کرے شہر سے سفر
ہے عرش پردہ زینت عرش بریں نہیں
ثابت یہ تھا مکان تو ہے لیکن مکیں نہیں

۲۷
کچھ کہہ سکا نہ میں یہ رہا دل کو اضطراب
روضہ میں جلوہ گر ہیں شہ آسماں جناب
چہلم کے بعد میں نے یہ دیکھا میان خواب
سمجھا ضریح پاک کو میں برج آفتاب
قرباں تھے ملک رخ روشن کی شان پر
تھی چاندنی زمیں پہ نور آسماں پر

۲۸

کرتے تھے ہاتھ اٹھائے ہوئے حق سے یہ دعا
یا غافر المعاصی و یا واہب العطا
بہر نبیؐ و حیدرؑ و زہراؑ و مجتبیٰؑ
بخش اور دے نہ اکبرؑ و اصغرؑ کا خوں بہا
امت کو واسطے مرے پیاروں کے بخش دے
یارب گناہ تعزیہ داروں کے بخش دے

۲۹

عسرت میں میرے شیعوں کا رہ تو کفیل و یار
وسعت دے ان کے رزق میں جو ہیں عیال دار
آسان کر ان غریبوں پہ سختی احتضار
سوئیں لحد میں جب تو نہ ہو صدمۂ فشار
داماں ابن فاطمہؑ اور ان کے ہاتھ ہوں
جب روز حشر ہو تو یہ سب میرے ساتھ ہوں

۳۰

فارغ جو اس دعا سے ہوئے شاہ تشنہ لب
کی عرض میں نے جھک کے قدم پر بصد ادب
خادم یہیں رہا ہے محرم میں روز و شب
رونق جو آج ہے یہ نہ تھی اس کا کیا سبب
ہر سو ہجوم و حسرت و اندوہ و یاس تھا
مولا کمال روضۂ انور اداس تھا

۳۱

کیا یاں نہ تھے حضور کہا آپ نے کہ ہاں
میں نور حق ہوں عرش خدا ہے مرا مکاں
ہے ہر جگہ ظہور زمیں ہو کہ آسماں
تھا شیعیان ہند کا شبیرؑ میہماں
تربت تو یاں ہے کیوں مرے زائر اداس تھے
جو کربلا سے دور ہیں ہم ان کے پاس تھے

۳۲

دنیا میں دوستوں کی بھی خاطر ضرور ہے
تم پاس ہو تو اوروں سے مرقد بھی دور ہے
ہر دل میں روشنی ہے ہر اک گھر میں نور ہے
میں آفتاب ہوں مرا ہر جا ظہور ہے
ہے مجھ سے قرب بعد ہو گر مشرقین کا
جس گھر میں تعزیہ ہو وہ گھر ہے حسینؑ کا

۳۳

مصروف دل سے مرے غم میں وہ خوش سیر
سر پیٹنے میں ہوتے ہیں دس دن انھیں بسر
بر میں سیاہ لباس تو رخ آنسوؤں سے تر
مجلس نہ جس میں ہو کوئی ایسا نہیں ہے گھر
ہر چند کس جگہ مرا غم دہر میں نہیں
ماتم جو کچھ ہے واں یہ کسی شہر میں نہیں

۳۴

آداب تعزیت میں ہیں مصروف صبح و شام
سو سو طرح کا نذر میں کرتے ہیں اہتمام
لب پر کبھی درود و تحیت کبھی سلام
حرمت ضریح کی ہے علم کا ہے احترام
رتبے میں تربتوں کو وہ قرآں سمجھتے ہیں
منبر کو اور ضریح کو ایماں سمجھتے ہیں

۳۵

پیاسوں کا ذکر تشنہ دہانی ہے جا بجا
چشموں سے آنسوؤں کے روانی ہے جا بجا
ہم کو ملا نہ جو وہی پانی ہے جا بجا
نوحے ہیں اور مرثیہ خوانی ہے جا بجا
دل ان کے بیکسی پہ مری دردناک ہیں
سینے تو ہیں کبود گریباں چاک ہیں

۳۶

دروازے پہ سبیلیں ہیں لنگر ہیں جا بجا
رستے ہیں مثل آئینۂ قلب باصفا
بازار میں بلند ہے سقوں کی یہ صدا
پی لو یہ آب بہر شہنشاہ کربلا
پیاسے نہ جاؤ نذر حسینؑ قتیل ہے
تھا جس کا قحط اب وہی پانی سبیل ہے

۳۷

کیا عشق ہے کہ نام پہ میرے فدا ہیں سب
کیونکر نہ ہوں غلام شہ لافتا ہیں سب
غم خوار اہلبیتؑ رسولؐ خدا ہیں سب
مظلوم کے ہیں دوست کثیر البکا ہیں سب
سبط نبیؐ کی پیاس پہ آنسو بہاتے ہیں
خنجر کا نام سن کے تو غش ان کو آتے ہیں

۳۸

سنتے ہیں نامرادی قاسم کا جب بیاں
سر پیٹتے ہیں سب یہ دولھا بصد فغاں
غل کرتے ہیں کہ مر گئے عباس نوجواں
اکبرؑ کے غم سے چشم کسی کی ہے خوں فشاں
جب ذکر تشنہ کامی اصغر کے ہوتے ہیں
کرتوں سے منہ ڈھانپ کے بھی روتے ہیں

۳۹

پیاسے ہیں ساتویں تاریخ سے جو ہم
تربت پہ نذر دیتے ہیں وہ صاحب کرم
ہوتا ہے آٹھویں سے تو سب شہر بزم غم
تابوت واں اٹھاتا ہے کوئی کوئی علم
روح علیؑ بھی ساتھ محبوں کے ہوتی ہے
زہراؑ ہر ایک بزم میں جا جا کے روتی ہے

۴۰

دلدل بنا کے لاتے ہیں وہ سب بہ چشم تر
مجلس کے لوگ پیٹتے ہیں اٹھ کے اپنا سر
چھینٹیں لہو کی زیں پہ اور تیر ادھر ادھر
ہر نے سے وہ لٹکتی ہوئی تیغ اور سپر
غش آتے ہیں کلیجو پہ شمشیر پھرتی ہے
آنکھوں میں ذوالجناح کی تصویر پھرتی ہے

۴۱

ہوتی ہے جب عیاں وہ شب عسرت و ملال
جس کی سحر کو قتل ہوا فاطمہؑ کا لال
ہوتا ہے فرط غم سے عجب عورتوں کا حال
ماتم میں کھول دیتی ہیں اپنے سروں کے بال
ہر تعزیہ کے سامنے یوں بین ہوتے ہیں
جیسے کسی عزیز کی میت پہ روتے ہیں

۴۲

روتی ہیں بیبیاں جو گھروں میں بشور و شین
اس وقت یاد آتے ہیں زینبؑ کے مہ جبین
چلاتی ہیں جو لڑکیاں ہے ہے مرے حسینؑ
یاد آتی ہے سکینہؑ مجھے اپنی نور عین
ان کی بکا سے تیر الم دل پہ چلتے ہیں
غربت پہ اپنی خود مرے آنسو نکلتے ہیں

۴۳

کیوں شاہ دیں کے تعزیہ دارو سنا یہ حال
کہتا ہے خود تمہارا ہی تشنا فاطمہؑ کا لال
یا روز ہے نصیب خوشا حشمت و جلال
کس مرتبہ خوشی ہیں شہنشاہ خوش خصال
سجدہ کرو کہ نذر تمہاری قبول ہے
رونا قبول تعزیہ داری قبول ہے

۴۴

رو لو کہ فصل گریہ و ماتم قریب ہے
جس کی خوشی دلوں کو ہے وہ غم قریب ہے
ذالحجہ کا سفر ہے محرم قریب ہے
ہاں آمد امام دو عالم قریب ہے
آپہونچے ہیں غریبوں کی مشکلکشائی کو
ہو آنسوؤں کی فوج رواں پیشوائی کو

۴۵

ہے دھوم ہر طرف کہ سواری ہے متصل
آنکھیں لئے ہیں پنجہ مژگاں میں بخت دل
ڈر ثمین ہیں اشک کے دانوں سے مشتعل
ہاتف کی ہے صدا کہ غریبو نہ ہو خجل
خواہش نہیں کچھ اور شہ خاص و عام کو
تسبیح اشک چاہیے نذر امام کو

۴۶

ہے شہر مثل نور سحر سر بسر سفید
بام و ستون و خانہ دیوار و در سفید
جیسے بیاض چشم ادھر اور ادھر سفید
مردم سیاہ پوش ہیں سب اور گھر سفید
روشن ہو کیوں نہ تعزیہ خانہ حسینؑ کا
سب نور ہے یہ فاطمہؑ کے نور عین کا

۴۷

مصروف غم رہو کہ یہ صحبت ہے مغتنم
مجمع ہے دوستوں کا یہ رقت ہے مغتنم
سر پر اجل کھڑی ہے یہ فرصت ہے مغتنم
ہاتھ آئے گی نہ پھر کہ یہ دولت ہے مغتنم
گر مر گئے تو ماتم شاہ امم کہاں
یہ مجلسیں تو حشر تلک ہیں پہ ہم کہاں

۴۸

شکر خدا کہ موت نے دی مہلت اس برس
اک دم میں ٹوٹ جاتا ہے یہ رشتۂ نفس
جو ذی حیات ہے اُسے جینے کی ہے ہوس
لیکن قضا سے کچھ نہیں چلتا کسی کا بس
چپکے چلے گئے زباں تک ہلی نہیں
ہم کیا ہیمبروں کو تو مہلت ملی نہیں

۴۹

فانی ہیں سب کسی کو نہ دے گی اجل اماں
پچھے گی آہ ذائقۂ موت ہر زباں
اُس دم کھلے گا جسم سے نکلے گی جبکہ جاں
تھا گنج شائگان کہ ہوا مفت رائگاں
لازم ہے قدر عمر کہ جنس خطیر ہے
جس کی بہا نہیں وہ در بے نظیر ہے

۵۰

پھر کر نہ آئے گا وہ گذرتا ہے جو کہ دم
اس دم کی احتیاط مناسب ہے دمبدم
کہتا ہے دم قریب ہے اب منزل عدم
بڑھتا ہے سن مگر ہوئی جاتی ہے عمر کم
انجام کار قبر کی منزل نظر میں ہو
ہم ہیں وطن میں عمر ہماری سفر میں ہو

۵۱

جو شے کہ مستعار ہو کیا اس کا اعتبار
ہر گل یہ یاں خزاں ہے کبھی اور کبھی بہار
ہے عمر بے وفا تو زمانہ ہے بے مدار
آنکھوں کے آگے اُٹھ گئے کیا کیا رفیق و یار
افسوس اس چمن میں وہ سرو رواں نہیں
ڈھونڈھیں انہیں کہاں کہ قدم کا نشاں نہیں

۵۲

کیسے شریک تعزیہ داری تھے اگلے سال
اور اس برس تو زیر زمیں ہیں وہ خوشخصال
معلوم کیا نہیں کہ وہاں کیا ہے ان کا حال
غربت پہ ان کی رحم کرے رب ذوالجلال
جز بیکسی نہیں کوئی ہمدم مزار میں
تنہا پڑے ہیں خانۂ تاریک و تار میں

۵۳

رخت سیاہ عزا میں جو کرتے تھے زیب تن
سوتے ہیں آج قبر میں پہنے ہوئے کفن
مٹی میں بھرنے پاتے نہ تھے جن کے پیرہن
پیوند خاک ہو گئے وہ غیرت چمن
سب گلعذار عاشق سبط رسولؐ تھے
آخر وہ لوگ بھی کسی گلشن کے پھول تھے

۵۴

جن دوستوں کی یاد میں روتے ہیں آج ہم
کل اور اسی طرح سے کریں گے ہمارا غم
ہستی سے ہے ضرور سفر جانب عدم
ماتم کرو حسینؑ کا جب تک ہے دم میں دم
حامی تمہارا سبط رسالت پناہ ہے
توشہ یہی ہے اور یہی زاد راہ ہے

۵۵

یہ دن وہ ہیں کہ راہ میں ہیں شاہ بحر و بر
ہیں اہلبیت محمل و ہودج میں نوحہ گر
آئی ہے قتل مسلم مظلوم کی خبر
آفت کا سامنا ہے مصیبت کا ہے سفر
گھیرے ہے فوج حر شہ عالم پناہ کو
کانٹا ہے سختیوں سے پہاڑوں کی راہ کو

۵۶

دو منزلیں ادھر تھے ابھی شاہ کم سپاہ
دیکھا جو چاند رونے لگے شاہ دیں پناہ
ظاہر ہوا ہلال محرم فلک پہ آہ
پڑھ کر دعا رخ علی اکبر پہ کی نگاہ
رونے پہ شہ کے قاسم بے پر نے رو دیا
بابا کے منہ کو دیکھ کے اکبر نے رو دیا

۵۷

تاریخ دوسری تھی کہ داخل ہوئے امام
آنے کی شمر کے ہوئی چوتھی کو دھوم دھام
اور تیسری کی صبح کو آئی سپاہ شام
تھی پانچویں کہ دشت ستم بھر گیا تمام
نرغہ ہوا چھٹی سے شہ مشرقین پر
ہفتم سے بند ہو گیا پانی حسین پر

۵۸

تھا ہشتم و نہم کو تو اک شور العطش
خیمے میں جاں بلب تھے کئی طفل ماہوش
تھے نہر علقمہ سے بہشتی کنارہ کش
اصغر کو اور سکینہ کو آتے تھے غش پہ غش
تھا قحط آب گھر میں شہ حق شناس کے
بانو کا دودھ گھٹ گیا شدت سے پیاس کے

مطلع دوم

۵۹

جب رن میں صبح قتل غریباں عیاں ہوئی
تیار فوج قبلۂ کون و مکاں ہوئی
ہمراہ شب سپاہ کواکب رواں ہوئی
واں طبل جنگ بجنے لگا یاں اذاں ہوئی
مصروف حق کی یاد میں سب ارجمند تھے
قد قامت الصلوٰۃ کے نعرے بلند تھے

۶۰

ہوتے تھے تیز سان پہ واں خنجر و تبر
یہ فوج تھی خدا کی وہ تھا لشکر عمر
سجدے میں یاں جھکے ہوئے تھے غازیوں کے سر
اعمال خیر یاں تھے ادھر کید و مکر و شر
ایمان و کفر میں باہم لڑائی تھی
کعبے پہ کافران عرب کی چڑھائی تھی

۶۱

پہنے ہوئے تھے بر میں زرہ واں ہر اک شریر
جوڑے تھے واں کمانوں میں ہر اک جواں پہ تیر
یاں بازوؤں پہ حفظ کے تھے جوشن کبیر
آہوں کی برچھیاں تھیں ادھر اور دعا کے تیر
شیروں کو ورد نام علی صبح و شام تھا
سیفی تھی ان کی سیف سپر حق کا نام تھا

۶۲

پیچھے صفیں درست تھیں آگے شہ انام
سجدہ کبھی تھا گاہ قعود اور کبھی سلام
تسبیح خاک پاک میں ہو جس طرح امام
تھے کس حضور قلب سے حاضر وہ تشنہ کام
دربار کبریا میں ہر اک سرفراز تھا
ان کی طرف نماز کو روئے نیاز تھا

۶۳

حاضر تھی پانچوں وقت اطاعت میں واں نماز
قد قامت ان کے قامت موزوں سے سرفراز
ہر دم تھا ان کی صوت حسن پر اذاں کو ناز
تھا با ادب رکوع جھکائے سر نیاز
بھیجیں درود ان کی نہ کیوں روح پاک پر
سجدے کا سر ہے آج تلک جن کی خاک پر

۶۴

استادہ تھا قیام اطاعت میں روز و شب　　واں خود قعود تھا کہ کیے تھا زانوئے ادب
شایق قنوت تھا کہ اٹھائیں گے ہاتھ کب　　مشتاق تھی دعا کہ ہلیں گے کب ان کے لب
عشق ان سے تھا تشہد عالی کلام کو　　تسلیم کرتے تھے ملک اُن کے سلام کو

۶۵

فارغ ہوئے نماز سے جب وہ خدا پرست　　کمریں بندھیں کہ ہے یہ لڑائی کا بند و بست
ایک ایک شیر تھا مئے حبّ علیؑ سے مست　　تھے عزم یہ کہ فوج ضلالت کو دیں شکست
سر بھی کٹیں تو رن میں قدم گاڑ دیجیے　　کوفے کے در پہ جا کے علم گاڑ دیجیے

۶۶

تعقیب فرض صبح ابھی پڑھ رہے تھے شاہ　　جو تیر آئے رن سے گئے سوئے خیمہ گاہ
کی مڑ کے شاہ نے رخ عباس پر نگاہ　　غازی نے عرض کی کہ بڑھی آتی ہے سپاہ
لازم ہے جنگ خیمہ کی ڈیوڑھی سے دور ہو　　رو کے انھیں غلام جو حکم حضور ہو

۶۷

شہ نے کیا اشارہ کہ چلتے ہیں ہم بھی اب　　آنے دو تیر جاؤ نہ تم جو رضائے رب
چپ رہ گیا یہ سن کے وہ غازی بصد ادب　　سجدے میں سر جھکا کے اٹھے شاہ تشنہ لب
رخصت کو بیبیوں کے علیؑ کا خلف گیا　　بیت الشرف میں نیّر برج شرف گیا

۶۸

خیمہ میں جا کے شاہ پہننے لگے لباس　　ہتھیار جب سجے تو ہوئی بیبیوں کو یاس
بانو کا رنگ زرد تھا زینبؑ تھی بے حواس　　دامن قبا کا پکڑے سکینہ کھڑی تھی پاس
پھیلا کے ہاتھ کہتی تھی گودی میں آئیں گے　　بابا سدھاریے گا تو ہم بھی روٹھ جائیں گے

۶۹

ہتھیار کیوں لگائے ہیں باندھی ہے کیوں کمر　　کیا بابا جان یاں سے کہیں اور ہے سفر!
اچھا چلو کہ یاں تو ڈری ہوں میں رات بھر　　آواز گریہ آئی ہے جنگل سے تا سحر
اماں ذرا نہ سوئیں نہ ہم شب کو سوئے ہیں　　اصغر بھی چونک چونک کے جھولے میں روئے ہیں

۷۰

پوچھو پھوپھی بھی سنتی تھیں یا شاہ نامدار　　اک بی بی پیچھے خیمے کے روتی ہے زار زار
صاف آتی تھی صدا مرے بیکس ترے نثار　　ہے ہے حسینؑ تیرا گلا اور چھری کی دھار
سوتا ہے کل زمیں پہ مرے رشک ماہ کو　　بالوں سے جھاڑ آئی ہوں میں خوابگاہ کو

۷۱

دل کانپتا ہے غم سے کلیجہ ہے چاک چاک　　کیسا ملال خیز ہے یہ دشت ہولناک
جلتی ہے لو کبھی کبھی اڑتی ہے زرد خاک　　گریاں رہی تو شب کو میں مر جاؤں گی ہلاک
جنگل کے لوگ آ کے نہ لشکر کو لوٹ لیں　　دشمن کہیں نہ فاطمہ کے گھر کو لوٹ لیں

۷۲

بیٹی نثار ہو گئی اچھے مرے پدر　　اٹھوا دو خیمہ جلد یہاں سے کرو سفر
کانوں پہ ہاتھ رکھے رہی ہوں میں رات بھر　　ڈرتا ہے دل کہ چھین نہ لیوے کوئی گہر
کانوں سے بالیاں جو اتارے تو کیا کروں　　کوئی طمانچہ آن کے مارے تو کیا کروں

۷۳

ہردم صدا یہ آتی تھی یا سرورِ زمن
قسمت میں ہے کہ رانڈ بنے اک نئی دلہن
اب گرد میں ہیں آلِ محمدؐ کی اور رسن
بھائی سے چھوٹ جائے مصیبت زدہ بہن
برباد خاندانِ رسولؐ کرم ہو
ڈھل جائے دوپہر تو سکینہؑ یتیم ہو

۷۴

کس کو یتیم کہتے ہیں یا شاہ دیں پناہ
روکا ہے واں ہمیں کہ نہ چشمہ جہاں نہ چاہ
یہ کیا غضب ہے کون سا مجھ سے ہوا گناہ
کیا خوب میہمانیِ آلِ نبیؐ ہے واہ
فاقہ تو ارث ہے ہمیں اس کا گلا نہیں
گذرے ہیں تین روز کہ پانی ملا نہیں

۷۵

بیٹی کے اس کلام پہ روئے امامِ دیں
زندہ ابھی تو ہے پدرِ بے کس و حزیں
منہ چوم کر کہا نہیں تم ڈرو نہیں
بی بی نہ روؤ دور نہ جائیں گے ہم کہیں
مہماں ہوئے ہیں جن کے وہ ہم کو بلاتے ہیں
پانی تمہارے واسطے لینے کو جاتے ہیں

۷۶

اچھا نہ یاں رہیں گے جو لگتا ہے تم کو ڈر
ان بھولی بھولی باتوں پہ قربان ہو پدر
ہم بعد عصر آج ہی کر جائیں گے سفر
سچ ہے کہ یہ مقام نہایت ہے پرخطر
دشمن ہیں سب امامِ غریب الدیار کے
رکھو ادو ماں کے پاس یہ ٹھنڈ سے مار کے

۷۷

ایسا نہ ہو کہ کوئی دکھا دے تمہارے کان
تجھ پہ نثار جان حسینؑ اے سکینہؑ جان
فکر اپنی کچھ نہیں ہے تمہارا ہے مجھ کو دھیان
بن پانی اینٹھی جاتی ہے ننھی سی یہ زبان
اس غم سے مجھ کو صبر نہیں بے قرار ہوں
بی بی تمہارے منہ سے بہت شرمسار ہوں

۷۸

تم تشنہ لب ہو اور ہیں سیراب وحش و طیر
بس اب خدا اٹھائے بہت کی جہاں کی سیر
اپنا جنھیں سمجھتے تھے نکلے وہ لوگ غیر
مانگو دعا کہ باپ کا ہو خاتمہ بخیر
بیکس پہ اب کرم اجل نیک پے کرے
شبیر جلد آج کی منزل کو طے کرے

۷۹

لو الوداع گود میں اب والدہ کی جاؤ
چھاتی سے پھر لپٹ کے ذرا منہ سے منہ ملاؤ
کھلتا ہے خون حسینؑ کا آنسو نہ تم بہاؤ
اک بار اور کاکل مشکیں کی بو سنگھاؤ
آئیں نہ آج ہم تو سکینہؑ نہ رو دیو
شب کو پھوپھی کی چھاتی پہ منہ رکھ کے سو رہو

۸۰

بولی مچل کے وہ کہ نہ مانوں گی میں پدر
بہلائیے نہ بیٹی کو یا شاہ بحر و بر
جنگل میں چھوڑ کر مجھے جاؤ گے کس کے گھر
یہ پیار آخری ہے مری دل کو ہے خبر
میں خوب جانتی ہوں کہ منہ موڑتے ہیں آپ
صغرا تو واں چھٹی مجھے یاں چھوڑتے ہیں آپ

۸۱

مانوں نہ ایک میں کوئی مجھ سے کہے ہزار
مجھ کو اتارے دیتے ہو گودی سے بار بار
باتیں ہیں سب فراق کی یا شاہ نامدار
بس بابا جان دیکھ لیا آپ کا پیار
ہے ہے طبیعت آپ کی بیٹی سے ہٹ گئی
اتنی سی عمر میں مری قسمت الٹ گئی

۸۲

حضرت کے سامنے تو ہے اعدا کا یہ ستم
ہوگا نہ جب کوئی تو رہیں گے کدھر کے ہم
فاقے پہ فاقہ دکھ پہ ہو دکھ اور غم پہ غم
شب کیسی دن کو دشت میں لٹ جائیں گے حرم
ہوں گے وہ ظلم جو نہ سنے ہوں جہان میں
رسّی گلوں میں ہوگی گلے ریسمان میں

۸۳

جس دم کہے سکینہؑ نے یہ جاں گزا کلام
قدموں پہ تھی جھکی ہوئی بانوئے نیک نام
روئے لپٹ کے زینبؑ ناشاد سے امام
کھولے سروں کو پیٹتی تھیں بیبیاں تمام
آمادۂ سفر تھا مسافر عراق کا
تھا شور الوداع کا اور الفراق کا

۸۴

نکلے حرم سرا سے شہ آسماں شکوہ
ہاتھوں پہ سر دھرے تھے جوانان حق پژوہ
پرنور ہو گئے رخ روشن سے دشت و کوہ
حقا کہ بادشاہ عجب تھا عجب گروہ
ایذا تھی عشق شاہ میں چین انکے واسطے
بہر حسینؑ وہ تھے حسینؑ ان کے واسطے

۸۵

دیندار سرفروش وفادار اہل درد
لب پیاس سے کبود تو فاقوں سے رنگ زرد
سرمہ ہے چشم حور کا جن کے قدم کی گرد
دم میں بگر صفوں کو الٹ دیں دم نبرد
رستم نظر ملا نہ سکے ان کی چشم سے
مرجائے ڈر سے شیر کو دیکھیں جو خشم سے

۸۶

ہر بات میں خشوع و خضوع و فروتنی
قبضے میں ہے کمان ہنر ناوک افگنی
محتاج پر حسینؑ کی دولت سے دل غنی
جنگ آزما ہزبر وغا تیغ کے دھنی
گر آسماں گرے تو زمیں پر کھڑے رہیں
ٹل جائے کوہ پر قدم انکے گڑے رہیں

۸۷

تھا ولولہ جہاد کا مشتاق جنگ تھے
رانوں میں بے قرار کمیت و سرنگ تھے
کمریں کسی کھنچے ہوئے گھوڑوں کے تنگ تھے
تھے بحر میں نہنگ تو بن میں پلنگ تھے
گھوڑے اڑا کے تیغ سے بجلی کو پے کریں
پانی تو کیا ہے آگ کے دریا کو طے کریں

۸۸

ان سب کو لے کے آئے جو دشت وغا میں شاہ
صف باندھ کر کھڑے ہوئے جس دم وہ رشک ماہ
غل تھا عجب شکوہ کا لشکر ہے واہ واہ
دیوار نور کھنچ گئی گویا میان راہ
جلوہ رخوں کا غازیوں کے تا فلک گیا
بولے ملک زمین کا ستارا چمک گیا

۸۹

کھولا جناب حضرت عباسؑ نے علم
اڑنے لگا ہوا سے پھریرا جو دم بدم
رفعت ہوئی نثار تصدق ہوا حشم
دشت وغا میں پھیل گئی نکہت ارم
پرچم فزوں تھا حسن میں گیسوئے حور سے
خورشید زرد ہو گیا پنجے کے نور سے

۹۰

ناگاہ کوس حرب بجا فوج میں ادھر
گرجا جو طبل رعد پکارا کہ الحذر
شہ زور دل سے آ گئے جنبش میں دشت و در
قرنا کے غل نے کر دیا گوش سپہر کر
ڈھالوں کا ابر اٹھا کہ زمیں تیرہ ہو گئی
تیغوں کی بجلیوں سے نظر خیرہ ہو گئی

۹۱
نکلے دغا کو شہ کے رفیقان بے نظیر
لیکن کہاں قلیل کہاں لشکرِ کثیر
چمکی ادھر سے تیغ تو برسے اُدھر سے تیر
خوں کی شفق میں ڈوب گئے وہ مہ منیر
نے بھوک سے ہراس انھیں تھا نہ پیاس سے
سینوں پہ زخم کھاتے تھے کس کس حواس سے

۹۲
اک بار دس ہزار کمانیں ہوئیں جو زہ
نے تھی شکن جبین پہ نہ ابرو پہ تھی گرہ
تیر آئے اس طرح کہ برستا ہے جیسے مینھ
تیروں سے نازیوں کی قبائیں بنی زرہ
سوئے جناں بچاس مددگار شہ گئے
بائیس شیر فوج حسینی میں رہ گئے

۹۳
یوں ان کے بیچ میں تھے شہ آسماں جناب
چہروں پہ یہ صفا کہ خجل موتیوں کی آب
ہو جس طرح خطوط شعاعی میں آفتاب
تھامے شکار بند کوئی اور کوئی رکاب
آنکھیں لڑی ہوئی تھیں صف فوج شام سے
تلواریں اگلی پڑتی تھیں ان کی نیام سے

۹۴
وہ گورے گورے جسم قبائیں وہ تنگ تنگ
ہاتھوں میں زور صف شکنی دل میں شوق جنگ
چہرہ کسی کا غیرت گل کوئی سبز رنگ
وہ موسم شباب جوانی کی وہ اُمنگ
رگ رگ میں ان کی زور شجاعت بھرا ہوا
آنکھوں میں نشۂ مے وحدت بھرا ہوا

۹۵
نکلے رضا جہاد کی لے کر جو وہ دلیر
انبار دست و پا کے ہوئے اور سروں کے ڈھیر
ہر صف پہ یوں گئے کہ جھپٹتا ہے جیسے شیر
سرکش تھے واں کے ان کی زبردستیوں سے زیر
جن کے خدنگ گرتے تھے بکتر کو توڑ کر
بھاگے وہ مثل تیر کمانوں کو چھوڑ کر

۹۶
لڑکے کئی لڑے کہ جواں خوں میں بھر گئے
بجلی سے تیغے ادھر آئے اُدھر گئے
گھوڑوں پہ جو چڑھے تھے سر ان کے اتر گئے
دو کر دیا جسے تو اسے چار کر گئے
دہشت سے زرد تھے یہ شجاعوں کا رنگ تھا
اسوار کی کمر تھی نہ گھوڑے کا تنگ تھا

۹۷
یکتا تھے جو جواں اجل ان کے دوچار تھی
یارا قرار کا نہ مجال فرار تھی
گرتی ہیں بجلیاں یہی ہر سو پکار تھی
چھوٹے سے نیمچوں کی چمک دل کے پار تھی
تھا شور کس جری کے پسر یہ دلیر ہیں
حضرت پکارتے تھے یہ شیروں کے شیر ہیں

۹۸
نصف النہار تک تھا یہ ہنگامۂ جدال
مارا گیا جہاد میں قاسم حسن کا لال
آئی مگر قیامت کبریٰ دم زوال
دولھا کی لاش ہو گئی گھوڑوں سے پائمال
گھر سے نکل کے شہ کی بہن پیٹنے لگی
سہرا بڑھا کے سر کو دولھن پیٹنے لگی

۹۹
لپٹی دولھن سے دولھا کی ماں پھینک کر ردا
بچپن میں رانڈ ہو گئی تو وا مصیبتا
کہتی تھی میں نہ مر گئی ہے ہے ہوا یہ کیا
ناشاد نامراد بہو میں ترے فدا
یہ داغ تھا نصیب میں تجھ سوگوار کے
رنڈسالہ پہنو بیاہ کا جوڑا اتار کے

۱۰۰
یہ شور تھا کہ آن کے فضہ نے دی خبر
بیٹے ہو کیا اٹھو علم آتا ہے خوں میں تر
لو سوگوارو ٹوٹ گئی شاہ کی کمر
مارے گئے فرات پہ عباسؑ نامور
ماتم کرو علیؑ کا بھرا گھر اجڑ گیا
فریاد ہے کہ بھائی سے بھائی بچھڑ گیا

۱۰۱
دوڑے دلہن کو چھوڑ کے ناموس مصطفا
اٹھی مگر نہ زوجۂ عباسؑ باوفا
کوئی تو ننگے سر تھی کوئی تھی برہنہ پا
دو رانڈیں بیٹھنے لگیں مسند پہ ایک جا
پرسا دلہن کو دیتی تھی وہ اور دلہن اسے
بانوؑ سے سنبھلے تھی شہ کی بہن اُسے

۱۰۲
روتا تھا ماں کے پاس علمدار کا پسر
چلاتی تھی تڑپ کے سکینہؑ بچشم تر
کہتا تھا ہم یتیم ہوئے مر گئے پدر
لٹ جائیں گی چچی مجھے اس کی نہ تھی خبر
پانی کو مانگنے میں بہت شرمسار ہوں
ہے ہے مری چچی میں تمہارے نثار ہوں

۱۰۳
پُرسے سے بیبیوں کو ہوا تھا نہ انفراغ
پیری میں قہر ہے پسر نوجواں کا داغ
جو رن میں غل ہوا کہ لٹا فاطمہؑ کا باغ
لو گھر ہوا امام دو عالم کا بے چراغ
پہونچے ہیں دیر میں جو تن پاش پاش پر
آیا ہے غش حسینؑ کو اکبرؑ کی لاش پر

۱۰۴
لکھتا ہے یہ حمید کہ سنتے ہی یہ خبر
اک آسمان نور سے نکلے کئی قمر
سیدانیاں خیام سے دوڑیں برہنہ سر
چہروں پہ تھی یہ ضو کہ ٹھہرتی نہ تھی نظر
ظاہر تھا صاف سب کے رخوں کی سرشت سے
حوریں نکل پڑی ہیں کھلے سر بہشت سے

۱۰۵
اک بی بی سب کے آگے تھی بکھرائے سر کے بال
ہلتا تھا چرخ کہتی تھی جب وہ بصد ملال
صورت جو تھی علیؑ کی تو خیر النسا کی چال
پالا تھا کن دکھوں سے تجھے ہائے میرے لال
صدقے گئی دلہن بھی نہ ماں کو دکھائے
اے میرے شیر موت کے پنجے میں آگئے

۱۰۶
آئی جناب فاطمہؑ کی یک بیک صدا
کاٹا ستمگروں نے مرے لال کا گلا
اے زینبؑ اپنے لال کو تو رو رہی ہے کیا
میں ننگے سر ہوں دے مجھے پرسا حسینؑ کا
روندیں گے اب سوار تن پاش پاش کو
کس سے کہوں اٹھائے جو بیکس کی لاش کو

۱۰۷
زینبؑ نے بڑھ کے فوج کی جانب جو کی نگاہ
ہے ہے حسینؑ کہہ کے گری وہ بانگ آہ
دیکھا کہ ہے سناں پہ سر شاہ دیں پناہ
چلائی ہائے خانۂ زہراؑ ہوا تباہ
ہم سب کے چین اب تہ افلاک اٹھ گئے
ہے ہے جہاں سے پنجتن پاک اٹھ گئے

۱۰۸
لوٹا بلا کے گھر سے محمدؐ کی آل کو
ہے ہے کفن دیا بھی نہ زہراؑ کے لال کو
پیاسا کیا شہید شہ خوش خصال کو
لوگو خبر کرو اسد ذوالجلال کو
دیکھیں بغور زخم تن پاش پاش کے
ٹکڑے اٹھائیں آن کے بیٹے کی لاش کے

۱۰۹

لاشے کے گرد جمع تھیں ارواح انبیاء
سر پیٹتے تھے غم میں نواسے کے مصطفیٰ
دامن تلک تھا چاک گریبان مرتضیٰ
ہے ہے حسینؑ کہہ کے تڑپتے تھے مجتبیٰ
زہرا پچھاڑیں کھاتی تھیں دلبر کی لاش پر
رویا تھا حشر شافع محشر کی لاش پر

۱۱۰

اب اے انیسؔ سبط نبیؐ سے یہ عرض کر
بلوائیے مزار پہ یا شاہ بحر و بر
کب تک پھرے غلام زمانے میں در بدر
یہ عمر پنج روزہ اسی در پہ ہو بسر
واں خاک ہو اگر تو عجب مرتبا ملے
بس اک لحد کی صحن مقدس میں جا ملے

سلام

آ کے جو بزم عزا میں رو گئے
مجرئی وہ فرد عصیاں دھو گئے
یاد آیا دامن مادر کا چین
پاؤں پھیلا کر لحد میں سو گئے
اشک کیا نکلیں کڑے احوال پر
سنتے سنتے قلب پتھر ہو گئے
موت آئی ہے مجتو الفراق
آج وعدے سب برابر ہو گئے
ہاتھ سے جاتا رہا نقد حیات
جان لے کر آئے بے جاں ہو گئے
عالم فانی میں کیا تم کو ملا
اور کچھ اپنی گرہ سے کھو گئے
راحت آباد عدم ہے خوب جا
پھر نہ آئے وہ جہاں سے جو گئے
ہتھکڑی اور بیڑیوں کو دیکھ کر
دست و پا عابدؑ کے ٹھنڈے ہو گئے

قطعہ

چھد گیا مثل گہر ناوک سے حلق
لعل سی جان اپنی اصغرؑ کھو گئے
خون گردن سے جو نکلا گرم گرم
بھر کے آہ سرد ٹھنڈے ہو گئے
آ کے تربت پر پکارے شاہ دیں
ہائے آج اصغرؑ اکیلے ہو گئے
عالم پیری میں یہ غفلت انیسؔ
رات بھر جاگے سحر کو سو گئے

رباعی

رونے کا رسول حق صلا دیتے ہیں
شیعوں کو ملائکہ دعا دیتے ہیں
کہتا ہے یہ چشم سے ٹپک کر آنسو
ہم وہ ہیں کہ دوزخ کو بجھا دیتے ہیں

رباعی

اب ہند کی ظلمت سے نکلتا ہوں میں
توفیق رفیق ہو تو چلتا ہوں میں
تقدیر نے بیڑیاں تو کاٹی ہیں انیس
کیوں رک گئے پاؤں ہاتھ ملتا ہوں میں

رباعی

دنیا میں ہیں علیؑ کے پیارے ایسے
رضواں ہے فدا گل ہیں یہ سارے ایسے
کہتا ہے مہ عزا کہ افلاک نے بھی
دیکھے نہیں گنجان ستارے ایسے

رباعی

حاصل جو شہ دیں کی حضوری ہو جائے
لاکھوں منزل سفر سے دوری ہو جائے
قدسی کہتے ہیں کربلا ہے وہ بہشت
ناری بھی اگر جائے تو نوری ہو جائے

رباعی

غفلت میں نہ عمر کو بسر کر
انجام پہ اک ذرا نظر کر
اس طول امل سے فائدہ کیا
کل کوچ ہے قصہ مختصر کر

رباعی

اب گرم خبر موت کے آنے کی ہے
ناداں تجھے فکر آب و دانے کی ہے
ہستی کے لئے ضرور اک دن ہے فنا
آنا تیرا دلیل جانے کی ہے

رباعی

مداح شہ یثرب و بطحا ہم ہیں
ہر عیب و غرور سے مبرا ہم ہیں
گر دل میں ہزاروں در مضموں ہیں مگر
خاموش لسان لب دریا ہم ہیں

رباعی

ماں کہتی تھی راحت نہ تمہیں آہ ملی
تصویر تری خاک میں اے ماہ ملی
اماں صدقے برس دن نہ جئے
اصغرؑ تمہیں عمر ایسی کوتاہ ملی

رباعی

یاں دولت فقر مصطفیٰؐ دیویں گے
توقیر شرف شیر خدا دیویں گے
ہوگا جو گوشہ گیر مثل آبرو
مردم آنکھوں میں تجھ کو جا دیویں گے

رباعی

جب شام کے زنداں میں حرم بند ہوئے
تاریکی سے بیبیوں کے دم بند ہوئے
سر پیٹ کے زینبؑ نے کہا اے نصیب
بازو سے رسن کھلی تو ہم بند ہوئے

مرثیہ ۱

۱

حضرت سے جب برادر خوش خو جدا ہوا
جو گھر کی روشنی تھا وہ مہر جدا ہوا
تیغ خزاں چلی شہ مرداں کے باغ میں
تنہا ہوئے کہ زینت پہلو جدا ہوا
جس سے قوی تھے ہاتھ وہ بازو جدا ہوا
ٹوٹی کمر حسین کی بھائی کے داغ میں

۲

دشمن کو بھی نہ بھائی کا ماتم خدا دکھائے
فرماتے تھے پسر سے یہ رو رو کے ہائے ہائے
عباس کیا جدا ہوئے گھر میرا لٹ گیا
پوچھو اسی کے دل سے کمر جس کی ٹوٹ جائے
اکبر بتاؤ بھائی کو بھائی کہاں سے لائے
بچپن کا ساتھ ہائے غضب آج چھٹ گیا

۳

اعدا میں شور تھا کہ اکیلے ہوئے امام
تھا لشکروں کو خوف علمدار نیک نام
کیا ہو سکے گا اب شہ گردوں اساس سے
وہ مر گیا کہ جس سے لرزتا تھا روم و شام
بیکس ہوئے حسین لڑائی ہوئی تمام
اک نوجوان پسر ہے وہ مرتا ہے پیاس سے

۴

غصے سے کانپتے تھے علی اکبر دلیر
کہتے تھے ہائے موت نے کیوں کی ہے اتنی دیر
اکبر بھی جلد قافلہ والوں سے جا ملے
تکتے تھے روئے فوج کو ہر دم مثال شیر
میں تو خدا کی راہ میں ہوں زندگی سے سیر
مشکل ہے دیکھئے ہمیں کیونکر رضا ملے

۵

دیکھا امام دیں نے کہ ہے غیظ میں پسر
فرمایا دیکھتے ہو لعینوں کا شور و شر
اعدا کی ہے خوشی ہمیں جتنا ملال ہو
تیغ علی کو ٹیک کے اٹھے بچشم تر
ہے شادی شہادت عباس نامور
تم غیظ میں نہ آؤ کہ صابر کے لال ہو

۶

قدموں پہ سر کو رکھ کے بولا وہ مہ جبیں
مجکو سنا سنا کے یہ کہتے ہیں اہل کیں
پیاسے جو ہوں وہ جان کو کھوتے نہیں ہیں کیا
کب تک غلام صبر کرے یا امام دیں
اب فاطمہؑ کے لال کا یاور کوئی نہیں
ہم شیر کردگار کے پوتے نہیں ہیں کیا

۷

اچھا نہیں جو کہتے ہیں بڑھ بڑھ کے بدخصال
باندھیں گے جب کمر تو کھلے گا ہمارا حال
میداں سے ردم ورے کہ دلاور کہاں گئے
پاس ادب سے عرض کی ہم کو نہیں مجال
لشکر کے سرکشوں کو کیا کس نے پائمال
لاشے کہاں تڑپتے رہے سر کہاں گئے

۸

ہم حق پہ ہیں تو پھر ہمیں مرنے سے کیا ہراس
صابر ہیں بندگان شہنشاہ حق شناس
پیاسے جہاں سے آپ کے آگے سفر کریں
فاقہ نہ ہم پہ شاق نہ سولہ پہر کی پیاس
لب تشنہ جائیں گے یونہیں کوثر پہ جد کے پاس
دریا خود آئے گر تو زباں کو نہ تر کریں

۹

پانی سے کیا انہیں جنہیں ہے آبرو کا دھیان
گر لاکھ بار پیاس سے آئے لبوں پہ جان
ابر و عطا و فیض ہیں دریا نوال ہیں
ہم اور سوال آب کریں گے خدا کی شان
ہونٹوں پہ بھی پھرائیں نہ سوکھی ہوئی زبان
کوثر کو جو لٹائے گا ہم اس کے لال ہیں

۱۰
دیکھا حسینؑ نے کہ رکے گا نہ دلربا
کی عرض دمبدم یہی خالق سے ہے دعا
رو کر کہا کہ باپ سے پہلے مروگے کیا
فرمایا لاؤ اپنی پھوپھی جان سے رضا
میں خوب جانتا ہوں کہ جینے سے سیر ہو
جلدی کرو کہ میرے نہ مرنے میں دیر ہو

۱۱
خیمے میں آئے اکبرؑ مہرو جھکا کے سر
رو کر کہا کہو مرے بھائی کی کچھ خبر
لپٹا لیا کلیجے سے زینبؑ نے دوڑ کر
اکبرؑ نے عرض کی کہ تن تنہا ہیں اب پدر
رونے کی جا ہے قبلۂ و کعبہ کے حال پر
سب فوج کی چڑھائی ہے زہراؑ کے لال پر

۱۲
یہ تین دن کی پیاس یہ دھوپ اور یہ زوال
تیغوں پہ تیغیں سامنے ہیں ڈھال پر ہے ڈھال
نیلے ہیں ہونٹھ زرد ہے رخ ضعف ہے کمال
چلے چڑھا رہے ہیں کمانوں پہ بدخصال
اتنا کوئی نہیں ہے کہ سینہ سپر کرے
تیروں کی اب مہم ہے خدا اس کو سر کرے

۱۳
یہ سن کے پیٹنے لگی زینبؑ جگر فگار
بولی پسر سے بڑھ کے یہ بانوئے نامدار
رانڈوں میں وا حسینؑ کی ہر سو ہوئی پکار
تم رن سے ایسے وقت میں کیوں آئے ہو نثار
ماں کے لئے رنڈاپے کا پیغام لائے ہو
کس نے طلب کیا تھا جو گھبرا کے آئے ہو

۱۴
میں مر گئی تھی کیا جو چلے آئے بے حواس
ہے ہے یہ دکھ یہ رنج یہ صدمہ یہ بھوک پیاس
چھوڑ آئے کس کو تیغوں میں سبط نبیؐ کے پاس
کیا کہتے ہوں گے دل میں شہنشاہ حق شناس
کس کی مدد امام دو عالم نے کی نہیں
سچ ہے مصیبتوں میں کسی کا کوئی نہیں

۱۵
کیسا لہو سفید ہے دنیا کا ہائے ہائے
یوں ناز اٹھا اٹھا کے جو پالے وہ تیر کھائے
بیٹا جواں باپ کو آفت میں چھوڑ آئے
سید تری مدد کو یہ لونڈی کسے بلائے
کیا وقت ہے نثار شہ مشرقین کے
کاٹے مرا گلا کوئی بدلے حسینؑ کے

۱۶
بتلاؤ پاس سب ہیں رفیقان پرجگر
قاسمؑ سے کیے ہیں سینوں میں تلواروں کو سپر
بھائی سے دور تو نہیں عباسؑ نامور
زینبؑ کے دونوں چاند ہیں پہلو میں جلوہ گر
تم گھر میں آئے گر تو تجھے کچھ نہیں
تنہا تو نور چشم رسول خدا نہیں

۱۷
بچے نہیں جواں ہو بہادر ہو میں نثار
یہ معرکہ یہ جنگ ہے دنیا میں یادگار
بھولو پھوپھی کو دل سے اٹھا دو ہمارا پیار
یہ موت زندگی ہے عبادت یہ کارزار
جینا ہے تب جو فاطمہؑ کا مہ لقا جیے
اچھا پدر کو کھو کے جیے گر تو کیا جیے

۱۸
کہتی ہوں صاف میں کہ نہ بھائے مجھے یہ طور
عاقل وہ ہے مآل کی جانب کرے جو غور
میں منہ نہ دیکھتی کبھی ہوتا جو کوئی اور
مضطر نہ ہو ہزار ستم ہوں ہزار جور
مر جاتے ہیں وغا میں صفیں توڑ توڑ کے
گھر میں کبھی مرد آتے ہیں میدان چھوڑ کے

۱۹
گھر کیسا ماں کہاں کی تمھیں کیا کسی سے کام
اچھا خدا نہ کردہ جو زخمی ہوئے امام
نیزوں میں باپ گھر میں جگر بند تشنہ کام
پھر آ کے رو رہے گی مری اور تمھارا نام
ماں ہو کے میں کہوں تمھیں کیونکر یہ دھیان ہو
جاؤ سدھارو نام خدا اب جوان ہو

۲۰
یہ کہہ کے منہ کو ڈھانپ کے رونی وہ نوحہ گر
کہنے لگیں یہ حضرت زینبؑ جھکا کے سر
اکبرؑ نے کی پھوپھی کی طرف یاس سے نظر
حق ہے یہ سب جو کہتی ہیں بانوئے نامور
گھر لٹ رہا ہے کشتۂ اندوہ و یاس ہوں
واری مجھے تو ہوش نہیں بے حواس ہوں

۲۱
بن آئے تم سے جو وہ کرو اے پھوپھی کی جاں
آنسو بہا کے آنکھوں سے بولا وہ نوجواں
حافظ علیؑ خدا و پیمبرؐ نگاہباں
میرا ہے سب قصور یہ ہے والدہ کو دھیاں
جو خود لہو گرائے پسینے پہ باپ کے
وہ تیر لگتے دیکھے گا سینے پہ باپ کے

۲۲
عمو سے پہلے تھی مجھے مرنے کی آرزو
سو سو طرح سے کی در مطلب کی جستجو
چارہ ہے کیا رضا جو نہ دیں شاہ نیک خو
کھوتا ہے کوئی دیدہ و دانستہ آبرو
ہیں اور سر نہ شہ کے قدم پر فدا کروں
لکھی ہو بخت میں جو ندامت تو کیا کروں

۲۳
جب میں گرا قدم پہ کہا ماں سے اذن لاؤ
رن کی طرف بڑھا تو یہ فرمایا گھر میں جاؤ
جوڑے جو ہاتھ بولے کہ زینبؑ پوچھ آؤ
باقی ہیں اور لوگ ابھی برچھیاں نہ کھاؤ
میں کس طرح کہوں کہ سدھارو سوار ہو
دونوں خوشی سے دیں جو رضا تب سوار ہو

۲۴
اب کی خدا کے فضل سے قسمت نے یاوری
رگ رگ میں ہے لہو کے عوض زور حیدری
دیکھیں حضور گود کے پالے کی صفدری
ہم سا بھی دوسرا کوئی دنیا میں ہے جری
اس کو ہراس کیا ہے جو شیروں کا شیر ہو
بخشیں نہ آپ دودھ جو مرنے میں دیر ہو

۲۵
تسلیم کو جھکا جو یہ کہہ کر وہ سیمبر
ماں کو یقیں ہوا کہ چلا اب جواں پسر
بنت علیؑ زمیں پہ گری تھام کر جگر
پھیلا کے دونوں ہاتھ پکاری وہ نوحہ گر
اتنا تو منہ سے کہدو کہ رن سے کب آؤ گے
واری مرے گلے سے نہ کیا مل کے جاؤ گے

۲۶
قدموں پہ ماں کے جھک گیا بڑھ کر وہ نونہال
کیا کچھ خفا ہو تم مری باتوں سے میرے لال
رخ کی بلائیں لے کے یہ بولی وہ خوشخصال
اکبرؑ یہ ہاتھ جوڑ کے بولے کہ کیا مجال
صدقے یہ آپ کا ہے کہ عالی مقام ہوں
خادم ہوں جاں نثار ہوں ادنیٰ غلام ہوں

۲۷
یوں ہے پسر کے واسطے ماں باپ کا عتاب
احساں کیا غلام پہ اے آسماں جناب
جیسے ثمر پہ تاب جہاں تاب آفتاب
کیجئے دعا کہ اب ہوں شہادت میں کامیاب
ہیں آپ صابرہ غم و اندوہ و یاس میں
اب دودھ بخشئے کہ افاقہ ہو پیاس میں

۲۸

ہاتھوں سے دل کو تھام کے بولی وہ سوگوار
کیا دودھ ایسی چیز ہے بخشا ہزار بار
ہیں صدقے تم پہ اور مرے ماں باپ بھی نثار
ماں کو دعائیں دے کے یہ بولا وہ ذی وقار
اب دل سے دور رنج و غم و درد ہو گیا
تر ہو گئی زبان جگر سرد ہو گیا

۲۹

باندھے کمر جو خیمے سے نکلا وہ گلبدن
عمامہ دست پاک پہ ہے لب پہ یہ سخن
دیکھا کہ قبلہ رو ہیں شہنشاہ بے وطن
اکبرؑ کو پھیر پاس کر اے ربّ ذوالمنن
بیٹے کے ساتھ نکلے نہ ماں اضطراب میں
یا رب خلل نہ ہو کہیں کار ثواب میں

۳۰

اٹھارہ سال کی یہ ریاضت ہے گلعذار
ماں آتما کی آنچ سے ہووے گی بے قرار
پالا جو ہے دکھوں سے پھپھی اس پہ ہے نثار
تو صبر کر عطا انہیں اے میرے کردگار
فرقت ہو اس کی تلخ جو فرزند اہل ہو
ہاں تو مدد کرے تو یہ مشکل بھی سہل ہو

۳۱

سب مشکلوں میں تو نے کی سدا مری مدد
اکثر جہاں میں ترے بندے ہیں لاولد
آساں اس امر صعب کو بھی کر دے یا احد
مجھ پر تو وہ کرم ہے کہ جس کی نہیں ہے حد
نانا نبیؐ ہے باپ علیؑ ماں بتولؑ ہے
بیٹا بھی وہ دیا جو شبیہ رسولؐ ہے

۳۲

ہو جائے بہر شکر جو ہر موئے تن زباں
اے خالق زمین و زماں ربّ انس و جاں
شمہ نہ ہو سکے ترے اوصاف کا بیاں
لاتا ہے نذر بندۂ مسکین و ناتواں
دیتا ہوں واسطہ میں جناب امیرؑ کا
مقبول بارگاہ ہو ہدیہ فقیر کا

۳۳

بعد اس دعا کے چپ جو ہوئے شاہ نامدار
لایا غلام رخصت میدان کارزار
حضرت کے پاس جا کے یہ بولا وہ گلعذار
فرمایا صاف ہوتا ہے چہرے سے آشکار
مشکل ہے سہل جس کو بھروسا خدا کا ہے
اے مہ لقا اثر یہ ہماری دعا کا ہے

۳۴

طے ہو گیا وہ امر کہ جس کا یقیں نہ تھا
کی عرض سن کے بے کسی شاہ کربلا
مجمل تو کچھ کہو تمہیں کیوں کر ملی رضا
اماں نے اور پھوپھی نے تڑپ کر یہی کہا
جلتے ہیں تیر قبلۂ عالم پناہ پر
دوڑو سپر ہو فاطمہؑ زہرا کے ماہ پر

۳۵

بنت علیؑ یہ کہتی تھیں مجھ سے بصد قلق
تھا فرط غم سے والدہ صاحب کا رنگ فق
کام آؤ شہ کے ہے یہ مرے پالنے کا حق
ایسا گلہ کیا کہ ہوا میں عرق عرق
بے خود وہ تھیں غم شہ عالیجناب میں
خود مجھ کو دودھ بخش دیا اضطراب میں

۳۶

آنسو بہا کے کہنے لگے شاہ نیک ذات
دنیا میں یوں لٹائے کوئی ایسی کائنات
حقا کہ ہیں وہ بیبیاں ایسی ہی خوش صفات
ان کی محبتیں میں نہ بھولوں گا تا حیات
کیوں کر نہ ہو دونوں میں خو ہے بتولؑ کی
بیٹی ہے ایک ایک بہو ہے بتولؑ کی

۳۷
یہ کہہ کے دونوں ہاتھ بڑھائے سوئے پسر
بازو پکڑ کے کہنے لگے شاہ بحر و بر
اکبر نے جھک کے رکھ دیا شہ کے قدم پہ سر
بیٹا لو گلے سے کہ بیتاب ہے جگر
اے نور عین! ہجر ترا مجھ پہ شاق ہے
تیرا سفر رسولؐ خدا کا فراق ہے

۳۸
لپٹا پدر سے اٹھ کے وہ آغوش کا پلا
سوکھے لبوں پہ رکھ دیے لب منہ پہ منہ ملا
بیٹے کو پیار کرنے لگے شاہ کربلا
چوما کبھی دہن کبھی ماتھا کبھی گلا
نکہت جو سر بسر تھی رسولؐ کریم کی
بو سونگھتے تھے گیسوئے عنبر شمیم کی

۳۹
فرماتے تھے فدا ترے اے گلبدن جواں
صفدر جواں شکیل جواں تیغ زن جواں
میرے حسین جواں مرے گل پیرہن جواں
پیاسے مرے جواں مرے شیریں سخن جواں
عالم میں اس طرح کے بھی خوش سیر نہیں ہوئے
فاقوں کی تلخیوں میں ترش رو نہیں ہوئے

۴۰
اے ثانی رسولؐ فلک جاہ الفراق!
اے شہسوار عرصۂ جنگاہ الفراق
اے شیر بیشۂ اسد اللہ الفراق
درپیش ہے ہمیں بھی یہی راہ الفراق
سیر بہشت و خلد مبارک ہو آپ کو
کوثر پہ یاد کیجیو مظلوم باپ کو

۴۱
گھوڑے پہ جلوہ گر ہوا شہزادۂ زماں
قبضے میں تیغ بر میں زرہ دوش پر کماں
آنکھوں میں پھر گیا شب معراج کا سماں
اللہ رے رعب حق کہ اٹھا شور الاماں
بڑھتے ہی راہ گلشن فردوس مل گئی
رن کی زمیں سمند کی ٹاپوں سے ہل گئی

۴۲
وہ شان وہ شکوہ وہ اقبال وہ جمال
گرمی سے تھا جو چاند سے چہرے کا رنگ لال
گویا پئے جہاد چلے شیر ذوالجلال
خورشید کو نہ آنکھ ملانے کی تھی مجال
غصے کی وہ نظر کہ خدا کا عتاب تھا
انسان تو کیا ہزبر کا زہرہ بھی آب تھا

۴۳
قامت کے آگے پست ہے سرو روان باغ
خوشبو سے بس گیا تھا بیابان بسان باغ
رخسار ہیں شگفتہ گل ارغوان باغ
سبزہ میں پھول ہوتے ہیں اکثر میان باغ
کیا خوشنما ہے خط رخ جان بتول پر
دیکھو نئی بہار کہ سبزہ ہے پھول پر

۴۴
غنچے ہزار ہوں تو نثار دہان تنگ
یاقوت کیا ہے سامنے ان کے ہے وہ بھی دنگ
نازک لبوں میں سب سے ہے لب مصطفیٰؐ کا رنگ
دل خون ہوا اگر نہ ملا لعل کو یہ رنگ
وہ کون سا نگیں ہے جو شیریں مقال ہے
ہاں اس کا جوہری ہے تو زہراؑ کا لال ہے

۴۵
دشمن ہوئی جو امت نا اہل و بے وفا
دندان صاف گوہر دندان مصطفیٰؐ
زخمی ہوئے وہ کب یہ جفا پر ہوئی جفا
نے برق میں یہ شرق نہ موتی میں یہ صفا
گیسو جو ملے ہوا سے تو جنگل مہک گئے
جب ہنس کے بات کی تو ستارے چمک گئے

۴۶

وہ شہسوار اور وہ سمند فلک نورد
پائی کبھی صبا نے نہ جس کے قدم کی گرد
بازار برق گرم روانی سے اس کی سرد
یوں چال میں پری تو چھلاوا دم نبرد
اس کی سبک روی سے خجالت سحاب کو
دریا یہ جائے اور نہ خبر ہو حباب کو

۴۷

نیزوں کو گاڑ کر جو رجز خواں ہوئے جناب
یاد آ گئی ہر اک کو صدائے ابو تراب
فق تھا کسی کا رنگ تو زہرہ کسی کا آب
پھٹنے لگیں صفیں یہ ہوا دل کو اضطراب
گھبرا کے دور فوج کے نامی جواں گئے
جو مورچے یہاں تھے سرک کر وہاں گئے

۴۸

تنہا پہ دو طرف سے چلے تیر ایک بار
لی میان سے دلیر نے شمشیر آبدار
چمکی وہ تیغ کیا کہ ہوئی آسمان کے پار
اترا گئی صفوں کے ادھر اڑ کے راہوار
پہونچے تھے سم ابھی نہ برابر زمیں پر
گھوڑوں پہ تن سواروں کے تھے سر زمیں پر

۴۹

پھر تو کبھی صفوں کی صفائی تھی ہر طرف
وہ شیر ہر جگہ تھا لڑائی تھی ہر طرف
تلوار سے سروں کی جدائی تھی ہر طرف
مثل صبا فرس کی رسائی تھی ہر طرف
سر کس جگہ نہ گرتے تھے کاوا کہاں نہ تھا
بجلی کہاں نہ تھی وہ چھلاوا کہاں نہ تھا

۵۰

موت آ گئی اس پرے پہ جہاں ناگہاں گئے
زخمی کیا فنا کیا مارا جہاں سے گئے
توڑا یہ مورچہ وہ صف الٹی وہاں گئے
حیرت تھی فوج کو کدھر آئے کہاں گئے
راکب کی شکل سامنے سے راہوار کے
غل تھا یہ ران پاک ہے دلدل سوار کے

۵۱

اللہ رے ضرب تیغ صفاہانی جری
سر اڑ گئے تنوں سے چلی جب وہ سرسری
خالی کیے پرے پہ نہ خون میں کبھی بھری
دعویٰ یہ تھا کہ ہم سرے حملے میں صفدری
گو خوں سے لالہ رنگ یہ شست مصاف ہے
جو چاہے دیکھ لے مرا منہ پاک صاف ہے

۵۲

فوجوں کو دے جواب وہ تیزی زباں میں
ترکش میں پھوڑے نہ چلے کماں میں
پانی وہ تھا کہ آگ لگا دی جہاں میں
نازل ہوا تھا آیہ برق اس کی شان میں
بے تیغ پھیرتی تھی نہ منہ کارزار سے
دعویٰ ہمسری تھا اسے ذوالفقار سے

۵۳

جوہر وہی برش کا وہی طور خم وہی
تیزی وہی غضب کی وہی گھاٹ دم وہی
چلنا اسی طرح کا چمک دمبدم وہی
رنگت زمردی وہی پانی میں سم وہی
بے مثل آبرو میں اصالت میں نیک تھی
مل جائیں دو زبانیں بھی اس کو تو ایک تھی

۵۴

پڑتا تھا پیلہ جو چمک کر ادھر ادھر
چل جاتے تھے کلیجوں پہ خنجر ادھر ادھر
کٹ کر تنوں سے لڑ رہے تھے سر ادھر ادھر
زخمی تڑپ رہے تھے برابر ادھر ادھر
رکتا نہ تھا سمند کہیں اونچ نیچ میں
ندی لہو کی بہتی تھی لشکر کے بیچ میں

۵۵
آفت کا معرکہ تھا قیامت کی جنگ تھی
اللہ ری برق وش کہ بجلی بھی دنگ تھی
گھوڑوں لہو سے رن کی زمین لالہ رنگ تھی
چمکی کسی سوار پہ جب زیر جنگ تھی
جو کھینچتے ہیں سر وہی پامال رہتے ہیں
نام آوروں کی تیغوں کے منہ لال رہتے ہیں

۵۶
کاسے سروں کے ٹھوکریں کھاتے تھے جا بجا
گوشوں میں گرد خوں کو چھپاتے تھے جا بجا
تودے کمانوں کے نظر آتے تھے جا بجا
لیکن سروں پہ تیغ کو پاتے تھے جا بجا
بھاگیں نہ کس طرح قدر انداز سہم کے
ڈال تیر کیا کہ چلتے تھے پر مرغ وہم کے

۵۷
بے رخ کمانیں تیر دل سے چلّے کماں سے دور
برچھی سے پھل گرے الٹے نیزے سناں سے دور
مرغان تیر تھے ہوئے آشیاں سے دور
پیروں سے عقل دور تھی ہر جوان سے دور
رایت جھکے ہوئے تھے صفیں پائمال تھیں
کاندھوں پہ رو سیاہوں کے ڈھالیں وبال تھیں

۵۸
بھاگے تھے خود اپنی بلا سر پہ ٹال کے
تلواریں منہ چھپاتی تھیں دامن میں ڈھال کے
بھالے چھپے تھے امن کی جا دیکھ بھال کے
زرہیں تھیں پا کھلے ہوئے حلقے تھے جال کے
چار آئنہ پڑے تھے زمیں پر کٹے ہوئے
لٹکے تھے جوشنوں کے گریبان پھٹے ہوئے

۵۹
کس کے لئے دغا میں وہ تلوار سم نہ تھی
کس کی سپر سمیت کلائی قلم نہ تھی
آتے ہی کاٹ جانے میں افعی سے کم نہ تھی
منہ پر کسی جواں کے سلامت جھلم نہ تھی
فوجوں کا جائزہ تھا کہ دشت مصاف تھا
چہروں کے کاٹنے میں کیا ہاتھ صاف تھا

۶۰
جس صف پہ آئی کاٹ گئی خود سروں کے ہاتھ
فرماتے تھے اڑا کے برابر بروں کے ہاتھ
تھرا رہے تھے خوف سے نام آوروں کے ہاتھ
چلتے ہیں کارزار میں یوں صفدروں کے ہاتھ
پیراک مانتے نہیں دریا کے شور کو
دیکھا مرے تھکے ہوئے ہاتھوں کے زور کو

۶۱
میں جاں بلب ہی ہوں جو مرتا تھا پیاس سے
کیوں دور بھاگے جاتے ہو شیروں کے پاس سے
دیکھو لڑا ہوں لاکھوں میں کس کس حواس سے
ماروں کسے کہ مرتے ہو تم خود ہراس سے
کیوں ہونٹھ خشک ہو گئے کیا تشنہ کام ہو
نامردوں سے مرد کہ جوانوں میں نام ہو

۶۲
ہر میں اسد ہوں بحر دغا میں نہنگ ہوں
مشتاق زخم نیزہ و تیغ و خدنگ ہوں
حیدر تھے شیر حق تو میں ضرغام جنگ ہوں
بھاگے ہو چار آئینہ باندھے میں دنگ ہوں
میں دق ہوں اور تمہیں نہ ہزیمت بری لگی
دل کھول کر لڑو کہ لڑائی میں جی لگے

۶۳
کچھ تیغ سے بھی تیز تھے سیف زباں کے وار
گھوڑے بڑھا بڑھا کے ہٹاتے تھے بار بار
کٹ کٹ کے سر جھکاتے تھے لشکر کے نامدار
کیا تاب تھی کہ کرے جو کوئی مڑ کے آنکھ چار
زہرے تھے آب عین جو تھا اس جناب کو
گھورا ہے شپر کس نے کبھی آفتاب کو

دق تھے مبارزان رے و روم و مصر و شام	۶۴	غل تھا کہ آج مٹ گئے نام آوروں کے نام
بجلی سی کوندتی تھی ادھر اور ادھر حسام		یہ گر کے مرگیا تو وہ بس کر ہوا تمام
وہ بھی قریب مرگ تھے جو دور دور تھے		کاسے سروں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے چور تھے
جب صف پہ نیزہ بازوں کی اڑ کر گیا سمند	۶۵	جی سن سے ہوگیا کہ یہ گھوڑا ہے یا پرند
سر یہ اڑے کہ ہوگئے رستے ادھر کے بند		ہر دم تھی تیغ عقدہ کشا کی برش دوچند
نیزے ستم کے چار طرف ہل کے رہ گئے		باندھے تھے جتنے بند وہ سب کھل کے رہ گئے
ٹکڑے تھیں بیرقیں تو نشان سب تھے سرنگوں	۶۶	ثابت الف نہ تیروں کے تھے نے کمان کے نون
بہیا لہو کی آئی یہ برسا زمیں پہ خوں		چلاتے تھے زمیں پہ تڑپ کر سیہ دروں
بھرتے ہیں پیادوں کے دل اس کی کاٹ سے		ندی چڑھی ہوئی ہے سرک جاؤ گھاٹ سے
خالی کئے دلیر نے جنگل بھرے ہوئے	۶۷	لہرا رہے تھے خوں سے جل تھل بھرے ہوئے
سر یوں گرے ادھر تھے جدھر دل بھرے ہوئے		جیسے کبھی برستے ہیں بادل بھرے ہوئے
اس زور شور سے کوئی لڑتا نہیں کبھی		یوں ڈونگڑا اساڑھ میں پڑتا نہیں کبھی
چھائی ہوئی تھی ڈھالوں کی ہر سو گھٹا سیاہ	۶۸	بجلی چمک رہی تھی کہ اللہ کی پناہ
چھپنے کی نے جگہ نہ کہیں بھاگنے کی راہ		ندی چڑھی تھی فوج کا بیڑا تھا سب تباہ
جو گھاٹ پر تھا خوں میں وہ شور بور تھا		سارا یہ تیغ تیز کے پانی کا زور تھا
چلا رہا تھا یوں پسر سعد کینہ جو	۶۹	کس سے کہوں بہائے جو اس شیر کا لہو
جاتا ہے تین روز کا پیاسا کنارہ جو		جانوں کے ساتھ آج گئی سب کی آبرو
گھیرو کرن میں نیزوں کی اس آفتاب کو		کیوں خاک میں ملاتے ہو موتی کی آب کو
نام آوروں کو چاہیے عزت کا اب خیال	۷۰	کر دو ریاض فاطمہ زہرا کو پائمال
حاضر ہے خلعت و زر و جاگیر و اسپ و مال		خون اس کا جو بہائے وہ بھرے طلا سے ڈھال
باقی مجاہدوں میں یہی نور عین ہے		خنجر ہے پھیر دو اور گلوئے حسینؑ ہے
نکلا یہ سن کے غیظ میں اک پہلوان روم	۷۱	گیتی کے چار دانگ میں تھی جس شقی کی دھوم
سرہنگ دیو غرور و سیہ قلب و نحس و شوم		لنگر سے جس کے ہل گئے مقتل کے مرز و بوم
مرحب تھا کفر و شرک میں طاقت میں گیو تھا		گھوڑے پہ تھا شقی کہ پہاڑی پہ دیو تھا
چہرہ مہیب غیظ سے آنکھیں لہو کے جام	۷۲	تھرائے شام خوف سے کاندھے پہ وہ حسام
سوزی سیاہ بخت سیاہ دل سیاہ فام		کھاتا تھا لاکھ بل جو کوئی لے علیؑ کا نام
کندہ سقر کے قعر کا مبتلا گناہ کا		دشمن تھا خاندان رسالت پناہ کا

۷۳

کھیا ذکر خود کا سر و گردن کا کیا حساب
گویا تھا اک قرابہ معکوس پر شراب
سینے کے تھے کواڑ کہ خیبر کا بند باب
تنور گرم تھا شکم خانماں خراب
راتب شقی کا رزق سپاہ یزید کا
تھا بار بار نعرۂ ہل من مزید کا

۷۴

ٹکڑے کرے پہاڑ کو وہ گرز گاؤ سر
پہنے ہوئے زرہ پہ زرہ۔ رہیں بدگہر
زنجیر آہنی سے کسے جنگ پر کمر
منہ پھیرے جس سے تیغ وہ فولاد کی سپر
دستانے دونوں دست تعدی پسند پر
پاکھر بھی آہنی تھی شقی کے سمند پر

۷۵

اکبر بھی مسکرائے ستمگر کو دیکھکر
فرمایا آدمی ہے کہ صحرا کا جانور
ہمت پکاری اے اسد حق کے شیر نر
یہ نابکار آئے تو جاتا ہے اب کدھر
جوشن سمیت کھینچئے دو ایک حسام میں
لانی ہے موت دیو کو لوہے کے دام میں

۷۶

بڑھتا ہوا رجز جو بڑھا وہ ستم شعار
چلنے لگے ادھر سے بھی تیغ زباں کے وار
بھولا کلام زور تعلی وہ نابکار
لب کیا ہلے کہ چل گئی حیدر کی ذوالفقار
گویا ہوں یہ تو کس کو مجال سخن ملے
منہ پھر گیا جواب وہ دنداں شکن ملے

۷۷

فرمایا ہم سے کر کی باتیں خدا کی شان
نیزے سے چھید لیتے ہیں کذاب کی زبان
روباہ اور شیر کے بچوں کا امتحاں
کیا تاب کیا مجال ہے اور کیا کسی کی جاں
بے تیغ اگر بڑھوں تو ابھی تو ہلاک ہو
ٹکڑوں کر یکڑے کے تو پیوند خاک ہو

۷۸

ہم سے ہیں سب جہاں کے زبردست زیردست
جو سر بلند تھے انھیں ہم نے کیا ہے پست
عمرو ابن عبدود سے دلاور کو دی شکست
ہاں دیکھنے کا یہ تن و توش او شکم پرست
بالا کو پست پست کو بالا نہ جانیو!
تلوار بن کھانا منہ کا نوالا نہ جانیو!

۷۹

لادا ہے تو نے جسم پہ کیوں بوجھ اس قدر
آہن ہے اپنی تیغ کے آگے خیار تر
ظالم تجھے خرابی تغیبر کی ہے خبر
مرحب کو کس نے بھیجدیا جانب سقر
کیا جانے جس کو شیروں سے پالا پڑا نہ ہو
لوہا ہے نرم موم سے جب دل کڑا نہ ہو

۸۰

ان جودتوں سے ہو گیا ظالم کا ذہن کند
بھاری سبق تھا بھول گیا سب نوشت و خواند
بڑھ کر جو دل بڑھانے لگے افسران جند
آیا اڑا کے رخش کو وہ مثل باد تند
برچھا ادھر شقی نے لیا دیکھ بھال کے
اکبر ادھر سنبھل گئے بھالا سنبھال کے

۸۱

نیزے ہلے وہ چل گئیں چوٹیں کہ الاماں
ہر طعن قہر کی تھی قیامت کی ہر تکاں
چنگاریاں اڑیں جو سناں سے لڑی سناں
دو اژدہے گتھے تھے نکالے ہوئے زباں
پھیلے قفس پرندوں کی جانیں ہوا ہوئیں
شمعوں کی تھیں لویں کہ ملیں اور جدا ہوئیں

۸۲

ان کی طرف خدا تھا ادھر لشکر غنیم
وہ کفر میں قوی یہ رہ حق میں مستقیم
سردار شام سب تھے میان امید و بیم
دونوں طرف سے تھی کشش و کوشش عظیم
ہانپے تھے دبکے ہوئے گھوڑوں کی گت تھے
خاک آسماں پہ جاتی تھی اڑ اڑ کے دشت سے

۸۳

گھوڑا تھا یا چمکتی تھی بجلی ادھر ادھر
غل تھا شکار بند سے یا ہما کے پر
گہ منہ کفل پہ تھا کبھی پیچھے قریب سر
بے استخواں ہے اسپ جہاں سیر کی کمر
اسپ ان سے زبردست ہیں جو ذی کمال ہیں
یہ شہسوار دوش محمد کے لال ہیں

۸۴

ان کا نہ ایک وار نہ اس کے ہزار بند
کیا للہ نیزہ بازی میں تھا بار بار بند
بڑھ بڑھ کے کھول دیتا تھا یہ شہسوار بند
چوٹوں سے نیلگوں تھے جفا جو کے چار بند
خالی گئی نہ فرق کی نے دست و پا کی چوٹ
کھلتی تھی ہر بندھی ہوئی مشکلکشا کی چوٹ

۸۵

ڈوبی گرہ میں نیزۂ ظالم کی جب سناں
اللہ رے زور اٹھ گیا گھوڑے سے پہلواں
گھوڑا اڑا کے ہاتھ کو اکبرؑ نے دی نکال
دست شقی سے چھوٹ گئی ڈانڈ ناگہاں
نیزے کے ساتھ شور اٹھا اس گروہ سے
لو اژدہے کو لے گیا سیمرغ کوہ سے

ڈانڈ یعنی نیزہ ۱۲

۸۶

نیزہ اڑا چکا تھا پکارا وہ شہسوار
حربوں کی دور سے ہے دلیروں کو ننگ و عار
دیکھا ہماری ضرب کو کیوں او ستم شعار
جوہر کھلیں جو تیغ سے دم بھر ہو کارزار
گرز و زرہ کو خدا نے زبردست کر دیا
یہ تیری سرکشی نے تجھے پست کر دیا

۸۷

ظالم نے ڈھال دوش سے لی اور کمر سے تیغ
دو چار بار ڈوب کے نکلی سپر سے تیغ
بدلا تھا اس نے ٹھاٹھ کہ چمکی ادھر سے تیغ
چلنے میں گھٹتی بڑھتی تھی کس کس ہنر سے تیغ
مضطر تھا اپنی زیست سے دشمن کو یاس تھی
جب ہاتھ اٹھ گیا یہ کلائی کے پاس تھی

۸۸

چمکی سپر کے پاس کبھی برق کی مثال
سر کو بتا کے کاٹ گئی وہ زرہ کے جال
شانے پہ آئی سینے پہ لی جب شقی نے ڈھال
پہونچیں کڑی پڑی تھیں کہ مضطر تھا بدخصال
روکے کسے جواب کسے دے کدھر پھرے
بجلی کے ساتھ ساتھ کہاں تک سپر پھرے

۸۹

شمشیر تیز سن سے جو آئی جھجک گیا
جل کر کبھی کہا کبھی پیچھے سرک گیا
ضربت بھی کی تو ہاتھ شقی کا بہک گیا
شعلہ تھا آگ کا کہ بجھا اور بھڑک گیا
ناری ہے نور حق سے کہاں بچکے جائے گا
اک دم میں تیغ تیز کا پانی بجھائے گا

۹۰

دونوں طرف دعا میں بڑی جد و کد ہوئی
تائید کی خدا نے علیؑ کی مدد ہوئی
پر ڈھال بہر تیغ سکندر کی سد ہوئی
جو اس نے ضرب کی وہ زبردست رد ہوئی
گرمی میں ابر بن گئے وہ جو برق تھے
اسوار بھی فرس بھی پسینے میں غرق تھے

۹۱

کرتا تھا ہاتھ اپنی صفائی کو آشکار
جنگ آزمودہ آتش سوزندہ آبدار
تیغ اپنے جوہروں کو دکھاتی تھی بار بار
آفت کا منہ غضب کی روانی ستم کی دھار
جس دن سے اتری سان سے رن پر چڑھی رہی
اکبر سے بھی وغا میں کچھ آگے بڑھی رہی

۹۲

آخر دکھا چکا وہ شقی اپنا سب کمال
تلوار کو اٹھا کے پکارا علی کا لال
پر شہ کے زلفوں والے کا بیکا ہوا نہ بال
ہاں اب ہماری ضرب کو دیکھ او بد خصال
پسپا نہ ہو لعین یہی وقت نبرد ہے
رو کر ہمارا وار تو جانیں کہ مرد ہے

۹۳

چمکی جو تیغ ڈھال وہ لایا قریب سر
مغفر سے سر میں تھی سر گردن سے صدر پر
اک برق سی گری کہ وہ پارہ ہوئی سپر
سینے سے جب بڑھی تو ہوا تب وہ باخبر
سب نشۂ غرور جوانی اتر گیا
تلوار تھی کہ حلق سے پانی اتر گیا

۹۴

قربان تیغ نصرت دل بادشاہ دیں
پاکھر درست تھی نہ سلامت صدر زیں
گذری کمر سے کاٹ کر زنجیر آہنیں
دو ایک ضرب میں تھا مع اسلحہ لعیں
کانپا سمند پانوں کو ریتی میں گاڑ کے
پھٹ کر گرے زمیں پہ ٹکڑے پہاڑ کے

۹۵

تکبیر کی صدا سے ہلے دشت و کوہسار
چلائے شاہ دیں کہ میں اس ضرب کے نثار
یاد آیا جبرئیل کو دست خدا کا وار
فاقے ہیں تین دن کے یہ حملے یہ کارزار
بجلی گری ہے تیغ شقی پر چلی نہیں
افسوس ہے کہ آج جہاں میں علی نہیں

۹۶

تسلیم کر کے شہ کو پکارا وہ نوجواں
تالو ہے خشک اینٹھ گئی ہے مری زباں
اب پیاس مارے ڈالتی ہے یا شہ زماں
جلتا ہے دل کلیجے سے اٹھتا ہے جب دھواں
دریا پہ قتل ہوتا ہوں میں قحط آب سے
ہتھیار گرم ہیں تپش آفتاب سے

۹۷

ٹھنڈی ہوا کو جان ترستی ہے ہائے ہائے
کیجئے دعا کہ جلد شہادت غلام پائے
پانی زرہ پہ کوئی چھڑک دے تو جان آئے
اکبر بہ آبرو سوئے کوثر جہاں سے جائے
گرمی سے ہو فراغ عطش سے نجات ہو
اب موت دے خبر تو ہماری حیات ہو

۹۸

یہ کہکے ابر شام میں ڈوبا وہ رشک ماہ
پایا جو بیچ میں تو سمٹ آئی سب سپاہ
یوں چمکی پھر وہ تیغ کہ اللہ کی پناہ
حربوں سے بند ہو گئی چاروں طرف کی راہ
یہ کیا وہ ران باگ تھی کیا شہسوار تھا
دوڑا جہاں سمند کو فوجوں کے پار تھا

۹۹

شمر اس طرف کو تھا عمر و کینہ جو ادھر
چل کر ادھر سے جب گئی وہ تند خو ادھر
بڑھتا کبھی ادھر کبھی وہ ماہرو ادھر
ادے ادھر گرائے تو برسا لہو ادھر
سبزے کو اس روش سے ہوا روندتی نہیں
بجلی سیاہ ابر میں یوں کوندتی نہیں

۱۰۰

چھائی تھی ابر شام میں گھنگھور ادھر گھٹا
دریا کے اس طرف سے اٹھا شور ادھر گھٹا
یہ شیر جب ادھر سے بڑھا زور ادھر گھٹا
ڈھالوں کی تھی لہو میں شرابور ادھر گھٹا
بجلی نہیں تھی اس کے قبضے میں سر تھا تو ند تھا
یہ آب شور تیغ کا مد تھا وہ جزر تھا

۱۰۱

لڑتے تھے پر نہ ہوتا تھا انبوہ فوج کم
بہر وغا کمیں میں گئے بانیِ ستم
نیزوں کی صف ادھر تو ادھر برچھیاں بہم
جنگل تھا فوج کا کمک آتی تھی دمبدم
مارا جو پیدلوں کو سوار آکے جم گئے
سو قتل ہو گئے تو ہزار آکے جم گئے

۱۰۲

مانند شیر جنگ میں تھی چار سو نگاہ
لیکن اجل سے بس نہیں چلتا کسی کا آہ
چھپ چھپ کے بدلیوں سے نکلتے تھے مثل ماہ
دیکھا جو پھر کے یوں نظر آئی عدم کی راہ
چھاتی پہ لگ کے پشت سے نیزہ گزر گیا
اُبلا لہو کہ عمر کا پیمانہ بھر گیا

۱۰۳

نیزہ لگا کے زور سے کھینچا لعیں نے جب
ہرنے پہ سر جھکا کے جو سنبھلا وہ تشنہ لب
ٹکڑے کئی کبد کے نکل آئے ہے غضب
تر ہو گئی لہو سے قبائے مصطفیٰ کی سب
غش آیا نبضیں چھٹ گئیں تیور بدل گئے
حلقے رکاب کے بھی قدم سے نکل گئے

۱۰۴

فریاد ہے کہ ٹوٹ پڑا لشکر گراں
گرتے ہوئے فرس سے پکارا وہ نیم جاں
حربے تمام فوج کے اور ایک ناتواں
لیجئے خبر غلام کی اے قبلۂ زماں
جلدی اٹھائیے مجھے دشت نبرد سے
اب جاں نکلی جاتی ہے سینہ کے درد سے

۱۰۵

سننا تھا یہ کہ شہ پہ گرا آسمان غم
دوڑے گرے اٹھے کئی جا قبلۂ امم
اتنا کہا کہ آہ ہوئے اب تمام ہم
رکھا کسی جگہ تو کہیں جا پڑا قدم
خالق پسر کا داغ دکھائے نہ باپ کو
آنکھوں سے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا آپ کو

۱۰۶

چلاتے تھے کدھر کو ہے تو اے جواں پسر
میرے سعید لال مرے قدرداں پسر
عاشق پسر شفیق پسر مہرباں پسر
ہونٹوں پہ دم ہے باپ کا لے نیم جاں پسر
بیٹا تباہ باپ کا اب تیرے ہاتھ ہے
جلدی نہ کھینچو کہ یہ بیکس بھی ساتھ ہے

۱۰۷

کس جا ستم کی سینے پہ کھا کر سناں گرے
کس طرح لڑکھڑا کے نہ یہ ناتواں گرے
آواز پھر دو اے علی اکبر کہاں گرے
پیری میں جس پہ کوہ غم ناگہاں گرے
اعدا سے اس ستم کا خدا انتقام لے
اتنا نہیں کوئی کہ مرا ہاتھ تھام لے

۱۰۸

جنگل میں پہونچے لاش پہ اس وقت شاہ دیں
چلائے پاس گر کے شہ بیکس و حزیں
جب ایڑیاں رگڑ رہے تھے اکبر حسیں
حاضر ہے باپ اے مرے فرزند مہ جبیں
بابا کو مطمئن تو کرو منہ سے بول کے
باہیں گلے میں ڈال دو آنکھوں کو کھول کے

لہ دونوں جز یعنی سر میں جو ہزار بھالا تا ہو کر گئے ہیں ۱۲

تم نے بھی منھ کو باپ سے موڑا ہزار حیف پہنا نہ سہرے میں بیاہ کا جوڑا ہزار حیف	۱۰۹	بیکس کو اس ضعیفی میں چھوڑا ہزار حیف قسمت نے تازہ پھول کو توڑا ہزار حیف
بھیگی ہوئی مسوں پہ عجب آب تاب تھی		ہے ہے ابھی تو آمد فصل شباب تھی
کیوں تھرتھرا کے گود میں لیٹے ہو بار بار حضرت سے دم نکلنے میں بولا وہ گلعذار	۱۱۰	کیا ہے کہ خاک پر کسی پہلو نہیں قرار برچھی کا زخم ہے مری چھاتی کے وار پار
کیا حال دل کہوں نہیں طاقت بیاں کی		لو الوداع جسم سے رخصت ہے جان کی
ناگاہ رنگ زرد ہوا تھرتھرائے اٹکا جو دم سوال میں پانی کے لب ہلائے	۱۱۱	کروٹ کبھی کراہ کے گہ گاہ مسکرائے ہنستے ہوئے گذر گئے دنیا سے ہائے ہائے
پھیلا کے ہاتھ پاؤں وہ مقتول رہ گیا		خوشبو سوئے بہشت گئی پھول رہ گیا
اللہ باپ کو نہ دکھائے غم پسر اکبر کے انتقال کی نوبت بجی اُدھر	۱۱۲	صدمہ ہوا کہ غش ہوئے سلطان بحر و بر نکلی ادھر سے دختر زہرا برہنہ سر
تھرائی تھی زمیں کوئی دل تھا نہ چین سے		سب وحش و طیر روتے تھے زینب کے بین سے
زخمی تھا سر پٹکنے سے ماتھا کھلے تھے بال تن کانپتا تھا ضعف سے خورشید کی مثال	۱۱۳	مخدومۂ جہاں سے مشابہ بہت تھی چال کہتے تھے شہ لعینوں سے رو کر بصد ملال
اے ظالمو! ڈرو غضب کردگار سے		منھ ڈھانپ لو کہ نکلی ہیں زہرا مزار سے
چلاتی تھیں کہ گیسو والے کدھر ہے تو کیونکر پچھے بھی جگر کو سنبھالے کدھر ہے تو	۱۱۴	ہے ہے یہ کس کے خون کے ہیں تھالے کدھر ہو تو اماں کی اجڑی گود کے پالے کدھر ہے تو
چھریاں جگر پہ صدمۂ فرقت نے پھیری ہیں		سنتی ہوں میں کہ راہ میں گلیاں اندھیری ہیں
بس اے انیس بس نہ سنے تھے کبھی یہ بین ہیں ایک کیا نہیں کسی مومن کے دل کو چین	۱۱۵	برپا ہے بزم ماتم اکبر میں شور و شین کیجے مدد ان اپنے غلاموں کی یا حسین
عشرت ہو دور عیش کا ساماں کم نہ ہو		جز ماتم حضور کوئی اور غم نہ ہو

سلام

غم شہ کا اگر داغ دل پر رہے	سلامی لحد میں منور رہے
اک افسانۂ بیکسی رہ گیا	نہ قاتل رہا اور نہ سرور رہے
صبا ہے کے جا میرے پھولوں کی بو	دماغ عدو بھی معطر رہے
فقیروں کی کیا موت کیا زندگی	جگہ جس جگہ مل گئی مر رہے

بدن گھل گیا مثل تیغ اصیل
نہ کس بل رہا اور نہ جوہر رہے

پسر گو ہے زینب کے چھوٹے بڑے
لڑائی میں دونوں برابر رہے

قیامت ہے کفار سیراب ہوں
مگر تشنہ مختار کوثر رہے

وہ ہے آدمی جس سے ہو کار خیر
بشر وہ جو دنیا میں بے شر رہے

پییں گے شراب طہورا کے جام
اگر حب ساقی کوثر رہے

جنازہ اٹھانا ہے احباب کو
مناسب ہے گر جسم لاغر رہے

چڑھائیں عدو اس کو نیزے پہ آہ
محمد کے زانو پہ جو سر رہے

نہ کھائی برس دن بھی یاں کی ہوا
بہت کم زمانے میں اصغر رہے

کبھی لاش اٹھائی کبھی رو دیے
اسی شغل میں شاہ دن بھر رہے

قطعہ

عمر سے کہا فوج نے خوب ہے
اگر پردۂ آل اطہر رہے

کہا شمر نے اس طرح لوٹو
کہ سر پر کسی کے نہ چادر رہے

ہمیں حکم ہے حاکم شام کا
کہ بلوے میں زینب کھلے سر رہے

نہ پھیلائیو ہاتھ ہرگز انیس
فقیری میں بھی دل تونگر رہے

رباعی

ہے مملکت جسم میں شاہی دل کی
کچھ تو نے نہ دوستی نباہی دل کی
بعد اس کے دعا ہو سپیدی کرنا
پہلے دھو لے ذرا سیاہی دل کی

رباعی

کس بات میں کھید کس میں تزویر نہیں
جز حرف غلط زباں پہ تقریر نہیں
اس عہد میں راستی کا کیونکر ہو رواج
مسطر کج ہے قلم کی تقصیر نہیں

مرثیہ ۱

ہم صورت محبوب خدا تھے علی اکبر
شبیر کی پیری کے عصا تھے علی اکبر
شوکت میں شہ عقدہ کشا تھے علی اکبر
اور بانوں کی آنکھوں کی ضیا تھے علی اکبر
جلوہ رخ پرنور پہ تھا نور نبی کا
روشن تھا گھر اس ماہ سے زہرا و علی کا

۲

محبوب دل خلق کا شبیر کا جانی
جن لوگوں نے دیکھی تھی محمد کی جوانی
سب ایک زبان تھے کہ یہ ہے یوسف ثانی
کہتے تھے زہے خامۂ قدرت کی روانی
ایسا تو حسین عرب تا ترک نہیں ہے
احمد میں اور اس میں سر مو فرق نہیں ہے

۳

کیا حسن ہے دیکھو تو رخ پاک کی تنویر
نازاں نہ ہو کیونکر قلم صانع تقدیر
نے ماہ میں یہ ضو ہے نہ یہ مہر میں تنویر
کھینچی ہے محمد سے شہنشاہ کی تصویر
جن و ملک و حور میں افسانہ ہے اسکا
نور رخ خورشید بھی پروانہ ہے اسکا

۴

اس طرح کا محبوب پسر جس کو خدا دے
کس طرح سے مال دولت اولاد لٹا دے
کیونکر وہ پدر بیٹے کو مرنے کی رضا دے
یہ آگ جو بھڑکے تو کلیجے کو جلا دے
فرزند جواں کوئی بشر کھو نہیں سکتا
یہ صبر بجز ابن علی ہو نہیں سکتا

۵

اٹھارہ برس رنج اٹھا کر جسے پالیں
بس ہووے تو آپ اس کے عوض برچھیاں کھالیں
کس طرح سے داغ اس کی جوانی کا اٹھالیں
ناچار ہیں کس طرح کلیجے کو سنبھالیں
واں رحم دل فوج جفا جو میں نہیں ہے
یاں دل کا یہ عالم ہے کہ قابو میں نہیں ہے

۶

فرزند کا منہ دیکھ کے فرماتے ہیں سرور
دشمن کو بھی یہ داغ دکھائے نہ مقدر
عباس نہیں مر گئے ہم مر گئے اکبر
پہونچا گئے بھائی کو لب گور برادر
بابا کے عوض عترت حیدر کو سنبھالو
ہم مرنے کو چلتے تم اب گھر کو سنبھالو

۷

کہتا ہے پسر آپ سے کیونکر نہ جدا ہوں
مشہور ہوں ہم صورت محبوب خدا ہوں
حضرت پہ تصدق ہوں سب آپ میں شہ فدا ہوں
رخصت مجھے دیجئے کہ شریک شہدا ہوں
گھر جانے کو فرماتے اس دم نہ پسر سے
جب آپ نہ ہوں گھر میں تو کیا کام ہے گھر سے

۸

شہ نے کہا کس طرح کہوں مرنے کو جاؤ
اے لال رضا مرنے کی مادر سے تو لاؤ
میں آنکھوں سے دیکھا کروں تم برچھیاں کھاؤ
زینب کو تو راضی کرو آنسو نہ بہاؤ
پوچھا بھی ہے دونوں سے جو مرنے کو چلے ہو
رخصت تمہیں دے کون کہ نازوں کے پلے ہو

۹

یہ سن کے گئے خیمہ میں روتے ہوئے اکبر
رنگ اڑ گیا بیتاب ہوئی شاہ کی خواہر
ناموس رسول عربی ہو گئے مضطر
بانو نے کہا خیر تو ہے اے مرے دلبر
کیا ظلم ہوا ایسا جو یوں روتے ہو بیٹا
ان آنکھوں کے ماں صدقہ ہو کیوں روتے ہو بیٹا

۱۰

اکبر نے کہا روؤں نہ کیونکر غضب آیا
اب اٹھتا ہے سر پر سے مرے باپ کا سایا
سر دینے کو جاتا ہے ید اللہ کا پیارا
کیں منتیں پر اذن دغا میں نے نہ پایا
فرماتے ہیں میداں کی اجازت نہ ملے گی
بے مرضی مادر تجھے رخصت نہ ملے گی

۱۱

ماں سمجھی کہ میری ہی طرف ہے یہ اشارا
پردے میں طلب کرتا ہے رخصت مرا پیارا
بھیجوں تو مجھے بے اجل اس داغ نے مارا
روکوں تو جدائی نہیں حضرت کی گوارا
کیونکر کوئی کوہ غم جانکاہ اٹھائے
ان دونوں سے پہلے مجھے اللہ اٹھائے

۱۲

یہ ذکر تھا جو خیمہ میں آئے شہ عالم
بس دوڑ کے قدموں پہ گری بانوئے پر غم
شہ نے کہا باقی کوئی مونس ہے نہ ہمدم
روکو نہ کہ اب جاتے ہیں مرنے کے لئے ہم
ہم شکل نبی بعد مرے تھامے گا گھر کو
میں چھوڑ چلا ہوں علی اکبر سے پسر کو

۱۳

ہے شادی اکبر کا نہایت تمہیں ارماں
جاؤ جو وطن میں تو کرو بیاہ کا ساماں
نوشاہ بنے گا جو مرے بعد یہ ذی شاں
ہوئیں گے نہ ہم روح مگر ہوئے گی قرباں
جس وقت قدم مسند شاہی پہ دھریں گے
اکبر بھی یقیں ہو کہ ہمیں یاد کریں گے

۱۴

اس لال کی جس وقت دلہن بیاہ کے لانا
بانو یہ رہے یاد ہمیں بھول نہ جانا
میری بھی طرف سے اسے چھاتی سے لگانا
پوتا ہو تو مرقد پہ ہمارے اسے لانا
جب آن کے وہ گھٹنیوں تربت پہ چلے گا
ان چھوٹے سے تلوؤں سے حسین آنکھیں ملیگا

۱۵

یہ سن کے جگر ہو گیا اکبر کا دو پارا
مادر سے کیا جوڑ کے ہاتھوں کو اشارا
رخصت مجھے بابا سے دلا دیجئے خدارا
ان باتوں کے سننے کا مجھے اب نہیں یارا
جس طرح ہو اس کام میں کد کیجئے اماں
فرزند کی مشکل میں مدد کیجئے اماں

۱۶

ماں کانپ گئی بیبیاں رونے لگیں ساری
اکبر کے بھی زینب کے بھی آنسو ہوئے جاری
بانو نے کہا شہ سے یہ لونڈی گئی واری
اکبر نہیں جینے کے جدائی میں تمہاری
رخصت انہیں کیوں دیتے نہیں سوچتے کیا ہو
کچھ ان کی ہے تقصیر کہ لونڈی سے خفا ہو

۱۷

تم رہتے سلامت تو میں بیاہ ان کا رچاتی
اور باندھ کے سہرا انہیں نوشاہ بناتی
کس چاہ سے چھوٹی سی دلہن بیاہ کے لاتی
واللہ اب اس ذکر سے شق ہوتی ہے چھاتی
وہ کیجیے جو ہے مقصد مرے راحت جاں کا
جب آپ نہ ہوں کیسی خوشی بیاہ کہاں کا

۱۸

اب تو یہ خوشی ہے کہ یہ کام آپ کے آئیں
حضرت کی حفاظت کریں اور برچھیاں کھائیں
صاحب کے پسینے پہ لہو اپنا گرائیں
لو بخش چکی دودھ بھی سر دینے کو جائیں
رو رو کے کئی بار مرے پاؤں پڑے تھے
یہ دیر سے مرنے پہ کمر باندھے کھڑے تھے

۱۹

یہ سنتے ہی قدموں پہ گرے اکبرؔ ذی جاہ
بابا یہ ہے دشوار جدائی تری واللہ
چھاتی سے لگا بیٹے کو فرمانے لگے شاہ
خیر اب یہی مرضی ہے تو میداں کی لو راہ
عرصہ نہیں کچھ زیست سے گھبراتے ہیں ہم بھی
تم آگے چلو پیچھے چلے آتے ہیں ہم بھی

۲۰

یہ کہہ کے جو فرزند سے روئے شہ مظلوم
کہنے لگے ہم شکل نبیؐ شہ کے قدم چوم
خیمے میں جواں بیٹے کی رخصت کی ہوئی دھوم
رکھیے گا دم نزع نہ دیدار سے محروم
ماں بولی ہمیں شکل دکھاؤ گے نہ اکبرؑ
صدقے گئی کیا گھر میں پھر آؤ گے نہ اکبرؑ

۲۱

گھبرا کے کہا بیٹے کے دامن کو پکڑ کر
بانوؑ سے یہ کہنے لگے رو کر علیؑ اکبر
پھر آنے کا وعدہ تو کرو اے مرے دلبر
مہلت جو اجل دے تو پھر آئیں گے مادر
دانستہ عزیزوں کو بھلاتا نہیں کوئی
واں جانا ہے جب جا سے پھر آتا نہیں کوئی

۲۲

شہ روتے رہے بانو بھی کرتی رہی زاری
مقتل کی زمیں حسن سے روشن ہوئی ساری
میداں میں ہوئی جب علیؑ اکبرؑ کی سواری
اک نور جو چمکا متحیر ہوئے ناری
ثابت ہوا سب کو رخ روشن کی چمک سے
خورشید زمیں پر اتر آیا ہے فلک سے

۲۳

میداں میں یہ غل تھا کہ صدا شاہ کی آئی
باقی تھا یہ بیٹا تو ہوئی اُس سے جدائی
اب دلبر زہراؑ کا بھتیجا ہے نہ بھائی
یارو مجھے دیتا نہیں آنکھوں سے دکھائی
ہمشکل پیمبرؐ ہے یہ دلبند ہے میرا
اٹھارہ برس کا یہی فرزند ہے میرا

۲۴

اے ظالمو یہ ہے مری پیری کا سہارا
بانوؑ کا بھی پیارا ہے یہ میرا بھی ہے پیارا
مر جاؤں گا میں جیتے جی گر اس کو بھی مارا
تصویر ہے اس کی جو پیمبرؐ ہے تمہارا
قدموں پہ گرو اس کے اگر پاس ادب ہے
احمدؐ کی نشانی کا مٹانا تو غضب ہے

۲۵

ہو صاحب اولاد تو تیغیں نہ سنبھالو
بیٹوں کی قسم ہے تمہیں اے برچھیوں والو
زخمی مرا دل ہوتا ہے تیغیں نہ نکالو
اس داغ سے بابا کے کلیجے کو بچالو
بیکس ہے تمہیں اور تو کیا دیوے گا شبیرؑ
بچ جائے گا اکبر تو دعا دیوے گا شبیرؑ

۲۶

یہ ذکر تھا رن میں جو قیامت ہوئی برپا
تلواریں چمکنے لگیں منہ تیروں کا برسا
ہر سمت سے اکبر پہ کیا فوج نے نرغا
اکبرؑ نے بھی لے نام علیؑ تیغ کو کھینچا
غل تھا کہ کبھی ایسی لڑائی نہیں دیکھی
یہ تیغ کی برش یہ صفائی نہیں دیکھی

۲۷

لاکھوں میں عجب شان سے لڑتا تھا وہ صفدر
گھوڑوں سے اتر لاشوں میں چھپتے تھے ستمگر
دو چار ہی حملوں میں صفیں ہو گئیں بے سر
اک برق گری جس پہ پڑی ضربت اکبر
بیٹے کی صدا جس گھڑی سن پاتے تھے شبیرؑ
سجدے کے لئے خاک پہ جھک جاتے تھے شبیرؑ

۲۸

تا دیر تو سنتے رہے تلواروں کی جھنکار
لشکر میں ستم گاروں کے یہ غل ہوا اک بار
تکتے تھے پر اکبرؑ نہ نظر آتا تھا زنہار
برچھی علی اکبرؑ کے کلیجے سے ہوئی پار
لو سید مظلوم کے دلدار کو مارا
مارا اسے کیا احمدؐ مختار کو مارا

۲۹

یہ سنتے ہی گھبرا کے گرے خاک پہ شبیرؑ
اٹھے جو سنبھل کر تو یہ کرنے لگے تقریر
واں چھاتی پہ برچھی لگی یاں دل پہ لگا تیر
تقدیر میں تھا داغ پسر واہ ری تقدیر
یاں لٹ گئے آباد ہم آئے تھے وطن سے
بیٹے کو اسی واسطے لائے تھے وطن سے

۳۰

تنہا ہوئے آخر نہ رہا کوئی ہمارا
پیری میں کیا جسم کی قوت نے کنارا
فریاد کہ اکبرؑ کو ستمگاروں نے مارا
تھا جس کا سہارا وہی دنیا سے سدھارا
مشکل میں مدد باپ کی کرتا علی اکبرؑ
ہم جیتے کوئی دن جو نہ مرتا علی اکبرؑ

۳۱

یہ کہتے ہوئے آئے عجب حال سے رن میں
آنکھوں میں بھرے اشک زباں خشک دہن میں
لغزش جو قدم میں تھی تو رعشہ تھا بدن میں
جوں شیر ترائی میں کبھی اور کبھی بن میں
پایا نہ کسی جا پہ جو اس رشک قمر کو
گھبرائے ہوئے ڈھونڈتے پھرتے تھے پسر کو

۳۲

اتنے میں یہ پر درد صدا دور سے آئی
بیٹے نے انی برچھی کی چھاتی پہ ہے کھائی
اے قبلۂ کونین بڑی دیر لگائی
لے لیجیے آ کر کہ ہے درپیش جدائی
غش طاری ہے آنکھوں کو بھی کھولا نہیں جاتا
یہ درد ہے سینے میں کہ بولا نہیں جاتا

۳۳

آواز پسر سنتے ہی دوڑے شہ ذی شاں
لاشے سے لپٹ کر کہا بابا ترے قرباں
دیکھا کہ ہے فرزند جواں خون میں غلطاں
کیا حال ہے کھایا ہے کہاں زخم مری جاں
رخ زرد ہے سر تا بہ قدم خوں میں بھرے ہو
مجھ سے تو کہو چھاتی پہ کیوں ہاتھ دھرے ہو

۳۴

یہ سنتے ہی دم میں علی اکبرؑ کے دم آیا
مجروح سناں سینے کو بیٹے کے جو پایا
بابا کی طرف پیار سے ہاتھوں کو بڑھایا
سر پیٹ کے چلایا کہ فریاد خدایا
دل بند محمدؐ کے جگر بند کو مارا
اٹھارہ برس کے مرے فرزند کو مارا

۳۵

اکبرؑ نے کہا صبر کرو اے شہ عالم
بندے کو تو کچھ مرگ جوانی کا نہیں غم
ہم آپ کی آغوش میں مہماں ہیں کوئی دم
افسوس کہ حضرت رہے بے مونس و ہمدم
دشمن ہے ہر اک دشمن دیں آپ کی جاں کا
تنہائی ہے اور سامنا دو لاکھ جواں کا

۳۶

یہ کہتے ہی تیور علی اکبرؑ نے پھرائے
سر پیٹ کے شبیرؑ سخن لب پہ یہ لائے
ہمراہ دم سرد کے آنسو نکل آئے
آغوش سے بابا کی چلے آنو کے جائے
کیا بولتے دنیا سے سفر کر گئے اکبرؑ
سوکھی ہوئی دکھلا کے زباں مر گئے اکبرؑ

۳۷

اس درد سے روتے تھے پسر کو شہ والا / افلاک کو جنبش تھی زمیں تھی تہ و بالا
لکھا ہے کہ جب مر گیا وہ گیسوؤں والا / تقدیر نے اک بی بی کو خیمے سے نکالا
تھا نور سے چہرے کے گماں بنت نبی کا / رفتار میں انداز تھا رفتار علی کا

۳۸

تھے بال تو بکھرے ہوئے اور جسم میں رعشا / اشک آنکھوں میں اور صدموں سے فق چاند سا چہرہ
چلاتی تھی پکڑے ہوئے ہاتھوں سے کلیجا / مارا گیا اٹھارہ برس کا مرا بیٹا
شادی بھی ہوئی تھی نہ مرے ماہ لقا کی / میں لٹ گئی اس بن میں دہائی ہے خدا کی

۳۹

ہے ہے مرے پیارے مرے جانی علی اکبر / ہے ہے مرے نانا کی نشانی علی اکبر
ہے ہے نہ میسر ہوا پانی علی اکبر / برباد ہوئی تیری جوانی علی اکبر
بن بیاہے تم اس دار فنا سے گئے واری / پانی نہ ملا خلق سے پیاسے گئے واری

۴۰

زینب کی صدا سن کے اٹھے سید ابرار / خیمے میں اسے لے گئے با دیدۂ خونبار
یہ جائے خموشی ہے انیس جگر افگار / حق سے یہ دعا مانگ کہ اے ایزد غفار
بر لا مری امید کو سرور کا تصدق / اکبر کا تصدق علی اصغر کا تصدق

سلام

واجب الرحم تھے زنداں کے سزاوار نہ تھے / مجرئی اہل حرم قابل بازار نہ تھے
بولے عابد کہ فدائے شہ دیں غیر ہوئے / اک فقط ہم ہی شہادت کے سزاوار نہ تھے
شاہ فرماتے تھے ایسے ہیں ہمارے انصار / نانا صاحب کے بھی اس طرح کے انصار نہ تھے
تیر اصغر کو جو مارا تو کہا سرور نے / ہم گنہگار تھے بچے تو گنہگار نہ تھے
خشک ہی شکر نکلتا تھا لہو کے بدلے / دہن زخم بدن دیدۂ خونبار نہ تھے
بدھیاں زخموں کی پہنے ہوئے تھے ابن حسن / کیا ہوا پھولوں کے گردن میں اگر ہار نہ تھے
کہا صغرا نے کہ فرقت نے پدر کی مارا / آگئے اے صاحبو ہم ایسے تو بیمار نہ تھے
شہ کے دانتوں پہ چھڑی رکھ کے کہا ظالم نے / ہم نے اس طرح کے دیکھے در شہوار نہ تھے
صبح عاشور تلک ساتھ تھے مولا کے رفیق / عصر کے وقت اکیلے تھے جلودار نہ تھے
کہا زہرا نے فلک میں نے ستایا تھا کسے / میرے بچے تو اس آفت کے سزاوار نہ تھے

گُھسے تلوؤں کا یہ عابد کے ہوا تھا احوال
گر مسیح دو جہاں کا ہوا افضال انیس
کون سا چھالا تھا وہ جس میں کہ دو خار نہ تھے
اچھے یوں ہو جائیں گے جیسے کبھی بیمار نہ تھے

رباعی

رعب شہِ ذی جاہ سے تھرّاتے ہیں
آداب یہ ہے کہ تعزیہ خانے میں
سب طرز غلامانہ بجا لاتے ہیں
آتے ہیں تو جھک جھک کے علم آتے ہیں

رباعی

کیوں زر کی ہوس میں آبرو دیتا ہے
لازم نہیں اپنے منہ سے تعریف انیس
ناداں یہ کسے فریب تو دیتا ہے
خالص جو ہو مشک آپ بو دیتا ہے

رباعی

رتبہ دیتا ہے جسے خدا دیتا ہے
کرتے ہیں تہی مغز ثنا آپ اپنی
وہ دل میں فروتنی کو جا دیتا ہے
جو ظرف کہ خالی ہے صدا دیتا ہے

رباعی

جو روضۂ شاہ کربلا تک پہونچے
اللہ رہی عزّ و شانِ زوّارِ حسین
بے شبہ و شک وہ مصطفٰے تک پہونچے
پہونچے جو حسین تک خدا تک پہونچے

رباعی

دو دن کی حیات پر عبث غرّہ ہے
ہر وقت نہاں زندگانی کے لئے
خورشید نہ بن خاک کا تو ذرّہ ہے
یہ آمد و شد نفس کی بھی آرّہ ہے

رباعی

فردوس ہر اک قبر کا کونا ہوگا
راحت دنیا میں غیر ممکن ہے انیس
مخمل ہمیں خاک کا بچھونا ہوگا
آرام سے ہاں لحد میں سونا ہوگا

رباعی

شہ کہتے تھے اللہ کا پیارا ہوں میں
سارے عالم میں روشنی ہے جس کی
عرش اعظم کا گوشوارا ہوں میں
اے لشکر شام وہ ستارا ہوں میں

رباعی

اے بادشہ کون و مکاں آدرِکنی
اب تنگ ہوں دشمنوں کے ہاتھوں سے انیس
اے عقدہ کشائے دو جہاں آدرِکنی
یا حضرت صاحب الزّماں آدرِکنی

مرثیہ ۱

جب دولت سرور پہ زوال آگیا رن میں
جس گل پہ تصدق تھے وہ مرجھا گیا رن میں
آنکھوں کا جو تھا نور وہ کھو گیا رن میں
جینے کا جو باعث تھا وہ مرا گیا رن میں
ماں باپ کو سہرا ابھی نہ اکبرؑ نے دکھایا
پیری میں عجب داغ مقدر نے دکھایا

۲

کس دکھ میں فلک نے علی اکبر کو چھوڑایا
پھر نے کس ماہ سے اختر کو چھڑایا
قمری سے عجب سرو سمن بر کو چھڑایا
کس فصل میں بلبل سے گل تر کو چھڑایا
یوں دم بھی کسی تازہ جواں نے نہیں توڑا
یوں پھول کو بھی باد خزاں نے نہیں توڑا

۳

یوں باپ کی قسمت کو لٹتے نہیں دیکھا
اس طرح مقدر کو پلٹتے نہیں دیکھا
یوں بڑھ کے کسی سرو کو گھٹتے نہیں دیکھا
اس عمر کا پودا کوئی کٹتے نہیں دیکھا
نازوں کے دعاؤں کے مرادوں کے پلے تھے
وا حسرت و دردا ابھی پھولے نہ پھلے تھے

۴

بھیگیں جو مسیں ماں نے کیا سجدۂ باری
یعنی مرے گلشن میں چلی باد بہاری
سبزہ ہوا آغاز تو فرمایا کہ واری
صد شکر کہ سرسبز ہوئی کشت ہماری
شادی تھی کہ اب گھر میں دلہن لانے کے دن ہیں
اس کی نہ خبر تھی کہ خزاں آنے کے دن ہیں

۵

گیسو ابھی منت کے بڑھائے تھے نہ ماں نے
جو کوچ کیا خلق سے اس تازہ جواں نے
آئینہ بنایا جسے رب دو جہاں نے
اس سینے کو زخمی کیا دشمن کی سناں نے
توڑا نہیں ایسا گل شاداب کسی نے
کھولا کیے منھ اور نہ دیا آب کسی نے

۶

افسوس نہ کچھ عمر نے اکبرؑ سے وفا کی
پورے وہ جواں بھی نہ ہوئے تھے کہ قضا کی
کیا دخل ہے بندے کو مشیت میں خدا کی
ماں کہتی تھی مجھ سے علی اکبرؑ نے دغا کی
کچھ بس نہ چلا آگئے یوں موت کے بس میں
پیدا ہوئے اور مر گئے اٹھارہ برس میں

۷

ہوتا ہے برابر کا پسر قوت بازو
آرام جگر راحت جاں زینت پہلو
ایسا پسر ماہ لقا صفدر و خوشرو
مر جائے تو کیا دل پہ رہے باپ کے قابو
گر پڑتے ہیں اٹھ اٹھ کے یہ کمزور ہیں شبیرؑ
جیتے ہیں مگر غم سے لب گور ہیں شبیرؑ

۸

اٹھتی ہے کبھی دل میں کبھی ہوک جگر میں
ہے درد کبھی سینے میں اور گاہ کمر میں
رن میں کبھی جاتے ہیں کبھی آتے ہیں گھر میں
ہے دن کا اجالا پہ اندھیرا ہے نظر میں
غل کرتے ہیں اعدا یہ سنائی نہیں دیتا
لاشہ علی اکبرؑ کا دکھائی نہیں دیتا

۹

یہ درد جگر ہے کہ سنبھلنے نہیں دیتا
یہ زور نقاہت ہے کہ چلنے نہیں دیتا
غم اور طرف دل کو بہلنے نہیں دیتا
رعشہ کف افسوس بھی ملنے نہیں دیتا
غم کون سا خرمن کے لیے برق نہیں ہے
پر صبر کی طاقت میں ذرا فرق نہیں ہے

۱۰

آتی ہے صدا دل سے کہ طاقت نہیں مجھ میں
ہر چشم ہے گریاں کہ بصارت نہیں مجھ میں
کہتا ہے جگر ضعف ہے قوت نہیں مجھ میں
کہتی ہے کمر درد سے حالت نہیں مجھ میں
بے مہری افلاک نے دل توڑ دیا ہے
پیری کو سب ساتھیوں نے چھوڑ دیا ہے

۱۱

پیری میں یہ اندوہ ضعیفی میں یہ دکھ درد
چہرہ جو مکدر ہے تو زلفیں بھی ہیں پر گرد
صدمے سے رخ پاک ہے کیسر کی طرح زرد
تن کانپنے لگتا ہے جو بھرتے ہیں دم سرد
جس پھول کے عاشق تھے وہ گلشن میں نہیں ہے
یہ حال ہے گویا کہ لہو تن میں نہیں ہے

۱۲

دل کا ہے تقاضا کہ تڑپنے کی رضا دو
سر کھینچتا ہے نالوں سے کہ گردوں کو ہلا دو
کہتا ہے جگر خوں مرا آنکھوں سے بہا دو
شہ کہتے ہیں یاد اب علی اکبر کی بھلا دو
مختار کا جو حکم ہو کچھ جبر نہیں ہے
اس زخم کا مرہم کوئی جز صبر نہیں ہے

۱۳

جو اہل محبت ہیں بلا ان کے لئے ہے
مظلوم جو ہیں لطف خدا ان کے لئے ہے
صابر جو ہیں یہ درد دوا ان کے لئے ہے
ہر رنج میں اک تازہ مزا ان کے لئے ہے
سو دکھ ہوں تو ہوں محو ہیں الفت میں اسی کے
روتے ہیں تو روتے ہیں محبت میں اسی کے

۱۴

اکبر تھا تو وہ کیا تھا اگر ہم ہیں تو کیا ہیں
کچھ غم نہیں گر ہم سے جدا ہیں تو جدا ہیں
سو ایسے جو بندے ہوں تو خالق پہ فدا ہیں
یہ کس کی عنایت ہے کہ راضی برضا ہیں
غم تھا جو سر اس راہ میں فرزند نہ دیتا
کیا کرتے اگر وہ ہمیں دلبند نہ دیتا

۱۵

فدیہ ہوا فرزند جواں شکر کی جا ہے
لب پر نہیں فریاد و فغاں شکر کی جا ہے
خوشنود ہے رب دو جہاں شکر کی جا ہے
گردن سے گیا بار گراں شکر کی جا ہے
جو ہم کو عطا کی تھی وہ دولت اسے پہونچی
فارغ ہوئے ہم اس کی امانت اسے پہونچی

۱۶

اٹھارہ برس تک جو رہا پاس وہ دلدار
ہر حال میں بندے کو اطاعت ہے سزاوار
تھی یہ بھی عنایت کہ وہ ہے راحم و غفار
مجبور ہیں ہم اور وہ ہے قادر و مختار
اکبر سا جواں رشک قمر کس نے دیا تھا
وہ صبر بھی بخشے گا پسر جس نے دیا تھا

۱۷

جینے کا یقیں رحلت عباس میں کب تھا
اللہ پہ روشن ہے جو کچھ دل پہ تعب تھا
مرجانا برادر کا قیامت تھا غضب تھا
تڑپے نہیں یہ کس کی عنایت کا سبب تھا
بہتر تھا ہمارے لئے تنہائی کا مرنا
سب سہل ہے جب دیکھ چکے بھائی کا مرنا

۱۸

داخل ہوئی خیل شہدا میں مری اولاد
سب اس پہ فدا ہیں علی اکبر ہوں کہ سجاد
جو نیک کمائی ہے وہ ہوتی نہیں برباد
بندہ وہ ہے صاحب کی جو بھولے نہ کبھی یاد
طاعت تو ہے دشوار اطاعت تو نہ جائے
بیٹا تو گیا صبر کی دولت تو نہ جائے

۱۹

روتے سے ملیں گر علی اکبر تو میں روؤں
آباد ہو اجڑا پھر اگر گھر تو میں روؤں
چھاتی سے لپٹ جائے وہ دلبر تو میں روؤں
رونے سے یہ دولت ہو میسر تو میں روؤں
پھر کھوئے ہوئے لال کو پاتے نہیں دیکھا
دنیا سے جو گیا اُسے آتے نہیں دیکھا

۲۰

روئے جو مصیبت میں تو کیا ہوتا ہے اے دل
ہر درد کا الفت میں مزا ہوتا ہے اے دل
ہوتا ہے جو قسمت کا لکھا ہوتا ہے اے دل
صابر سے رضامند خدا ہوتا ہے اے دل
مطلب ترے یہ مرحلے طے کر کے ملیں گے
جیتے ہیں تو فرزند سے اب مر کے ملیں گے

۲۱

باتیں تھیں ادھر شکر کی اور صبر و رضا کی
ناگاہ ہوئی خیمے میں اک دھوم بکا کی
بندھتی تھیں صفیں رن میں ادھر اہل جفا کی
سمجھے شہ مظلوم کہ اصغرؑ نے قضا کی
فرمایا کہ یارب کہیں جلدی اجل آئے
تڑپا یہ دل زار کہ آنسو نکل آئے

۲۲

ڈیوڑھی کے قریب آ کے یہ شبیرؑ پکارے
فضہ نے کہا اے اسد اللہ کے پیارے
جیتے ہیں کہ اصغرؑ سوئے فردوس سدھارے
معصوم کا دم ہونٹوں پہ ہے پیاس کے مارے
سنبھلے ہیں کچھ اب پہلے تو گردن بھی ڈھلی تھی
جلد آئیے لونڈی تو بلانے کو چلی تھی

۲۳

روتے ہوئے خیمہ میں شہ بحر و بر آئے
بانو کو جو شبیر اکیلے نظر آئے
خوش ہو کے سکینہؑ نے کہا لو پدر آئے
چلائی کہ میدان سے نہ اکبرؑ ادھر آئے
لونڈی نے بڑی دیر سے دیکھا نہیں ان کو
صاحب مرے لٹنے کی خبر کیا نہیں ان کو

۲۴

کہدے کوئی مرتے ہیں علی اصغرؑ گلفام
حضرت نے کہا ان کو کسی سے نہیں کچھ کام
لائیں جو کہیں سے انھیں پانی کا ملے جام
جاگے تھے کئی رات کے اب کرتے ہیں آرام
ہم دار محن میں ہیں وہ گلزار جناں میں
واماندوں کی لیتا ہے خبر کون جہاں میں

۲۵

سب قافلہ والوں سے وہ منہ موڑ گئے ہیں
ہاتھوں کو دم نزع بھی وہ جوڑ گئے ہیں
اس عالم غربت میں ہمیں چھوڑ گئے ہیں
تنہائی میں بابا کی کمر توڑ گئے ہیں
اپنی بھی کوئی دم میں اجل آتی ہے صاحب
تنہا ہیں جو ان کی بھی گذر جاتی ہے صاحب

۲۶

فرما کے یہ گہوارۂ اصغرؑ پہ جھکے شاہ
خورشید لب بام نظر آیا جو وہ ماہ
دیکھا جو دم اکھڑا تو ہوا صدمۂ جانکاہ
رانڈوں کے جگر ہل گئے اس درد سے کی آہ
چھائی ہوئی زردی تھی جو دلبند کے منہ پر
شبیرؑ نے منہ رکھ دیا فرزند کے منہ پر

۲۷

بل کھائے ہوئے ہاتھ جو تکیوں سے اٹھائے
رعشہ ہوا ہاتھوں کو قدم سرد جو پائے
منہ رکھ دیا بوسے لئے آنکھوں سے لگائے
زردی جو ملی نبض تو آنسو نکل آئے
کانٹے جو نظر آ گئے ننھی سی زباں میں
اک درد کا نشتر تھا کہ ڈوبا رگ جاں میں

۲۸
ننھے سے جو تکیہ سے ڈھلی جاتی تھی گردن
نیلے تھے لب سرخ جو مثل گل سوسن
دم باپ کا رک جاتا تھا اور کانپتا تھا تن
روتے تھے ہوا زرد تھا شہ کا رخ روشن
چھاتی میں دھڑکتا جو دل اس ماہ جبیں کا
صدمہ سے اچھلتا تھا کلیجہ شہ دیں کا

۲۹
دیکھی جو مسوڑھوں کی کبودی تو ہوئے زرد
وہ ہچکیاں لے لے کے جو بھرتا تھا دم سرد
یہ روئے کہ تر ہو گیا شہ کا رخ پُر گرد
اٹھتا تھا کلیجے میں شہ دیں کے عجب درد
پتلی جو پھری جاتی تھی اس غنچہ دہن کی
اندھیر تھا آنکھوں میں شہنشاہ زمن کی

۳۰
تھا نزع میں وہ غنچہ دہن پیاس کے مارے
چھاتی پہ کبھی ہاتھ دھرے گاہ اُتارے
اینٹھی کبھی زباں موت کے آثار تھے سارے
منھ کھولتا پیاس میں پانی کے اشارے
دم رکتا تھا سینے میں تو ڈھل پڑتے تھے آنسو
کھل جاتی تھیں آنکھیں تو نکل پڑتے تھے آنسو

۳۱
چلاتی تھی بکھرائے ہوئے بالوں کو مادر
فریاد ہے اے لخت دل ساقی کوثر
دولت مری لٹتی ہے اجڑتا ہے بھرا گھر
آنکھیں بھی جھپکتے نہیں اب تو علی اصغرؑ
کیا ہو گیا اس صاحب اقبال کو میرے
ہے ہے لیے جاتی ہے اجل لال کو میرے

۳۲
گودی میں لیا شاہ نے گھبرا کے پسر کو
خیمے سے چلے لے کے جو اس نور نظر کو
لپٹا لیا خورشید نے چھاتی سے قمر کو
غش آنے لگا مادر تفتیدہ جگر کو
سمجھی کہ یہ اب جا کے نہ پھر آئیں گے رن سے
فرزند چلا کیا چلی جان بدن سے

۳۳
اشک آنکھوں سے بہنے لگے دل غم سے بھر آیا
رقت کا ہوا جوش کہ منھ کو جگر آیا
گہوارۂ بے شیر جو خالی نظر آیا
رنگ اڑنے لگا تیر کلیجے میں در آیا
گہوارے پہ سر دھر کے جو غش کر گئی بانوؑ
ہر بی بی پہ ثابت یہ ہوا مر گئی بانوؑ

۳۴
سب بیبیاں چلا کے جو کرنے لگیں زاری
یا سبط نبی تن سے چلی جان ہماری
گھبرا کے اٹھی اور یہ حضرت کو پکاری
اک لحظہ ٹھہر جائیے میں آپ کے واری
صاحب مری آغوش کے پالے کو دکھا دو
اک بار پھر اس ہنسلیوں والے کو دکھا دو

۳۵
حضرت نے کہا شوق سے بے شیر کو دیکھو
بے تاب ہو کیوں اصغر دلگیر کو دیکھو
لو آ کے پھر اس چاند سی تصویر کو دیکھو
کیا صبر کیا ہے دل شبیرؑ کو دیکھو
موت آج جواں کی ہو تو چارا نہیں صاحب
کیا لال تمہارا انہیں پیارا نہیں صاحب

۳۶
تم ماں ہو بڑے دکھ سے اسے تم نے ہے پالا
پر جان ہماری بھی ہے یہ گیسوؤں والا
ہے حق بہ طرف گر ہو کلیجہ تہ و بالا
ہر طرح مگر صبر کیا دل کو سنبھالا
خوشنود ہیں وہ عشق ہے اللہ سے جن کو
اصغر کو فدا کرنے لیے جاتا ہوں رن کو

۳۷

ہیں ان کو نہ لے جاؤں اگر ہے تمہیں وسواس
اب تو ہے تمہاری ہی امید ہی آس
دوری علی اکبر سے ہوئی یہ تو رہیں پاس
اور اس کے سوا پانی کے ملنے سے بھی ہے یاس
یوں چلتی ہے میداں میں ہوا سرد نہیں ہے
وہ لوگ ہیں واں جمع جنھیں درد نہیں ہے

۳۸

دھڑکا ہے کہ بے رحم کہیں پسر نہ ماریں
واں تیز ہیں میرے لئے تلواروں کی دھاریں
شرمندہ ہوں تم سے جو یہ کوثر پہ سدھاریں
غل ہے کہ حسینؑ آئیں تو سر تن سے اتاریں
قاتل ہیں وہ اکبرؑ کے تو سجاد کے دشمن
ہیں مجھ سے زیادہ مری اولاد کے دشمن

۳۹

نیزہ علی اکبرؑ کو مرے سامنے مارا
ہیں دشمن اولاد علیؑ وہ ستم آرا
پانی کو ترستا ہوا دنیا سے سدھارا
اس کو بھی کریں قتل تو کیا زور ہمارا
غم ہو کہ عبث لا کے جگر بند کو کھویا
تم دل میں کہو باپ نے فرزند کو کھویا

۴۰

برگشتہ ہے تقدیر مخالف ہے زمانا
سچ کہتی ہو تم ان کا مناسب نہیں جانا
دشوار ہے اب جا کے مرا خیمہ میں آنا
الفت ہے اگر ہم سے تو آنسو نہ بہانا
دکھ درد رنڈاپے کا بھی سہ لیجیو بانو
جو کہنا ہو اللہ سے کہہ لیجیو بانو

۴۱

لو گود میں فرزند کو اللہ نگہبان
بانوؑ نے کہا جوڑ کے ہاتھوں کو یہ اس آن
ہر حال میں زینبؑ کی اطاعت کا ہے دھیان
لونڈی سے خفا کیوں ہوئے ہیں آپ کے قربان
یوں آپ جسے چاہیے دے جائیے ان کو
کب میں نے کہا تھا کہ نہ لے جائیے ان کو

۴۲

میں بھی ہوں کنیز آپ کی یا حضرت شبیرؑ
بیتاب تھا دل کی ہو جو بے جا کوئی تقریر
ہر دکھ میں رضا جوئے خدا تابع تقدیر
ہیں آپ خطاپوش بحل کیجئے تقصیر
فرزند کا غم ماں کے کلیجہ کو چھری ہے
صدقہ گئی یہ آتما کی آنچ بری ہے

۴۳

خنجر کے تلے جس کا جگر ہو وہی جانے
دکھ درد میں یوں جس کی بسر ہو وہی جانے
اس درد کی جب دل کو خبر ہو وہی جانے
آغوش میں جس ماں کی پسر ہو وہی جانے
شب کٹتی ہے کس طرح سے دن ڈھلتا ہے کیونکر
پوچھے کوئی ماں سے کہ پسر پلتا ہے کیونکر

۴۴

پہلو میں ہو یا گود میں یا چھاتی پہ سوئے
پلتا ہے پسر ایک جو ماں عمر کو کھوئے
دھڑکا ہے کہ بچہ کہیں بے چین نہ ہووے
جس نے یہ اٹھائی ہو مصیبت وہ نہ روئے
ماں چپ رہے اور گود سے جائے پسر ایسا
صاحب کوئی لے آئے کہاں سے جگر ایسا

۴۵

ہیں آپ کے صدقہ مری ماں باپ بھی قربان
خوشنود ہوں لے جائیے ان کو سوئے میدان
یہ خادمۂ خاص تو ہے تابع فرمان
کچھ میں نے کہا مر گئے جب اکبر ذیشان
ہاں صبر خدا دے یہ دعا کیجیو صاحب
نام ان کا جو اب لوں تو گلا کیجیو صاحب

۴۶

شہ بولے یہ کیا کہتی ہو اے بانوئے دلگیر
دخل اس میں نہ میرا نہ تمہاری کوئی تقصیر
واللہ بدل تم سے رضامند ہے شبیر
صاحب انہیں دریا پہ لئے جاتی ہے تقدیر
واجب ہمیں ہر حال میں خوشنودی رب ہے
اکبر گئے جس جا وہیں ان کی بھی طلب ہے

۴۷

لو گود میں لے کر انہیں چھاتی سے لگاؤ
بھاری کوئی کرتا علی اصغر کو پنہاؤ
بس صبر کرو اشک نہ آنکھوں سے بہاؤ
اکبر کے جو بچپن کا عمامہ ہو تو لاؤ
دولھا سا بناؤ کہ یہ میدان چڑھے گا
تم شکر کرو آج کہ دودھ ان کا بڑھے گا

۴۸

یہ سن کے کہا ماں نے کہ آئے مرے پیارے
کپڑے تھے جو بھاری وہ پنہائے یہ اتارے
سرمہ بھی دیا بال بھی سب سر کے سنوارے
رو کر کہا لو جاؤ میں قربان تمہارے
جھک جھک کے جو فرزند کا منہ یاس سے دیکھا
ماں کو علی اصغر نے عجب یاس سے دیکھا

۴۹

مادر سے اشارا تھا کہ دنیا سے چلے ہم
گودی میں تمہاری چھ مہینے تو پلے ہم
افسوس کہ اس باغ میں پھولے نہ پھلے ہم
اب تشنہ دہن جاتے ہیں طوبیٰ کے تلے ہم
کیوں روتی ہو کچھ رونے سے حاصل نہیں اماں
یہ دار محن رہنے کے قابل نہیں اماں

۵۰

اک شور تھا اللہ نگہبان علی اصغر
پیارے علی اصغر مرے ذی شان علی اصغر
چلاتی تھیں پھوپھیاں مرے نادان علی اصغر
ماں کہتی تھی جاتے ہو میں قربان علی اصغر
چھٹتا تھا جو بھائی تو موئی جاتی تھیں بہنیں
منہ چھاتی پہ رکھے ہوئے چلاتی تھیں بہنیں

۵۱

بچے کو لیے گھر سے جو نکلے شہ والا
نکلا تھا کبھی گھر سے نہ وہ ہنسلیوں والا
تھی دھوپ میں تیزی کہ ہرن ہوتا تھا کالا
داماں عبا خیمہ فرزند پہ ڈالا
روتا تھا تو چھاتی سے لگا لیتے تھے شبیر
ہر گام پہ دامن سے ہوا دیتے تھے شبیر

۵۲

یوں کہنے لگے دیکھ کے آپس میں ستمگر
بولا کوئی ہے زیر عبا مصحف داور
یہ کیا ہے جو ہاتھوں پہ لیے ہیں شہ صفدر
تا صلح کریں ہم سے اسے بیچ میں دیکر
معلوم ہوا جنگ سے گھبرائے ہیں شبیر
قرآں کو شفاعت کے لیے لائے ہیں شبیر

۵۳

بولا کوئی بیدرد نہیں یہ نہیں اصلا
سادات پہ اس دشت میں ہے تیسرا فاقا
ہے صابر و شاکر پسر حضرت زہرا
بے جاں ہوا ہوگا کسی سیدانی کا بچا
اشک آنکھوں میں ہیں چاک گریباں کیے ہیں
میت کسی معصوم کی شبیر لیے ہیں

۵۴

سن کر یہ کلام ان کا پکارے شہ عادل
میت ہے نہ قرآں ہے یہ اے فرقہ جاہل
تم تو نہ محمد کے نہ قرآں کے ہو قائل
یہ مصحف ناطق کے گلے کی ہے حمائل
دیکھو مری مظلومی و اندوہ و قلق کو
لے آیا ہوں زہرا کے صحیفے کے ورق کو

۵۵

یہ چھوٹا سا سیّد بھی ہے مہمان تمہارا
کیا تم کو ملے گا جو اسے پیاس نے مارا
یہ فرش کی زینت ہے تو ہے عرش کا تارا
میرا بھی جگر بند ہے ماں کا بھی ہے پیارا
کچھ پانی کے بدلے تمہیں لینا ہو تو کہہ دو
دریا سے جو قطرہ کوئی دینا ہو تو کہہ دو

۵۶

طالب ہو اگر زر کے تو زر لیجیو مجھ سے
قطرے کے عوض لعل و گہر لیجیو مجھ سے
پانی دو اسے خلد میں گھر لیجیو مجھ سے
خالی ہو اگر نہر تو بھر لیجیو مجھ سے
معصوم ہے بے آب کبھی جی نہ سکے گا
اک جام تو یہ تشنہ دہن پی نہ سکے گا

۵۷

مارا جنہیں برچھی سے انہیں کا ہے یہ بھائی
اٹھارہ برس کے تھے وہ جن کی اجل آئی
یہ لعل ہے میرا ابھی جینے کی کمائی
مر جائے گی ماں گر ہوئی اس سے بھی جدائی
بہنوں کی یہ ہی جان تو پھپھیوں کا جگر ہے
مر جانے میں اس کے کئی جانوں کا ضرر ہے

۵۸

میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ پانی مجھے لا دو
تم آپ اسے آن کے چلو سے پلا دو
مرتا ہے یہ مرتے ہوئے بچے کو جلا دو
للہ کلیجے کی مرے آگ بجھا دو
جب منہ مرا تکتا ہے یہ حسرت کی نظر سے
اے ظالمو! اٹھتا ہے دھواں میرے جگر سے

۵۹

بجھتی نہیں جب آگ کلیجے میں لگی ہو
جانے وہی اولاد خدا نے جسے دی ہو
سوچے وہ قضا جس کے جگر بند نے کی ہو
انصاف کرے دل پہ چھری جس کے چلی ہو
غمگیں ہو تو سوز نفس سرد کو سمجھے
جس دل میں ہو درد وہ کیا درد کو سمجھے

۶۰

اولاد کی فرقت کوئی پوچھے مرے جی سے
بیٹے کی محبت کوئی پوچھے مرے جی سے
یہ دکھ یہ مصیبت کوئی پوچھے مرے جی سے
اس درد کی لذت کوئی پوچھے مرے جی سے
اک یاد الٰہی تو فراموش نہیں ہے
یہ جوش ہے غم کا کہ مجھے ہوش نہیں ہے

۶۱

میں خوب سمجھتا ہوں کہ ہو ظلم کے بانی
یہ کیا ہے کہ پھر تم سے طلب کرتا ہوں پانی
جاں اپنی میں دیتا ہوں جو بچ جائے یہ جانی
مر جاؤں میں پر اس کی نہ جائے تشنہ دہانی
جب سوئے عدم خلق سے منہ موڑ کے جاؤں
حسرت ہے کہ دنیا میں اسے چھوڑ کے جاؤں

۶۲

یہ کہہ کے اٹھایا رخ بے شیر سے دامن
چہرے کی تجلی سے جہاں ہو گیا روشن
دیکھی جو ہیں دو چاند سی ڈھلکی ہوئی گردن
کیا ذکر بھلا دوست کا رونے لگے دشمن
ہرچند کہ سب ظالم و جلاد تھے ان میں
تھرّا گئے جو صاحب اولاد تھے ان میں

۶۳

کی آہ کسی نے کوئی منہ پھیر کے رویا
دامن کسی جلاد نے اشکوں سے بھگویا
ہر شخص کے اک تیر لگا قلب پہ گویا
بولا کوئی ایمان بھی کھویا دیں بھی کھویا
یوں پھول کوئی دھوپ میں مرجھا نہیں جاتا
بچے کا یہ عالم ہے کہ دیکھا نہیں جاتا

۶۴
بولا کوئی کیا پانی کے دینے میں ضرر ہے
بولا کوئی بچہ ہے تو ہو دھیان کدھر ہے
معصوم ہے مظلوم ہے اور تشنہ جگر ہے
دشمن اسے سمجھو کہ یہ دشمن کا پسر ہے
پچھتائے گا کل آج جو پانی اسے دے گا
یہ طفل جواں ہو کے عوض باپ کا لے گا

۶۵
تب شمر پکارا کہ ہمیں رحم نہیں ہے
حضرت نے کہا یہ ترے دل کو یقیں ہے
یہ غنچہ دہن کیا علی اکبر سے حسیں ہے
اس فوج میں اک ایک شقی دشمن دیں ہے
بے صبر نہیں گو کہ گرفتار قلق ہوں
حجت نہ رہے کوئی کہ میں حجت حق ہوں

۶۶
یہ سن کے بڑھا صف سے بن کاہل بے پیر
جوڑا ستم ایجاد نے چلے میں ادھر تیر
پیاسے علی اصغر کی ہوئی قتل کی تدبیر
چھاتی تلے بچے کو چھپانے لگے شبیر
چلاتے تھے پیہم کہ یہ کیا کرتا ہے ظالم
بچے کو جو تاکا تو خطا کرتا ہے ظالم

۶۷
کب سنتا تھا فریاد کسی کی ستم آرا
ڈھلکی ہوئی گردن پہ لگا تیر قضا را
اک تیر ستم تاک نے معصوم کو مارا
بس چونک پڑا سہم کے وہ باپ کا پیارا
اشک آنکھوں سے شبنم کی طرح رخ پہ ڈھل آئے
ننھے سے انگوٹھے بھی دہن سے نکل آئے

۶۸
گھبرا کے مری کو جو لگے کھینچنے سرور
تھرانے لگے ننھے سے وہ بازوے انور
سب خون سے کرتا بھی سلوکا بھی ہوا تر
ڈھیلے ہوئے ہاتھوں سے کڑے پھر گئے تیور
بیتابی میں شہ بیٹھ گئے خاک پہ ہٹ کر
وہ غنچہ دہن مر گیا بابا سے لپٹ کر

۶۹
ہاتھوں پہ جو مردہ اسے شبیر نے پایا
تھراتے ہوئے ہاتھوں پہ میت کو اٹھایا
آہ دل مظلوم نے گردوں کو ہلایا
کی عرض کہ اب تک تو میں صابر ہوں خدایا
محتاج نہ پانی کا نہ خواہاں ہوں مدد کا
طالب ہوں فقط مغفرت امت جد کا

۷۰
شیعوں کے گناہوں سے مجھے ہے خطر و بیم
آئی یہ ندا ان پہ کسی کو نہیں تقدیم
ناموس پہ انہیں کے ہو ثواب اس کا بھی تقسیم
بخشا انہیں اے راہرو جادۂ تسلیم
گھبرا نہ انیس اجر گراں مایہ ملے گا
فردوس میں سب کو ترا ہم سایہ ملے گا

۷۱
تو بندۂ صالح ہے تو ہم صادق الاقرار
ناجی ہیں ترے دوست ہوں کیسے ہی گنہگار
تو شافع امت ہے تو ہم راحم و غفار
مالک ہے جہنم کا تو فردوس کا مختار
شبیر نہ غم کھا تجھے ہم شاد کریں گے
شیعوں سے ترے خلد کو آباد کریں گے

۷۲
سن کر یہ صدا شاد ہوئے سبط پیمبر
چھوٹے کو بڑے بھائی کے پہلو میں لٹا کر
اصغر کو لیے آئے سوے لاشۂ اکبر
چلائے کہ ہاتھ اپنا دھرو اے مہ انور
ہشیار کہ یہ پہلے پہل ماں سے چھٹے ہیں
بعد آپ کے ہم دشت میں پھر آج لٹے ہیں

۷۳

جنگل میں درندوں سے برادر کو بچانا
گر روئیں تو بیٹا انھیں چھاتی سے لگانا
کوثر پہ جو پہنچو گے تو پیاس ان کی بجھانا
بھیجوا انھیں دادی کی جو تسلیم کو جانا
مثل گل تر پیاس سے مرجھائے ہوئے ہیں
گردن نہ ڈھلکے تیر ستم کھائے ہوئے ہیں

۷۴

فرزند کے لاشے سے یہ کہتے تھے ابھی شاہ
چلنے لگے پھر تیر ستم فوج سے ناگاہ
تولے ہوئے تیغوں کو بڑھا لشکر گمراہ
آزردہ ہوئی خاطر فرزند ید اللہ
جرّے کے لیے ہاتھ جو دو ایک کے اٹھے
اک شیر سے شمشیر علیؑ ٹیک کے اٹھے

۷۵

لاشوں کو پکارے کہ خدا حافظ و ناصر
اب مرنے کو جاتا ہے یہ مظلوم مسافر
طے جلد ہوئی جاتی ہے یہ منزل آخر
دو لاکھ عدو جمع ہیں اک جان کی خاطر
بلوہ یہ نہ دیکھا یہ صف آرائی نہ دیکھی
افسوس کہ تم نے مری تنہائی نہ دیکھی

۷۶

فرماکے یہ مرنے پہ کسا اور کمر کو
جولاں کیا اس دم فرس برق سیر کو
جلوہ دیا کرار کی شمشیر دو سر کو
ہتوا لیں لیا حضرت حمزہؑ کی سپر کو
جوہر تو ادھر برق شرر بار میں چمکے
اک چار ستارے سے شب تار میں چمکے

۷۷

پھیرا جو فرس کو اسد اللہ کے پسر نے
مجرا کیا اقبال نے تسلیم ظفر نے
پہونچا دیا سر عرش پہ شمشیر دو سر نے
دکھلایا عروج شب معراج سپر نے
تھا ہوش نہ پریوں کو نہ انساں کو نہ جن کو
غل تھا کہ جہاں میں شب قدر آئی ہے دن کو

۷۸

اللہ ری چمک صاعقہ تیغ دو سر کی
جبریل کو گردوں پہ ہوئی فکر سپر کی
گھبرا کے ادھر ثور نے ماہی کو خبر کی
بڑھنے لگے مولا تو زمیں کانپ کے سرکی
گردوں پہ تھے مہر کو یہ تاب نہیں تھی
ذرے تھے کہیں دھوپ کہیں چھاؤں کہیں تھی

۷۹

خورشید جو ذرے کے چھپا اور نکل آیا
گہ دھوپ تھی سائے پہ کبھی دھوپ پہ سایا
منھ برق نے بھی خرمن گردوں میں چھپایا
شمشیر کے شعلے کی کوئی تاب نہ لایا
غل چار طرف تھا کہ گھرے قہر خدا میں
آگ آب میں پنہاں ہوئی اور خاک ہوا میں

۸۰

جب اوج دکھائی تھی وہ تیغ دو دم اپنا
دانتوں میں پکڑتا تھا عطارد قلم اپنا
افعی بھی اوگل دیتے تھے ڈر ڈر کے سم اپنا
اژدر بھی پہاڑوں میں چراتے تھے دم اپنا
یوں بھاگتے تھے شیر کہ دم بھول گئے تھے
وحشت تھی کہ وحشت کو ہرن بھول گئے تھے

۸۱

تھرّوں سے دہلتی تھی زمیں کانپتا تھا رن
وہ تند نظر قہر کی وہ غیظ کی چتون
وہ تیزی شمشیر وہ چالاکی توسن
وہ عطر فشاں زلف سیہ وہ رخ روشن
عنبر میں یہ بو بدر میں یہ نور کہاں ہو
سارا شب معراج محمد کا سماں ہو

٨٢

شمشیر چمکنے میں یہ کرتی تھی اشارا
وہ بحر فنا ہوں کہ نہیں جس کا کنارا
اک ضرب میں عنتر کو کیا میں نے دوپارا
اے قوم مرے گھاٹ سے مشکل ہے اتارا
منھ پر کبھی افواج ستم چڑھ نہیں سکتی
دھارے سے مرے کشتئ تن بڑھ نہیں سکتی

٨٣

دنیا میں کوئی صاحب جوہر نہیں مجھ سا
افعی نہیں مجھ سا کوئی اژدر نہیں مجھ سا
سر تیز کوئی دشنہ و خنجر نہیں مجھ سا
فولاد کے دریا کا شناور نہیں مجھ سا
بت توڑ دیے ہیں جو سوئے دیر گئی ہوں
خندق کو تو دو ہاتھ میں بھر گئی ہوں

٨٤

خیبر کی لڑائی کی خبر کس کو نہیں ہے
اعدا کی دوہائی کی خبر کس کو نہیں ہے
اس قلعہ کشائی کی خبر کس کو نہیں ہے
اس منھ کی صفائی کی خبر کس کو نہیں ہے
بے فتح کشتی کبھی میری نہیں ہوتی
سیروں جو لہو پی لوں تو سیری نہیں ہوتی

٨٥

اس شیر کی شمشیر ہوں جو شیر خدا ہے
قبضے میں اب اس کے ہوں جو سلطان ہدا ہے
تلواروں سے عالم کی جرا کاٹ جدا ہے
تمغے کی جگہ نقش فنا مجھ پہ کھدا ہے
برسوں میں مرے زخم کو مرہم نہیں بھرتا
پیر دل جو لہو ہیں تو کبھی دم نہیں بھرتا

٨٦

گردوں سے جسے حق نے اتارا ہے وہ میں ہوں
جس سے جگر کفر دو پارا ہے وہ میں ہوں
جراروں کو جس تیغ نے مارا ہے وہ میں ہوں
دریا جو زمانے میں دو دھارا ہے وہ میں ہوں
کفار کی لاشوں سے بیاباں کو بھرا ہے
اسلام کا گلشن مرے پانی سے ہرا ہے

٨٧

پہچانتے تھے خوب پیمبرؐ مرے جوہر
کھولے ہیں ید اللہ نے اکثر مرے جوہر
مخفی نہیں جبرئیل امیں پر مرے جوہر
کرار نے دیکھے ہیں مکرر مرے جوہر
ہوں دشمن جاں جن بھی یہ سب جان گئے ہیں
جبرئیلؑ بھی لوہے کو مرے مان گئے ہیں

٨٨

اے قوم نکالے ہیں یہ بت میں نے حرم سے
ایماں کے گلستاں میں ہے رونق مرے دم سے
اقبال سے حیدرؑ کے محمدؐ کے حشم سے
سب سیکھے ہیں سجدے میں یہ جھکنا مرے خم سے
تھا فکر کا رشتہ جسے تسبیح کیا ہے
زنار کو ڈورے سے مرے کاٹ دیا ہے

٨٩

دیکھو مجھے میں تیغ عدو کے لئے اژدہا ہوں
قصر تن اعدا کے لئے سیل فنا ہوں
کھاتی ہے جو دشمن کا کلیجہ وہ بلا ہوں
کافر کے لئے درد ہوں مومن کی دوا ہوں
ناگن میں نہ ہوگی کبھی جو لہر ہے مجھ میں
چڑھ کر جو اترتا نہیں وہ زہر ہے مجھ میں

٩٠

ناگاہ بڑھے شاہ چلی تیغ چمک کے
جنگل کی طرف دوڑ گئی آگ بھڑک کے
شعلے نے لیا لشکر ناری کو لپک کے
تھرانے لگے شیر پہاڑوں میں دبک کے
ہر سو کرۂ نار کا عالم نظر آیا
میدان بلا جنس جہنم نظر آیا

۹۱

تیغ آئی چمک کر کہ قضا آئی سروں پر
لہرائی ہوئی سیل فنا آئی سروں پر
یا کھولے ہوئے منہ کو بلا آئی سروں پر
سر اڑتے ہیں جس سے وہ ہوا آئی سروں پر
دم بھر میں نہ صف تھی نہ سواروں کا پرا تھا
اعدا کا لہو تیغ کی باچھوں میں بھرا تھا

۹۲

جس صف پہ چمک کر وہ گئی ڈر گئے اعدا
بھاگڑ میں جو ہر ششدر و مضطر گئے اعدا
بس خون میں سر تا بہ قدم بھر گئے اعدا
بچھ بچھ گئے بس بس گئے مر مر گئے اعدا
مقتل میں سواروں پہ فرس لوٹ رہے تھے
دو ایک پہ اور پانچ پہ دس ٹوٹ رہے تھے

۹۳

اک برق چمکتی تھی صف فوج ستم پر
یوں کاٹ کے دستانے کو جاتی تھی جھلم پر
بسمل سی پھڑک جاتی تھی اس فوج کے دم پر
جس طرح چلے تیز چھری نرم قلم پر
ہر تسمے کے اڑا دینے میں فیاض تھی شمشیر
چار آئینہ قرطاس تھے مقراض تھی شمشیر

۹۴

سر گرتے تھے ہر بار زرہ پوشوں کے تن سے
ٹوٹی تھیں صفیں تیغ شہ قلعہ شکن سے
جوشن تن کفار میں بدتر تھے کفن سے
آتی تھی جو زن سے تو نکل جاتی تھی سن سے
کیا روکتے ڈھالوں پہ وہ تیغ دو زباں کو
روکا ہے کبھی باغ کے پتوں نے خزاں کو

۹۵

گہ ڈھال میں ڈوبی کبھی نیزے کی گرہ میں
مچھلی سی کبھی پیر گئی موج زرہ میں
ترکش میں کبھی گاہ کماں میں کبھی زہ میں
اک تیغ سے تھا زلزلہ برپا کہ و مہ میں
جب کوند کے اٹھی اسے افلاک پہ دیکھا
دیواروں کو چار آئینہ خاک پہ دیکھا

۹۶

مقتل سے جری تیغ و سپر چھوڑ کے بھاگے
یوں روح کے طائر تن و سر چھوڑ کے بھاگے
ہل چل تھی کہ بیٹوں کو پدر چھوڑ کے بھاگے
جیسے کوئی بھونچال میں گھر چھوڑ کے بھاگے
غل تھا کہ نماز اس کی پڑھو فرض یہی ہے
اے قوم اذا زلزلت الارض یہی ہے

۹۷

ریتی پہ تڑپتے ہوئے تن اس نے دکھائے
سو رنگ نہ چرخ کہن اس نے دکھائے
پھولے ہوئے زخموں کے چمن اس نے دکھائے
چلنے میں قیامت کے چلن اس نے دکھائے
خود آیۂ نصرت تھی ظفر کام تھا اس کا
مفتاح طلسمات جہاں نام تھا اس کا

۹۸

کس غول میں وہ صاعقہ کردار نہ چمکی
اس تیغ کے آگے کوئی تلوار نہ چمکی
کس فرق پہ بجلی سی وہ خونخوار نہ چمکی
تلوار تو کیا برق شرربار نہ چمکی
آنچ اس کی جلا دیتی تھی بجلی تھی قضا کی
کہتا تھا جہنم کہ پناہ اس سے خدا کی

۹۹

تن سرد ہوئے گرم ہوا موت کا بازار
جب صورت مقراض اٹھی تیغ شرربار
جہاں تن پہ گراں جنگ میں تھی دوش پہ سر بار
ابریشم خورشید مقرض ہوا ہر تار
تھراتا ہے مہر آج تلک چرخ بریں پر
ذرے یہ وہی ہیں جو چمکتے ہیں زمیں پر

۱۰۰
اک تیغ سے تھی چار طرف مشتعل آتش
تھی گرمی بازار اجل سے خجل آتش
اعدا کا تن آتش جگر آتش تھا دل آتش
آتش پہ برستی تھی پڑی متصل آتش
ارزاں تھیں شمشیر اجل دم نے خریدا
خود آگ کے مول اس کو جہنم نے خریدا

۱۰۱
ہر صف کو چمک کر تہ و بالا کیا اس نے
کاسے کو ہر اک سر کے پیالا کیا اس نے
لشکر کے اندھیرے کو اجالا کیا اس نے
خود آ گیا جب منھ پہ نوالا کیا اس نے
چار آئینہ کا ٹانا ہوئی حسرت کہہ دمہ کو
کڑیاں نہ ملیں کھا گئی اس طرح زرہ کو

۱۰۲
لشکر کو ادھر سطوت شاہی نے دبایا
تلواروں کو شمشیر الٰہی نے دبایا
گر گر کے سپاہی کو سپاہی نے دبایا
اٹھنے لگیں ڈھالیں تو سیاہی نے دبایا
نیزوں کے بھی سر خاک پہ ہیبت سے جھکے تھے
کیا چلتیں کہ تلواروں کے دم آپ رکے تھے

۱۰۳
اس تیغ کے منھ پر کوئی جاں باز نہ ٹھہرا
دہشت سے کوئی شعبدہ پرداز نہ ٹھہرا
ٹیلے پہ بھی جا کر قدر انداز نہ ٹھہرا
اک جا قدم سحر فسوں ساز نہ ٹھہرا
کنجشک کی کیا قدر ہے شہباز کے آگے
جادو کہیں چل سکتا ہے اعجاز کے آگے

۱۰۴
پھل اڑ گئے پتا ہوئے سب برچھیوں والے
دیکھے جو گل زخم پڑے جان کے لالے
شاخوں کی طرح صاف قلم ہو گئے بھالے
تھے ہر شجر قد کی جگہ خون کے تھالے
یہ رنگ لڑائی کا بدلتے نہیں دیکھا
یوں تیغ خزاں کو کبھی چلتے نہیں دیکھا

۱۰۵
جس صف پہ گئی زلزلہ برپا کیا اس نے
گرما کے جو منھ جانب دریا کیا اس نے
ہر قصر بدن کو تہ و بالا کیا اس نے
پانی کے نگہبانوں کو ٹھنڈا کیا اس نے
گردوں پہ دم تیغ اجل دم نظر آیا
سونے سے جو نکلے تو جہنم نظر آیا

۱۰۶
تھا شور کہ اس تیغ کا پانی نہیں سم ہے
تاب اس کی نہیں جادۂ صحرائے عدم ہے
دم بھر نہیں تھمتی ہے عجب طرح کا دم ہے
جو سر ہے وہ اس تیغ کی محراب میں خم ہے
جنات کو ڈر ہے اسی تیغ دوزباں کا
جوہر نہ کہو دام ہے یہ طائر جاں کا

۱۰۷
سو سو شجر باغ ستم کاٹ کے اٹھی
مغفر پہ جو چمکی تو جھلم کاٹ کے اٹھی
ہر نیزے کو مانند قلم کاٹ کے اٹھی
بیرق کو نہ پایا تو علم کاٹ کے اٹھی
غل تھا یہ بلا وہ ہے کہ ٹالی نہیں جاتی
گر پڑتی ہے جب برق تو خالی نہیں جاتی

۱۰۸
جب آ گئی وہ تیغ کمانوں کے برابر
تھے توڑ میں جو تیر سنانوں کے برابر
مقتولوں کے تودے ہوئے شانوں کے برابر
وہ خاک پہ غلطاں تھے نشانوں کے برابر
جا سکتی تھی گوشوں میں کہیں امن و اماں کے
موجود تھی مرکز کی طرح سر پہ کماں کے

۱۰۹

تھی صورت شین اس لئے وہ صاحب توقیر
حلقہ تھا نہ پیکاں تھا نہ گوشہ تھا نہ رہگیر
اسباب شجاعت کی سرآمد تھی وہ شمشیر
کٹ جاتے تھے مثل خط باطل الف تیر
ثابت کسی سرکش کے نہ ترکش کی سری تھی
بے چلہ کماں جو تھی دونوں نظری تھی

۱۱۰

اللہ ری ہلچل کے جدا ہو گئے یک بار
نیزے سے انی برچھی سے پھل تیر سے سوفار
گردن سے تو سر جسم سے دم ہاتھ سے تلوار
ہاتھوں سے کمانیں تو کمانوں سے کماندار
سینے کی نہ دل کو نہ خبر دل کی جگر کو
تلوار تلے چھوڑ گیا باپ پسر کو

۱۱۱

کونین میں تھا شور ثنائے شہ اکرم
آتی تھی یہ ہاتف کی صدا چرخ سے پیہم
کرتا تھا مباہات خداوند دو عالم
احسنت ہے اے اشرف ذرّیت آدم
کیوں کر نہ ہو تو کس کا گل اندام ہے شبیرؑ
اس پیاس میں یہ جنگ ترا کام ہے شبیرؑ

۱۱۲

بولے شہ والا کہ یہ سب لطف خدا ہے
نے زیست کی خواہش نہ تمنائے وغا ہے
میں کیا ہوں بھلا اور شجاعت مری کیا ہے
اب خنجر بے آب کا مشتاق گلا ہے
کچھ منہ سے نہ شکوہ غم جانکاہ میں نکلے
حسرت ہے کہ دم سجدۂ اللہ میں نکلے

۱۱۳

یہ کہہ کے لعینوں کو پکارے شہ ابرار
یہ عصر کا ہنگام ہے اے لشکر کفار
لو آؤ کہ اب میان میں ہم رکھتے ہیں تلوار
قاتل سے کہو تیز کرے خنجر خونخوار
تلواروں میں سجدے کے لئے کود پڑیں گے
اکبرؑ کی جوانی کی قسم اب نہ لڑیں گے

۱۱۴

زینبؑ نے سنی ڈیوڑھی سے جب شہ کی یہ تقریر
لاؤ صف ماتم کہ نہیں بچنے کے شبیرؑ
چلائی کہ لو رانڈ ہوئی بانوئے دلگیر
ہے ہے پسر فاطمہؑ نے روک لی شمشیر
عابدؑ کو جگا دو سفر اب کرتے ہیں بھائی
خود تیغ ستمگر کو طلب کرتے ہیں بھائی

۱۱۵

اب گھر سے نکلتی ہوں میں اے بیبیو آؤ
سوتے ہیں کہاں باپ کے عاشق کو جگاؤ
لو فوج نے گھیرا مرے بھائی کو بچاؤ
سر کھول کے سب آئیں یتیموں کو بلاؤ
نرغہ مرے ماں جائے پہ ہے اہل جفا کا
یہ وقت ہے بن باپ کے بچوں کی دعا کا

۱۱۶

گھبرا کے ادھر کھول دیئے بیبیوں نے سر
پرزے جو ہوا سر سے کمر تک تن اطہر
حضرت پہ ادھر ٹوٹ پڑے لاکھ ستمگر
گھوڑے سے گرا خاک پہ فرزند پیمبرؐ
پانی کے بھی سائل نہ ہوئے برچھیاں کھا کے
قبلے کی طرف جھک گئے سجدے میں خدا کے

۱۱۷

راوی نے لکھا ہے کہ تھا چار گھڑی دن
تھے عرش کو تھامے ہوئے سب عرش کے ساکن
جس وقت جھکا سجدے میں وہ خلق کا محسن
مقتل میں کھڑے پیٹ رہے تھے ملک و جن
پہلو سے نہ بیٹے کے جدا ہوتی تھی زہراؑ
سب خاک پہ گر پڑتے تھے جب روتی تھی زہراؑ

۱۱۸

جس صوت حسن سے شہ دیں کہتے تھے تکبیر
اے عابد و زاہد ہے تری کونسی تقصیر
ہاں کہتی تھی صدقے تری آواز کے شبیرؑ
ہا ہا ترے سینے میں گڑے جاتے ہیں سب تیر
بھولے نہ تھے یہ نحو عبادت ہوئے بیٹا
بتلاؤ تو زینبؑ سے بھی رخصت ہوئے بیٹا

۱۱۹

واں شمر سے بولا پسر سعد جفا کار
سید کا نہ یاور ہے کوئی اور نہ مددگار
سجدے میں بڑی دیر سے غش ہیں شہ ابرار
کیا دیر ہے جا کھینچ کے اب خنجر خونخوار
بہتر ہے اگر جلد گلا تیغ سے کٹ جائے
زینبؑ کہیں آکر نہ برادر سے لپٹ جائے

۱۲۰

تھراتا ہے دل شمر کا آنا کہوں کیونکر
اس سینے کا زانو سے دبانا کہوں کیونکر
اور فاطمہ کا خاک اڑانا کہوں کیونکر
سید کا زباں خشک دکھانا کہوں کیونکر
بیکس ہوئے سب شیعہ امام دوجہاں کے
کاٹا گیا بیٹے کا گلا سامنے ماں کے

۱۲۱

لے کر سر اقدس کو چلا شمر سیہ رو
یاں ٹوٹ پڑے لاشۂ بیکس پہ جفا جو
وہ ہاتھ ستمگار کا اور ہائے وہ گیسو
لٹنے لگی پوشاک تن سید خوش خو
ہتھیاروں کے لینے کو لڑے مرتے تھے ظالم
مظلوم کے لاشے پہ گرے پڑتے تھے ظالم

۱۲۲

بھاگا کوئی عمامہ پر خوں کو اٹھا کے
کھینچا کسی بے رحم نے دامن کو عبا کے
دستانے کوئی لے گیا شاہ شہدا کے
ہاتھوں سے کوئی کھولتا تھا بند قبا کے
مر کر بھی بڑے ظلم و ستم سہہ گئے شبیرؑ
اس دھوپ میں عریاں پڑے رہ گئے شبیرؑ

۱۲۳

ملبوس بدن لے گئے سب لوٹنے والے
پہلوئے مبارک میں گڑے رہ گئے بھالے
سینے سے کئی تیر کسی نے نہ نکالے
کیوں چرخ یہ حال اس کا جسے فاطمہ پالے
شبیرؑ کا سر نیزۂ خولی کی انی پر
تف دہر پہ اور خاک ہو دنیائے دنی پر

۱۲۴

اب تاب انیسؔ آگے سماعت کی نہیں بس
یارب مجھے دکھلا دے مزار شہ بیکس
مقبول امام دوجہاں ہے یہ مسدس
مر کر مرا مدفن ہو وہی ارض مقدس
پاکیزہ و طاہر لحد پاک سے اٹھوں
پہنے کفن اٹھوں تو اسی خاک سے اٹھوں

رباعی

ظاہر وہی الفت کے اثر ہیں اب تک
ہوتے ہیں علم آگے جب اٹھتی ہے ضریح
قربان شہ جن و بشر ہیں اب تک
عباسؑ علی سینہ سپر ہیں اب تک

رباعی

جو شے ہے فنا اسے بقا سمجھا ہے
ہے بحر جہاں میں عمر مانند حباب
جو چیز ہے کم اسے سوا سمجھا ہے
غافل اس زندگی کو کیا سمجھا ہے

مرثیہ ۱

برہم ہے مرقع چمنستانِ جہاں کا
سایے میں ہے مقتول کے بدن جانِ جہاں کا
ہوتا ہے سفر خلق سے سلطانِ جہاں کا
جنات میں ماتم ہے سلیمانِ جہاں کا
مضطر ہیں ملک شورِ تلاطم ہے فلک پر
آہ دلِ زہرا سے تلاطم ہے فلک پر

۲

تھرائے ہیں لوح و قلم و عرشِ معظم
باندھے ہیں ملائک کی صفیں حلقۂ ماتم
کرسی پہ یہ صدمہ ہے کہ ہلی جاتی ہے ہر دم
ڈر ہے نہ الٹ جائے کہیں دفترِ عالم
ہاتھوں سے عطارد کے قلم چھوٹ پڑا ہے
ہر فرد پہ اک غم کا فلک ٹوٹ پڑا ہے

۳

منہ ڈھانپے رہے رونے کے لیے چرخ پہ مہتاب
تاروں پہ بھی طاری ہے غم ایسا کہ نہیں تاب
سر کھولے ہے خورشید فلک چشم ہے پر آب
سیاروں پہ ثابت ہے کہ راحت ہوئی نایاب
قتلِ پسرِ سیدِ لولاک کا دن ہے
یہ خاتمۂ پنجتنِ پاک کا دن ہے

۴

ہے گلشنِ فردوس کا اس غم سے عجب حال
حوروں کے پرے پیٹتے ہیں کھولے ہوئے بال
پژمردہ ہیں گل باغِ خزاں دیدہ کی تمثال
ہے شور کہ گلزارِ علی ہوتا ہے پامال
پانی نہیں ملتا چمنِ مرتضوی کو
اب جان کے لالے ہیں حسین ابنِ علی کو

۵

نرگس ہے بیاباں میں کھڑی ششدر و حیراں
ہر سرو ہے مثلِ علمِ آہ نمایاں
اس سوگ میں سنبل کے بھی ہیں بال پریشاں
اور ملتے ہیں پتے کفِ افسوس کو ہر آں
ماتم ہے ہر اک گل کا گریبان پھٹا ہے
فریاد کی غنچوں کے چٹکنے میں صدا ہے

۶

نہروں کو بھی ہے جوشِ غمِ سبطِ پیمبر
روتے ہیں کنارے پہ کھڑے حیدرِ صفدر
ہر موج ہے سینے پہ رواں صورتِ خنجر
اک دیدۂ پر آب کی تصویر ہے کوثر
پیاسوں کے لیے جام جو بھر بھر کے دھرے ہیں
دو چشم کے ساغر ہیں کہ اشکوں سے بھرے ہیں

۷

حضرت پہ ادھر ہوتی ہے اعدا کی چڑھائی
سیدانیاں دیتی ہیں محمد کی دہائی
تنہا ہیں نہ بیٹا نہ بھتیجا ہے نہ بھائی
اعدا میں یہ غل ہے کہ کرو فتح لڑائی
ڈوبے ہوئے خوں میں شہدا گرد پڑے ہیں
گھوڑے پہ اکیلے شہِ ابرار کھڑے ہیں

۸

ہے تابشِ خور سے عرق افشاں رخِ گلفام
لو چلتی ہے خاک اڑتی ہے ظہر کا ہنگام
لب خشک ہیں پانی کا میسر نہیں اک جام
تنہا پہ چلی آتی ہے اندھی سی سپہ شام
پر شوقِ شہادت ہے شہنشاہِ زمن کو
بوچھاڑ سے تیروں کی بچاتے نہیں تن کو

۹

ہیں آگ میں تیغوں کی کھڑے پر نہیں کچھ غم
ہیں گرد بیاباں میں اٹے گیسوئے پرخم
امت پہ نہ آنچ آئے دعا ہے یہی ہر دم
نیلے ہیں لبِ لعل یہ ہے پیاس کا عالم
بو آتی ہے دریا سے برادر کے لہو کی
چھینٹیں ہیں قبا پر علی اکبر کے لہو کی

۱۰
ذکر غم عباس بھی اصلاً نہیں کرتے
خون علی اکبرؑ کا بھی دعوا نہیں کرتے
غیرت سے نظر جانب دریا نہیں کرتے
امت کے یہ ہیں ظلم یہ شکوا نہیں کرتے
پانی کے بھی طالب نہیں گو تشنہ دہن ہیں
کلمے میں نصیحت کے محبت کے سخن ہیں

۱۱
فرماتے ہیں باز آؤ مرے قتل سے یارو
کیوں منہ پہ چڑھے آتے ہو چلوں کو اتارو
مرنا ہے نہیں خانۂ عقبیٰ کو سنوارو
میں گوشہ نشیں خود ہوں مجھے تیر نہ مارو
دنیا پہ کسی کا کبھی قبضہ بھی ہوا ہے
مہماں کو بناتے ہو نشانہ یہ خطا ہے

۱۲
مظلوم مسافر پہ یہ لازم نہیں بیداد
کیا فائدہ خلعت کو پہن کر جو ہوئے شاد
برباد مجھے کر کے نہ ہو گے کبھی آباد
جس روز کفن پہنو گے وہ دن رہے یاد
ظاہر میں تو بیکس ہیں گرفتار الم ہیں
کام آتے ہیں جو قبر کی وحشت میں وہ ہم ہیں

۱۳
واں ہوگا نہ یہ اوج نہ یہ زور نہ یہ زر
بس ہیں تو کفن ہوئے گا اور خاک کا بستر
بے خیمہ و مسند و علم اور نہ لشکر
کام آئے گی اک دوستی آل پیمبرؐ
دشوار ہے واں خوف نکیرین سے سونا
آرام یہاں دو ہمیں پھر چین سے سونا

۱۴
تم سب مرے دشمن ہو میں ہوں دوست تمہارا
آزار دیے لوٹ چکے گھر مرا سارا
ہاتھ آئے گا کیا ایک مسافر کو جو مارا
بے جان کیا اس کو جو پسر تھا مرا پیارا
گاڑوں اسے اتنی مجھے مہلت نہیں دیتے
لاشوں کے اٹھانے کی بھی فرصت نہیں دیتے

۱۵
جلتی ہے پڑی دھوپ میں لاش علی اکبرؑ
یہ جسم کہاں اور کہاں خاک کی چادر
یہ گرم ہوا میں کبھی نکلے نہیں باہر
مٹی میں چھپا جاتا ہے میرا مہ انور
دادی سے کہا ہوگا یہ جنت کے چمن میں
بابا نے کفن دے کے نہ گاڑا ہمیں رن میں

۱۶
حضرت کے سخن سن کے یہ بولی سپہ شام
کھائیں گے ابھی دھوپ بہت اکبرؑ گلفام
کچھ جوہر شمشیر زباں کا نہیں یاں کام
ہم مستعد جنگ ہیں ہاں کھینچیے صمصام
صفین میں خیبر میں نہ کٹے کھیت پڑے ہیں
لاکھوں سے اکیلے اسد اللہ لڑے ہیں

۱۷
شہ نے کہا کیا دیکھو گے بیکس کی لڑائی
آنکھوں کی بصارت غم اکبرؑ میں گنوائی
دو روز سے اک بوند نہیں پانی کی پائی
جو ہاتھ میں قوت تھی وہ سب لے گئے بھائی
ہمدم نہیں اب گود کا پالا نہیں کوئی
جرأت بھی مری دیکھنے والا نہیں کوئی

۱۸
بابا سا کہوں آپ کو یہ منہ مرا کیا ہے
شبیرؑ تو بیکس ہے غریب الغربا ہے
وہ شیر خدا سیف خدا دست خدا ہے
نے فخر شجاعت ہے نہ دعوائے وغا ہے
کی تیغ عطا حق نے [illegible] انہیں کا
کچھ مجھ میں جو قوت ہے یہ صدقہ ہے انہیں کا

۱۹

یہ سب ہے پہ تم لوگوں سے عاجز نہیں شبیرؑ
کہتا ہوں میں اب بھی کہ مری کچھ نہیں تقصیر
جوہر مرے کھل جائیں گے کھینچوں گا جو شمشیر
حاضر ہوں ہیں سر کاٹ لو لے فرقۂ بے پیر
بے جنگ نہ بکیں تہ شمشیر جھکے گا
جب تیغ کھنچی پھر نہ مرا ہاتھ رکے گا

۲۰

کیوں غیظ میں لاتے ہو غریب الغربا کو
آزار نہ دو روح رسولؐ دوسرا کو
دیکھو نہ ستاؤ خلف شیر خدا کو
کوتاہ کرو دست تعدی و جفا کو
کیا فاطمہ کی آہ کا کچھ خوف نہیں ہے
بندے ہو پر اللہ کا کچھ خوف نہیں ہے

۲۱

اس پند و نصائح نے نہ کچھ کی انھیں تاثیر
گویا ہوئی اس دم اسد اللہ کی شمشیر
ہر صف سے جگر گوشۂ زہراؑ پہ چلے تیر
اب میان سے کھینچو مجھے یا حضرت شبیرؑ
ناری ہیں یہ حضرت سے انھیں بغض و حسد ہے
اب تا بہ کجا صبر رحیمی کی بھی حد ہے

۲۲

پیاروں کا سہا آپ نے غم مجھ کو نہ کھینچا
اکبرؑ نے بھی لی راہ عدم مجھ کو نہ کھینچا
بھائی کے ہوئے ہاتھ قلم مجھ کو نہ کھینچا
قاسم پہ چلی تیغ ستم مجھ کو نہ کھینچا
میں پاس ہوں اور آپ پہ کھنچیں تیر کماں سے
کس دن کے لئے پھر مجھے باندھا ہے کمر سے

۲۳

ہیں شرم سے آب آب ہوں یا سید ذی جاہ
آنے کا نہیں راہ پہ یہ لشکر گمراہ
رکھ لیجئے اب آبروے تیغ ید اللہ
ہیں کوہ گراں کو بھی سمجھتی ہوں پر کاہ
زندہ نہیں اترا ہے کوئی گھاٹ سے میرے
آگاہ ہیں جبریلؑ امیں کاٹ سے میرے

۲۴

اک ضرب میں میں نے سر مرحب کو اتارا
جنات کا لشکر تہ و بالا کیا سارا
اک دم میں کیا عمرو سے نامی کو دوپارا
آگے مرے لاکھوں نے کبھی دم نہیں مارا
بجلی کی طرح جب صف دشمن پہ گری ہوں
دم میں حق و باطل کو جدا کر کے پھری ہوں

۲۵

حضرت نے کہا مجھ پہ کھلے ہیں ترے جوہر
خوش صبر سے ہوتا ہے بہت خالق اکبر
امت یہ محمدؐ کی ہے کھینچوں تجھے کیوں کر
اے تیغ مناسب ہے توقف ابھی دم بھر
اس دکھ میں ہوں صابر یہ عنایت ہے خدا کی
اک اور مرے پاس امانت ہے خدا کی

۲۶

اس راہ میں جو کچھ تھا وہ سب میں نے لٹایا
پیری میں غم اکبرؑ کی جوانی کا اٹھایا
عباسؑ سے بازو کو بھی ہاتھوں سے گنوایا
جو باقی ہے وقت اس کی طلب کا بھی ہے آیا
کس طرح ابھی جنگ پہ تیار ہو شبیرؑ
پہونچا لے اسے بھی تو سبک بار ہو شبیرؑ

۲۷

یہ ذکر تھا جو ڈیوڑھی سے آواز یہ آئی
اٹھارہ برس کی تو لٹی میری کمائی
بچہ مرا مرتا ہے محمدؐ کی دہائی
اب اصغرؑ معصوم سے ہوتی ہے جدائی
جلد آیئے رن سے دم امداد ہے آقا
فریاد ہے فریاد ہے فریاد ہے آقا

۲۸
میدان سے پھرے شاہ صدا بانو کی سن کر
فضہ نے کہا بیبیو لو آتے ہیں سرور
ڈیوڑھی کے ادھر جمع تھے ناموس پیمبر
دوڑی علی اصغر کو لئے بانوئے مضطر
اشکوں سے رخ پاک کو دھونے لگے شبیر
پردے کے قریب آکے رونے لگے شبیر

۲۹
زینب نے کہا صدقے گئی خیمے میں آؤ
حضرت نے کہا بانوئے بیکس کو بلاؤ
کیا حال ہے بھائی مجھے صورت تو دکھاؤ
گھبرائے سے جلدی مرے معصوم کو لاؤ
شبیر طلبگار رضامندی رب ہے
سرکار خدا میں علی اصغر کی طلب ہے

۳۰
گھبرا گئی سن کر یہ سخن بانوئے ناچار
حاضر ہے کنیز آپ کی یا سید ابرار
پردے کے قریب آن کے بولی وہ دل افگار
لونڈی کے بھی مالک ہو اور اصغر کے بھی مختار
دودھ انکا بڑھائی یہ مرے دل میں ہوس ہے
خالق نے بلایا ہے تو پھر کیا مرا بس ہے

۳۱
آغوش میں لیجئے انہیں اے سید والا
وہ مر گئے اٹھارہ برس تک جنھیں پالا
صدقہ گئی حاضر ہے مرا ہنسلیوں والا
رو لی نہ زباں سے نہیں کچھ حرف نکالا
طاقت ہے مری آپ کو میں ٹوک سکوں گی
روکا تھا نہیں کب جو انہیں روک سکوں گی

۳۲
بانوئے دو عالم کو رضامند جو پایا
دے کر علی اصغر کو یہ بانو نے سنایا
فرزند ید اللہ نے ہاتھوں کو بڑھایا
آقا نے مجھے آخری دیدار دکھایا
برگشتہ یکایک مری تقدیر ہوئی ہے
لونڈی سے بھلا کون سی تقصیر ہوئی ہے

۳۳
فرمایا شہ دیں نے کہ اے بانوئے بے پر
جینا ہے مجھے دنیا میں گوارا نہیں دم بھر
شرمندہ بہت تم سے ہے فرزند پیمبر
کیا سامنے میں آؤں کہ ہے خوں میں بھرا اکبر
بے غسل و کفن خاک پہ ہے لال ہمارا
جو حال ہے اکبر کا وہی حال ہمارا

۳۴
فرما کے یہ میدان کو چلے حضرت شبیر
زینب نے کہا ہائے علی اصغر بے شیر
اور خاک پہ غش کھا کے گری بانوئے دلگیر
تھا شور کہ فریاد ہے اے مالک تقدیر
مڑ مڑ کے ہر اک رانڈ کو سمجھاتے تھے شبیر
روتے ہوئے مقتل کو چلے جاتے تھے شبیر

۳۵
اعدا کے قریں سر کو جھکائے ہوئے آئے
معصوم کو چھاتی سے لگائے ہوئے آئے
آنسو رخ انور پہ بہائے ہوئے آئے
اصغر کو ردا اپنی اوڑھائے ہوئے آئے
روتے تھے یہ صدمہ تھا شہ جن و ملک کو
بچے کو کبھی دیکھتے تھے گاہ فلک کو

۳۶
کچھ سوچ کے دامن رخ اصغر سے اٹھایا
ہر صاحب اولاد کو رو کر یہ سنایا
گویا کہ قمر ابر سے باہر نکل آیا
دو روز سے پانی نہیں اس لال نے پایا
حاضر ہوں میں خنجر مری گردن سے ملا دو
یہ تھوڑا سا پانی مرے بچے کو پلا دو

۳۷

تم لوگوں کے نزدیک جو مجرم ہے تو شبیر
بچہ ہے یہ اس کی ہے بھلا کون سی تقصیر
حضرت کی ابھی ختم ہوئی تھی نہ یہ تقریر
شمر ستم آرا نے پکارا کہ چلیں تیر
تھی سب کو عداوت خلف شاہ نجف سے
بچے پہ چلے تیر ستم چار طرف سے

۳۸

پیلے یہ کمانداروں کے تھا شمر سیہ رو
جھک جھک کے بچاتے تھے اُسے سیّد خوشخو
ناگاہ لگا حلق پہ اک تیر سہ پہلو
بچے کا گلا چھد گیا اور باپ کا بازو
دم بند ہوا باپ کو تکنے لگے اصغرؑ
منہ پھول کے ہاتھوں پہ سسکنے لگے اصغرؑ

۳۹

وہ چاند سا رخ زرد ہوا درد کے مارے
بس مٹھیاں باندھے ہوئے دنیا سے سدھارے
شہ لاش کو ریتی پہ لٹا کر یہ پکارے
اکبر انھیں لو یہ آئے ہیں پاس تمھارے
اصغر بھی رہ حق میں فدا ہو گئے بیٹا
ہم اس کی امانت سے ادا ہو گئے بیٹا

۴۰

بانو نے سنی سبط پیمبرؐ کی جو زاری
خیمے سے کئی بار نکل کر یہ پکاری
مٹی میں چھپاؤ نہ کمائی کو ہماری
لاش علی اصغر مجھے دے جاؤ میں واری
راحت سے مری گود میں آرام کریں گے
تنہا کبھی سوئے نہیں جنگل میں ڈریں گے

۴۱

حضرت نے کہا قتل ہوئے اصغر گلفام
اب پہلوئے اکبرؑ میں انھیں کرنے دو آرام
تم سے انھیں مطلب ہے نہ کچھ دودھ سے ہے کام
لو خیمے میں پھر جاؤ یہ ہے صبر کا ہنگام
اب بعد مرے اپنے جگر بند سے ملنا
مقتل میں جو آؤ گی تو فرزند سے ملنا

۴۲

لکھا ہے کہ جب لاش پسر رکھتے تھے سرور
سیدانیاں سب خیمے سے نکلی تھیں کھلے سر
تھا شور کہ ہے ہے علیؑ اصغرؑ علیؑ اصغرؑ
بیتاب تھی تیغ کمر حیدرؑ صفدر
رقت سے یہ احوال تھا تیغ دوزباں کا
جس طرح کہ مر جاتا ہے بچہ کسی ماں کا

۴۳

سینے میں تڑپتا تھا جو حضرت کا دل زار
لاش علی اصغر سے لپٹ جاتے تھے ہر بار
گویا ہوئی یہ حیدر کرارؑ کی تلوار
اب تو کوئی حجت نہیں یا سیّد ابرار
دیکھو تو مرا کاٹ کہ میں سیل فنا ہوں
حضرت نے کہا منتظر حکم خدا ہوں

۴۴

ناگاہ صدا آئی کہ اے سبط پیمبرؐ
تو صبر کے رتبے میں ہے ایوبؑ سے بہتر
دنیا میں نہ ہوگا نہ ہوا ہے ترا ہمسر
ہاں لشکر اعدا کو دکھا تیغ کے جوہر
گو فوج ادھر تیس ہزار اہل ستم ہیں
کیا غم ہے تجھے تیرے مددگار تو ہم ہیں

۴۵

جو چاہے کرے ہم نے وہ قدرت تجھے دی ہے
ہمت تجھے بخشی ہے شجاعت تجھے دی ہے
جو دی ہے علیؑ کو وہی طاقت تجھے دی ہے
اور اس کے سوا صبر کی دولت تجھے دی ہے
تجھ کو تو رسولوں سے سوا پیار کیا ہے
کونین کا ہم نے تجھے مختار کیا ہے

۴۶

تو کہہ تو ابھی خاک میں ان سب کو ملا دیں
پیاسا ہو تو پانی تجھے کوثر کا پلا دیں
جو مانگ وہ اصغر کی شہادت کا صلہ دیں
عباس کو زندہ کریں اکبر کو جلا دیں
باقی رہے تو اور فنا فوج ستم ہو
جو اجر شہادت ہے کچھ اس میں سے نہ کم ہو

۴۷

مولا نے یہ کی عرض سر عجز جھکا کر
اولاد بھی صدقے ہے تصدق ہے مرا سر
اس بندہ نوازی کے فدا سبط پیمبر
مشتاق ترے قرب کا ہے بندۂ احقر
یہ قوم جفا پیشہ و نا اہل ہے مولا
گر تیری عنایت ہو تو سب سہل ہے مولا

۴۸

خوش ہوں جو تری راہ میں سینے پہ لگیں تیر
غیظ آئے تو جب برچھیاں ماریں مجھے بے پیر
روکوں نہ سپر سے جو پڑے جسم پہ شمشیر
تسبیح ترے نام کی ہوے دم تکبیر
چھاتی پہ تو قاتل ہو تہ تیغ گلا ہو
ان سب کے عوض امت عاصی کا بھلا ہو

۴۹

خون علی اصغر کا صلہ ہو یہ عنایت
دنیا سے اٹھیں جب تو ملے گلشن جنت
یارب مرے شیعوں کی ہو اولاد کی راحت
نے قبر میں ایذا ہو نہ تنہائی میں وحشت
کوثر پہ میں جاؤں تو گذر ساتھ ہو ان کا
دامن ہو مرا حشر میں اور ہاتھ ہو ان کا

۵۰

دے امن انھیں گرمی محشر سے خدایا
آئی یہ ندا ان کو ملے گا یہی پایا
ہو سب کے سروں پر علم حمد کا سایا
ہووے گا جہاں شاہ وہیں ہوگی رعایا
خوش ہو تو کہ رتبے ترے شیعوں کے بڑھیں گے
وہ حشر کے دن نور کے ناقوں پہ چڑھیں گے

۵۱

ہمراہ ترے حشر میں ہوں گے ترے زوّار
وہ دوست ہمارے ہیں جو ہیں تیرے عزادار
کچھ راہ صراط ان پہ نہیں ہوئے گی دشوار
بن جائے گا ہر اشک کا قطرہ در شہوار
فردوس انھیں خلعت رحمت انھیں دیں گے
رونے کے عوض اجر شہادت انھیں دیں گے

۵۲

یہ سن کے ہوا شاد ید اللہ کا جایا
کی عرض کہ صدقے تری رحمت کے خدایا
ہرنے پہ کئی بار سر عجز جھکایا
جو کچھ کہ شہادت کا صلہ تھا سو وہ پایا
نازاں ہوں کہ تو خوش ہے حسین ابن علی سے
اس وقت کی لذت کوئی پوچھے مرے جی سے

۵۳

یہ کہہ کے بڑھے پھر دغا سرور عالی
دیکھی جو چمک روحوں سے قالب ہوئے خالی
تیغ کمر حیدر کرار نکالی
ڈھالوں کی گھٹا چار طرف چھا گئی کالی
فرمایا کہ ہاں ضربت شمشیر کو دیکھو
تو فاطمہ کے دودھ کی تاثیر کو دیکھو

۵۴

باندھی ہیں صفیں گرد بتاؤ کدھر آؤں
کس غول میں تلوار کو چمکا کے در آؤں
خالی کروں کس صف کو کسے خون میں بھر آؤں
خالق کا غضب آئے ادھر میں جدھر آؤں
پانی ہے ظفر قبضے پہ جب ہاتھ دھرا ہے
رگ رگ میں مری زور ید اللہ بھرا ہے

۵۵

مجھ سا نہیں دنیا میں کوئی آج اولوالعزم
سر کاٹنے کا اب بھی تمہارے جو کروں عزم
تنہا ہوں سفر کر گئے جو تھے مرے ہم بزم
ہو زیر و زبر چشم زدن میں یہ صف رزم
یاں مد نظر رحم ہے گو بے ادبی کی
پیش آیا ہے یہ امر کرامت ہو نبیؐ کی

۵۶

میں وہ ہوں کہ جس کا ہے پدر شیر الٰہی
مشہور ہے کفار کے لشکر کی تباہی
خیبر سی لڑائی میں مدد جس نے نہ چاہی
اقلیم شہادت کی ملی ہے ہمیں شاہی
قبضہ ہے وہی اور وہی تیغ دو سر ہے
جب ہاتھ اٹھایا تو سر دست ظفر ہے

۵۷

برق غضب خالق اکبر ہے یہ شمشیر
اعدا کے نگل جانے کو اژدر ہے یہ شمشیر
اے لشکر بد! قاتل عنتر ہے یہ شمشیر
مقراض اجل بہر تن و سر ہے یہ شمشیر
پانی سے اور آتش سے خمیر اس کا بنا ہے
بجلی ہے کبھی اور کبھی سیل فنا ہے

۵۸

کاٹ اس کا ہے بجز غضب حضرت معبود
ہے نصرت و اقبال و ظفر بات میں موجود
اک دم میں رہ امن و اماں ہوتی ہے مسدود
پشتہ اسی شمشیر کا ہے قاتل نمرود
خون سر اعدا ہے ہمیشہ خورش اس کی
پوچھے کوئی جبریل امیں سے برش اس کی

۵۹

مرحب سا جواں گر ہو تو اک ضرب میں مر جائے
دو کر کے تمہیں گاؤ زمیں سے بھی گذر جائے
عنتر ہو تو سر تا بہ قدم خوں میں بھر جائے
میں کہہ دوں کہ اے تیغ ٹھہر جا تو ٹھہر جائے
روکوں نہ تو دم لے نہ پر روح امیں پر
پھل جا کے لگے شاخ سر گاؤ زمیں پر

۶۰

فرما کے یہ گھوڑے کو جو رانوں میں دبایا
روباہوں کے انبوہ پہ اک شیر سا آیا
شبدیز نظر کیا کہ ہوا نے بھی نہ پایا
اللہ ری سرعت کہ ہرن ہو گیا سایا
غل تھا کبھی یوں آگ سے پارا نہیں اڑتا
اس شان سے جنگل میں چکارا نہیں اڑتا

۶۱

ملعونوں کو ٹاپوں سے کچلتا ہوا آیا
انبوہ میں اڑ اڑ کے سنبھلتا ہوا آیا
ہر سمت دل کفار کو ملتا ہوا آیا
غصے سے کنوتی کو بدلتا ہوا آیا
سب زیر قدم جرأت و سرعت کا چلن تھا
اس غول میں تھا شیر تو اس صف میں ہرن تھا

۶۲

پہنچے جو خیال آنکھوں میں بجلی سی چمک جائے
ساتھ اس کے خیال شعرا دوڑ کے تھک جائے
یوں فکر منجم بھی نہ بالائے فلک جائے
چتون وہ کہ شیروں کی نگہ جس سے جھپک جائے
سیہہ جو وہ کرتا تھا تو ہٹ جاتے تھے گھوڑے
ہر صف میں الف ہو کے الٹ جاتے تھے گھوڑے

۶۳

مشرق سے جو دوڑا کب اسے ہاں کہہ کے اڑائے
ہے سے الف ہاں ابھی یاں وصل نہ پائے
عقل حکما دنگ ہو سرعت وہ دکھائے
مغرب سے یہ خورشید فلک جا کے پھر آئے
دھوکا پر پرواز کا ہے دامن زیں پر
طاؤس ہوا پر ہے تو بجلی ہے زمیں پر

۶۴

ہیں صانع قدرت نے کفل سانچے میں ڈھالے
کہتے ہیں رکابوں کو جو ہیں دیکھنے والے
ہے پیار سے گردن میں عناں ہاتھوں کو ڈالے
ہیں دو دمہ نوزین نے دامن کو سنبھالے
گردن پہ عجب حسن سیہ یال اس کی پڑی ہے
گویا کہ پری کھولے ہوئے بال کھڑی ہے

۶۵

یہ تا حد امکان صفت عقل رسا جائے
کہسار سے دریا کی طرف مثل صدا جائے
بالائے فلک صورت شبدیز دعا جائے
دریا پہ جو دوڑا دے تو مانند ہوا جائے
سیر اُس کی اگر چشم کو منظور نظر ہو
آنکھوں میں پھرے یوں کہ نہ پتلی کو خبر ہو

۶۶

اُڑ جاتے ہیں رنگ رخ عاشق سے سبک خیز
پوئی میں غزالوں کے طراروں سے کہیں تیز
کاکل وہ کہ زلف سر لیلیٰ سے دلآویز
آقا کے ارادے کو سمجھتا تھا وہ مہمیز
جوں سایۂ آہو نہ قرار اس کو کہیں تھا
راکب نے جدھر آنکھ سے دیکھا یہ وہیں تھا

۶۷

بجلی سا چمکتا تھا ادھر فوج میں رہوار
سرگرم دعا تھا خلف حیدرؑ کرار
شعلہ سی چمکتی تھی ادھر تیغ شرربار
اک آگ لگا دی تھی جلے جاتے تھے کفار
سوزاں شجر قد تھے چناروں کی طرح سے
اُڑتا تھا لہو تن کا شراروں کی طرح سے

۶۸

اس برق سے نیزوں کے نیستاں میں لگی آگ
مارا جسے اس کے تن بے جاں میں لگی آگ
چلاتے تھے ناری کہ بیاباں میں لگی آگ
دامن سے جو بھڑکی تو گریباں میں لگی آگ
دوزخ میں انھیں الفت دنیا نے کھینچا
یہ آگ ہوئی سرد تو اس نار نے کھینچا

۶۹

جو نیزۂ خطی تھا سواروں کا قلم تھا
کفار کی تلواروں کا سر شرم سے خم تھا
یہ خط شکست ان کے مقدر میں رقم تھا
یاں دم بدم افزوں دم شمشیر دو دم تھا
بجلی سی گری جس پہ لہو چاٹ کے اٹھی
ہر غول سے دس بیس کے سر کاٹ کے اٹھی

۷۰

جس وقت جھک کر کسی سفاک پہ آئی
واں سے جو پھری توسن چالاک پہ آئی
سر سے کمر ظالم ناپاک پہ آئی
توسن کو بھی دو کرتی ہوئی خاک پہ آئی
قبضہ تو رہا دست جناب شہ دیں میں
اور تا بہ سر دنبالہ در آئی وہ زمیں میں

۷۱

ہر غول میں ضرب شہ ذی جاہ کا غل تھا
مقتل میں کہیں آہ کہیں واہ کا غل تھا
ہر سو برش تیغ ید اللہ کا غل تھا
افلاک تک العظمۃ للہ کا غل تھا
پانی تھے جگر خوف سے بیدادگروں کے
ڈوبے ہوئے تھے خون میں بادل سپروں کے

۷۲

آتے تھے جو پرا باندھ کے اسوار چپ و راس
دو بجلیاں گر پڑتی تھیں ہر بار چپ و راس
چلتی تھی عجب شان سے تلوار چپ و راس
لاشوں کے نظر آتے تھے انبار چپ و راس
مقتل میں سواروں کے رسالے تھے نہ تل تھی
بھالے بھی قلم تھے برچھیوں والے بھی قلم تھے

۷۳
اس شعلۂ آتش سے ہوا تھی شرر افشاں
گلزار خزاں دیدہ ہوا قتل کا میداں
پامال تھے سبزے کی روش دشمن ایماں
بکھرے ہوئے تھے چار طرف غنچۂ پیکاں
ٹکڑے شجر تیر قلم شاخ کماں تھی
کیا غم تھا کہ ڈھالوں کے پھولوں پہ خزاں تھی

۷۴
گھوڑا کسی سرکش نے پرے سے جو نکالا
مارا ستم آرا نے قریب آ کے جو بھالا
چلتی ہوئی تلوار کو حضرت نے سنبھالا
بجلی سی گری کوند کے تیغ شہ والا
اک وار میں ظالم کے ہر اک بند کو کاٹا
جوشن کو چلتے کو کمربند کو کاٹا

۷۵
آیا کوئی شہ زور اگر زد میں آ کر
چاہا کہ پٹک دوں اُسے گھوڑے سے اٹھا کر
ضرب اپنی نہ کی شاہ نے وار اس کا بچا کر
اک ہاتھ میں لی تیغ اور اک ہاتھ بڑھا کر
یوں بند کمر شاہ سرافراز نے پکڑا
تھا شور کہ کنجشک کو شہباز نے پکڑا

۷۶
مارا جو زمیں پر تو زمیں سے نہ اٹھی گرد
تھے تیغ کی دہشت سے سیہ کاروں کے منہ زرد
مقتل سے گیا قعر جہنم کو وہ نامرد
گرم اس کی ہوا لگ گئی جس کو وہ ہوا سرد
اعجاز یہ ہنگام روانی نظر آیا
پانی میں تو آگ آگ میں پانی نظر آیا

۷۷
ٹکڑے تھے کمانداروں کے ترکش لب دریا
سیماب تھا شبدیز زرہ پوش لب دریا
بے جان تھا کوئی اور کوئی غش لب دریا
برسائی تھی شمشیر نے آتش لب دریا
خشکی میں تری میں نہ کہیں امن کی جا تھی
ہر صف میں محمدؐ کی دوہائی کی صدا تھی

۷۸
تھا شور کہ اے سید ابرار اماں دو
آواز نبیؐ آئی کہ دلدار اماں دو
اب روک لو شمشیر شرربار اماں دو
بس پہونچے سزا کو یہ ستمگار اماں دو
مظلومی و غربت میں بڑا نام ہے بیٹا
جنگ اب نہ کرو عصر کا ہنگام ہے بیٹا

۷۹
سنتے ہی یہ آواز تھمے سید ابرار
چمکار کے گھوڑے کو رکھی میان میں تلوار
یاد آ گیا امت پہ فدا ہونے کا اقرار
بھر کر نفس سرد کھڑا ہو گیا رہوار
ڈر کر جو چھپے تھے وہ ستمگر نکل آئے
خیمے سے حرم قبر سے حیدر نکل آئے

۸۰
بادل کی طرح شہ پہ چڑھا شام کا لشکر
دیکھی نہ چمکتی ہوئی جب تیغ دو پیکر
تلواریں کھنچیں چلنے لگے نیزہ و خنجر
سر پیٹ کے چلانے لگی زینب مضطر
کیوں تھم گئے کس نے شہ ابرار کو روکا
ہے ہے مرے ماں جائے کی تلوار کو روکا

۸۱
یاں ضعف سے ہرنے پہ جھکے جاتے تھے سرور
ٹوٹا ہوا تھا تیروں سے سب سینۂ انور
لگتا تھا بدن پر کہیں نیزہ کہیں خنجر
تھے ایک ہزار اور کئی سو زخم بدن پر
شانے پہ کٹے پیچ عمامے کے پڑے تھے
گردن کو جھکائے ہوئے خاموش کھڑے تھے

۸۲

زخمی تھی جبیں تیروں سے تلواروں سے ابرو
بھالوں سے ستمگاروں کے مجروح تھے پہلو
زخمی نہ ہو ایسی نہ کوئی تن میں جگہ تھی
رخساروں پہ تھے خوں میں ڈوبے ہوئے گیسو
نوکیں تھیں سنانوں کی اور الماس سے بازو
ہاں خنجر خونخوار کی گردن پہ جگہ تھی

۸۳

اُڈے چلے آتے تھے سواروں کے رسالے
سینے سے اگر کھینچ کے دو تیر نکالے
رہ جاتی تھی برچھی کوئی سینے میں جو اڑ کر
خود بیچ میں اور چار طرف برچھیوں والے
اس عرصے میں اک جسم پہ سو چل گئے بھالے
جھک جاتے تھے ہر بار کلیجے کو پکڑ کر

۸۴

دریا کی ترائی کی طرف دیکھ کے ہر بار
اٹھو مرے ہمدم مرے صفدر مرے غمخوار
تلواروں سے بھائی کو بچاتے نہیں بھائی
چلاتے تھے کیا سوتے ہو عباسؑ علمدار
بھالے مرے سینے پہ لگاتے ہیں ستمگار
ہم گھوڑے سے گرتے ہیں تم آتے نہیں بھائی

۸۵

پھر رو کے پکارے علیؑ اکبر تمھیں آؤ
واں آ نہیں سکتا ہے یہ بے پر تمھیں آؤ
ہاں آن کے تھامو یہ پدر تم پہ فدا ہو
عباسؑ تو آتے نہیں دلبر تمھیں آؤ
بیکس کی مدد کو مرے صفدر تمھیں آؤ
بیٹا تمھیں بابا کی ضعیفی کے عصا ہو

۸۶

بس لیتے تھے حضرت جو لگا پشت پہ بھالا
جبرئیلؑ نے قدموں سے رکابوں کو نکالا
غش ہو گیا طاری جو شہِ عرش نشیں پر
قربوس پہ تھرا کے گرے سید والا
اور ہاتھوں کو گردن میں ید اللہ نے ڈالا
بس ٹیک دیا گھوڑے نے گھٹنوں کو زمیں پر

۸۷

مرکب سے جدا ہو کے جو تڑپے شہِ ابرار
فرمایا کہ منزل پہ تو پہونچا ترا اسوار
اب تیغ لئے ذبح کو جلاد بڑھے گا
گرد شہِ دیں کے لگا پھرنے وہ رہوار
رخصت ہو کہ سر اُترے تو ہم بھی ہوں سبکبار
قاتل تری اسوار کی چھاتی پہ چڑھے گا

۸۸

نیزے کی سواری ہے اب اور فاطمہ کا لال
ٹاپوں کے تلے لاش مری ہوئے گی پامال
سجادؑ کو آگاہ مرے حال سے کر دے
الفت ہو تجھے دیکھ سکے گا نہ مرا حال
زینبؑ نہ نکل آئے کہیں کھولے ہوئے بال
جا بانوئے بیکس کو رانڈاپے کی خبر دے

۸۹

اب آئیں گے خیمے کے جلانے کو ستمگار
سجادؑ سے کہنا کہ میں صدقے ترے بیمار
خاصانِ خدا کے لئے ایذا و محن ہے
کہہ دیجو بہن سے کہ سکینہؑ سے خبردار
گر بیڑیاں پہنائیں تو کیجیو نہ تکرار
بندھوائیو گردن کہ یہ دادا کا چلن ہے

۹۰

گھوڑے کو شہِ دیں نے یہ پیغام دیا جب
خالی اسے دیکھا تو لگی پیٹنے زینبؑ
زخمی تھا سراپا کہاں زخم لگے تھے
مقتل سے چلا سر کو پٹکتا ہوا مرکب
یاں قبلۂ عالم پہ عدو ٹوٹ پڑے سب
تن میں گنتی تھیں جہاں زخم لگے تھے

۹۱

خیمے سے جو زینب کے نکل آنے کا تھا دھیان
گر پڑتے تھے اٹھ اٹھ کے زمیں پر شہ ذیشان
ڈیوڑھی سے یہ بانو کی صدا آتی تھی ہر آن
ہے ہے مرے سید تری تنہائی کے میں قربان
تیغوں کے تلے باپ کو تکتی تھی سکینہؑ
چھاتی سے لپٹنے کو بلکتی تھی سکینہؑ

۹۲

شمر ستم آرا نے جو خنجر کو نکالا
سجدے میں جھکا فاطمہؑ کی گود کا پالا
حیدرؑ نے تو ہاتھوں سے کلیجے کو سنبھالا
زہراؑ نے کہا ہائے مری گود کا پالا
فرزند کے پہلو سے نہ ہٹتے تھے محمدؐ
گر گر کے نواسے سے لپٹتے تھے محمدؐ

۹۳

قرآن پہ رکھنے جو لگا پاؤں ستمگار
تھرائی زمیں کانپ گیا گنبد دوار
دریا میں تلاطم ہوا ٹکرا گئے کہسار
مجروح تھے سر تا بہ قدم سید ابرار
سینہ جو دبا تیروں کی سریاں نکل آئیں
سر کھولے ہوئے قاف سے پریاں نکل آئیں

۹۴

کس منہ سے کہوں ذبح کیا شاہ کو کیونکر
کافی ہے بس اتنا کہ چلا حلق پہ خنجر
سر لے کے عمرو پاس گیا شمر ستمگر
ریتی پہ تڑپتا رہا شبر کا تن اطہر
لاشے پہ ادھر ٹوٹ پڑی فوج شقی کی
لٹنے لگی پوشاک حسین ابن علیؑ کی

۹۵

جابر نے تو مظلوم کی دستار اٹھا لی
لیسکر بن اشعث نے عبا دوش پہ ڈالی
لی اسود بے رحم نے تیغ شہ عالی
مالک نے زرہ جسم مطہر سے نکالی
دستانے کٹے ہاتھوں سے غازی کے اتارے
بیدینوں نے موزے بھی نمازی کے اتارے

۹۶

تاج سر شاہ شہدا لے گیا کوئی
تیروں سے چھنی تن کی قبا لے گیا کوئی
پیراہن محبوبؐ خدا لے گیا کوئی
خاتون قیامت کی ردا لے گیا کوئی
عریاں تھا بدن خاک پہ تھی پشت مبارک
خاتم کے لئے کاٹ لی انگشت مبارک

۹۷

خامے کو بس اب روک انیس جگر افگار
خالق سے دعا مانگ کہ اے ایزد غفار
زندہ رہیں دنیا میں شہ دیں کے عزادار
غیر از غم شہ اُن کو نہ ہو غم کوئی زنہار
آنکھوں سے مزار شہ دلگیر کو دیکھیں
اس سال میں بس روضۂ شبیر کو دیکھیں

سلام

۱
رنج دنیا سے کبھی چشم اپنی نم رکھتے نہیں
جز غم آل عبا ہم اور غم رکھتے نہیں

۲
کربلا پہونچے زیارت کی ہمیں پرواہ کیا
اب ارم بھی ہاتھ آئے تو قدم رکھتے نہیں

۳
در پہ شاہوں کے نہیں جاتے فقیر اللہ کے
سر جہاں رکھتے ہیں سب ہم واں قدم رکھتے نہیں

۴ صورتِ محراب خم ہو کر بصد عجز و نیاز / سر نہ رکھیں گر تو منبر پر قدم رکھتے نہیں

۵ دیکھنا کل ٹھوکریں کھاتے پھریں گے اُن کے سر / آج نخوت سے زمیں پر جو قدم رکھتے نہیں

۶ کہتے تھے اعدا کہ سچ ہے یہ بھی علیؑ کے شیر ہیں / جب بڑھاتے ہیں تو پھر پیچھے قدم رکھتے نہیں

۷ دھو دیے اشکوں نے دفتر سے تمام اعمالِ زشت / ہم تری پروا کچھ اے ابرِ کرم رکھتے نہیں

۸ جو سخی ہیں مالِ دنیا سے ہیں خالی اُن کے ہاتھ / اہلِ دولت وہ ہیں جو دستِ کرم رکھتے نہیں

۹ جو مقدر ہے وہ ملتا ہے تری سرکار سے / ہم ہیں صابر کچھ خیالِ بیش و کم رکھتے نہیں

قطعہ

۱۰ زور سے اُس کے لیا ہے ہم نے میدانِ سخن / اور نیزہ ہاتھ میں غیر از قلم رکھتے نہیں

۱۱ یہ دوات و خامہ ہے ملکِ فصاحت کا نشاں / کون کہتا ہے کہ ہم طبل و علم رکھتے نہیں

۱۲ نقدِ جاں تک دے کے ہم جاتے ہیں یاں سے وقتِ کوچ / عاریت جو شے ہو اس کو پاس ہم رکھتے نہیں

۱۳ ایک کشکولِ توکل ایک نقدِ جاں ہے پاس / ہیں غنی دل سے کوئی دام و درم رکھتے نہیں

۱۴ کہتے تھے سجادؑ کھینچ سکتی نہ تھیں جب بیڑیاں / کیا کروں اس بوجھ کی طاقت قدم رکھتے نہیں

قطعہ

۱۵ کہتی تھیں رانڈیں کسے لوٹو گے آ کر ظالمو / سیم و زر شبیرؑ کے اہلِ حرم رکھتے نہیں

۱۶ فقر و فاقے ہیں ہمیشہ ہو گئی سب کی بسر / ان رداؤں کے سوا کچھ اور ہم رکھتے نہیں

۱۷ یہ مکان محبوبِ حق کا ہے نہ آنا اس طرف / بے اجازت یاں ملائک بھی قدم رکھتے نہیں

۱۸ چادریں جب چھنیں رانڈوں کی تو عابدؑ نے کہا / کچھ حیا و شرم یہ اہلِ ستم رکھتے نہیں

۱۹ مرثیہ اک دن میں کیا سب چھٹ کے اُٹھو گے انیسؔ / ہاتھ سے کیوں آج قرطاس و قلم رکھتے نہیں

رباعی

۲۰
دل کو مرے شغل غمگساری کا ہے
غفلت میں بھی طور ہوشیاری کا ہے
گردوں کو اگر ہے سرکشی کا غرہ
ہم کو بھی غرور خاکساری کا ہے

مرثیہ

جب قطع کی مسافت شب آفتاب نے — جلوہ کیا سحر کے رخ بے حجاب نے
دیکھا سوئے فلک شہ گردوں رکاب نے — مڑ کر صدا رفیقوں کو دی اُس جناب نے
آخر ہے رات حمد و ثنائے خدا کرو — اٹھو فریضۂ سحری کو ادا کرو

۲
ہاں غازیو! یہ دن ہے جدال و قتال کا — یاں خوں بہے گا آج محمد کی آل کا
چہرہ خوشی سے سرخ ہے زہرا کے لال کا — گذری شب فراق دن آیا وصال کا
ہم وہ ہیں غم کریں گے ملک جنکے واسطے — راتیں تڑپ کے کاٹی ہیں اس دن کے واسطے

۳
یہ صبح ہے وہ صبح مبارک ہے جس کی شام — یاں سے ہوا جو کوچ تو ہے خلد میں مقام
کوثر پہ آبرو سے پہونچ جائیں تشنہ کام — لکھے خدا نماز گزاروں میں اپنا نام
سب ہیں وحید عصر یہ غل چار سو اُٹھے — دنیا سے جو شہید اُٹھے سرخرو اُٹھے

۴
یہ سن کے بستروں سے اُٹھے وہ خدا شناس — اک اک نے زیب جسم کیا فاخرہ لباس
شانے محاسنوں میں کیے سب نے بے ہراس — باندھے عمامے آئے امام زماں کے پاس
رنگیں عبائیں دوش پہ کمریں کسے ہوئے — مشک و زباد و عطر میں کپڑے بسے ہوئے

۵
سوکھے لبوں پہ حمد الٰہی رخوں پہ نور — خوف و ہراس و رنج و کدورت دلوں سے دور
فیاض حق شناس اولوالعزم ذی شعور — خوش فکر و بذلہ سنج و ہنر پرور و غیور
کانوں کو حسن صوت سے حظ بر ملا ملے — باتوں میں وہ نمک کہ دلوں کو مزا ملے

۶
ساونت بردبار فلک مرتبت دلیر — عالی منش سبا میں سلیمان وغا میں شیر
گردن دہر اُن کی زبردستیوں سے زیر — فاقے سے تین دن کے مگر زندگی سے سیر
دنیا کو ہیچ و پوچ سراپا سمجھتے ہیں — دریا دلی سے بحر کو قطرا سمجھتے ہیں

۷
تقریر میں وہ رمز و کنائے کہ لاجواب — نکتہ بھی منہ سے گر کوئی نکلا تو انتخاب
گویا دہن کتاب بلاغت کا ایک باب — سوکھی زبانیں شہد فصاحت سے کامیاب
ہجوں پہ شاعران عرب تھے مرے ہوئے — پستے لبوں کے وہ کہ نمک سے بھرے ہوئے

۸
لب پر ہنسی گلوں سے زیادہ شگفتہ رو — پیدا تنوں سے پیرہن یوسفی کی بو
غلماں کے دل میں جن کی غلامی کی آرزو — پرہیزگار و زاہد و ابرار و نیک خو
بحر میں ایسے لعل صدف میں گہر نہیں — حوروں کا قول تھا کہ ملک ہیں بشر نہیں

۹
پانی نہ تھا وضو جو کریں وہ فلک مآب — پر تھی رخوں پہ خاک تیمم سے طرفہ آب
باریک ابر میں نظر آتے تھے آفتاب — ہوتے ہیں خاکسار غلام ابوتراب
مہتاب سے رخوں کی صفا اور ہو گئی — مٹی سے آئنوں میں جلا اور ہو گئی

۱۰
خیمے سے نکلے شہ کے عزیزان خوش خصال
قاسم سا گلبدن علی اکبر سا خوش جمال
جن میں کئی تھے حضرت خیر النسا کے لال
اک جا عقیل و مسلم و جعفر کے نونہال
سب کے رخوں کا نور سپہر بریں پہ تھا
اٹھارہ آفتابوں کا غنچہ زمیں پہ تھا

۱۱
وہ صبح اور وہ چھاؤں ستاروں کی اور وہ نور
پیدا گلوں سے قدرت اللہ کا ظہور
دیکھے تو غش کرے ارنی گوئے اوج طور
وہ جا بجا درختوں پہ تسبیح خواں طیور
گلشن خجل تھے وادی مینو اساس سے
جنگل تھا سب بسا ہوا پھولوں کی باس سے

۱۲
ٹھنڈی ہوائیں سبزۂ صحرا کی وہ لہک
وہ جھومنا درختوں کا پھولوں کی وہ مہک
شرمائے جس سے اطلس زنگاری فلک
ہر برگ گل پہ قطرۂ شبنم کی وہ جھلک
ہیرے خجل تھے گوہر یکتا نثار تھے
پتے بھی ہر شجر کے جواہر نگار تھے

۱۳
قرباں صنعت قلم آفریدگار
عاجز ہے فکرت شعرائے ہنر شعار
تھی ہر ورق پہ صنعت ترصیع آشکار
ان صنعتوں کو پائے کہاں عقل سادہ کار
عالم تھا محو قدرت رب عباد پر
مینا کیا تھا وادی مینو سواد پر

۱۴
وہ نور اور وہ دشت سہانا سا وہ فضا
وہ جوش گل وہ نالۂ مرغان خوش نوا
دراج و کبک و تیہو و طاؤس کی صدا
سردی جگر کو بخشتی تھی صبح کی ہوا
پھولوں سے سبز سبز شجر سرخ پوش تھے
تھالے بھی نخل کے سبد گل فروش تھے

۱۵
وہ دشت وہ نسیم کے جھونکے وہ سبزہ زار
اٹھنا وہ جھوم جھوم کے شاخوں کا بار بار
پھولوں پہ جا بجا وہ گہرہائے آبدار
بالائے نخل ایک جو بلبل تو گل ہزار
خواہاں تھے زیب گلشن زہرا جو آب کے
شبنم نے بھر دیے تھے کٹورے گلاب کے

۱۶
وہ قمریوں کا چار طرف سرو کے ہجوم
سبحان ربنا کی صدا تھی علی العموم
کو کو کا شور نالۂ حق سرہ کی دھوم
جاری تھے وہ جو ان کی عبادت کے تھے رسوم
کچھ گل فقط نہ کرتے تھے رب علا کی مدح
ہر خار کو بھی نوک زباں تھی خدا کی مدح

۱۷
چیونٹی بھی ہاتھ اٹھا کے یہ کہتی تھی بار بار
یا حی یا قدیر کی تھی ہر طرف پکار
اے دانہ کش ضعیفوں کے رازق ترے نثار
تسبیح تھی کہیں کہیں تہلیل کردگار
طائر ہوا میں مست ہرن سبزہ زار میں
جنگل کے شیر گونج رہے تھے کچھار میں

۱۸
کانٹوں میں اک طرف تھے ریاض نبی کے پھول
دنیا کی زیب و زینت کاشانۂ بتول
خوشبو سے جن کی خلد تھا جنگل کا عرض و طول
وہ باغ تھا لگا گئے تھے خود جسے رسول
ماہ عزا کے عشرۂ اول میں لٹ گیا
وہ باغیوں کے ہاتھ سے جنگل میں لٹ گیا

۱۹
اللہ رے خزاں کے دن اس باغ کی بہار
دولہا بنے ہوئے تھے اجل تھی گلوں کا ہار
پھولے سماتے تھے نہ محمدؐ کے گلعذار
جاگے وہ ساری رات کے وہ نیند کا خمار
راہیں تمام جسم کی خوشبو سے بس گئیں
جب مسکرائے پھولوں کی کلیاں کھل گئیں

۲۰
وہ دشت اور خیمۂ زنگار گوں کی شان
بے چوبہ سپہر بنے جس کا سائبان
گویا زمیں پہ نصب تھا اک تازہ آسمان
بیت العتیق دین کا مدینہ جہاں کی جان
اللہ کے حبیب کے پیارے اسی میں تھے
سب عرش کبریا کے ستارے اسی میں تھے

۲۱
گردوں پہ ناز کرتی تھی اس دشت کی زمیں
پردے سے تھے رشک پردۂ چشمان حور عیں
کہتا تھا آسمان وہم چرخ ہفتمیں
تاروں سے تھا فلک اسی خرمن کا خوشہ چیں
دیکھا جو نور شمسۂ کیواں جناب پر
کیا کیا ہنسی ہے صبح گل آفتاب پر

۲۲
ناگاہ چرخ پر خط ابیض ہوا عیاں
سجادے بچھ گئے عقب شاہ انس و جاں
تشریف جانماز پہ لائے شہ زماں
صوت حسن سے اکبر مہرو نے دی اذاں
ہر اک کی چشم آنسوؤں سے ڈبڈبا گئی
گویا صدا رسولؐ کی کانوں میں آ گئی

۲۳
چپ تھے طیور جھومتے تھے وجد میں شجر
محو ثنا کلوخ و نباتات دشت و در
تسبیح خواں تھے برگ و گل و غنچہ و ثمر
پانی سے منہ نکالے تھے دریا کے جانور
اعجاز تھا کہ دلبر شبیر کی صدا
ہر خشک و تر سے آتی تھی تکبیر کی صدا

۲۴
ناموس شاہ روتے تھے خیمے میں زار زار
زینب بلائیں لے کے یہ کہتی تھی بار بار
چپکی کھڑی تھی صحن میں بانوئے نامدار
صدقے نمازیوں کے موذن کے میں نثار
کرتے ہیں یوں ثنا صفت ذوالجلال کی
لوگو اذاں سنو مرے یوسف جمال کی

۲۵
یہ حسن صوت اور یہ قرأت یہ شد و مد
گویا ہے لحن حضرت داؤد با خرد
حقا کہ افصح الفصحا ہے انہیں کا جد
یارب رکھ اس صدا کو زمانے میں تا ابد
شعبے صدا میں پنکھڑیاں جیسے پھول میں
بلبل چہک رہا ہے ریاض رسول میں

۲۶
میری طرف سے کوئی بلائیں تو لینے جائے
وہ لو دعی کہ جس کی طلاقت دلوں کو بھائے
عین الکمال سے تجھے بچے خدا بچائے
دو دو دن ایک بوند بھی پانی کی وہ نہ پائے
غربت میں پڑ گئی ہے مصیبت حسینؑ پر
فاقہ یہ تیسرا ہے مرے نور عین پر

۲۷
صف میں ہوا جو نعرۂ قد قامت الصلوٰۃ
وہ نور کی صفیں وہ مصلے ملک صفات
قائم ہوئی نماز اٹھے شاہ کائنات
سردار کے قدم کے تلے تھی رہ نجات
مولا تھے جانماز ہدایت مناط پر
یا قبلہ رو کھڑے تھے سلیماں بساط پر

۲۸

قرآں کھلا ہوا کہ جماعت کی تھی نماز
سطریں تھیں یا صفیں عقب شاہ سرفراز
بسم اللہ جیسے آگے ہو یوں تھے شہ حجاز
کرتی تھی خود نماز بھی ان کی ادا پہ ناز
صدقے سحر بیاض پہ بین السطور کی
سب آیتیں تھیں مصحف ناطق کے نور کی

۲۹

امید مغفرت تھی علی علیم سے
لیکن ڈگیں نہ پاؤں رہ مستقیم سے
غیر از کرم کچھ اور نہ ہوگا کریم سے
پہلے اشارہ ہے یہ الف لام میم سے
حبل المتین یہی ہیں نجات انکے ہاتھ ہے
قرآن کا اور آل محمدؐ کا ساتھ ہے

۳۰

باہم مکبّروں کی صدائیں وہ دل پسند
ایماں کا نور چہروں پہ تھا چاند سے دوچند
کرّوبیان عرش تھے سب جس سے بہرہ مند
خوف خدا سے کانپتے تھے سب کے بند بند
خم گردنیں تھیں سب کی خضوع اور خشوع میں
سجدوں میں چاند تھے مہ نو تھے رکوع میں

۳۱

اک صف میں سب محمدؐ و حیدرؑ کے رشتہ دار
پر سب جگر فگار حق آگاہ خاکسار
اٹھارہ نوجواں تھے اگر کیجئے شمار
پیرو امام پاک کے دنیا کے روزگار
تسبیح ہر طرف تہ افلاک انہیں کی ہے
جس پر درود پڑھتے ہیں یہ خاک انہیں کی ہے

۳۲

دنیا سے اٹھ گیا وہ قیام اور وہ قعود
وہ عجز وہ طویل رکوع اور وہ سجود
ان کے لئے تھی بندگی واجب الوجود
طاعت میں نیست جانتے تھے اپنی ہست و بود
طاقت نہ چلنے پھرنے کی تھی ہاتھ پاؤں میں
گر گر کے سجدے کر گئے تیغوں کی چھاؤں میں

۳۳

ہاتھ اُن کے جب قنوت میں اُٹھے سوئے خدا
تھرّائے آسماں ہلا عرش کبریا
خود ہو گئے فلک پہ اجابت کے باب وا
شہپر تھے دونوں ہاتھ پئے طائر دعا
وہ خاکسار محو تضرع تھے فرش پر
روح القدس کی طرح دعائیں تھیں عرش پر

۳۴

فارغ ہوئے نماز سے جب قبلۂ انام
چومے کسی نے دست شہنشاہ خاص و عام
آئے مصلّے کو جوانان تشنہ کام
آنکھیں ملیں قدم پہ کسی نے باحترام
کیا دل تھے کیا سپاہ رشید و سعید تھی
باہم معانقے تھے کہ مرنے کی عید تھی

۳۵

سجدے میں شکر کے کوئی تھا مرد باخدا
نعت نبی کہیں تھی کہیں حمد کبریا
پڑھتا تھا کوئی حزن سے قرآں کوئی دعا
مولا اٹھا کے ہاتھ یہ کرتے تھے التجا
فاقوں پہ تشنہ کامی و غربت پہ رحم کر
یا رب مسافروں کی جماعت پہ رحم کر

۳۶

زاری تھی التجا تھی مناجات تھی اُدھر
کہتا تھا ابن سعد یہ جا جا کے نہر پر
واں صف کشی و ظلم و تعدی و شور و شر
گھاٹوں سے ہوشیار ترائی سے باخبر
دو روز سے ہے تشنہ دہانی حسینؑ کو
ہاں مرتے دم بھی دیجو نہ پانی حسینؑ کو

۳۷

بیٹھے تھے جا نماز پہ شاہ فلک سریر
دیکھا ہر اک نے مڑ کے سوئے لشکر شریر
ناگہ قریب آ کے گرے تین چار تیر
عباس اٹھے تول کے شمشیر بے نظیر
پروانہ تھے سراج امامت کے نور پر
روکی سپر حضور کرامت ظہور پر

۳۸

اکبر سے مڑ کے کہنے لگے سرور زماں
باندھے ہے سرکشی پہ کمر لشکر گراں
تم جا کے کہدو خیمے میں یہ اے پدر کی جاں
بچوں کو لے کے صحن سے ہٹ جائیں بیبیاں
غفلت میں تیر سے کوئی بچہ تلف نہ ہو
ڈر ہے مجھے کہ گردن اصغر ہدف نہ ہو

۳۹

کہتے تھے یہ پسر سے شہ آسماں سریر
ہے ہے علی کی بیٹیاں کس جا ہوں گوشہ گیر
فضہ پکاری ڈر سے کہ اے خلق کے امیر
اصغر کے گاہوارے تک آ کر گرے ہیں تیر
گرمی میں ساری رات تو گھٹ گھٹ کے روئے ہیں
بچے ابھی تو سرد ہوا پا کے سوئے ہیں

۴۰

باقر کہیں پڑا ہے سکینہ کہیں ہے غش
رو رو کے سو گئے ہیں صغیران ماہوش
گرمی کی فصل یہ تب و تاب اور یہ عطش
بچوں کو لے کے یاں سے کہاں جائیں فاقہ کش
یہ کس خطا پہ تیر پیاپے برستے ہیں
ٹھنڈی ہوا کے واسطے بچے ترستے ہیں

۴۱

اٹھے یہ شورش کے امام فلک وقار
فرمایا مڑ کے چلتے ہیں اب بہر کارزار
ڈیوڑھی تک آئے ڈھالوں کو روکے رفیق و یار
کریں کسو جہاد یہ منگواؤ راہوار
دیکھیں فضا بہشت کی دل باغ باغ ہو
امت کے کام سے کہیں جلدی فراغ ہو

۴۲

فرما کے یہ حرم میں گئے شاہ بحر و بر
جوشن پہن کے حضرت عباس نامور
ہونے لگیں صفوں میں کمر بندیاں ادھر
دروازے پر ٹہلنے لگے مثل شیر نر
پرتو سے رخ کے برق چمکتی تھی خاک پر
تلوار ہاتھ میں تھی سپر دوش پاک پر

۴۳

شوکت میں رشک تاج سلیماں تھا خود سر
دستانے دونوں فتح کا مسکن ظفر کا گھر
کلغی پہ لاکھ بار تصدق ہما کے پر
وہ رعب الاماں وہ تہور کہ الحذر
جب ایسا بھائی ظلم کی تیغوں میں آڑ ہو
پھر کس طرح نہ بھائی کی چھاتی پہاڑ ہو

۴۴

خیمے میں جا کے شہ نے یہ دیکھا حرم کا حال
زینبؑ کی یہ دعا ہے کہ اے رب ذوالجلال
چہرے تو فق ہیں اور کھلے ہیں سروں کے بال
بچ جائے اس فساد سے خیر النسا کا لال
بانوے نیک نام کی کھیتی ہری رہے
صندل سے مانگ بچوں سے گودی بھری رہے

۴۵

آفت میں ہے مسافر صحرائے کربلا
غربت میں ٹھن گئی جو لڑائی تو ہوگا کیا
بیکس پہ یہ چڑھائی ہے سید پہ یہ جفا
ان ننھے ننھے بچوں پہ کر رحم اے خدا
فاقوں سے جاں بلب ہیں عطش سے ہلاک ہیں
یارب ترے رسول کی ہم آل پاک ہیں

۴۶

سر پر شہ اب علیؑ نہ رسولؐ فلک وقار
گھر لٹ گیا گزر گئیں خاتونِ روزگار
اماں کے بعد رو لی حسنؑ کو میں سوگوار
دنیا میں اب حسینؑ ہے ان سب کا یادگار
تو داد دے مری کہ عدالت پناہ ہے
کچھ اس پہ بن گئی تو یہ مجمع تباہ ہے

۴۷

روئے قریب جا کے شہ آسماں جناب
مضطر نہو دعا میں ہیں تم سب کی مستجاب
مغرور ہیں خطا پہ ہیں یہ خانماں خراب
خود جا کے میں دکھاتا ہوں اُن کو رہ صواب
موقع بہن نہیں ابھی فریاد و آہ کا
لاؤ تبرکات رسالت پناہ کا

۴۸

معراج میں رسول نے پہنا تھا جو لباس
کشتی میں لائیں زینبؑ اُسے شاہ دیں کے پاس
سر پر رکھا عمامۂ سردار حق شناس
پہنی قبائے پاک رسولؐ فلک اساس
بر میں درست جیب تھا جامہ رسولؐ کا
رومال فاطمہؑ کا عمامہ رسولؐ کا

۴۹

شملے کے دو سرے جو پڑے تھے بصد وقار
ثابت یہ تھا کہ دوش پہ گیسو پڑے ہیں چار
بل کھا رہا تھا زلف سمن بو کا تار تار
جس کے ہر ایک مو پہ خطا و ختن نثار
مشک و عبیر و عود اگر ہیں تو ہیچ ہیں
سنبل کی اصل کیا ہے یہ گیسو کے پیچ ہیں

۵۰

کپڑوں سے آ رہی تھی رسولِ زمن کی بو
دولہا نے سونگھی ہوگی نہ ایسی دولہن کی بو
حیدرؑ کی فاطمہؑ کی حسینؑ و حسنؑ کی بو
پھیلی ہوئی تھی چار طرف پنجتنؑ کی بو
لٹتا تھا عطر وادیٔ عنبر سرشت میں
گل جھومتے تھے باغ میں رضوانِ بہشت میں

۵۱

پوشاک سب پہن چکے جب دم شہ زمن
لیکر بلائیں بھائی کی رونے لگی بہن
چلائے ہائے آج نہیں حیدرؑ و حسنؑ
اماں کہاں سے لائے تمہیں اب یہ بے وطن
رخصت ہے اب رسول کے یوسف جمال کی
صدقے گئی بلائیں تو لو اپنے لال کی

۵۲

صندوق اسلحہ کے جو کھلوائے شاہ نے
بیٹا منہ اپنا زینبؑ عصمت پناہ نے
پہنی زرہ امام فلک بارگاہ نے
بازو پہ جوشن پڑھے عزّ و جاہ نے
جوہر بدن کے حسن سے سارے چمک گئے
حلقے تھے جتنے اُتنے ستارے چمک گئے

۵۳

یاد آ گئے علیؑ نظر آئی جو ذوالفقار
قبضے کو چوم کر شہ دیں روئے زار زار
تولی جو لیکے ہاتھ میں شمشیر آبدار
شوکت نے دی صدا کہ تری شان کے نثار
فتح و ظفر قریب ہو نصرت قریب ہو
زیب اس کی تجھ کو ضرب عدو کو نصیب ہو

۵۴

باندھی کمر سے تیغ جو زہرا کے لال نے
پھاڑا فلک پہ اپنا گریباں ہلال نے
دستار پہنے سرور قدسی خصال نے
معراج پائی دوش پہ حمزہ کی ڈھال نے
رتبہ بلند تھا کہ سعادت نشان تھی
ساری سپر میں مہر نبوت کی شان تھی

۵۵
ہتھیار ادھر لگا چکے آقائے خاص و عام
تیار ادھر ہوا علم سید انام
کھولے سروں کو گرد تھیں سیدانیاں تمام
روتی تھی تھامے چوب علم خواہر امام
ہیتیں کمر میں دوپٹہ شملے پڑے ہوئے
زینبؑ کے لال زیر علم آ کھڑے ہوئے

۵۶
گردانے دامنوں کو قبا کے وہ گلعذار
مرفق تک آستینوں کو الٹے بصد وقار
جعفرؑ کا رعب دبدبہ شبیرؑ کردگار
بوٹے سے ان کے قد پہ نمودار و نامدار
آنکھیں ملیں علم کے پھریرے کو چوم کے
رایت کے گرد پھرنے لگے جھوم جھوم کے

۵۷
گہ ماں کو دیکھتے تھے گہ جانب علم
نعرہ کبھی یہ تھا کہ نثار شہ امم
کرتے تھے دونوں بھائی کبھی مشورے بہم
آہستہ پوچھنے لگے ماں سے وہ ذی حشم
کیا قصد ہے علیؑ ولی کے نشاں کا
اماں کسے ملے گا علم نانا جان کا

۵۸
کچھ مشورہ کریں جو شہنشاہ خوش خصال
ہم بھی بحق ہیں آپ کو اس کا رہے خیال
پاس ادب سے عرض کی ہم کو نہیں مجال
اسکا بھی خوف ہے کہ نہ ہو آپ کو ملال
آقا کے ہم غلام ہیں اور جاں نثار ہیں
عزت طلب ہیں نام کے امیدوار ہیں

۵۹
بے مثل تھے رسولؐ کے لشکر کے سب جواں
لیکن ہمارے جد کو نبیؐ نے دیا نشاں
خیبر میں دیکھتا رہا منہ لشکر گراں
پایا علم علیؑ نے گر وقت امتحاں
طاقت میں کچھ کمی نہیں گو بھوکے پیاسے ہیں
پوتے انھیں کے ہم ہیں انھیں کے نواسے ہیں

۶۰
زینبؑ نے تب کہا تمھیں اس سے کیا ہے کام
کیا دخل مجھ کو مالک و مختار ہیں امام
دیکھو نہ کیجیو بے ادبانہ کوئی کلام
بگڑوں گی میں جو لوگے علم کا زباں سے نام
لو جاؤ بس کھڑے ہو الگ ہاتھ جوڑ کے
کیوں آئے ہو یہاں علی اکبرؑ کو چھوڑ کے

۶۱
سرکو بڑھو بڑھو نہ کھڑے ہو علم کے پاس
ایسا نہ ہو کہ دیکھ لیں شاہ فلک اساس
کھوتے ہو اور آئے ہوئے تم میرے حواس
بس قابل قبول نہیں ہے یہ التماس
رونے لگوگے تم جو برا یا بھلا کہوں
اس ضد کو دیکھنے کے سوا اور کیا کہوں

۶۲
عمریں قلیل اور ہوس منصب جلیل
اچھا نکالو قد کے بھی بڑھنے کی کچھ سبیل
ماں صدقے جائے گرچہ یہ ہمت کی ہے دلیل
ہاں اپنے ہم سنوں میں تمھارا نہیں عدیل
لازم ہے سوچے غور کرے پیش و پس کرے
جو ہو سکے نہ کیوں بشر اس کی ہوس کرے

۶۳
ان ننھے ننھے ہاتھوں سے اٹھے گا یہ علم
چھوٹے قدوں میں سب سے سنوں میں سبھوں سے کم
نکلیں تنوں سے سبط نبیؐ کے قدم پہ دم
عہدہ یہی ہے بس یہی منصب یہی حشم
رخصت طلب اگر ہو تو یہ میرا کام ہے
ماں صدقے جائے کوچ تو مرنے میں نام ہے

۶۴
پھر تم کو کیا بزرگ تھے گر مختصر روزگار
جوہر وہ ہیں جو تیغ کرے آپ آشکار
زیبا نہیں ہے وصف اضافی پہ افتخار
دکھلا دو آج حیدر و جعفر کی کارزار
تم کیوں کہو کہ لال خدا کے ولی کے ہیں
فوجیں پکاریں خود کہ نواسے علی کے ہیں

۶۵
کیا کچھ علم سے جعفر طیار کا تھا نام
بگڑی لڑائیوں میں بن آئے انہیں سے کام
یہ بھی تھی اک عطائے رسول فلک مقام
جب کھینچتے تھے تیغ تو ہلتا تھا روم و شام
بے جاں ہوئے تو نخل دغا نے ثمر دیے
ہاتھوں کے بدلے حق نے جواہر کے پر دیے

۶۶
لشکر نے تین روز ہزیمت اٹھائی جب
مرحب کو قتل کرکے بڑھا جب وہ شیر رب
بخشا علم رسول خدا نے علی کو تب
در بند کرکے قلعہ کا بھاگی سپاہ سب
اکھڑا وہ یوں گراں تھا جو در سنگ سخت سے
جس طرح توڑ لے کوئی پتا درخت سے

۶۷
رن میں تین دن سے ہے مشکل کشا کا لال
پوچھا نہ یہ کہ کھوئے ہیں کیوں تم نے سر کے بال
اماں کا باغ ہوتا ہے جنگل میں پائمال
میں لٹ رہی ہوں اور تمہیں منصب کا ہے خیال
غمخوار تم مرے ہو نہ عاشق امام کے
معلوم ہو گیا مجھے طالب ہو نام کے

۶۸
ہاتھوں کو جوڑ جوڑ کے بولے وہ لالہ فام
واللہ کیا مجال جو اب لیں علم کا نام
غصے کو آپ تھام لیں اے خواہر امام
کھل جائے گا لڑیں گے جو یہ باوفا غلام
فوجیں بھگا کے گنج شہیداں میں سوئیں گے
تب قدر ہوگی آپ کو جب ہم نہ ہوئیں گے

۶۹
بس کہہ کے یہ ہٹے جو سعادت نشاں پسر
دیتے ہو اپنے مرنے کی پیارو مجھے خبر
چھاتی بھر آئی ماں نے کہا تھام کر جگر
ٹھہرو ذرا بلائیں تو لے لے یہ نوحہ گر
کیا صدقے جاؤں ماں کی نصیحت بری لگی
بچو یہ کیا کہا کہ جگر پر چھری لگی

۷۰
زینب کے پاس آکے یہ بولے شہ زمن
شیروں کے شیر عاقل و جرار و صف شکن
کیوں تم نے دونوں بیٹوں کی باتیں سنی بہن
زینب وحید عصر ہیں دونوں یہ گلبدن
یوں دیکھنے کو سب ہیں بزرگوں کے طور ہیں
تیور ہی ان کے اور ادائیں ہی اور ہیں

۷۱
تو دس برس کے سن پہ یہ جرأت یہ ولولے
اقبال کیونکر ان کے قدموں سے منہ ملے
بچے کسی نے دیکھے ہیں ایسے بھی من چلے
کس گود میں بڑے ہوئے کس دودھ سے پلے
بے شک یہ ورثہ دار جناب امیر ہیں
پھر کیا کہوں کہ دونوں کی عمریں صغیر ہیں

۷۲
بس جس کو تم کہو اسے دیں فوج کا علم
فرمایا جب یہ اٹھ گئیں زہرائے باکرم
کی عرض جو صلاح شہ آسماں حشم
اس دن سے تم کو ماں کی جگہ جانتے ہیں ہم
مالک ہو تم بزرگ کوئی ہو کہ خورد ہو
جس کو کہو اسی کو یہ عہدہ سپرد ہو

۷۳

بولیں بہن کہ آپ بھی تو لیں کسی کا نام
گر مجھ سے پوچھتے ہیں شہ آسماں مقام
ہے کس طرف توجہ سردار خاص و عام
قرآں کے بعد ہے تو علیؑ کا ہے کچھ کلام
شوکت خدم میں شان میں ہمسر کوئی نہیں
عباس نامدار سے بہتر کوئی نہیں

۷۴

عاشق غلام خادم دیرینہ جاں نثار
جرار یادگار پدر فخر روزگار
فرزند بھائی زینتِ پہلو وفا شعار
راحت رساں مطیع نمودار نامدار
صفدر ہے شیر دل ہے بہادر ہے نیک ہے
بے مثل سیکڑوں میں ہزاروں میں ایک ہے

۷۵

آنکھوں میں اشک بھر کے یہ بولے شہ زمن
اچھا بلائیں آپ کدھر ہے وہ صف شکن
ہاں تھی یہی علیؑ کی وصیت بھی اے بہن
اکبرؑ چچا کے پاس گئے سن کے یہ سخن
کی عرض انتظار ہے شاہ غیور کو
چلئے پھوپھی نے یاد کیا ہے حضور کو

۷۶

عباسؑ آئے ہاتھوں کو جوڑے حضور شاہ
زینبؑ ادھر علم لیے آئیں بہ عز و جاہ
جاؤ بہن کے پاس یہ بولا وہ دیں پناہ
بولے نشاں کو لے کے شہ عرش بارگاہ
ان کی خوشی وہ ہے جو رضا پنجتن کی ہے
لو بھائی لو علم یہ عنایت بہن کی ہے

۷۷

رکھ کر علم پہ ہاتھ جھکا وہ فلک وقار
زینبؑ بلائیں لے کے یہ بولیں کہ میں نثار
ہمشیر کے قدم پہ ملا منہ بہ افتخار
عباسؑ فاطمہؑ کی کمائی سے ہوشیار
ہو جائے آج صلح کی صورت تو کل چلو
ان آفتوں سے بھائی کو لے کر نکل چلو

۷۸

کی عرض میرے جسم پہ جب تک ہے سر
تیغیں کھنچیں جو لاکھ تو سینہ کروں سپر
ممکن نہیں ہے یہ کہ بڑھے فوج بد گہر
دیکھیں اٹھا کے آنکھ یہ کیا تاب کیا جگر
سادات ہیں پسر اسد ذوالجلال کے
گر شیر ہو تو پھینک دیں آنکھیں نکال کے

۷۹

منہ کر کے سوئے قبر علیؑ پھر کیا خطاب
یہ عرض خاکسار ہے بس یا ابوترابؑ
ذرے کو آج کر دیا مولا نے آفتاب
آقا کے آگے ہیں ہوں شہادت سے کامیاب
سر تن سے ابن فاطمہ کے روبرو گرے
شبیرؑ کے پسینے پہ میرا لہو گرے

۸۰

یہ سن کے آئی زوجۂ عباسؑ نامور
لیں سبط مصطفےٰ کی بلائیں بچشم تر
شوہر کی سمت پہلے کنکھیوں سے کی نظر
زینبؑ کے گرد پھر کے یہ بولی وہ نوحہ گر
فیض آپ کا ہے اور تصدق امام کا
عزت بڑھی کنیز کی رتبہ غلام کا

۸۱

سر کو لگا کے چھاتی سے زینبؑ نے یہ کہا
کی عرض مجھ سی لاکھ کنیزیں ہوں گر فدا
تو اپنی مانگ کوکھ سے ٹھنڈی رہے سدا
بانوے نامور کو سہاگن رکھے خدا
بچے جئیں ترقی اقبال و جاہ ہو
سائے میں آپ کے علی اکبرؑ کا بیاہ ہو

۸۲

قسمت وطن میں خیر سے پھر شہ کو لے کے جائے
یثرب میں شور ہو کہ سفر سے حسینؑ آئے
امّ البنین جاہ و حشم سے پسر کو پائے
جلدی شب عروسی اکبرؑ خدا دکھائے
مہندی تمہارا لال ملے ہاتھ پاؤں میں
لاؤ دلہن کو بیاہ کے تاروں کی چھاؤں میں

۸۳

ناگاہ آ کے پاس سکینہ نے یہ کہا
کیسا ہے یہ ہجوم کدھر ہیں مرے چچا
عہدہ علم کا اُن کو مبارک کرے خدا
لوگو مجھے بلائیں تو لینے دو اک ذرا
شوکت خدا بڑھائے مرے عمو جان کی
میں بھی تو دیکھوں شان علیؑ کے نشان کی

۸۴

عباس مسکرا کے پکارے کہ آؤ آؤ
عمو نثار پیاس سے کیا حال ہے بتاؤ
بولی لپٹ کے وہ کہ مری مشک لیتے جاؤ
اب تو علم ملا تمہیں پانی مجھے پلاؤ
تحفہ کوئی نہ دیجئے نہ انعام دیجئے
قرباں جاؤں پانی کا اک جام دیجئے

۸۵

زیر علم تھے خاک بسر شاہ خاص و عام
باتوں پہ اُس کی روتی تھیں سیدانیاں تمام
کی عرض آ کے ابن حسنؑ نے کہ یا امام
انبوہ ہے بڑھی چلی آتی ہے فوج شام
شہ بولے یہ علم لئے باہر نکلتے ہیں
ٹھہرو بہن سے مل کے گلے ہم بھی چلتے ہیں

۸۶

ڈیوڑھی پہ خادمان محل کی ہوئی پکار
آتے ہیں اب حضور خبردار ہوشیار
خلعت پہن رہے ہیں علمدار نامدار
نذریں خوشی کی دینے کو حاضر ہوں جاں نثار
بھائی بڑا ہے سر پہ تو سایہ ہے باپ کا
عہدہ جواں بیٹے نے پایا ہے باپ کا

۸۷

ناگہ بڑھے علم لئے عباسؑ باوفا
دوڑے سب اہلبیت کھلے سر برہنہ پا
حضرت نے ہاتھ اٹھا کے یہ اک ایک سے کہا
لو الوداع اے حرم پاک مصطفےٰ
صبح شب فراق ہے پیاروں کو دیکھ لو
سب مل کے ڈوبتے ہوئے تاروں کو دیکھ لو

۸۸

شہ کے قدم پہ زینبؑ زار و حزیں گری
بانو پچھاڑیں کھا کے پسر کے قریں گری
کلثومؑ تھرتھرا کے بروئے زمیں گری
باقرؑ کہیں گرا تو سکینہؑ کہیں گری
اجڑا چمن ہر اک گل تازہ نکل گیا
نکلا علم کہ گھر سے جنازہ نکل گیا

۸۹

دیکھی جو شان حضرت عباسؑ عرش جاہ
آگے بڑھی علم کے پس از تہنیت سپاہ
نکلا حرم سرا سے دو عالم کا بادشاہ
نشتر بدل تھی بنت علیؑ کی فغان و آہ
رہ رہ کے اشک بہتے تھے روئے جناب سے
شبنم ٹپک رہی تھی گل آفتاب سے

۹۰

مولا چڑھے فرس پہ محمدؐ کی شان سے
ترکش لگایا ہرنے پہ کس آن بان سے
نکلا یہ جن و انس و ملک کی زباں سے
اترا ہے پھر زمین پہ براق آسمان سے
سارا چلن خرام میں کبک دری کا ہے
گھونگھٹ نئی دلہن کا ہے چہرہ پری کا ہے

۹۱
غصے میں انکھڑیوں کے ابلنے کو دیکھئے
سانچے میں جوڑ بند کے ڈھلنے کو دیکھئے
جوبن میں جھوم جھوم کے چلنے کو دیکھئے
مر کر کنوتیوں کے بدلنے کو دیکھئے
گردن میں ڈالیں ہاتھ پریوں کو شوق ہے
بالا دوری میں اس کو ہما پر بھی فوق ہے

۹۲
تھم کر ہوا چلی فرس خوش قدم بڑھا
گھوڑوں کی لیں سواروں نے باگیں علم بڑھا
جوں جوں وہ سوئے دشت بڑھا اور دم بڑھا
رایت بڑھا کہ سرو بہ باغ ارم بڑھا
پھولوں کو سر کے باد بہاری پہونچ گئی
بستان کربلا میں سواری پہونچ گئی

۹۳
پنجہ ادھر چمکتا تھا اور آفتاب ادھر
زرریزی علم پہ ٹھہرتی نہ تھی نظر
اس کی ضیا تھی خاک پہ ضو اس کی عرش پر
دولھا کا رخ تھا سونے کے سہرے میں جلوہ گر
تھے دو طرف جو دو علم اس ارتفاع کے
الجھے ہوئے تھے تار خطوط شعاع کے

۹۴
اللہ ری سپاہ خدا کی شکوہ و شاں
کمریں کسے علم کے تلے ہاشمی جواں
جھکنے لگے جنود ضلالت کے بھی نشاں
دنیا کی زیب دیں کی عزت جہاں کی جاں
ایک ایک دودماں علی کا چراغ تھا
جس کو بہشت پر تھا تفوق وہ باغ تھا

۹۵
لڑکے وہ سات آٹھ بھی قد سمن عذار
حیدر کا رعب نرگسی آنکھوں سے آشکار
گیسو کسی کے چہرے پہ دو اور کسی کے چار
کھیلیں جو تیغوں سے کریں شیر کا شکار
نیزوں کے سمت چاند سے سینے تنے ہوئے
آئے تھے عید گاہ میں دولھا بنے ہوئے

۹۶
غرفوں سے حوریں دیکھ کے کرتی تھیں یہ کلام
دیکھو درود پڑھ کے سوئے لشکر امام
دنیا کا باغ بھی ہے عجب پر فضا مقام
ہم شکل مصطفیٰ ہے یہی عرش احتشام
رایت لیے وہ لال خدا کے ولی کا ہے
اب تک جہاں میں ساتھ نبی و علی کا ہے

۹۷
دنیا سے اٹھ گئے تھے جو پیغمبر زماں
کیونکر سوئے زمیں نہ جھکے پیر آسماں
ہم جانتے تھے حسن سے خالی ہے سب جہاں
پیدا کیا ہے حق نے عجب حسن کا جواں
سب خوبیوں کا خاتمہ بس اس حسین پہ ہے
محبوب حق ہیں عرش پہ سایہ زمین پہ ہے

۹۸
ناگاہ تیر ادھر سے چلے جانب امام
نکلے ادھر سے شہ کے رفیقان تشنہ کام
گھوڑا بڑھا کے آپ نے حجت بھی کی تمام
بے سر ہوئے پرے دن میں بیران سپاہ شام
بالا کبھی تھی تیغ کبھی زیر تنگ تھی
اک اک کی جنگ، اک اختر کی جنگ تھی

۹۹
نکلے پئے جہاد عزیزان شاہ دیں
روباہ تھی صفوں پہ چلے شیر خشمگیں
نعرے کیے کہ خوف سے ہلنے لگی زمیں
کھینچی جو تیغ بھول گئے صف کشی لعیں
بجلی گری پرے نہ شمال و جنوب سے
کیا کیا لڑے ہیں شام کے بادل ہیں ڈوب کے

۱۰۰
اللہ رے علی کے نواسوں کی کارزار
شانہ کٹا کسی نے جو روکا سپر پہ وار
دونوں کے نیچے تھے کہ چلتی تھی ذوالفقار
گنتی تھی زخمیوں کی نہ کشتوں کا کچھ شمار
اتنے سوار قتل کئے تھوڑی دیر میں
دونوں کے گھوڑے چھپ گئے لاشوں کے ڈھیر میں

۱۰۱
وہ چھوٹے چھوٹے ہاتھ وہ گوری کلائیاں
ڈر ڈر کے کاٹتے تھے کمان کش کنائیاں
آفت کی پھرتیاں تھیں غضب کی صفائیاں
فوجوں میں تھیں نبیؐ و علیؑ کی دہائیاں
شوکت عیاں ہوئی تھی جناب امیرؑ کی
طاقت دکھا دی شیر دلوں نے زینبؑ کے شیر کی

۱۰۲
کس حسن سے حسنؑ کا جوان حسین لڑا
دو دن کی بھوک پیاس میں وہ مہ جبیں لڑا
گھر گھر کے صورت اسد خشمگیں لڑا
سہرا الٹ کے یوں کوئی دولہا نہیں لڑا
حملے دکھا دیے اسد کردگار کے
مقتل میں سوئے ازرق شامی کو مار کے

۱۰۳
چمکی جو تیغ حضرت عباسؑ عرش جاہ
ڈھالوں میں چھپ گیا پسر سعد رو سیاہ
روح الامینؑ پکارے کہ اللہ کی پناہ
کشتوں سے بند ہو گئی امن و اماں کی راہ
جھپٹا جو شیر شوق میں دریا کی سیر کے
لے لی ترائی تیغوں کی موجوں میں تیر کے

۱۰۴
سبے سر ہوئے موکل سرچشمۂ فرات
دریا میں گر کے ڈوب گئے کتنے بد صفات
ہل چل میں مثل موج صفوں کو نہ تھا ثبات
گویا حباب ہو گئے تھے قطرۂ نبات
عباسؑ بھر کے مشک کو یاں تشنہ لب لڑے
جس طرح نہروان میں امیر عرب لڑے

۱۰۵
آفت تھی حرب و ضرب علی اکبرؑ دلیر
سب سربلند پست و زبردست سب تھے زیر
غصے میں جھپٹے صید پہ جیسے گرسنہ شیر
جنگل میں چار سمت ہوئے زخمیوں کے ڈھیر
سر ان کے اترے تن سے جو گھوڑوں پہ چڑھ گئے
عباسؑ سے بھی جنگ میں کچھ تھے بڑھے ہوئے

۱۰۶
تلواریں برسیں صبح سے نصف النہار تک
کانپا کیے پروں کو سمیٹے ہوئے ملک
ہلتی رہی زمیں لرزتے رہے فلک
نیزے نہ پھر وہ تھے نہ وہ تیغوں کی تھی چمک
ڈھالوں کا دور برچھیوں کا اوج ہو گیا
ہنگام ظہر خاتمۂ فوج ہو گیا

۱۰۷
لاشے سبھوں کے سبط نبیؐ خود اٹھا کے لائے
دشمن کو بھی نہ دوست کی فرقت خدا دکھائے
قاتل کسی شہید کا سر کاٹنے نہ پائے
فرماتے تھے بچھڑ گئے سب ہم سے ہائے ہائے
اتنے پہاڑ گر پڑیں جس پر وہ خم نہ ہو
گر سو برس جیوں تو یہ مجمع بہم نہ ہو

۱۰۸
لاشے تو سب کے گرد تھے اور بیچ میں امام
افسردہ و حزیں و پریشان و تشنہ کام
ڈوبی ہوئی تھی خون میں نبیؐ کی قبا تمام
برچھی تھی دل کو فتح کے باجوں کی دھوم دھام
اعدا کسی شہید کا جب نام لیتے تھے
گھبرا کے دونوں ہاتھوں سے دل تھام لیتے تھے

۱۰۹

پوچھو اسی سے جس کے جگر پر ہوں اتنے داغ
فرصت نہ اب بکا سے نہ ماتم سے انفراغ
اک عمر کا ریاض تھا جس پر لٹا وہ باغ
جو گھر کی روشنی تھے وہ گل ہو گئے چراغ
پڑتی تھی دھوپ سب کے تن پاش پاش پر
چادر بھی اک نہ تھی علی اکبرؑ کی لاش پر

۱۱۰

مقتل سے آئے خیمہ کے در پر شہ زمن
پردے پہ ہاتھ رکھ کے پکارے بصد محن
پر شدت عطش سے نہ تھی طاقت سخن
اصغرؑ کو گاہوارے سے لے آؤ اے بہن
پھر ایکبار اس مہ انور کو دیکھ لیں
اکبرؑ کے شیرخوار برادر کو دیکھ لیں

۱۱۱

خیمے سے دوڑی آل پیمبرؐ برہنہ سر
بچے کو لے کے بیٹھ گئے آپ خاک پر
اصغرؑ کو لائیں ہاتھوں پہ بانوئے نوحہ گر
منہ سے ملے جو ہونٹھ تو چونکا وہ سیم بر
غم کی چھری چلی جگر چاک چاک پر
بٹھا لیا حسینؑ نے زانوئے پاک پر

۱۱۲

بچے سے مشفقت تھے شہ آسمان سریر
مارا جو تین بھال کا اس بے حیا نے تیر
تھا اس طرف کمیں میں بن کاہل شریر
بس دفعتاً نشانہ ہوئی گردن صغیر
تڑپا جو شیرخوار تو حضرت نے آہ کی
معصوم ذبح ہو گیا گودی میں شاہ کی

۱۱۳

جس دم تڑپ کے مر گیا وہ طفل شیرخوار
بچے کو دفن کر کے پکارا وہ ذی وقار
چھوٹی سی قبر تیغ سے کھودی بحال زار
اے خاک پاک حرمت مہمان نگاہدار
دامن میں رکھ اسے جو محبت علیؑ کی ہے
دولت ہے فاطمہؑ کی امانت علیؑ کی ہے

۱۱۴

پہلے پہل چھٹا ہے یہ ماں کی کنار سے
اے قبر ہوشیار مرے گلعذار سے
واقف نہیں ہے قبر کی شب ہائے تار سے
گردن چھدی ہوئی ہے بجا نا نشار سے
سید ہے لال حضرت خیرالنسا کا ہے
معصوم ہے شہید ہے بندہ خدا کا ہے

۱۱۵

یہ کہہ کے آئے فوج پہ تولے ہوئے حسام
زیب بدن سلیح تھے بصد عز و احتشام
آنکھیں لہو تھیں رونے سے چہرہ تھا سرخ فام
پیراہن مطہر پیغمبرؐ انام
حمزہؑ کی ڈھال تیغ شہ لافتا کی تھی
بر میں زرہ جناب رسولؐ خدا کی تھی

۱۱۶

رستم تھا درع پوش کہ پاکھر میں راہوار
کیا خوشنما تھا زیں طلا کار و نقرہ کار
جرار بردبار سبک رو وفا شعار
اکسیر تھا قدم کا جسے مل گیا غبار
خوش خو تھا خانہ زاد تھا دُلدل نژاد تھا
شبیرؑ بھی سخی تھے فرس بھی جواد تھا

۱۱۷

گرمی کا زور جنگ کی کیونکر کروں بیاں
وہ لوں کہ الحذر وہ حرارت کہ الاماں
ڈر ہے کہ مثل شمع نہ جلنے لگے زباں
بن کی زمیں تو سرخ تھی اور زرد آسماں
آب خنک کو خلق ترستی تھی خاک پر
گویا ہوا سے آگ برستی تھی خاک پر

۱۱۸

وہ لُو وہ آفتاب کی حدت وہ تاب و تب
کالا تھا رنگ دھوپ سے دن کا مثالِ شب
خود نہرِ علقمہ کے بھی سوکھے ہوئے تھے لب
خیمے جو تھے حبابوں کے تپتے تھے سب کے سب
اُڑتی تھی خاک خشک تھا چشمہ حیات کا
کھولا ہوا تھا دھوپ سے پانی فرات کا

۱۱۹

جھیلوں سے چارپائے نہ اُٹھتے تھے تا بہ شام
مسکن میں مچھلیوں کے سمندر کا تھا مقام
آہو جو کاہلی تھے تو چیتے سیاہ فام
پتھر پگھل کے رہ گئے تھے مثلِ موم خام
سرخی اُڑی تھی پھولوں سے سبزی گیاہ سے
پانی کنوؤں میں اُترا تھا سائے کی چاہ سے

۱۲۰

آبِ رواں سے منہ نہ اُٹھاتے تھے جانور
جنگل میں چھپتے پھرتے تھے طائر اِدھر اُدھر
مردم تھے سات پردوں کے اندر عرق میں تر
خس خانۂ مژہ سے نکلتی نہ تھی نظر
گر چشم سے نکل کے ٹھہر جائے راہ میں
پڑ جائیں لاکھوں آبلے پائے نگاہ میں

۱۲۱

کوسوں کسی شجر میں نہ گل تھے نہ برگ و بار
ایک ایک نخل جل رہا تھا صورتِ چنار
ہنستا تھا کوئی گل نہ مہکتا تھا سبزہ زار
کانٹا ہوئی تھی پھول کی ہر شاخ باردار
گرمی یہ تھی کہ زیست سے دل سب کے سرد تھے
پتے بھی مثلِ چہرۂ مدقوق زرد تھے

۱۲۲

شیر اُٹھتے تھے نہ دھوپ کے مارے کچھار سے
آہو نہ منہ نکالتے تھے سبزہ زار سے
آئینہ مہر کا تھا مکدّر غبار سے
گردوں کو تپ چڑھی تھی زمیں کے بخار سے
گرمی سے مضطرب تھا زمانہ زمین پر
بھن جاتا تھا جو گرتا تھا دانہ زمیں پر

۱۲۳

گرداب پر تھا شعلۂ جوالہ کا گماں
انگارے تھے حباب تو پانی شرر فشاں
منہ سے نکل پڑی تھی ہر اک موج کی زباں
تہ میں تھے سب نہنگ مگر تھی لبوں پہ جاں
پانی تھا آگ گرمیِ روزِ حساب تھی
ماہی جو سیخِ موج تک آئی کباب تھی

۱۲۴

آئینۂ فلک کو نہ تھی تاب و تب کی تاب
چھپنے کو برق چاہتی تھی دامنِ سحاب
سب سے سوا تھا گرم مزاجوں کو اضطراب
کافورِ صبح ڈھونڈھتا پھرتا تھا آفتاب
بھڑکی تھی آگ گنبدِ چرخِ اثیر میں
بادل چھپے تھے سب کرۂ زمہریر میں

۱۲۵

اس دھوپ میں کھڑے تھے اکیلے شہِ امم
نے دامنِ رسولؐ تھا نے سایۂ علم
شعلے جگر سے آہ کے اُٹھتے تھے دمبدم
اودے تھے لب زباں میں کانٹے کمر میں خم
بے آب تیسرا تھا جو دن میہمان کو
ہوتی تھی بات بات میں لکنت زبان کو

۱۲۶

گھوڑوں کو اپنے کرتے تھے سیراب سب سوار
آتے تھے اونٹ گھاٹ پہ باندھے ہوئے قطار
پیتے تھے آبِ نہر پرند آ کے بے شمار
سقے زمیں پہ کرتے تھے چھڑکاؤ بار بار
پانی کا دام و دد کو پلانا ثواب تھا
اک ابنِ فاطمہؑ کے لیے قحطِ آب تھا

۱۲۷

سر پر لگائے تھا پسرِ سعد چتر زر
کرتے تھے آب پاش مکرر زمیں کو تر
خادم کئی تھے مروحہ جنباں ادھر اُدھر
فرزند فاطمہؑ پہ نہ تھا سایۂ شجر
وہ دھوپ دشت کی وہ جلال آفتاب کا
سونلا گیا تھا رنگ مبارک جناب کا

۱۲۸

کہتا تھا ابن سعد کہ اے آسماں جناب
فرماتے تھے حسینؑ کہ او خانماں خراب
بیعت جو کیجیے اب بھی تو حاضر ہے جام آب
دریا کو خاک جانتے ہیں ابن بوتراب
فاسق ہے پاس کچھ تجھے اسلام کا نہیں
آب بقا ہو یہ تو مرے کام کا نہیں

۱۲۹

کہدوں تو خوان لے کے خود آئیں ابھی خلیلؑ
کیا جام آب کا تو مجھے دے گا او ذلیل
چاہوں تو سلسبیل کو دم میں کروں سبیل
بے آبرو خسیس ستمگر دنی بخیل
جس پھول پر پڑے ترا سایہ وہ بو نہ دے
کھلوائے فصد تو تو کبھی رگ لہو نہ دے

۱۳۰

گر جم کا نام لوں تو ابھی جام لے کے آئے
روح الامینؑ زمیں پہ مرا نام لے کے آئے
کوثر ابھی رسولؐ کا احکام لے کے آئے
لشکر ملک کا فتح کا پیغام لے کے آئے
چاہوں جو انقلاب تو دنیا تمام ہو
الٹے زمیں یوں کہ نہ کوفہ نہ شام ہو

۱۳۱

فرما کے یہ نگاہ جو کی سوئے ذوالفقار
مظلوم پر صفوں سے چلے تیر بے شمار
تھرا کے پچھلے پاؤں ہٹا وہ ستم شعار
آواز کوس حرب ہوئی آسماں کے پار
نیزے اٹھا کے جنگ پہ اسوار تل گئے
کالے نشان فوج سیہ رو کے کھل گئے

۱۳۲

وہ دھوم طبل جنگ کی وہ بوق کا خروش
تھرائی یوں زمیں کہ اڑے آسماں کے ہوش
کر ہو گئے تھے شور سے گردوں کے گوش
نیزے ہلا کے نکلے سواران درع پوش
ڈھالیں تھیں یوں سروں پہ سواران شوم کے
صحرا میں جیسے آئے گھٹا جھوم جھوم کے

۱۳۳

جب رن میں تیغ تول کے سلطان دیں بڑھے
مانند شیر نر کہیں ٹھہرے کہیں بڑھے
گیتی کے تھام لینے کو روح الامینؑ بڑھے
گویا علیؑ الٹتے ہوئے آستیں بڑھے
جلوہ دیا جری نے عروس مصاف کو
مشکل کشا کی تیغ نے چھوڑا غلاف کو

۱۳۴

کاٹھی سے اس طرح ہوئی وہ شعلہ خو جدا
مہتاب سے شعاع جدا گل سے بو جدا
جیسے کنار شوق سے ہو خوبرو جدا
سینے سے دم جدا رگ جاں سے لہو جدا
گرجا جو رعد ابر سے بجلی نکل پڑی
محمل میں دم جو گھٹ گیا لیلیٰ نکل پڑی

۱۳۵

آئے حسینؑ یوں کہ عقاب آئے جس طرح
تابندہ برق سوئے سحاب آئے جس طرح
کافر پہ کبریا کا عتاب آئے جس طرح
دوڑا فرس نشیب میں آب آئے جس طرح
یوں تیغ تیز کوند گئی اس گروہ پر
بجلی تڑپ کے گرتی ہے جس طرح کوہ پر

۱۳۶

گرمی میں تیغ برق جو چمکی شرر اڑے
پرکالۂ سپر جو ادھر اور ادھر اڑے
بھونکا چلا ہوا کا جو سن سے تو سر اڑے
روح الامیںؑ نے صاف یہ جانا کہ پر اڑے
ظاہر نشان اسم عزیمت اثر ہوئے
جن پر عملے کھلا تو وہی بے سپر ہوئے

۱۳۷

جس پر چلی وہ تیغ دوپارا کیا اسے
ڈھال تھی جدھر اجل نے اشارا کیا اسے
کھنچتے ہی چار ٹکڑے دوبارا کیا اسے
سختی بھی کچھ پڑی تو گوارا کیا اسے
نے زین تھا فرس پہ نہ اسوار زین پر
کڑیاں زرہ کی بکھری ہوئی تھیں زمین پر

۱۳۸

آئی چمک کے غول پہ جب سر گرا گئی
ایک ایک قصر تن کو زمیں پر گرا گئی
دم میں جمی صفوں کو برابر گرا گئی
سیل آئی زور شور سے جب گھر گرا گئی
آ پہنچا اس کے گھاٹ پہ جو مر کے رہ گیا
دریا لہو کا تیغ کے پانی سے بہ گیا

۱۳۹

یہ آبرو یہ شعلہ فشانی خدا کی شان
خاموش اور تیز زبانی خدا کی شان
پانی میں آگ آگ میں پانی خدا کی شان
استادہ آب میں یہ روانی خدا کی شان
لہرائی جب اتر گیا دریا بڑھا ہوا
نیزوں تھا ذوالفقار کا پانی چڑھا ہوا

۱۴۰

قلب و جناح میمنہ و میسرا تباہ
جنباں زمیں صفیں تہ و بالا پرا تباہ
گردن کشان امت خیر الورا تباہ
بے جان جسم روح مسافر ہوا تباہ
بازار بند ہو گئے جھنڈے اکھڑ گئے
فوجیں ہوئیں تباہ محلے اجڑ گئے

۱۴۱

اللہ ری تیزی و برش اس شعلہ رنگ کی
پیاسی فقط لہو کی طلب گار جنگ کی
چمکی سوار پر تو خبر لائی تنگ کی
حاجت نہ سان کی تھی اسے اور نہ سنگ کی
خوں سے فلک لاشوں سے مقتل کو بھرتی تھی
سو بار دم میں چرخ پہ چڑھتی اترتی تھی

۱۴۲

تیغ خزاں تھی گلشن ہستی سے کیا اسے
وہ حق نما تھی کفر پرستی سے کیا اسے
گھر جس کا خود اجڑ گیا بستی سے کیا اسے
جو آپ سر بلند ہو پستی سے کیا اسے
کہتے ہیں راستی جسے وہ خم کے ساتھ ہے
تیزی زبان کے ساتھ برش دم کے ساتھ ہے

۱۴۳

سینے پہ چل گئی تو کلیجہ لہو ہوا
چمکی تو الاماں کا غل چار سو ہوا
گویا جگر میں موت کا ناخن فرو ہوا
جو اس کے منہ پہ آ گیا بے آبرو ہوا
رکتا تھا ایک وار نہ دس سے نہ پانچ سے
چہرے سیاہ ہو گئے تھے اس کی آنچ سے

۱۴۴

بچ بچ گئیں صفوں پہ صفیں وہ جہاں چلی
دونوں طرف کی فوج پکاری کہاں چلی
چمکی تو اس طرف ادھر آئی وہاں چلی
اس نے کہا یہاں وہ پکارا وہاں چلی
منہ کس طرف ہے تیغ زنوں کو خبر نہ تھی
سر گر رہے تھے اور تنوں کو خبر نہ تھی

۱۴۵
دشمن جو گھاٹ پر تھے وہ دھوتے تھے جاں سے ہاتھ
توڑا کبھی جگر کبھی چھیدا سناں سے ہاتھ
گردن سے سر الگ تھا جدا تھے نشاں سے ہاتھ
جب کٹ کے گر پڑیں تو پھر آئیں کہاں سے ہاتھ
اب ہاتھ دستیاب نہ تھے منہ چھپانے کو
ہاں پاؤں رہ گئے تھے فقط بھاگ جانے کو

۱۴۶
اللہ رے خوف تیغ شرر کائنات کا
دریا پہ حال یہ تھا ہر اک بد صفات کا
زہرہ تھا آب خوف کے مارے فرات کا
چارہ فرار کا تھا نہ یارا ثبات کا
غل تھا کہ برق گرتی ہے ہر درع پوش پر
بھاگو خدا کے قہر کا دریا ہے جوش پر

۱۴۷
ہر چند مچھلیاں تھیں زرہ پوش سر بسر
بھاگی تھی موج چھوڑ کے گرداب کی سپر
منہ کھولے چھپتی پھرتی تھیں لیکن ادھر ادھر
تھے تہ نشیں نہنگ مگر آب تھے جگر
دریا نہ تھمتا خوف سے اس برق تاب کے
لیکن پڑے تھے پاؤں میں چھالے حباب کے

۱۴۸
آیا خدا کا قہر جدھر سن سے آ گئی
دو کر کے خود زین پہ جوشن سے آ گئی
کانوں میں الاماں کی صدا رن سے آ گئی
کھینچتی ہوئی زمین پہ توسن سے آ گئی
بجلی گری جو خاک پہ تیغ جناب کی
آئی صدا زمین سے یا بوتراب کی

۱۴۹
بس بس کے کش مکش سے کماندار مر گئے
گوشے کٹے کمانوں کے تیروں کے پر گئے
چلے تو سب چڑھے رہے بازو اتر گئے
مقتل میں ہو سکا نہ گذارا گذر گئے
دہشت سے ہوش اڑ گئے تھے کر دوہم کے
سوفار کھول دیتے تھے منہ سہم سہم کے

۱۵۰
تیر افگنی کا جن کی ہر اک شہر میں تھا شور
تاریک شب میں جن کا نشانہ تھا پائے مور
گوشہ کہیں نہ ملتا تھا ان کو سوائے گور
لشکر میں خوف جاں نے انہیں کر دیا تھا کور
ہوش اڑ گئے تھے فوج ضلالت نشاں کے
پیکاں میں زہ کو رکھتے تھے سوفار جاں کے

۱۵۱
صف پر صفیں پروں پہ پرے ہٹیں وہیں گرے
اٹھ کر زمیں سے پانچ جو بھاگے تو دس گرے
اسوار پر سوار فرس پر فرس گرے
مخبر پہ پیک پیک پہ مر کر عسس گرے
ٹوٹے پرے شکست وہ فوج ستم ہوئی
دنیا میں اس طرح کی بھی افتاد کم ہوئی

۱۵۲
غصے تھا شیر شرزۂ صحرائے کربلا
تیغ علی تھی معرکہ آرائے کربلا
چھوڑے تھا گرگ منزل و ماوائے کربلا
خالی نہ تھی سروں سے کہیں جائے کربلا
بستی بسی تھی مردوں کے قریے اجاڑ تھے
لاشوں کی تھی زمین سروں کے پہاڑ تھے

۱۵۳
غازی نے رکھ لیا تھا جو شمشیر کے تلے
چلے سمٹ کے جاتے تھے زہ گیر کے تلے
تھی طرفہ کش مکش فلک پیر کے تلے
چھپتی تھی سر جھکائے کماں تیر کے تلے
اس تیغ بے دریغ کا جلوہ کہاں نہ تھا
سہمے تھے سب پہ گوشۂ امن و اماں نہ تھا

۱۵۴

چاروں طرف کماں کیانی کی وہ ترنگ
وہ شور و صیحہ فرس ابلق و سرنگ
رہ رہ کے ابر شام سے تھی بارش خدنگ
وہ لوں وہ آفتاب کی تابندگی وہ جنگ
پھنکتا تھا دشت کین کوئی دل تھا نہ چین سے
اس دن کی تاب و تب کوئی پوچھے حسینؑ سے

۱۵۵

سقے پکارتے تھے یہ مشکیں لیے ادھر
پیاسا جو ہو وہ پانی سے ٹھنڈا کرے جگر
بازار جنگ گرم ہے ڈھلتی ہے دوپہر
مشکوں پہ دوڑ دوڑ کے گرتے تھے اہل شر
کیا آگ لگ گئی تھی جہان خراب کو
پیتے تھے سب حسینؑ ترپتے تھے آب کو

۱۵۶

گرمی میں پیاس تھی کہ پھنکا جاتا تھا جگر
آنکھوں میں ٹیس اٹھتی جو پڑتی دھوپ پر نظر
اف اف کبھی کہا کبھی چہرے پہ لی سپر
جھپٹے کبھی ادھر کبھی حملہ کیا ادھر
کثرت عرق کے قطروں کی تھی روئے پاک پر
موتی برستے جاتے تھے مقتل کی خاک پر

۱۵۷

سیراب چھپتے پھرتے تھے پیاسے کی جنگ سے
چمکی جو فرق پر تو نکل آئی تنگ سے
چلتی تھی ایک تیغ علیؑ لاکھ رنگ سے
رکتی تھی نے سپر سے نہ آہن نہ سنگ سے
خالق نے منہ دیا تھا عجب آب و تاب کا
خود اس کے سامنے تھا پھپھولا حباب کا

۱۵۸

سہمے ہوئے تھے یوں کہ کسی کو نہ تھی خبر
ہر دم کی کشمکش سے کمانوں کو تھا یہ ڈر
پیکاں کدھر ہے تیر کا سوفار ہے کدھر
گوشوں کو ڈھونڈھتی تھیں زمیں پہ جھکا کے سر
ترکش سے کھینچے تیر کوئی یہ جگر نہ تھا
جس نے کہ سر پہ ہاتھ رکھا تن پہ سر نہ تھا

۱۵۹

گھوڑوں کی وہ تڑپ وہ چمک تیغ تیز کی
لاکھوں میں تھی نہ ایک کو طاقت ستیز کی
سو سو صفیں کچل گئیں جب جست و خیز کی
تھی چار سمت دھوم گریز اگریز کی
آری جو ہو گئیں تھیں وہ سب ذوالفقار سے
تیغوں نے منہ پھرائے تھے کارزار سے

۱۶۰

اللہ ری لڑائی میں شوکت جناب کی
سوکھے تھے لب کہ پنکھڑیاں تھیں گلاب کی
سونلائے رنگ میں تھی ضیا آفتاب کی
تصویر ذوالجناح پہ تھی بوترابؑ کی
ہوتا تھا غل جو کرتے تھے نعرے لڑائی میں
بھاگو کہ شیر گونج رہا ہے ترائی میں

۱۶۱

پھر تو یہ غل ہوا کہ دہائی حسینؑ کی
دریا حسینؑ کا ہے ترائی حسینؑ کی
اللہ کا غضب تھا لڑائی حسینؑ کی
دنیا حسینؑ کی ہے خدائی حسینؑ کی
بیڑا بچایا آپ نے طوفاں سے نوحؑ کا
اب رحم واسطہ علی اکبرؑ کی روح کا

۱۶۲

اکبرؑ کا نام سن کے جگر پر لگی سناں
مڑ کر پکارے لاش پسر کو شہ زماں
آنسو بھر آئے روک لی رہوار کی عناں
تم نے نہ دیکھی جنگ مری اے پدر کی جاں
قسمیں تمھاری روح کی یہ لوگ دیتے ہیں
لو اب تو ذوالفقار کو ہم روک لیتے ہیں

۱۶۳

چلایا ہاتھ مار کے زانو پہ ابن سعد / اے وا فضیحتا یہ ہزیمت ظفر کے بعد
زیاد لادر دل کو نہیں ہے خلاف وعد / اک پہلوان یہ سنتے ہی گرجا مثال رعد
نعرہ کیا کہ کرتا ہوں حملہ امام پر / اے ابن سعد لکھ لے ظفر میرے نام پر

۱۶۴

بالا قد و کلفت و تنومند و خیرہ سر / رو ئیں تن و سیاہ درون آہنی کمر
ناوک پیام مرگ کے ترکش اجل کا گھر / تیغیں ہزار ٹوٹ گئیں جس پہ وہ سپر
دل میں بدی طبیعت بد میں بگاڑ تھا / گھوڑے پہ تھا شقی کہ ہوا پر پہاڑ تھا

۱۶۵

ساتھ اس کے اور اسی قد و قامت کا ایک یل / آنکھیں کبود رنگ سیہ ابروؤں پہ بل
بد کار و بد شعار ستمگار و پُر دغل / جنگ آزما بھگائے ہوئے لشکروں کے دل
بھالے لیے کسے ہوئے کمر ستیز پر / نازاں وہ حرب گرز پہ یہ تیغ تیز پر

۱۶۶

کھینچ جائے شکل حرب وہ تدبیر چاہیئے / دشمن بھی سب مقر ہوں وہ تقریر چاہیئے
تیزی زباں میں صورت شمشیر چاہیئے / فولاد کا قلم دم تحریر چاہیئے
نقشہ کھنچے گا صاف صف کارزار کا / پانی دوات چاہتی ہے ذوالفقار کا

۱۶۷

لشکر میں اضطراب تھا فوجوں میں کھلبلی / ساونت بے حواس ہراسان دھنی بلی
ڈر تھا کہ لو حسینؑ بڑھے تیغ اب چلی / غل تھا ادھر ہیں مرحب و عنتر ادھر علیؑ
کون آج سر بلند ہو اور کون پست ہو / کس کی ظفر ہو دیکھئے کس کی شکست ہو

۱۶۸

آواز دی یہ ہاتف غیبی نے تب کہ ہاں / بسم اللہ اے امیر عرب کے سرور جاں
اٹھی علیؑ کی تیغ دو دم چاٹ کر زباں / بیٹھے درست ہو کے فرس پر شہ زماں
واں سے وہ شور بخت بڑھا نعرہ مار کے / پانی بھر آیا منہ میں ادھر ذوالفقار کے

۱۶۹

لشکر کے سب جواں تھے لڑائی میں جی لڑائے / وہ بد نظر تھا آنکھوں پہ آنکھیں ادھر گڑائے
ڈھالیں لڑیں سیاہ کی یا ابر گرد آئے / غصے میں آکے گھوڑے نے بھی دانت کڑکڑائے
ماری جو ٹاپ ڈر کے ہٹے ہر لعیں کے پاؤں / ماہی پہ ڈگمگا گئے گاو زمیں کے پاؤں

۱۷۰

نیزہ ہلا کے شاہ پر آیا وہ خود پسند / مشکل کشا کے لال نے کھوئے تمام بند
تیر و کماں سے بھی نہ ہوا جب وہ بہرہ مند / چلا ادھر کھنچا کہ چلی تیغ سر بلند
وہ تیر کٹ گئے جو در آتے تھے سنگ میں / گوشے نہ تھے کماں میں نہ پیکاں خدنگ میں

۱۷۱

ظالم اٹھا کے گرز کو آیا جناب پر / طاری ہوا غضب خلف بوترابؑ پر
مارا جو ہاتھ پاؤں جما کر رکاب پر / بجلی گری شقی کے سر پُر عتاب پر
بد ہاتھ میں شکست ظفر نیک ہاتھ میں / ہاتھ اٹھ کے جا پڑا کئی ہاتھ ایک ہاتھ میں

۱۶۲
کچھ دست پاچہ ہو کے چلا تھا وہ نابکار
واں اُس نے بائیں ہاتھ میں لی تیغ آبدار
بچ نیچے سے پر اجل کے کہاں جا سکے شکار
یاں سر سے آئی پشت کے مہروں پہ ذوالفقار
قرباں تیغ تیز شہ نامدار کے
دو ٹکڑے تھے سوار کے دو رہوار کے

۱۶۳
پھر دوسرے پہ گرز اٹھا کے پکارے شاہ
سرشار تھا شراب تکبر سے روسیاہ
کیوں ضرب ذوالفقار پہ تو نے بھی کی نگاہ
جاتا کہاں کہ موت تو روکے ہوئے تھی راہ
غل تھا اسے اجل نے بڑھایا جو گھیر کے
لو دوسرا شکار چلا منھ میں شیر کے

۱۶۴
آتا تھا وہ کہ اسپ شہ دیں پلٹ پڑا
تیغہ شقی نے ڈھال پہ مارا تو پٹ پڑا
ثابت ہوا کہ شیر گرسنہ جھپٹ پڑا
ضربت پڑی کہ گنبد دوّار پھٹ پڑا
پیوند صدر زین جسد و فرق ہو گیا
گھوڑا زمین میں سینے تلک غرق ہو گیا

۱۶۵
پریوں سے قاف چھوٹ گیا اور جنوں سے گھر
شاہین و کبک چھپ گئے اک جا لا کے سر
شیروں سے دشت گرگ سے بن اژدروں سے در
اڑ کر گرے جزیروں میں جنگل کے جانور
سمٹے پہاڑ منھ کو جو دامن سے ڈھانپ کے
سیمرغ نے گرا دیے پر کانپ کانپ کے

۱۶۶
آئی صدائے غیب کہ شمشیر مرحبا
یہ آبرو یہ جنگ یہ توقیر مرحبا
اس ہاتھ کے لیے تھی یہ شمشیر مرحبا
دکھلا دی ماں کے دودھ کی تاثیر مرحبا
غالب کیا خدا نے تجھے کائنات پر
بس خاتمہ جہاد کا ہے تیری ذات پر

۱۶۷
بس اب نہ کر وغا کی ہوس اے حسینؑ بس
گرمی سے ہانپتا ہے فرس اے حسینؑ بس
دم سے ہوا ہیں چند نفس اے حسینؑ بس
وقت نماز عصر ہے بس اے حسینؑ بس
پیاسا لڑا نہیں کوئی یوں اژدھام میں
اب اہتمام چاہیے امت کے کام میں

۱۶۸
لبیک کہہ کے تیغ رکھی شہ نے میان میں
پھر سرکشوں نے تیر ملائے کمان میں
پلٹی سپاہ آئی قیامت جہان میں
پھر کھل گئے لپیٹ کے پھریرے نشان میں
بیکس حسینؑ ظلم شعاروں میں گھر گئے
مولا تمہارے لاکھ سواروں میں گھر گئے

۱۶۹
سینے پہ سامنے سے چلے دس ہزار تیر
پہلو کے پار برچھیاں سینے کے پار تیر
چھاتی پہ لگ گئے کئی سو ایک بار تیر
پڑتے تھے دس جو کھینچتے تھے تن سے چار تیر
یوں تھے خدنگ ظلّ الٰہی کے جسم پر
جس طرح خار ہوتے ہیں ساہی کے جسم پر

۱۷۰
چلتے تھے چار سمت سے بھالے حسینؑ پر
یہ دکھ نبی کے گود کے پالے حسینؑ پر
ٹوٹے ہوئے تھے برچھیوں والے حسینؑ پر
قاتل تھے خنجروں کو نکالے حسینؑ پر
تیر ستم نکالنے والا کوئی نہ تھا
گرتے تھے اور سنبھالنے والا کوئی نہ تھا

۱۸۱

لاکھوں میں ایک بیکس و دلگیر ہائے ہائے
بھالے وہ اور وہ پہلوئے شبیر ہائے ہائے
فرزند فاطمہ کی یہ توقیر ہائے ہائے
وہ زہر میں بجھائے ہوئے تیر ہائے ہائے
غصے میں تھے جو فوج کے سرکش بھرے ہوئے
خالی کئے حسین پہ ترکش بھرے ہوئے

۱۸۲

وہ گرد تھے جو بھاگتے پھرتے تھے وقت جنگ
صدمے سے زرد ہو گیا سبط نبی کا رنگ
اک سنگ دل نے پاس سے مارا جبیں پہ سنگ
ماتھے پہ ہاتھ تھا کہ گلے پر لگا خدنگ
تھاما گلا جناب نے ماتھے کو چھوڑ کے
نکلا وہ تیر حلق مبارک کو توڑ کے

۱۸۳

لکھا ہے تین پھال کا تھا ناوک ستم
کھینچی سری گلے کی طرف سے بچشم نم
منہ کھل گیا الٹ گئی گردن رکا جو دم
بھالیں نکالیں پشت کی جانب سے ہو کے خم
ابلا جو خون نکلتا ہوا دم ٹھہر گیا
چلو رکھا جو زخم کے نیچے تو بھر گیا

۱۸۴

دشمن تھا شہ کا اعور سلمی عدوئے دیں
ماری جگر پہ ابن انس نے سناں کیں
سر پر لگائی تیغ کہ شق ہو گئی جبیں
بھاگا گڑو کے کوکھ میں برچھی کو اک لعیں
گھوڑے پہ ڈگمگا کے جو حضرت نے آہ کی
تھرا گئی ضریح رسالت پناہ کی

۱۸۵

گرتے ہیں اب حسین فرس پر سے ہے غضب
پہلو شگافتہ ہوا خنجر سے ہے غضب
نکلی رکاب پائے مطہر سے ہے غضب
غش میں جھکے عمامہ گرا سر سے ہے غضب
قرآں رحل زیں سے سر فرش گر پڑا
دیوار کعبہ بیٹھ گئی عرش گر پڑا

۱۸۶

گر کر کبھی اٹھے کبھی رکھا زمیں پہ سر
حسرت سے کی خیام کی جانب کبھی نظر
ابلا لہو کبھی تو سنبھالا کبھی جگر
کروٹ کبھی تڑپ کے ادھر لی کبھی ادھر
اٹھ بیٹھے جب تو زخموں سے برچھی کے پھل گرے
تیر اور تن میں گڑ گئے جب منہ کے بل گرے

۱۸۷

جنگل سے آئی فاطمہ زہرا کی یہ صدا
اس وقت کون حق محبت کرے ادا
امت نے مجھ کو لوٹ لیا وا محمدا
ہے ہے یہ ظلم اور دو عالم کا مقتدا
انیس سو ہیں زخم تن چاک چاک پر
زینب نکل حسین تڑپتا ہے خاک پر

۱۸۸

پردہ الٹ کے بنت علی نکلی ننگے سر
چاروں طرف پکارتی تھی سر کو پیٹ کر
لرزاں قدم خمیدہ کمر غرق خون جگر
اے کربلا بتا ترا مہماں ہے کدھر
اماں قدم اب اٹھتے نہیں تشنہ کام کے
پہونچا دو لاش پر مرے بازو کو تھام کے

۱۸۹

اس وقت سب جہاں مری آنکھوں میں ہے سیاہ
سید کدھر تڑپتا ہے اماں کدھر ہیں آہ
لوگو خدا کے واسطے مجھ کو بتا دو راہ
کس سمت ہے نبی کے نواسے کی قتل گاہ
شعلے دل و جگر سے نکلتے ہیں آہ کے
یہ کون نام لیتا ہے میرا کراہ کے

۱۹۰

کس نے صدا یہ دی کہ بہن اس طرف نہ آؤ
اب ڈوبتی ہے آل رسول خدا کی ناؤ
بس اب سفر قریب ہے للہ گھر میں جاؤ
یا مرتضیٰ عزیزوں کے بیڑے کو تم بچاؤ
اب چھوڑ یوں نہ دشت بلا میں حسینؑ کو
یا فاطمہؑ چھپا لو ردا میں حسینؑ کو

۱۹۱

بنت علیؑ تو پیٹتی پھرتی تھی ننگے سر
زینب کو منع کرتے تھے ہر چند اہل شر
کٹتا تھا نور چشم علیؑ کا گلا ادھر
لیکن وہ دوڑی جاتی تھی بھائی کی لاش پر
پہونچی جو قتل گاہ میں اس روک ٹوک پہ
دیکھا سر حسینؑ کو نیزے کی نوک پر

۱۹۲

نیزے کے نیچے جاکے پکاری وہ سوگوار
ہے ہے گلے پہ چل گئی بھیا چھری کی دھار
سید تری لہو بھری صورت کے میں نثار
بھولے بہن کو اے اسد حق کے یادگار
صدقے گئی لٹا کے گھر وعدہ گاہ میں
جنبش لبوں کو ہے ابھی یاد الٰہ میں

۱۹۳

بھیا سلام کرتی ہے خواہر جواب دو
سوکھی زباں سے بہر ہمشیر جواب دو
چلا رہی ہے دختر حیدرؑ جواب دو
کیونکر جئے گی زینبؑ مضطر جواب دو
جز مرگ درد ہجر کا چارا نہیں کوئی
میرا تو اب جہاں میں سہارا نہیں کوئی

۱۹۴

بھیا میں اب کہاں سے تمہیں لاؤں کیا کروں
کس کی دہائی دوں کسے چلاؤں کیا کروں
کیا کہکے اپنے دل کو میں سمجھاؤں کیا کروں
بستی پرائی ہے میں کدھر جاؤں کیا کروں
دنیا تمام اجڑ گئی ویرانہ ہو گیا
بیٹھوں کہاں کہ گھر تو عزا خانہ ہو گیا

۱۹۵

ہے ہے تمہارے آگے نہ خواہر گذر گئی
آئی صدا نہ پوچھو جو ہم پر گذر گئی
بھیا بتاؤ کیا تہ خنجر گذر گئی
صد شکر جو گذر گئی بہتر گذر گئی
سر کٹ گیا ہمیں تو الم سے فراغ ہے
گر ہے تو بس تمہاری جدائی کا داغ ہے

۱۹۶

گھر لوٹنے کو آئے گی اب فوج نابکار
خیمہ میں جبکہ آگ لگا دیں ستم شعار
کہیو نہ کچھ زباں سے بجز شکر کردگار
رہیو مری یتیم سکینہؑ سے ہوشیار
بیزار ہے وہ خستہ جگر اپنی جاں سے
باندھے نہ کوئی اس کا گلا ریسمان سے

۱۹۷

بس اے انیس ضعف سے لرزاں ہے بند بند
نکلے قلم سے ضعف میں کیا کیا بلند بند
عالم کو یادگار رہیں گے یہ چند بند
عالم پسند بند ہیں سلطان پسند بند
یہ فصل اور یہ بزم عزا یادگار ہے
پیری کے ولولے میں خزاں کی بہار ہے

رباعی

گر لاکھ برس جئے تو پھر مرنا ہے
پیمانۂ عمر ایک دن بھرنا ہے
ہاں توشۂ آخرت مہیا کرنے
غافل تجھے دنیا سے سفر کرنا ہے

جب جان نثار سبط پیمبرؐ ہوئے شہید	مرثیہ	مظلوم کے غریب کے یاور ہوئے شہید
عباسؑ قتل ہو گئے اکبرؑ ہوئے شہید		یاں تک کہ تیر سے علی اصغر ہوئے شہید
جانباز اپنی اپنی شجاعت دکھا گئے		تنہا امام زغۂ اعدا میں آگئے
جب قتل رن میں ہو چکا لشکر حسینؑ کا	۲	باقی رہا نہ یار نہ یاور حسینؑ کا
دشمن جو تھا ہر ایک ستمگر حسینؑ کا		غل پڑ گیا کہ کاٹ لو اب سر حسینؑ کا
پیلے سے یہ ابر شام کے لشکر کا چھا گیا		مظلوم اہل ظلم کے نرغے میں آگیا
اس خاصۂ خدا پہ ہوا اک ہجوم عام	۳	کالی گھٹا کی طرح سے امڈی سپاہ شام
نیزے لئے کوئی کوئی تولے ہوئے حسام		غل تھا کہ تیر مارو اکیلے ہیں اب امام
گھوڑے سے ہاں گرا دو شہ سرفراز کو		پانی نہ ملنے پائے امام حجاز کو
لشکر ہوا تمام مہیائے کارزار	۴	نکلے پروں سے نیزوں کو تانے ہوئے سوار
تھی پشت پر تو برچھیوں والوں کی اک قطار		اور سامنے کھڑے تھے کماندار دس ہزار
یہ ظلم تھا نبیؐ کے نواسے کے واسطے		تلواریں تیز ہوتی تھیں پیاسے کے واسطے
تھی سبط مصطفےٰؐ پہ عجب بے کسی و یاس	۵	شدت تھی آفتاب کی اور تین دن کی پیاس
تھا دشمنوں میں یکہ و تنہا وہ حق شناس		بیتاب روح فاطمہؑ پھرتی تھی آس پاس
تنہائی پہ پسر کی علیؑ اشکبار تھے		اور قبر میں رسولؐ خدا بیقرار تھے
جن تیروں سے کہ ہوتا تھا شہ کا جگر فگار	۶	وہ تیر ہوتے تھے جگر مصطفےٰؐ کے پار
پڑتی تھی جسم پاک پہ جب تیغ آبدار		جلتی تھی دل پہ شیر الٰہی کے اس کی دھار
نیزہ جو لگتا سینے پہ سبط رسولؐ کے		اٹھتا تھا درد دل میں جناب بتولؑ کے
اک یہ الم تھا جس سے کہ یہ بیقرار تھے	۷	اک سر تھا اس کے لینے کے گاہک ہزار تھے
اک تن تھا اس پہ زخم لگے بے شمار تھے		درپے اس ایک جاں کے سب نابکار تھے
تدبیر قتل شاہ وہ گمراہ کرتے تھے		امت کی مغفرت کی دعا شاہ کرتے تھے
تھا چتر زر لگائے ہوئے شمر روسیاہ	۸	تابش میں آفتاب کی تھا فاطمہؑ کا ماہ
میدان میں چار سمت یہ تھی کثرت سپاہ		جانے کی خیمہ گاہ تلک ملتی تھی نہ راہ
سر ضعف سے جھکاتے تھے گھوڑے کی یال پر		فاقہ تھا تین روز کا زہراؑ کے لال پر
پیتے تھے آب نہر چرند و پرند سب	۹	محروم ابن ساقی کوثر تھا ہے غضب
نیلے تھے مارے پیاس کے وہ برگ گل سے لب		پڑتے تھے تیر پانی اگر کرتے تھے طلب
سولہ پہر کی پیاس کلیجہ جلاتی تھی		کچھ بات کرتے تھے تو زبان اینٹھی جاتی تھی

۱۰
چھڑکاؤ سقے کرتے تھے میداں میں جابجا
اور گھوڑوں کو بھی پانی پلاتے تھے اشقیا
افراط آب دیکھ کے سلطان کربلا
دل سے بیاں یہ کرتے تھے آنسو بہا بہا
اس پانی کو ترس کے مرے لال مر گئے
اصغرؑ جہاں سے تشنہ دہن کوچ کر گئے

۱۱
دریا کو دیکھ دیکھ کے فرماتے تھے یہ بات
تو ملک فاطمہؑ میں ہے اے چشمۂ فرات
پیتے ہیں پانی سے کے تجھ سے زبوں صفات
قطرے کو ہم ترستے ہیں طرفہ ہے واردات
اعدا تو مشکیں بھر کے زمیں پر چھڑکتے ہیں
بچے ہمارے پانی کی خاطر سسکتے ہیں

۱۲
آیا نظر جو لاشۂ عباسؑ نیک نام
ٹوٹی کمر کو تھام کے کرتے تھے یہ کلام
بھائی تمہاری لاش کے قرباں ہو امام
تم کیا تمام ہو گئے ہم ہو گئے تمام
فرزند فاطمہ کی مدد آن کر کرو
بھائی یہ تیر پڑتے ہیں سینہ سپر کرو

۱۳
کچھ تم کو اپنی پیاری سکینہؑ کی ہے خبر
اب تک نہیں ہوئے ہیں لب خشک اس کے تر
چلاتی ہے یہ ڈیوڑھی سے سر پیٹ پیٹ کر
لوگو بتا تو دو مرے عمو گئے کدھر
تم سے بڑا عجیب مجھے لے بھائی جان ہے
میری خبر ہے کچھ نہ سکینہ کا دھیان ہے

۱۴
اے میرے شیر اے مرے ہمدرد و خیر خواہ
اٹھو کمک کرو کہ ہمیں گھیرے ہے سپاہ
ساحل پہ آپ کو تو ملی سرد خوابگاہ
لاشہ زمین گرم پہ میرا رہے گا آہ
بے غسل اس زمین پہ بہت دن رہیں گے ہم
چالیس روز دھوپ کی ایذا سہیں گے ہم

۱۵
بھائی کی لاش سے جو نہ ملتا تھا کچھ جواب
کرتے تھے رو کے لاشۂ اکبرؑ سے یہ خطاب
بابا کا بھی خیال ہے کب تک کروگے خواب
بیٹا خبر لو نرغہ میں ہے ابن بو ترابؑ
گھوڑے سے نیزے مار کے اعدا گراتے ہیں
ہاتھوں کو آکے تھامو کہ ہم ڈگمگاتے ہیں

۱۶
راوی نے یہ لکھا ہے کہ وقت زوال تھا
اور غلبہ پیاس کا شہ دیں پر کمال تھا
سوکھی زباں سے بات کا کرنا محال تھا
پانی جو اُن سے مانگتا زہراؑ کا لال تھا
اس بات کا جواب بھی ظالم نہ دیتے تھے
منہ پیٹنے کی جا ہے کہ منہ پھیر لیتے تھے

۱۷
کہتا تھا کوئی تیر لگاؤ حسینؑ کو
تلواروں سے لہو میں ڈباؤ حسینؑ کو
کہتا تھا شمر گھیر کے لاؤ حسینؑ کو
گھوڑے سے جلد نیچے گراؤ حسینؑ کو
کیا چپکے دیکھتے ہو منہ اس تشنہ کام کا
سر کاٹ لو حسین علیہ السلام کا

۱۸
جب تیر آکے لگتا تھا جسم حسینؑ پر
خیمے کو تکتے جاتے تھے منہ پھیر پھیر کر
کہتے تھے دل سے رو رو کے یہ شاہ بحر و بر
زینبؑ کہیں نہ خیمہ سے نکلے برہنہ سر
بانو کو اے کریم مرے غم میں صبر دے
زینبؑ کو اے خدا مرے ماتم میں صبر دے

کرتے تھے ہاتھ اٹھا کے کبھی حق سے یہ دعا بیٹے بھتیجے سب تری رہ میں ہوئے فدا پر یہ دعا قبول ہو مجھ دل ملول کی	۱۹	تو ہے کریم بندۂ عاجز ہوں میں ترا میں بھی اب اپنا پیاسا گلا دیتا ہوں کٹا امت کو بخش دے مرے نانا رسول کی
زینب نے اپنے بھائی کی جب یہ سنی صدا دیکھا کہ شہ کو گھیرے ہے سب فوج اشقیا کوئی قریب آکے ہے شمشیر مارتا	۲۰	گھبرا کے آئی ڈیوڑھی پہ وہ غم کی مبتلا امت کی مغفرت کی ہیں شہ کر رہے دعا اور جسم پاک پہ ہے کوئی تیر مارتا
زینب پکاریں تیر یہ مجھ پہ لگاؤ تم نیزے پہ کاٹ کر مرے سر کو چڑھاؤ تم پانی کو تین روز سے محروم ہے حسینؑ	۲۱	بھائی کے بدلے خوں میں مجھ کو ڈوباؤ تم فرزند فاطمہؑ پہ نہ اب ہاتھ اٹھاؤ تم سید ہے بے گناہ ہے مظلوم ہے حسینؑ
گر حال یہ حسینؑ کا سن پائے گی بتولؑ دکھیا کو کیوں ستاتے ہو غم کھائے گی بتولؑ یہ کیا سلوک کرتے ہو تم بے گناہ سے	۲۲	پایہ پکڑ کے عرش کا چلائے گی بتولؑ جنت سے سر برہنہ چلی آئے گی بتولؑ مانگو پناہ فاطمہ زہراؑ کی آہ سے
اس قوم سے یہ کہتی تھی زینبؑ تو غل مچا زینبؑ نے سر کو پیٹ کے تب اسطرح کہا چلتے ہیں وار فاطمہؑ کے نازنین پر	۲۳	وہ شہ کو زخمی کرتے ہیں نیزہ لگا لگا فریاد بنت فاطمہؑ کرتی ہے اے خدا کیوں آسماں گر نہیں پڑتا زمین پر
یہ بات کہہ کے رونے لگی ڈھاریں مار کر پھر شاہ سے وہ کہنے لگی یوں پکار کر اس بیکسی غریبی کے قربان جاؤں میں	۲۴	سر سے زمیں پہ پھینک دی چادر اتار کر زینبؑ کو مار ڈالے کوئی میر وار کر کچھ بس نہیں مرا انھیں کیونکر بچاؤں میں
اس وقت چپکے رہنے کے قربان ہو بہن اعدا سے کچھ نہ کہنے کے قربان ہو بہن کیوں صدقہ ہو کے آپ پہ زینبؑ نہ مر گئی	۲۵	یہ ظلم و جور سہنے کے قربان ہو بہن زخموں سے خون بہنے کے قربان ہو بہن بھائی تمہاری شکل تو سب خوں میں بھر گئی
سینہ ستم کے تیروں سے غربال ہو گیا زینبؑ کو تم بن ایک دم اک سال ہو گیا ناحق ہے ظلم فاطمہؑ کے نور عین پر	۲۶	ہے ہے یہ جسم خوں سے سب لال ہو گیا کیسی ہوئی جدائی یہ کیا حال ہو گیا ہے ہے ستم یہ بھوکے پیاسے حسینؑ پر
جس دم بہن کے رونے کی شہ نے سنی صدا غل اس لئے ہے خیمے میں فریاد و آہ کا تنہا ہے سامنا جو ہمہ ساری خدائی کا	۲۷	سمجھے کہ کچھ یہ نرغہ جو اعدا نے ہے کیا اعدا کو زور بے کسی اس وقت دل دکھا چرچا ہے جہاں میں ہماری لڑائی کا

۲۸
یہ کہہ کے سوچنے لگے پھر دل میں کچھ امام
پھر شاہ ظالموں سے یہ کرنے لگے کلام
حجت بھی اس گروہ سے کر لیجئے تمام
کیوں مجھ پہ ظلم کرتے ہو اے ساکنان شام
خیر النساء ہے ماں مری بنت رسولؐ ہے
میرے ستانے سے تمہیں کچھ بھی حصول ہے

۲۹
بیٹی کا ہوں تمہارے پیمبرؐ کی ہوں پسر
محبوب حقؐ نے مجھکو چڑھایا ہے دوش پر
سبط نبیؐ ہوں شیر خدا ہے مرا پدر
نا منصفو خیال تمہارا گیا کدھر
پیراہن رسول کو کیوں خوں میں بھرتے ہو
بتلاؤ کس گنہ پہ مجھے قتل کرتے ہو

۳۰
ماں میری فاطمہؑ نہیں نانا نبیؐ نہیں
امت ہیں جن کی تم ہو میں اُن کا کوئی نہیں
بابا مرا رسولؐ خدا کا وصی نہیں
یہ بات میرے حق میں نبیؐ نے کہی نہیں
واجب ہے اعتقاد مرے نور عین سے
یعنی حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے

۳۱
اصحاب سے یہ کہتے تھے اکثر سنا سنا
دشمن ہے وہ مرا جو ہے دشمن حسینؑ کا
جو دوست ہے حسینؑ کا وہ دوست ہے مرا
دشمن نبیؐ کی آل کا ہے دشمن خدا
ہو دوست تم میں گر کوئی خیر الانام کا
پوچھے اسی سے مرتبہ مجھ تشنہ کام کا

۳۲
اکبرؑ شہید ہو گیا مارا نہ میں نے دم
عباسؑ کے الم سے کمر ہو گئی ہے خم
اصغرؑ کو تیر مارا کیا میں نے کچھ نہ غم
قاسمؑ کے مرنے کا بھی مجھے سخت ہے الم
اب بھی کہو تو یاں سے کسی سمت جاؤں میں
اس جلتی ریتی سے ابھی خیمہ اٹھاؤں میں

۳۳
اس واسطے یہ کہتا ہوں اے لشکر جفا
بیمار ایک ہے سو مصیبت میں مبتلا
اہل حرم کا اب کوئی وارث نہیں رہا
اہل حرم میں شور ہے فریاد و آہ کا
کس طرح سے مرے دل بیکل کو کل پڑے
زینبؑ کہیں نہ پردے سے باہر نکل پڑے

۳۴
اعدا نے تب کہا تمہیں پہچانتے ہیں ہم
پر دل پہ قتل آپ کا اب ٹھانتے ہیں ہم
خیر النساء کے بیٹے ہو تم جانتے ہیں ہم
اس وقت تو کسی کو نہیں مانتے ہیں ہم
گر ہو رسولؐ حق کے نواسے تو کیا کریں
دو دن کے ہو جو بھوکے پیاسے تو کیا کریں

۳۵
ہم تو تمہارے خوں کا دریا بہائیں گے
احمدؐ کی بوسہ گاہ پہ خنجر چلائیں گے
جتنا ستایا جائے گا تم کو ستائیں گے
سر کو تمہارے نیزے کے اوپر چڑھائیں گے
شہ بولے خیر ہم نے تو حجت تمام کی
پر تم نے کوئی بات نہ مانی امام کی

۳۶
فرماتے تھے یہ اعدا سے سلطان بحر و بر
دی ہے علیؑ کے لال کو کیوں مہلت اس قدر
چلایا فوج کو عمر سعد بد گہر
ہاں جلد کاٹ لو پسر فاطمہؑ کا سر
خنجر سے ذبح لخت دل فاطمہؑ کرو
اب پنجتن کا روزہ ہم خاتمہ کرو

۳۷
یہ سنتے ہی برسنے لگے شہ پر تیر کیں
چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے سیکڑوں لعیں
زخمی ہوئی امام کی وہ چاند سی جبیں
قبضے پہ ہاتھ رکھ کے پکارے امام دیں
تم نے بہت ستایا ہے مجھ دل فگار کو
لو اب حسین کھینچتا ہے ذوالفقار کو

۳۸
تم نے مرے رفیقوں کے کاٹے بدن سے سر
برچھی سے چھیدا اکبر مظلوم کا جگر
بازو اتارے بھائی کے میرے فرات پر
مارا اسے بھی تھا چھ مہینے کا جو پسر
ایذا اٹھائی پیاس کی شکر خدا کیا
میں نے نہ کچھ زباں سے تمہارا گلا کیا

۳۹
للہ میرے قتل سے اب ہاتھ اٹھاؤ تم
میں جاؤں اپنے شہر میں کوفہ میں جاؤ تم
سید کو بے وطن کو نہ اتنا ستاؤ تم
جسم نبی ہوں مجھکو نہ نیزے لگاؤ تم
کیوں خاک میں ملاتے ہو گوہر بوتراب کا
میرا لہو لہو ہے رسالت مآب کا

۴۰
واللہ مرا ہے قتل رسول زمن کا قتل
محسن کی ظالمو ہے شہادت حسن کا قتل
زہرا کا خوں ہے اور علی صف شکن کا قتل
ذبح حسین خلق میں ہے پنجتن کا قتل
مرنا مرا نہ ہوگا گوارا رسول کو
مجکو کیا شہید تو مارا رسول کو

۴۱
مظلوم کو یہ ظالموں نے تب دیا جواب
حضرت کا قتل کرنا سمجھتے ہیں ہم ثواب
ہے آپ کو جو بیعت حاکم سے اجتناب
حیدر شہید ہوں کہ رسول فلک جناب
نیزے لگا کے گھوڑے سے تمکو گرائینگے
پانی نہ دیں گے خلق پہ خنجر چلائیں گے

۴۲
یہ سن کے آ گیا شہ مظلوم کو جلال
اس غیظ میں کھڑے ہوئے سارے بدن کے بال
غصے سے ہو گیا رخ انور کا رنگ لال
فرمایا ظالموں سے کہ اے قوم بد خصال
تم جانتے ہو ابن علی کو ہراس ہے
مجکو فقط رسول کی امت کا پاس ہے

۴۳
یہ کہکے ذوالفقار کو کھینچا نیام سے
جوں برق نکلی کوندتی وہ فوج شام سے
ظاہر ہوا یہ معجزہ دست امام سے
دم میں ہٹا دیا انہیں ان کے مقام سے
غصہ میں صورت اسد حق جدھر گئے
بن تیغ کتنے شاہ کی دہشت سے مر گئے

۴۴
فرمایا ہے کشندۂ خیبر مرا پدر
کچھ سوجھتا نہیں کہ موا ہے جوان پسر
لنگر اکھاڑوں کوہ کا ٹوٹی ہے گو کمر
لرزہ ہو شیر کو جو کروں غیظ سے نظر
وارث ہوں ذوالفقار جناب امیر کا
رگ رگ میں میری زور ہے زہرا کے شیر کا

۴۵
لاشہ پہ لاشہ ڈال دیا ایک آن میں
کس طرح آسکے وہ شجاعت بیاں میں
اک تہلکہ سا پڑ گیا کون و مکاں میں
ایسا لڑا نہیں کوئی پیاسا جہاں میں
پیدل تو کیا سوار ہزار دل بھگا دیے
کشتوں کے پشتے رن میں ہر اک جا لگا دیے

۴۶

غصہ میں تھا زبس خلف شیر کردگار
گھوڑوں سمیت ٹکڑے پڑے تھے کہیں سوار
بے سر کہیں ستھے خاک پہ اک سمت نیزہ دار
ہرگز گماں کشتوں کا نہ لاشوں کا تھا شمار
شمشیر باگ اٹھاتے تھے جب نعرہ مار کے
گئتے نہ تھے زمیں پہ قدم راہوار کے

۴۷

جوں برق تیغ شاہ سروں سے گذر گئی
جس جس کو چھو گئی بس اُسے خوں میں بھر گئی
سب دیکھتے رہے کدھر آئی کدھر گئی
اک دو ہوئے جو دو تھے انھیں چار کر گئی
اک دم میں شہ نے خون کے دریا بہا دیے
حیدر کی ذوالفقار کے جوہر دکھا دیے

۴۸

جس شخص کے پڑا الف تیغ فرق پر
باوصف چار آئینہ و جوشن و سپر
تھا لام الف کی طرح وہ دو ٹکڑے ہو کر
اعدا کے جوں نقاط غلط کٹ گرے تھے سر
ہر صف بصورت صف باطل قلم ہوئی
ایسی بھی جنگ صفحۂ عالم میں کم ہوئی

۴۹

گوشوں میں جا چھپے تھے کماندار ہرزہ کار
دست اماں اٹھائی تھیں تلواریں بار بار
چادر ہلا رہے تھے شجاعان نامدار
نیزے بلند کرتے تھے انگشت زینہار
خود صاحب کمند اسیر کمند تھے
دم خنجروں کے تیغ کی دہشت سے بند تھے

۵۰

کشتوں کے ڈھیر دشت ستم میں لگا دیے
ہر حملے میں سواروں کے ٹکڑے اڑا دیے
دریا کے پاس خوں کے دریا بہا دیے
پیدل بھی ایک دم میں ہزاروں بھگا دیے
اللہ رے ضرب راحت جان بتولؑ کی
چلاتے تھے عدو کہ دوہائی رسولؑ کی

۵۱

بہر مدد فرشتے بھی آئے تھے بے شمار
سب کہتے تھے کہ اے خلف شیر کردگار
اور قوم جن بھی حرب کی تھی بس امیدوار
گر حکم ہو تو آپ پہ ہو جائیں ہم نثار
شہ کہتے تھے کہ گو مرا تن زخم دار ہے
فرزند مرتضےٰ کو مدد ناگوار ہے

۵۲

میری مدد کو کافی ہے سر پر مرا خدا
حلال مشکلات پدر جس کا ہو بھلا
جز ذات حق کسی کا نہیں ہم کو آسرا
پھر غیر کی مدد کا وہ محتاج کب رہا
کڑھوا کے اقربا کو نہ خاطر ملول کی
اولاد سے عزیز ہے اُمت رسولؑ کی

۵۳

اور اس گھڑی جو فوج مخالف سے میں لڑا
لیکن فقط یہ تھا بشریت کا مقتضا
فریاد اہلبیت نے تھا مضطرب کیا
اب دیکھو کیسا صبر سے کٹواتا ہوں گلا
طاقت تو دیکھ لی مری غربت بھی دیکھ لو
دکھلا غضب تو صبر شہادت بھی دیکھ لو

۵۴

یہ سن کے سب ملائکہ کرنے لگے بکا
کیسا لڑا ہے آج مرا شیر واہ وا
ناگاہ آئی پردۂ گردوں سے یہ صدا
بس بس ہو کوئی تجھ سے جہاں میں مجال کیا
پر اے حسین مہر پیمبر بھی یاد ہے
پھر ہم کو اپنے خون کا محضر بھی یاد ہے

۵۵

سب طرح کا دیا ہے تجھے ہم نے اختیار — تو چاہے گر تو ہوں ابھی غارت یہ نابکار
پر دے گا تو نہ حلق پہ گر تیغ کیں کی دھار — تو امت نبی نہیں ہونے کی رستگار
موقوف تیرے قتل پہ اُن کی نجات ہے — حرمت گناہگاروں کی اب تیرے ہاتھ ہے

۵۶

سن کر صدا یہ کانپ گئے شاہ نامدار — رکھ لی میاں میں وہیں شمشیر آبدار
کی عرض کبریا سے بصد عجز و انکسار — شبیر تیری راہ میں سو جان سے نثار
ہر امر میں تجھی سے عنایت ہوں چاہتا — اور امت نبی کی شفاعت ہوں چاہتا

۵۷

تیری مدد سے جرأت و ہمت دکھا چکا — دو دن کی بھوک پیاس کی لذت اٹھا چکا
اولاد کا بھی داغ کلیجہ پہ کھا چکا — اصغر تلک کو قبر کے اندر سلا چکا
اب آرزو یہ ہے کہ یہ خادم نثار ہو — سجدے میں سر ہو حلق پہ خنجر کی دھار ہو

۵۸

یہ کہہ کے بس ٹھہر گئے سلطان کربلا — ماتھے پہ ہاتھ پھیر کے گھوڑے سے یہ کہا
بس تو مری سواری کا حق کر چکا ادا — تیرا سوار ہوتا ہے بس تجھ سے بھی جدا
یہ بات کہہ کے شاہ حجازی نے رو دیا — حضرت کے منہ کو دیکھ کے تازی نے رو دیا

۵۹

یہ کہہ کے ظالموں کو پکارے امام دیں — کیوں بھاگتے ہو آؤ کہ لڑنے کے ہم نہیں
تن پر لگاؤ نیزہ و شمشیر و تیر کیں — حاضر ہے سر کٹانے کو زہرا کا نازنیں
اب رحم بھی نہ مجھ پہ کوئی مطلقاً کرے — قاتل کہاں ہے آ کے مرا سر جدا کرے

۶۰

سن کر سخن یہ ٹوٹ پڑی فوج نابکار — نورانی جسم برچھیوں سے ہو گیا فگار
تیر ستم گذر گئے سینے سے بے شمار — نیزوں کے چار سو سے کیے ظالموں نے وار
تیغوں سے پیچ سارے عمامے کے کٹ گئے — گیسو لہو میں ڈوب کے رخ سے لپٹ گئے

۶۱

تھے دو ہزار جسم شہ بحر و بر پہ زخم — ماتھے پہ زخم تیر کے تیغوں کے سر پہ زخم
گردن پہ زخم سینہ پہ زخم اور کمر پہ زخم — اور اُس کے ماورا تھے بہتر جگر پہ زخم
گھوڑے پہ گہہ سنبھلتے تھے گہ ڈگمگاتے تھے — غش آتا تو ہرنے پہ سر کو جھکاتے تھے

۶۲

گھوڑے پہ جب سنبھلنے کی باقی رہی نہ تاب — ہاتھوں سے باگ چھوٹ گئی پاؤں سے رکاب
گرنے لگا زمیں پہ جو وہ آسمان جناب — مرقد میں بے قرار ہوئی روح بوتراب
غل تھا کہ خاک پہ شہ کون و مکاں گرا — بس اب زمیں الٹ گئی اور آسماں گرا

۶۳

راوی یہ شہ کے زخموں کا لکھتا ہے ماجرا — کب دو ہزار زخموں کی ہوتی ہے تن میں جا
تفصیل اس کی سن کے کلیجہ ہے کانپتا — یعنی جو زخم تیغ تن شاہ پہ لگا
اس زخم میں بھی سیکڑوں تیروں کے وار تھے — ہر زخم نیزہ میں کئی سو تیر پار تھے

۶۴
ہرگز ہجوم زخم سے تن میں رہی نہ تاب
ہونٹوں پہ پھیرتا تھا زباں کو بغیر آب
بیٹھا زمین پہ جھومتا تھا ابن بوتراب
چلاتی تھی یہ ڈیوڑھی سے زینبؑ جگر کباب
ہے ہے ترس حسینؑ پہ کھاتا نہیں کوئی
مرتا ہے میرا بھائی بچاتا نہیں کوئی

۶۵
ظالم کھڑے تھے گرد وہ بیٹھا تھا خاک پر
آنے لگا جو غش تو جھکایا زمیں پہ سر
ڈوبا ہوا تھا خوں میں ملبوس سر بسر
سجدے میں عرض کی یہ خدا سے بچشم تر
یارب تو میرے نانا کی امت کو بخش دے
اور میرے بھی قصور عبادت کو بخش دے

۶۶
شرمندہ ہوں میں کس لئے آیا تھا کیا کیا
تو نے کرم حسینؑ پہ لاانتہا کیا
جو حق بندگی تھا نہ وہ بھی ادا کیا
یاں تک کہ ساری خلق کا مشکل کشا کیا
صدمہ ہے آج فاطمہؑ کے نور عین پر
آسان کردے ذبح کی مشکل حسینؑ پر

۶۷
رو رو دعا یہ حق سے ابھی کرتے تھے امام
اُس وقت شمر سے یہ عمر نے کیا کلام
جو ظالموں نے حشر یہ کیا اور اژدہام
ہاں جلد کاٹ تن سے سر سید امام
ڈریو نہ سن کے فاطمہ زہرا کی آہ کو
گل کردے شمع قبر رسالت پناہ کو

۶۸
یہ سنتے ہی چڑھائی ستمگر نے آستیں
تھے قبلہ رو جھکے ہوئے سجدے میں شاہ دیں
خنجر کمر سے کھینچ کے آگے بڑھا لعیں
لب ہلتے دیکھے شاہ کے آپہنچا جب قریں
سمجھا کہ تشنگی سے جو صدمے گذرتے ہیں
اُس وقت بد دعا مجھے شبیر کرتے ہیں

۶۹
جھک کر قریب کان جو لایا تو یہ سنا
جاری زبان خشک سے ہے یہ کہ اے خدا
حق میں گنہگاروں کے شہ کرتے ہیں دعا
کر حاجتوں کو میرے محبوں کی تو روا
شیعوں کا حشر روز جزا میرے ساتھ ہو
میرا یہ خوں بہا ہے کہ اُن کی نجات ہو

۷۰
یہ سن کے مستعد ہوا شہ کے وہ قتل پر
گردن پہ پھیرنے لگا خنجر وہ کینہ ور
زانو رکھا حسینؑ کی چھاتی پہ بے خطر
آئی صدا علیؑ کی کہ ہے ہے مرا پسر
زہراؑ پکاری کچھ بھی نبیؐ سے حجاب ہے
ظالم یہ بوسہ گاہ رسالت مآبؐ ہے

۷۱
کیوں ذبح میرے لال کو کرتا ہے بے گناہ
کشتی کو اہلبیت نبیؐ کی نہ کر تباہ
کیوں کاٹتا ہے میرے کلیجہ کو روسیاہ
میں فاطمہؑ ہوں عرش ہلادے گی میری آہ
جس سینے میں ہیں علم الٰہی بھرے ہوئے
تو پاے چکمہ دار ہے اُس پر دھرے ہوئے

۷۲
آواز اپنی ماں کی یہ زینبؑ نے جب سنی
دیکھا کہ ذبح کرتا ہے خنجر سے وہ شقی
دوڑی نکل کے خیمے سے وہ پیٹتی ہوئی
سر پیٹ کر یہ کہنے لگی وہ جگر جلی
ہے ہے نہ تین روز کے پیاسے کو ذبح کر
ظالم نہ مصطفےٰؐ کے نواسے کو ذبح کر

۷۳
بانو پکارتی تھی یہ کیا کرتا ہے لعیں
چلاتی تھی سکینہؑ کہ جینے کی میں نہیں
پیاسا ہے تین روز سے زہراؑ کا نازنیں
بابا کو ذبح کرتا ہے کیوں اے عدوئے دیں
خنجر نہ پھیر شاہ کی گردن پہ رحم کر
بابا کو چھوڑ دے مرے بچپن پہ رحم کر

۷۴
زخموں سے چور چور ہے زہراؑ کا یادگار
بابا کے حلق پر تو نہ پھیر اب چھری کی دھار
جس چھاتی پہ میں سوتی تھی اس پہ ہو تو سوار
بدلے پدر کے سر کے مرے سر کو تو اتار
سید پہ تشنہ لب پہ ستم اس قدر نہ کر
پوتی ہوں فاطمہؑ کی مجھے بے پدر نہ کر

۷۵
رو کر بیان کرتی تھی بچی وہ تشنہ کام
کرتا تھا ذبح شاہ کو وہ نطفۂ حرام
دیکر دہائی پیٹتی تھیں بیبیاں تمام
سوکھی زبان دکھا کے یہ فرماتے تھے امام
خنجر ابھی نہ حلق پہ دھرتا تو خوب تھا
پانی پلا کے ذبح جو کرتا تو خوب تھا

۷۶
یہ کہتے تھے حسینؑ کہ بس حلق کٹ گیا
ننھا سا دل سکینہؑ کا سینے میں پھٹ گیا
نورانی جسم ریگ بیاباں میں اٹ گیا
اک شور تھا کہ دفتر عالم الٹ گیا
فوج لعیں تو فتح کے باجے بجاتی تھی
فریاد فاطمہؑ کی صدا رن سے آتی تھی

۷۷
سر کٹ گیا جو سبط رسالت پناہؐ کا
بس اے انیس شور ہے فریاد و آہ کا
غارت گروں نے قصد کیا خیمہ گاہ کا
عرض اس سے کر غلام ہے جس بادشاہ کا
خلقت کے درد و رنج و مصیبت کو دور کرو
آقا مدد کرو مرے مولا مدد کرو

سلام

اسی کا نور ہر اک شے میں جلوہ گر دیکھا
اسی کی شان نظر آ گئی جدھر دیکھا
علیؑ کو حق نے اتارا جو عین کعبہ میں
کھلی جو آنکھ تو پہلے خدا کا گھر دیکھا
روز عید بھی آیا جو کوئی ملنے کو
غم حسینؑ میں عابدؑ کو نوحہ گر دیکھا
قریب قبر ہم آئے کہاں کہاں پھر کر
تمام عمر ہوئی جب تو اپنا گھر دیکھا

قطعہ

سحر ہوئی شب معراج کی تو لوگوں نے
جمال پاک رخ سید البشرؐ دیکھا
کہا یہ سب نے غلاموں سے کیجئے ارشاد
جو کچھ حضور نے یا شاہ بحر و بر دیکھا
گہر فشاں ہوئے لعل لب رسول کریمؐ
کہ سب سے رتبۂ حیدرؑ زیادہ تر دیکھا
ورائے کرسی و عرش عظیم و لوح و قلم
وہی کا نور ہر ایک شے میں جلوہ گر دیکھا

ولی ولی کی صدا تھی جہاں جہاں پہونچا
کسی کی ایک طرح سے بسر ہوئی نہ انیسؔ
علی علی نظر آئے جدھر جدھر دیکھا
عروج ماہ بھی دیکھا تو دوپہر دیکھا

رباعی

میخانۂ کوثر کا شرابی ہوں میں
کہتی ہے یہ چشم خشک رکھو نہ مجھے
کیا قہر کا خوف ہو ترابی ہوں میں
اے اہل نظر ہر دم آبی ہوں میں

رباعی

کیا قدر زمیں کی آسماں کے آگے
زمی سے مطیع تنگ دل ہوتے ہیں
جھکتے ہیں قوی بھی ناتواں کے آگے
دنداں صف بستہ ہیں زباں کے آگے

رباعی

مشہور ہر سو جو خوش کلامی کا ہے
میں کیا آواز کیسی پڑھنا کیسا
باعث مدح امام نامی کا ہے
آقا یہ شرف تری غلامی کا ہے

رباعی

کب دزد سے دولت ہنر بچتی ہے
ممکن نہیں دزد ان مضامین سے نجات
لے بھاگتے ہیں جبکہ نظر بچتی ہے
سچ ہے کہ مگس سے کب شکر بچتی ہے

رباعی

نے مدح کا دعویٰ ہے نہ خود بینی ہے
شیرینی میں ہے نمک حلاوت دیکھو
باتوں میں اثر زباں میں رنگینی ہے
ہر طرفہ مزا نمک میں شیرینی ہے

رباعی

لفظوں میں نمک سخن میں شیرینی ہے
مداح گل گلشن زہراؑ ہوں میں
دعویٰ ہنر نہ عیب خود بینی ہے
غنچہ کی طرح زباں میں رنگینی ہے

رباعی

کس منہ سے کہوں لائق تحسیں میں ہوں
ہوتی ہے حلاوت سخن خود ظاہر
کیا لطف جو گل کہے کہ رنگیں میں ہوں
کہتی ہے کہیں شکر کہ شیریں میں ہوں

رباعی

مضموں گوہر ہیں اور صدف سینہ ہے
آئینہ سے روشن ہے کمال اپنا انیس
سچ ہے صاف تو یہ قلب بے کینہ ہے
ہم اس کو نظر آئیں کہ جو بینا ہے

اے شمع قلم روشنیٔ طور دکھا دے اے بحر طبیعت گہر نور دکھا دے بزم غم شبیرؑ میں وہ جلوہ گری ہو	مرثیہ ۱	اے نوح تجلیٔ رخ حور دکھا دے اے شاہد معنی رخ مستور دکھا دے خورشید جہاں تاب چراغ سحری ہو
اے جمع رسا خلد کا گلزار دکھا دے اے شمع زباں مطلع انوار دکھا دے لرزاں ہے قدم خامۂ اعجاز رقم کا	۲	اے باغ سخن گلشن بے خار دکھا دے اے حسن بیاں خوبیٔ گفتار دکھا دے ہاں تیغ زباں آج تو کر کام قلم کا
مانی کو بھی حیرت ہو وہ نقشہ نظر آئے اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آئے مہتاب تو کیا ہے رخ خورشید بھی فق ہو	۳	بہتا ہوا اک نور کا دریا نظر آئے سب بزم کو حیدرؑ کا سراپا نظر آئے جو بند ہو تصویر تجلے کا ورق ہو
ہے رتبۂ رخ چمن فاطمہؑ عالی ہر مصرع شاداب ہو اک پھولوں کی ڈالی لبریز لطافت سے ہو رنگیں سخن ایسا	۴	ہاں باندھ تو گلدستۂ مضمون خیالی لفظوں سے بھی غنچہ ہوں نزاکت سے نہ خالی رضواں بھی پکارے نہیں دیکھا چمن ایسا
خاموش زباں دعویٰ بے جا نہیں اچھا بس بس یہ غرور اور یہ دعوا نہیں اچھا کم مایہ کمال اپنا جتا دیتا ہے اکثر	۵	ہو جس میں تکبر سخن ایسا نہیں اچھا آپ اپنی ثنا واہ یہ شیوا نہیں اچھا جو ظرف کہ خالی ہو صدا دیتا ہے اکثر
خورشید کو کچھ حاجت زیور نہیں زنہار اصلی ہے اگر جنس تو کیا حاجت اظہار جو بد ہے سو بد ہے جو نکو ہے وہ نکو ہے	۶	پھولوں پہ کوئی عطر لگائے تو ہے بیکار خود مشک ہو خوشبو نہ کہ خوشبو کہے عطار چھپنے کی نہیں آپ اگر عود میں بو ہے
انسان کے لئے عجز ہی لازم ہے بہر کیف گر صاحب جوہر نہ جھکے جھک کے تو صد حیف آفاق میں یوں فیض نگیں عام نہ ہوتا	۷	ہے خانۂ دنیا میں ہر اک پیر و جوان ضعیف خارج ہے اصالت سے وہ کستی نہیں جو سیف ہوتا نہ فروتن تو کبھی نام نہ ہوتا
یارب مری فریاد میں تاثیر عطا کر دولت کے عوض فقر کی جاگیر عطا کر دعویٰ نہ سخن کا ہے نہ اعجاز بیاں ہوں	مطلع دوم ۸	بلبل بھی پھڑک جائے وہ تقریر عطا کر توفیق ثنا خوانیٔ شبیرؑ عطا کر تو عالم و دانا ہے کہ میں ہیچمداں ہوں
اے باعث ایجاد جہاں وقت مدد ہے اے خضر رہ گم شدگاں وقت مدد ہے چلتا ہے دم تیغ دو دم پر کوئی دم کو	۹	اے منتظم کون و مکاں وقت مدد ہے اے داد رس پیر و جواں وقت مدد ہے یوں ہاتھ پکڑ لے کہ نہ لغزش ہو قدم کو

۱۰

اے قبلۂ کونین اعانت کی طلب ہے
اے بحرِ عطا ہمت و رحمت کی طلب ہے
اے ہادیٔ دارین ہدایت کی طلب ہے
اے نورِ خدا نورِ بصیرت کی طلب ہے
مقبول ہے وہ تو جسے منظور کرے گا
اس ذرہ کو خورشید ترا نور کرے گا

۱۱

اے ساقیٔ کوثر مئے فردوس عطا کر
اے دستِ خدا قلبِ مکدر کی صفا کر
اے عیسیٔ دوراں مرضِ دل کی دوا کر
اے نورِ حق آئینۂ خاطر کی جلا کر
مستی میں نہ فکرِ خرد و ہوش کروں میں
کیفیتِ دنیا کو فراموش کروں میں

۱۲

اندیشۂ توصیفِ شہنشاہِ امم ہے
یہ راہ ہے باریک کہ لغزش میں قدم ہے
زانو پہ سرِ فکر ہے سجدے میں قلم ہے
اے دستِ زبردستِ خدا وقتِ کرم ہے
خامے سے نہ کچھ طبعِ خداداد سے ہوگا
یہ مرحلہ طے آپ کی امداد سے ہوگا

۱۳

بلبل سے کبھی وصفِ گلِ تر نہیں ممکن
ذرہ سے ثنائے شہِ خاور نہیں ممکن
آئینہ سے اوصافِ سکندر نہیں ممکن
جبریلؑ سے تعریفِ پیمبرؐ نہیں ممکن
مقدور کسے شیرِ الٰہی کی ثنا کا
ہو سکتا ہے بندے سے کہیں شکر خدا کا

۱۴

ہے عرش جہاں فرش یہ کاشانہ ہے کس کا
جلتا ہے دلِ شمع یہ افسانہ ہے کس کا
ہر سو ہے تجلی یہ جلو خانہ ہے کس کا
سرگشتہ ہے مہتاب یہ پروانہ ہے کس کا
روشن ہے جہاں جلوۂ نورِ ازلی ہے
ہاں بزمِ معلائے حسینؑ ابنِ علیؑ ہے

۱۵

اللہ رے رتبہ یہ فلک ہے کہ زمیں ہے
جو دل ہے سو وابستۂ لطفِ شہِ دیں ہے
ہے عرش مکاں جس کا وہ آج اس میں مکیں ہے
مجلس ہے کہ گلدستۂ فردوسِ بریں ہے
یہ اوج یہ رتبہ کسی محفل کو ملا ہے
ان پھولوں کے قرباں عجب باغ کھلا ہے

۱۶

فرماتے ہیں شیعوں کے یہ حق میں شہِ اکرم
بن جاتے ہیں اشک ان کے مرے زخموں کے مرہم
یہ بزمِ عزا ہوتی ہے جس گھر میں فراہم
یہ لوگ ہیں سب میرے مصاحب مرے ہمدم
مر جاتا ہے کوئی تو بکا کرتا ہوں میں بھی
ان کے لئے بخشش کی دعا کرتا ہوں میں بھی

۱۷

کیسا ہی گنہگار ہو مرے میرا عزادار
فرماتے ہیں بخشش کی دعا احمدِؐ مختار
ہے اس کے گناہوں سے فزوں رحمتِ غفار
اللہ سے میں ہوتا ہوں بخشش کا طلبگار
گر نزع میں سختی ہو تو زہراؑ بھی نبیؐ ہیں
اور قبر کی مشکل میں شریک اسکے علیؑ ہیں

۱۸

کیوں مومنو کو کیا فیض ہے کیا لطف و عطا ہے
گوہر ہیں یہ وہ جن کا خریدار خدا ہے
کیا مرتبۂ اشک ہے کیا اجرِ بکا ہے
جو کچھ ہے سو بس دوستیٔ آلِ عباؑ ہے
دنیا پہ نہ دولت پہ توجہ ہے نہ زر پر
زہراؑ کی نظر پڑتی ہے اشکوں کے گہر پر

۱۹
کیا اشک عزادار کا رتبہ کوئی جانے
کی ہے نظرِ عین عنایت شہدا نے
یہ گنج گہر بخشا ہے مردم کو خدا نے
دکھلائیں گے کیا کیا ترا ان اشکوں کے دانے
یاں اس کا نہ عقدہ دلِ مضطر پہ کھلے گا
یا قبر پہ یا چشمۂ کوثر پہ کھلے گا

۲۰
یاں اشک کا دانہ ہے تو واں دُر ثمیں ہے
یاں آنسوؤں کا تار ہے واں حبلِ متیں ہے
یاں آب ہے واں غازہ کشِ چہرۂ دیں ہے
یاں قطرہ ہے واں خاتمِ رحمت کا نگیں ہے
قطرہ ہے مگر بحر کو بھی گرد کرے گا
دوزخ سے شراروں کو بھی سرد کریگا

۲۱
جو لوگ ہیں باکی انھیں دوزخ سے نہیں باک
ہے دولتِ ایمان غمِ سبطِ شہِ لولاکؐ
منہ اشکوں سے دھویا تو گناہوں سے ہوئے پاک
ہو جاتی ہے کیا بعد بکا طبعِ فرحناک
آنکھوں کی ضیا رخ کی صفا دل کی جلا ہے
سب ایک طرف گلشنِ فردوس ملا ہے

۲۲
مہلت جو اجل دے تو غنیمت اُسے جانو
آنسو نکل آئیں تو عبادت اُسے جانو
آمادہ ہو رونے پہ سعادت اُسے جانو
ایذا بھی ہو مجلس میں تو راحت اُسے جانو
فاقے کیے ہیں دھوپ میں لب تشنہ رہے ہیں
آقا نے تمہارے لیے کیا ظلم سہے ہیں

۲۳
تکلیف کچھ ایسی نہیں سایہ ہے ہوا ہے
کچھ گرمیِ عاشور کا بھی حال سنا ہے
پانی ہے خنک مروحہ کش بادِ صبا ہے
سر پیٹنے کا وقت ہے فریاد کی جا ہے
گذری ہے بیاباں میں وہ گرمی شہِ دیں پر
بھن جاتا تھا دانہ بھی جو گرتا تھا زمیں پر

۲۴
وہ گرم ہوا آہ وہ آندھی وہ بگولے
دو گام چلے گر تو ہرن چوکڑی بھولے
اٹھے جو ترائی سے تو دم شیر کا چھوٹے
کیا تاب ہے اُس کی جو کوئی سنگ کو چھوے
خاک اڑ کے جمی جاتی تھی زلفوں پہ قبا پر
اس دھوپ میں سایہ بھی نہ تھا نورِ خدا پر

۲۵
حدت تو یہ خورشید کی اور پیاس کا وہ حال
سایہ نہ علم کا تھا نہ عباسِ خوش اقبال
لب خشک تھے سنولا گیا تھا فاطمہؑ کا لال
گہ رخ پہ سپر رد کئے تھے اور کبھی رومال
تھی دھوپ کڑی فاطمہؑ کے رشکِ چمن پر
تھی گرم زرہ جلتے تھے ہتھیار بدن پر

۲۶
زلفیں وہ جنھیں سونگھتی تھی فاطمہؑ ہر شب
کہتے تھے جنھیں فاطمہؑ کا رشتۂ جاں سب
غیرت دہِ مشکِ ختن و عنبرِ اشہب
کیوں دل نہ پریشاں ہو وہ مٹی میں اٹیں سب
آہوں کا دھواں کیوں نہ اٹھے کون و مکاں سے
فریاد کہ باندھا انھیں خولی نے سناں سے

۲۷
وہ چاند سی پیشانیِ نورانیِ شبیرؑ
سجدے کریں محراب حرم کی ہے یہ توقیر
اندھیر ہے اس پر ابن اشعث کا لگا تیر
ان ابرووں پہ ہائے چلی ظلم کی شمشیر
آہو کو ستاتے نہیں دیندار حرم میں
آنکھیں وہ لہو روتی تھیں فرزند کے غم میں

۲۸

وہ ریش جو ہالہ تھی تو چہرہ مہ انور
وہ پھول سے رخسار وہ لعل لب اطہر
فاقوں سے یہ تھا زرد وہ تھی آنسوؤں سے تر
اُس کے لئے تلواریں تھیں اس کے لئے پتھر
دنداں دہن پاک میں سب رشکِ گہر تھے
گذرے تھے کئی روز کہ دنداں بجگر تھے

۲۹

وہ حلق جسے چومتے تھے احمدِ مختار
وہ دوش جو امت کا اٹھائے ہوئے تھا بار
تیز اس کے لئے ہوتے تھے واں خنجر خونخوار
لگتا تھا تبر اُس پر کبھی اور کبھی تلوار
لڑنے کی نہ طاقت تھی نہ تشنہ گلو میں
ڈوبی ہوئی تھیں مچھلیاں بازو کی لہو میں

۳۰

وہ شمع سر طور سی پر نور کلائی
منھ دیکھ لو صاف ایسی ہتھیلی میں صفائی
اُس پہ خطِ شمشیر دوہائی ہے دوہائی
ہو سب یہ کھلی انگلیوں کی عقدہ کشائی
نسبت نہیں ناخن سے کبھی بدر کی ضو کو
ہفتہ میں دکھائے تو کوئی دس مہ نو کو

۳۱

وہ سینۂ روشن کہ جو تھا مطلع انوار
قرآں کو رکھ لیتے ہیں سر پر جو ہیں دیندار
گنجینۂ علم احدی مخزن اسرار
کیا قہر ہے واں پاؤں دھرے شمر ستمگار
سینے پہ نہ تھا اس کا قدم حشر بپا تھا
ہو جاتی جو دنیا تہ و بالا تو بجا تھا

۳۲

عباس سے بھائی کا جو تھا صدمہ جانکاہ
اس ضعف میں لغزش سے نہ وہ پاؤں تھے آگاہ
ٹکڑے تھا جگر ٹوٹ گئی تھی کمر شاہ
پایا تھا ثبات قدم پاک ید اللہ
سب خاک پہ ٹکڑے تو کلیجے کے پڑے تھے
لاکھوں سے لڑائی تھی پہ ثابت کھڑے تھے

۳۳

منھ کر کے سوئے چرخ یہ فرماتے تھے ہر بار
گھر سے نہ علاقہ ہے نہ بچوں سے سروکار
عالم مری نیت سے ہے تو اے مرے مختار
ہر حال میں ہوں تجھ سے اعانت کا طلبگار
گو شاہ زمن ہوں پہ ترے در کا گدا ہوں
محتاج ہوں بیکس ہوں غریب الغربا ہوں

۳۴

کس کس ترے احسان کا کروں شکر زباں سے
واقف نہیں کوئی ترے اسرار جہاں سے
ہے ناطقہ عاجز کہ زیادہ ہے بیاں سے
دشوار ہے عالم کی صفت ہیچمداں سے
پیاس آج کے دن کی مجھے مرغوب ہے مولا
جو تیری مشیت ہے وہی خوب ہے مولا

۳۵

ہر دم ہے ترا لطف مرے حال کے شامل
بخشا وہ مکاں رہنے کو اے خالق عادل
پیدا کیا واں وحی جہاں ہوتی تھی نازل
بے اذن تک جس میں نہ ہو سکتے تھے داخل
یہ لطف و عنایت ہے تری کون سے گھر پر
جبریل و سرافیل کھڑے رہتے تھے در پر

۳۶

نانا تو دیا اشرف ذریت آدم
ماں سیدۂ کون و مکاں ثانی مریم
بابا شہ مرداں سا دیا فخر دو عالم
بھائی وہ کہ تو جس کی بزرگی سے ہے محرم
دنیا میں کسی اور کا رتبہ ہے کب ایسا
نام ایسا گھر ایسا نسب ایسا حسب ایسا

۳۷

ماں طاہرہ جد طیب و پاکیزہ پدر پاک
گلشن کی زمیں پاک شجر پاک ثمر پاک
رحمت سے تری کیوں نہ ہو اس گل کا پسر پاک
گھر پاک جگہ پاک صدف پاک گہر پاک
پھولے وہ شجر جس کو ثمردار کرے تو
جس قطرے کو چاہے دُرِ شہوار کرے تو

۳۸

بچپن میں محمدؐ نے زباں اپنی جو چسائی
قربان رہی احمد مختارؐ کی جائی
اب تک کسی نعمت میں وہ لذت نہیں پائی
جب دودھ چھٹا نعمت فردوس بھی کھائی
افلاک سے دن میں کئی بار آتے تھے جبرئیلؑ
ڈوری مرے جھولے کی ہلا جاتے تھے جبرئیلؑ

۳۹

دم بھر کبھی تنہا نہ رہا آٹھ پہر میں
ماں ساتھ مرے ہوتی تھیں پھرتا تھا جو گھر میں
گہ دوش نبیؐ پر کبھی آغوش پدر میں
پتلی کی طرح رکھتے تھے سب مجھکو نظر میں
اس رتبۂ اعلیٰ کا سزاوار میں کب تھا
مولا یہ تری چشم عنایت کا سبب تھا

۴۰

تھا عید کو عریاں کہ عنایت ہوئی پوشاک
مرکب جو نہ تھا اونٹ بنے سید لولاکؐ
عمامہ و پیراہن و پاجامہ درو پاک
بالا رہا سب سے مرا رتبہ تہِ افلاک
یہ تخت سلیمانؑ کو نہ یہ تاج ملا تھا
بچپن میں مجھے رتبۂ معراج ملا تھا

۴۱

رجعت ہوئی خورشید فلک کو پئے حیدرؑ
روزہ جو رکھا میں نے تو اے خالق اکبر
یعنی نہ قضا ہوئے نماز شہ صفدر
دن تھا یہ ہوئی رات چھپا مہر منور
منظور تھی خردی میں بندگی مرے سن کی
دن ہو گیا واں شب کا تو یاں شب ہوئی دن کی

۴۲

کیا عمر تھی جب سر سے اُٹھا باپ کا سایا
تھا تو جو نگہباں تو نہ اعدا نے ستایا
دو بھائی تھے دو بہنیں تھیں اور دیس پرایا
ماں باپ کا مرنا تری شفقت نے بھلایا
رحمت سے تری خلق کے مختار ہوئے ہم
دیکھی جو یتیمی دُرِ شہوار ہوئے ہم

۴۳

دولت مجھے دی گوہر عزت مجھے بخشا
مسند مجھے دی تخت امامت مجھے بخشا
بابا کی طرح اوج کرامت مجھے بخشا
ان سب کے سوا تاج شفاعت مجھے بخشا
اختر کو قمر قطرے کو گوہر کیا تو نے
ذرہ تھا سو خورشید منور کیا تو نے

۴۴

انصار دیے وہ جو پیمبرؐ نے نہ پائے
احباب وہ یک رنگ جو شبیرؑ نے نہ پائے
اصحاب وہ بخشے کہ جو حیدرؑ نے نہ پائے
لوگ ایسے کسی صاحب لشکر نے نہ پائے
تیروں سے نہ تلواروں سے منہ پھرتا تھا اُن کا
خادم کے پسینے پہ لہو گرتا تھا اُن کا

۴۵

فرزند وہ اور دیا خورشید شمائل
خورشید زمیں برج شرف کا مہ کامل
تھی جس کی زیارت کے سبب روشنی دل
یہ بھی تری امداد تھی اے خالق عادل
دولت یہ نہ ملتی جو خداوند نہ دیتا
کیا کرتا اگر تو مجھے فرزند نہ دیتا

۴۶

اکثر ترے بندے ہیں کہ جن کے نہیں اولاد
نے فاتحہ خواں کوئی نہ فرزند نہ احفاد
کتنے ہیں کہ غمگیں ہیں کبھی اور کبھی شاد
بچے ہوئے وہ مر گئے اور گھر ہوا برباد
مرتے ہوئے دیکھا ہے برابر کے پسر کو
اس داغ کی قدر آج ہوئی میرے جگر کو

۴۷

سو مرتے جو فرزند تو بے صبر نہ ہوتا
خادم کبھی اس اجر کو ہاتھوں سے نہ کھوتا
دامن کو ترے خوف میں اشکوں سے بھگوتا
اکبر کو میں فرزند سمجھ کر نہیں روتا
یوں تو وہ کلیجہ تھا مرا اور مرا جی تھا
میں اس لیے روتا ہوں کہ ہم شکل نبی تھا

۴۸

بچھڑا تھا کبھی مجھ سے نہ وہ گیسوؤں والا
پیری کا عصا تھا وہی اور گھر کا اجالا
جب چاند سی چھاتی پہ لگا ظلم کا بھالا
تھا سینے میں خادم کا کلیجہ تہ و بالا
اشک آنکھوں سے تھمتے نہیں مفقود جگر ہوں
تو رحم کرے خالق اکبر کہ بشر ہوں

۴۹

دریا پہ جو عباس نے جان اپنی گنوائی
خادم کی کمر ٹوٹ گئی مر گیا بھائی
باعث تھا یہ لاشے پہ جو رقت بہت آئی
مولا مجھے یاد آ گئی بابا کی جدائی
صدمے سے نہ پھر ضبط کا یارا ہوا مجکو
پھر داغ ید اللہ دوبارا ہوا مجکو

۵۰

تنہا ہوں بس اب کوئی نہیں مونس و ہمدم
موجود ہے تو سر پہ کچھ اس کا بھی نہیں غم
اب رنج نہ گھر کا ہے نہ اولاد کا ماتم
بہتر ہے گذر جائے تری یاد میں جو دم
وابستہ تسبیح رکھوں رشتۂ جاں کو
جب تک ہے دہن میں حرکت خشک زباں کو

۵۱

گو روح کو راحت نہیں اور قلب کو آرام
ہے تقویت جان و دل و روح ترا نام
کم ہے ترے سجدے میں رہوں گر سحر و شام
قاصر ہے زباں شکر میں اے خالق علام
آنکھیں تری جانب ہیں تو دل تیری طرف ہے
گر تو اسے مقبول کرے عین شرف ہے

۵۲

نے پیاس کا شکوہ ہے نہ فاقہ کی شکایت
ہر طرح ہے راضی پسر شاہ ولایت
وہ بھی ترا انعام تھا یہ بھی ہے عنایت
الطاف کا پایاں ہے نہ بخشش کی نہایت
وہ کون سی دولت ہے جو موجود نہیں ہے
ہاں ایک شہادت ہے سو وہ بھی قریں ہے

۵۳

ہر چند کہ ہے سخت بہت ذبح کی منزل
تو چاہے تو ہو جائے گی آسان یہ مشکل
زانو جو رکھے سینۂ مجروح پہ قاتل
وہ صبر عطا کیجیو کہ تڑپے نہ مرا دل
سجدہ تہ شمشیر یہ ناشاد نہ بھولے
سب محو ہوں دل سے پہ تری یاد نہ بھولے

۵۴

حضرت تو یہ کرتے تھے سخن صبر و رضا کے
بڑھتے تھے ادھر رن میں پے اہل جفا کے
چلاتا تھا یوں شمر کماندار دلوں میں آ کے
تا کے رہو سینہ کو امام دو سرا کے
یاں تک خلف شاہ نجف آنے نہ پائے
یہ تیر ترائی کی طرف آنے نہ پائے

۵۵

برچھے لیے ہاتھوں میں سواران جفا کار
آلودۂ خوں برچھیاں تولے ہوئے خونخوار
بڑھ بڑھ کے صف جنگ میں چمکاتے تھے رہوار
تھی ڈھال پہ ڈھال اور تھی تلوار پہ تلوار
لشکر کے جواں گرز گراں تولے ہوئے تھے
ہر صف میں علمدار نشاں کھولے ہوئے تھے

۵۶

وہ غل عربی باجوں کا وہ برق کے نالے
رستم کی نہ طاقت تھی جو واں دل کو سنبھالے
وہ شور وہ غل سر پہ جو گردوں کو اٹھا لے
دب جائے اگر دیو بھی آواز نکالے
پیدا تھی جلاجل سے اک افسوس کی آواز
جاتی تھی کئی کوس تلک کوس کی آواز

۵۷

رو رو کے یہ پر درد صدا دیتی تھی شہنا
فانی ہے زمیں اس پہ ہمیشہ نہیں رہنا
اچھا نہیں سید کا لہو خاک پہ بہنا
در پے نہ ہو مظلوم کے مانو مرا کہنا
دو روز کے پیاسے شہ مظلوم کھڑے ہیں
اس غم سے کلیجے میں مرے چھید پڑے ہیں

۵۸

چلّے سے جو یہ کیش ملانے لگے سوفار
فرمایا قسم ہے تمہیں اے قوم ستمگار
خود چھیڑ کے گھوڑے کو بڑھے سید ابرار
کس شخص کا دلبند ہوں میں بیکس و ناچار
انصاف سے کہدو کہ طلبگار ہوں جس کا
جد کس کا ہے تم سب کلمہ پڑھتے ہو کس کا

۵۹

ہے کون گل سرسبد گلشن اسلام
آتی تھی کسے وحی الٰہی سحر و شام
آباد کن کعبۂ حق کاسر اصنام
جو نام خدا سے ہے بہم کس کا ہے وہ نام
جبریلؑ امیں ہمدم و ہمراز ہے کس کا
قرآں جسے کہتے ہو وہ اعجاز ہے کس کا

۶۰

برپا علم نظم و نسق کر دیا کس نے
رنگ رخ کفار کو فق کر دیا کس نے
عالم کو سوئے کعبۂ حق کر دیا کس نے
ماہ بدر کو انگشت سے شق کر دیا کس نے
لب ہل گئے جب نخل دعا میں ثمر آیا
انگشت شہادت کو اٹھا کر شجر آیا

۶۱

بخشا کسے اللہ نے معراج کا پایا
پڑتا تھا نہ اس خاک پہ کس شخص کا سایا
سو مُردوں کو عیسیٰ کی طرح کس نے جلایا
جد کس کا ہے وہ سورۂ کوثر جسے آیا
کس رُخ کو تجلی صفت بدر عطا کی
دنیا میں کسے حق نے شب قدر عطا کی

۶۲

سب بولے کہ اس بات سے واقف ہے زمانا
روشن ہے شب ماہ سے معراج کا جانا
لاریب ہیں محبوب خدا آپ کے نانا
کافر ہے وہ اس بات کو جس نے نہیں مانا
وہ قبلۂ دیں باعث ایجاد فلک ہے
آپ ان کے نواسے ہیں کچھ اس میں نہیں شک ہے

۶۳

پیغمبر نے فرمایا کہ وہ کس کی ہے مادر
دنیا کا شرف زینت دیں عرش کا زیور
قرآں میں جسے حق نے کہا طاہر و اطہر
خاتون جہاں نور خدا بنت پیمبر
بھیجی ہے انہیں چادر تطہیر خدا نے
امت کے گنہ ڈھانپ دیے جن کی ردا نے

۶۴
کہنے لگے بے شرم کہ اے خاصۂ قیوم
سب جانتے ہیں ساکن شام و عرب و روم
وہ آپ کی مادر ہیں یہ کس کو نہیں معلوم
وہ سیدۂ معصوم ہے اور آپ بھی معصوم
زہرا کا پدر فخر رسولان سلف ہے
حوا کا نہ رتبہ ہے نہ مریم کا شرف ہے

۶۵
اس حجت باری نے یہ فرمایا پھر اک بار
کس کا ہے لقب شیر خدا حیدر کرار
من بعد نبی کون ہے کونین کا سردار
اللہ نے بھیجی ہے کسے عرش سے تلوار
ہر جنگ میں کفار پہ در کون رہا ہے
محبوب الٰہی کی سپر کون رہا ہے

۶۶
آباد ہوئی کس کی رعایت سے رعایا
کس کے لئے اکملت لکم دینکم آیا
کس شاہ نے دینداروں کی بستی کو دکھایا
اتممت علیکم کا صلہ کسے پایا
یکتائے جہاں کون ہے جرات میں سخا میں
دو حصے ہے قرآن خدا کس کی ثنا میں

۶۷
وہ کون ہے اللہ و نبی کو جو ہے پیارا
ہے انفسنا انفسکم کس سے اشارا
جو عرش کی زینت ہے وہ ہے کون سا تارا
اللہ نے کس گھر میں ستارے کو اتارا
اعلیٰ کسے فرمایا ہے کس کو کہا ہے
اللہ نے قرآن میں ولی کس کو کہا ہے

۶۸
طاعت سے جو افضل ہے اطاعت ہے وہ کس کی
پہونچا دے جو کوثر پہ رفاقت ہے وہ کس کی
پوچھے گا خدا جس کو محبت ہے وہ کس کی
جو اجر رسالت ہے مودت ہے وہ کس کی
انصاف کا اس وقت طلب گار ہوں تم سے
ہے کون مراد آیۂ لا اسئلکم سے

۶۹
جو والی کونین ہے وہ کون ولی ہے
وہ کون ہے جو شاہ امام ازلی ہے
قرآں میں کس کے لئے وہ نص جلی ہے
سب نے کہا برحق وہ علیؑ ہے وہ علیؑ ہے
برعکس ہیں جو لوگ وہی بانی شر ہیں
سب پہ ہے یہ آئینہ کہ آپ ان کے پسر ہیں

۷۰
گردوں کی طرف دیکھ کے بولے شہ بیکس
یارب مجھے ان سے کوئی حجت نہیں بس
کافی ہے شہادت کو تری ذات مقدس
کرتے ہیں ستم دیدہ و دانستہ یہ ناکس
دکھ کون سا اور کون سی ایذا نہیں دیتے
مہماں ہوں اور پانی کا قطرہ نہیں دیتے

۷۱
جاہل نہیں سب ہیں مرے رتبے کے شناسا
اس نہر سے پانی نہیں دیتے ہیں ذرا سا
خود اس کے مقر ہیں کہ نبی کا ہوں نواسا
شاہد ہے تجھے کرتا ہوں کہ دو دن سے ہوں پیاسا
ٹکڑے ہو بدن یا تہ شمشیر گلا ہو
اس سب کے عوض حشر میں شیعوں کا بھلا ہو

۷۲
سن کر یہ سخن رونے لگے فوج کے بے پیر
بولا پسر سعد کہ یا حضرت شبیر
مظلوم کی فریاد نے کی سنگ میں تاثیر
تنہا ہوئے اب کیوں نہ کرو عجز کی تقریر
میداں سے ہٹاتے نہیں اس فوج گراں کو
ایسا ہے مرا رعب کہ لکنت ہے زباں کو

۷۳

اس عجز کو مانے گا نہ یہ لشکر سفاک
سو مل گئے ہیں خاک میں ایسے گہر پاک
پھر کیا کریں گر ہو پسر سید لولاک
حاکم ہیں کہ ہے دور ہمارا تہ افلاک
ڈرتے نہیں گر شکوہ بیداد کروگے
کیا ہوگا جو اللہ سے فریاد کروگے

۷۴

عباسؑ سے کہدو کہ مدد کرنے کو آئیں
قاسمؑ ہیں کدھر خون کے دریا جو بہائیں
جعفرؑ کے پسر جو ہیں سر شمشیر دکھائیں
اکبرؑ سے کہو جنگ کرو برچھیاں کھائیں
اب آپ کی جرات کا بھی وہ طور نہیں ہے
شاید کوئی زینبؑ کا پسر اور نہیں ہے

۷۵

بیدرد نے چھڑکا جو نمک زخم جگر پر
سرخی سی نظر آنے لگی دیدۂ تر پر
طاری ہوا غصہ شہ مرداں کے پسر پر
کی تیز نظر قبضۂ شمشیر دو سر پر
شہ کی نظر غیظ نہ تھی قہر خدا تھا
شمشیر ید اللہ جدا میان جدا تھا

۷۶

خود تیغ علیؑ شاہ کے اعجاز سے نکلی
کس شان و تحمل سے کس انداز سے نکلی
فریاد دل فوج دغا باز سے نکلی
پریوں کے بھی ہوش اڑ گئے اس ناز سے نکلی
فانوس سے خود شمع تجلی نکل آئی
محمل سے تڑپتی ہوئی لیلی نکل آئی

۷۷

تھیں تیغ کی دونوں جو زبانیں شرر افشاں
غل چار طرف تھا کہ زہے قدرت یزداں
موسیٰؑ کا عصا کہتا تھا کوئی کوئی ثعباں
ہیں ایک جگہ دو مہ نو دست و گریباں
شہباز اجل بازوؤں کو تولے ہوئے ہے
پر اوج سعادت کے ہما کھولے ہوئے ہے

۷۸

نعرہ کیا ہاں اے پسر سعد جفا کار
ہر چند کہ ہے عجز ہی بندے کو سزاوار
رے دیکھ تو ان کانپتے ہاتھوں کا کوئی وار
مجبور نہیں لخت دل احمدؐ مختار
شاید مرا رتبہ تجھے معلوم نہیں ہے
وہ کونسی شے ہے کہ جو محکوم نہیں ہے

۷۹

حاکم ہوں میں سب خلق خدا ہے مرے تابع
مختار قدر ہوں قضا ہے مرے تابع
میں باب اجابت ہوں دعا ہے مرے تابع
آتش مری محکوم ہوا ہے مرے تابع
قبضہ ہے مرا خاک کے ہر گنج نہاں پر
جاری ہے مرا حکم رواں آب رواں پر

۸۰

آتش کو جو دوں حکم ابھی سب کو جلا دے
پانی کا یہ طوفاں ہو کہ عالم کو ڈبا دے
ہستی کے چراغوں کو ہوا دم میں بجھا دے
ہل ہل کے زمین خاک زمانے کی ہلا دے
ہستی ہو نہ پستی نہ مکیں ہوں نہ مکاں ہوں
آثار اذا زلزلت الارض عیاں ہوں

۸۱

نے رنج سے کچھ بیم نہ دہشت ہے جفا سے
خائف ہوں نہ جن سے نہ بشر سے نہ قضا سے
مضطر ہوں نہ دکھ سے نہ ستم سے نہ بلا سے
ہاں ایک جو ڈرتا ہوں تو ڈرتا ہوں خدا سے
کیا غم ہے اگر لاکھ سواروں کے پرے ہیں
روباہ کے لشکر سے کہیں شیر ڈرے ہیں

۸۲
تو کیا ہے ترا رعب ہے کیا او سگ ناپاک
اُف کردوں تو جل کر ترا لشکر ہو یہ سب خاک
میں بیشۂ حیدرؑ کا ہوں اک شیر غضبناک
مشتاق اجل ہوں مجھے مرنے سے نہیں باک
باتوں میں کروں بند فصیحان جہاں کو
یہ پیاس سے لکنت ہے مری خشک زباں کو

۸۳
نازاں نہ ہو ای بانی ظلم و ستم و جور
تو آج جو حاکم ہے تو کل ہوگا کوئی اور
مٹ جاتا ہے اک گردش افلاک میں یہ دور
کیا ہو گئی کر دولت قارون پہ ذرا غور
نمرود نہیں حشمت ضحاک نہیں ہے
ڈھونڈھو جو خزانے میں تو اب خاک نہیں ہے

۸۴
قیصر کا وہ افسر ہے نہ وہ تاج کیاں ہے
آئینہ پئے روے سکندر نگراں ہے
نے قصر خورنق کا مکیں ہے نہ مکاں ہے
چینی کی صدا یہ ہے کہ فغفور کہاں ہے
ٹھکرا کے جو چلتا ہے ہر اک راہگذر میں
سو بال شکستوں سے ہیں واں کاسۂ سر میں

۸۵
جام سر جمشید تہ خاک ہے واژدل
نے تاج قباد آج ہے نے تخت فریدوں
کاؤس کی دولت ہے نہ گنجینۂ قاروں
دارا ہے نہ پرویز نہ خسرو ہے نہ گلگوں
دانا تھے یہ کس طرح پھنسے دام اجل میں
گھر وحشیوں کے بن گئے کسریٰ کے محل میں

۸۶
مشہور ہے فرعونیوں کے غرق کا احوال
وہ باغ کہ زر جس پہ کیا صرف مہ و سال
شداد کو کس طرح کیا مال نے پامال
دیکھا بھی نہ اس کو کہ اجل آ گئی دنبال
لوٹا ہے وہ گلشن کہ نہ پھل پائے گا ظالم
اب تو بھی جہنم میں یونہیں جائے گا ظالم

۸۷
کیا غم جو مجھے عباسؑ علمدارؑ نہیں گر
بہتر ہوا اس راہ میں گر مر گئے اکبرؑ
چاہوں تو مدد کرنے کو آئیں ابھی حیدرؑ
خود سینہ سپر ہونے کو حاضر ہیں پیمبرؐ
جعفرؑ بھی تو شریک الم و یاس ہیں میرے
تو دور نہ جان انکو یہ سب پاس ہیں میرے

۸۸
پہچان تو میں کون ہوں او جاہل مطلق
نفریں کروں میں گر تو اڑے خلق سے رزق
انگلی سے قمر کو مرے نانا نے کیا شق
طفلے سے زمیں کی برکت سلب کرے حق
فریاد جو میرے دل صد چاک سے نکلے
تا حشر نہ دانہ کبھی اس خاک سے نکلے

۸۹
فرما کے یہ جلوہ دیا تیغ دو زباں کو
ہر نیزے نے اونچا کیا انگشت اماں کو
عبرت ہوئی بجلی کے چمکنے سے جہاں کو
خود چھوڑ دیا سہم کے تیروں نے کماں کو
چڑھ سکتا ہے دنیا میں کوئی تیروں کے منہ پر
تیزی نہ رہی خوف سے شمشیروں کے منہ پر

۹۰
اس شان سے لشکر پہ امام امم آئے
اتنا تو پکارے کہ خبردار ہم آئے
جیسے صف آہو پہ ہزبر اجم آئے
اک دم میں ستمگر تہ تیغ دو دم آئے
بل بندھ گئے لاشوں کے نہ اک پل ہوئی آخر
ثابت نہ ہوا کب صف اول ہوئی آخر

۹۱

جب تیغ علی قبلۂ عالم نے علم کی — اک برق سی میدان بلاخیز میں چمکی
اللہ ری برش سیف شہنشاہ امم کی — اعدا کو نظر آنے لگی راہ عدم کی
گلرنگ لہو سے جو ہر اک جسم شفقی تھا — تھی دوپہر اور دامن صحرا شفقی تھا

۹۲

شمشیر ید اللہ نے نئی چال دکھائی — سرداروں کی صف فوج کو پامال دکھائی
ہر بار چمک برق کی تمثال دکھائی — سب خون سے مقتل کی زمیں لال دکھائی
جل جل کے بدن ناریوں کے سرد ہوئے تھے — ڈر ڈر کے سیہ کاروں کے منھ زرد ہوئے تھے

۹۳

کٹ کٹ کے صفیں خاک پہ بے جاں نظر آئیں — جو برچھیاں یاں جمع تھیں وہ واں نظر آئیں
بے حیلہ کمانیں سر میداں نظر آئیں — ساری سپریں خون سے افشاں نظر آئیں
چلاتے تھے وہ ہوش نہ تھا خوف سے جن کو — فریاد کہ تب خون گرا فوج پہ دن کو

۹۴

خالی نہ کوئی وار گیا تیغ دوسر کا — ہاتھ اُڑ گئے گر پاؤں بچا کر کوئی سر کا
سینہ جو بچا اس سے کسی بانی شر کا — تھی عقدہ کشا کھول دیا بند کمر کا
تیغ اُس نے سپر اُس نے زرہ اُس نے نہ چھوڑی — دس انگلیوں میں ایک گرہ اس نے نہ چھوڑی

۹۵

رہ رہ کے چمکتی تھی جو شمشیر قضا دم — غل ہوتا تھا پریوں میں کہ یا حافظ عالم
فوجیں تھیں بنی جاں کی سب درہم و برہم — مضطر تھا فلک کانپتا تھا عرش معظم
جب برق چمکتی تھی سرک جاتے تھے جبریلؑ — یا شیر خدا کہکے جھجک جاتے تھے جبریلؑ

۹۶

ناگاہ محمدؐ کی صدا آئی کہ شبیرؑ — اب عصر کا ہے وقت کرو میاں میں شمشیر
یہ سنتے ہی بس تھم گیا وہ تابع تقدیر — تلوار کا تھمنا تھا کہ چھاتی پہ لگا تیر
تھا دھیان غلاموں کا جو اس خاصۂ حق کو — بس رد کا خود الٹے ہوئے دنیا کے ورق کو

۹۷

حضرت پہ جھکے اہل ستم چار طرف سے — نیزے ہوئے بیکس پہ علم چار طرف سے
بڑھنے لگی شمشیر دو دم چار طرف سے — بس گھر گیا اک کشتۂ غم چار طرف سے
تر خوں میں سر تا بقدم ہو گئے شبیرؑ — برچھی جو لگی پشت پہ خم ہو گئے شبیرؑ

۹۸

جھکنا تھا کہ تیغوں کے برابر سے چلے وار — قدموں سے رکابیں بھی جدا ہو گئیں اک بار
جب گرنے لگا خاک پہ وہ بیکس و ناچار — زہراؑ کی صدا آئی کہ یا حیدر کرارؑ
گھیرا ہے لعینوں نے اکیلا اُسے پا کر — گرتا ہے مرا لال مدد کیجیے آکر

۹۹

گھوڑے نے جو دیکھا کہ سنبھلتے نہیں زیں پر — بس بیٹھ گیا ٹیک کے گھٹنوں کو زمیں پر
زخموں سے جو تھا چور تن سبط پیمبرؑ — غش ہو گئے رہوار سے ریتی پہ اُتر کر
افراط جراحت سے بدن رشک چمن تھا — سب فوج کے حربے تھے اور اک شاہ کا تن تھا

۱۰۰
دس سو تلکا ندار تھے اک سینۂ شبیر — برچھی کا جہاں زخم تھا لگتا تھا وہیں تیر
یا شاہ نجف کہتے تھے جب پڑتی تھی شمشیر — چلاتی تھی دروازے سے یہ زینبؑ دلگیر
تم کھاتے ہو تلواریں موئی جاتی ہوں بھائی — اب سینہ سپر ہونے کو میں آتی ہوں بھائی

۱۰۱
اس وقت بھی شہ ہاتھ سے کرتے تھے اشارا — ہٹ جاؤ بہن گھر سے نکلیو نہ خدارا
رتبہ ہے فزوں مریمؑ و حواؑ سے تمھارا — دم تن میں ہے جب تک نہیں یہ مجکو گوارا
للہ نہ اس دم تن صد پاش پہ آنا — سر تن سے اترے تو مری لاش پہ آنا

۱۰۲
تھی رانڈوں میں ڈیوڑھی پہ عجب گریہ و زاری — سر کھولے ہوئے روتی تھیں واں بیبیاں ساری
کہتی تھی سکینہؑ کی پھوپھی جان میں واری — مجکو تو دکھا دو مرے بابا کی سواری
ہاں چھوڑ کے ہم سب کو چلے جائیں گے بابا — کیوں روتی ہو کیا گھر میں نہ اب آئیں گے بابا

۱۰۳
ڈیوڑھی سے ہٹو تن سے نکلتا ہے مرا دم — میں جاؤں وہاں رن میں جہاں ہیں شہ عالم
کہتی تھی اسے تھامے ہوئے زینبؑ پر غم — اصغرؑ کی طرح تیر نہ ماریں تمھیں اظلم
واں چلتی ہے تلوار کہاں جاؤ گی بی بی — بابا کو بس اب حشر کے دن پاؤ گی بی بی

۱۰۴
ناموس نبیؐ میں تو قیامت یہ تھی برپا — سر کھولے ہوئے پیٹتی تھی دختر زہراؑ
راوی نے یہ لکھا ہے کہ میں دیکھتا ہوں کیا — روتا ہوا اک طفل حسیں خیمے سے نکلا
آنکھیں کہیں آہو کی بھی آنکھوں سے بڑی تھیں — منہ چاند سا تھا ہنسلیاں گردن میں پڑی تھیں

۱۰۵
چہرے پہ بھلی لگتی تھی کیا زلف مسلسل — ظاہر تھا کہ گھیرے ہوئے ہے چاند کو بادل
تھا طوق گلو رشک ہلال شب اول — ہاتھوں میں کڑے کان میں ور سینے پہ ہیکل
کرتے کا عجب رنگ تھا اس گل سے بدن پر — معلوم یہ ہوتا تھا کہ شبنم ہے چمن پر

۱۰۶
ماں ڈیوڑھی کے پردے کو اٹھا کر یہ پکاری — میں بھی نکل آتی ہوں کہاں جاتے ہو واری
پھر آؤ کہ بیتاب ہوں میں درد کی ماری — بیوہ ہوں کرو رحم غریبی یہ ہماری
کہنا مرا مانو نہ ارادہ کرو رن کا — میں واسطہ دیتی ہوں تمھیں روح حسنؑ کا

۱۰۷
وہ کہتا تھا اماں ہمیں قسمیں نہ دلاؤ — ہم گھر میں نہ اب آئیں گے تم خیمے میں جاؤ
قاسمؑ کی طرح داغ ہمارا بھی اٹھاؤ — ماں کہتی تھی اک بات تو سن لو ادھر آؤ
لاکھوں میں کہاں جاتے ہو اس آن اکیلے — وہ کہتا تھا ہیں میرے چچا جان اکیلے

۱۰۸
میداں میں چچا قتل ہوں ہم خیمے میں آئیں — جیتے رہیں بعد ان کے تو منہ کس کو دکھائیں
ہم سایہ میں ہوں دھوپ میں وہ برچھیاں کھائیں — تیغوں میں نہ عمو کی سپر ہونے کو جائیں
بس صبر کرو قید ہوں کیا خیمے میں آ کے — فردوس میں اب جاویں گے ہمراہ چچا کے

۱۰۹

چلاتی تھی رو رو کے یہ بیوہ جگر افگار — صدقے میں ارادے کے ترے اے مرے دلدار
کس طرح لڑو گے نہ سپر پاس نہ تلوار — پھر آترا سن جنگ کے قابل نہیں زنہار
وہ کہتا تھا قربان شہنشاہ امم ہیں — کیا ہم علی اصغرؑ سے بھی کچھ عمر میں کم ہیں

۱۱۰

دروازے پہ خیمے کے تڑپتی رہی مادر — جنگاہ میں جا پہونچا وہ لخت دل شبیرؑ
بند آنکھیں تھیں اور جھومتے تھے سبط پیمبرؐ — لپٹا پسر فاطمہ زہراؑ سے وہ دلبر
کہتا تھا کہ سب خون سے بدن لال ہوا ہے — اے میرے چچا جان یہ کیا حال ہوا ہے

۱۱۱

میں تھامے ہوں یا شاہ ذرا غش سے سنبھلیے — کیوں آپ جھکے جاتے ہیں زانو کو بدلیے
زخموں کا لہو چہرۂ انوار پہ نہ ملیے — سر ننگے نکلتی ہیں پھوپھی خیمے میں چلیے
سب روتے ہیں اس وقت نہیں ہوش کسی کو — پیٹی ہیں یہ سینہ کہ غش آیا ہے چچی کو

۱۱۲

فرمانے لگے کھول کے آنکھیں شہ ذی جاہ — کیوں گھر سے نکل آئے یہ کیا تم نے کیا واہ
ان تیغوں سے اے لال بچائے تمہیں اللہ — لو خیمے میں اب جاؤ کہ مجمع ہے سر راہ
کہتا ہے گلا تیغ ستم سے کوئی دم میں — گھر میں تمہیں لے چلنے کی طاقت نہیں ہم میں

۱۱۳

یہ کہتے تھے حضرت کہ بڑھا ایک جفا کار — چاہا کہ قریب آن کے حضرت پہ کرے وار
ہاتھ اس نے سر شہ پہ سپر کر دیے یکبار — بچے کے کہاں ہاتھ کہاں ظلم کی تلوار
ریتی پہ وہ ننھے سے گرے ہاتھ جو کٹ کر — غش ہو گیا شبیرؑ کی گردن سے لپٹ کر

۱۱۴

گودی میں اسے لے کے پکارے شہ دلگیر — صدقے ترے ان دونوں کٹے ہاتھوں کے شبیرؑ
گودی میں تڑپتا تھا کہ گردن میں لگا تیر — چلایا کہ قربان علی اصغرؑ بے شیر
لپٹا جو تڑپ کر وہ شہ تشنہ گلو سے — تر ہو گئیں سب ہنسلیاں گردن کے لہو سے

۱۱۵

شہ زرد ہوئے جان نکلنے لگی تن سے — خوں ہچکیوں کے ساتھ اگلتا تھا دہن سے
جس وقت سفر کر گیا ہستی کے چمن سے — رونے کی صدا آنے لگی قبر حسنؑ سے
فردوس سے زہراؑ بصد افغاں نکل آئی — خیمے سے ادھر خاک بسر ماں نکل آئی

۱۱۶

بیٹھے تھے سوئے قبلہ دو زانو شہ بے پر — جھکتے تھے کبھی غش میں اٹھاتے تھے کبھی سر
تھے ذکر خدا میں کہ لگا تیر دہن پر — یاقوت سے بنے ڈوب کے خوں میں لب اطہر
بہ آیا لہو تا بہ زنخدان مبارک — ٹھنڈے ہوئے دو گوہر دندان مبارک

۱۱۷

نیزے کا بن وہب نے پہلو پہ کیا وار — کاندھے پہ چلی ساتھ ہی زرارہ کی بھی تلوار
ناوک بن کاہل کا کلیجے کے ہوا پار — بازو میں در آیا تبر خولی خونخوار
تلوار سے وقفہ نہ ملا چند نفس کا — دم رک گیا نیزہ جو لگا ابن انس کا

۱۱۸

لکھا ہے کہ جب مر گیا بخت دل شبیرؑ
اک سیدہ نکلی در خیمے سے کھلے سر
بارہ ستم ایجاد بڑھے کھینچ کے خنجر
مقنع تھا نہ برقع تھا نہ موزے تھے نہ چادر
چلائے لعیں خوف سے ہاتھ آنکھوں پہ دھر کے
لو فاطمہؑ آتی ہیں بچانے کو پسر کے

۱۱۹

اس بھیڑ میں آکر وہ ضعیفہ یہ پکاری
گھوڑا تو ہے کوتل کدھر اتری ہے سواری
اے سبط نبیؐ ابن علیؑ عاشق باری
بھیا بہن آئی ہے زیارت کو تمھاری
مر جاؤں گی حضرت کو جو پانے کی نہیں ہیں
بے آپ کے دیکھے ہوئے جانے کی نہیں ہیں

۱۲۰

اس وقت شہ دیں نے سنی زاری خواہر
فرمایا اشارے سے کہ اے شمر ستمگر
جس وقت کہ تھا حلق مبارک تہ خنجر
زینبؑ نکل آئی ہے ٹھہر جا ابھی دم بھر
آخر تو سفر ہوتا ہے اس دار محن سے
دو باتیں تو کر لینے دے بھائی کو بہن سے

۱۲۱

منہ پھیر لیا شمر نے خنجر کو ہٹا کے
تڑپا تو ہو بھائی کو بہن بلوے میں آ کے
دی شہ نے یہ زینبؑ کو صدا اشک بہا کے
دیکھو گی کسے ہم تو ہیں پہنچے ہیں قضا کے
اٹھ سکتے نہیں جسم پہ تلواریں پڑی ہیں
گھبراؤ نہ اماں مرے پہلو میں کھڑی ہیں

۱۲۲

دوڑی یہ صدا سن کے ید اللہ کی جائی
پر ہائے بہن بھائی تلک آنے نہ پائی
چلائی کہ دیدار تو میں دیکھ لوں بھائی
یاں ہو گئی سید کے سر و تن میں جدائی
قاتل کو نہ گردن کو نہ شمشیر کو دیکھا
پہونچی تو سناں پر سر شبیرؑ کو دیکھا

۱۲۳

سر دیکھ کے بھائی کا وہ بیکس یہ پکاری
خنجر سے نہ گردن کی رگیں کٹ گئیں ساری
دکھ پائی بہن آپ کی مظلومی کے واری
تم مر گئے پوچھے گا خبر کون ہماری
آفت میں پھنسی آل رسولؐ عربی کی
اب جائیں کہاں بیٹیاں زہراؑ و علیؑ کی

۱۲۴

بھیا مرا کوئی نہیں تم غوث ہو آگاہ
ڈھارس تھی بڑی آپ کی اے سرور ذی جاہ
احمدؐ ہیں نہ زہراؑ نہ حسنؑ ہیں نہ یدؐ اللہ
چھوڑا نے مجھے جنگل میں یہ کیا قہر کیا آہ
چلتے ہوئے کچھ مجھ سے نہ فرما گئے بھائی
بھینا کو نجف تک بھی نہ پہونچا گئے بھائی

۱۲۵

اے میرے شہید اے مرے ماں جائے برادر
کس طرح مرے دل کو قرار آئے برادر
کس سے ترا لاشہ بہن اٹھوائے برادر
پانی بھی نہ قاتل نے دیا ہائے برادر
انسان پہ ستم یوں کبھی انساں نہیں کرتا
حیواں کو بھی پیاسا کوئی بے جاں نہیں کرتا

۱۲۶

خاموش انیسؔ اب کہ ہے دل سینے میں بے چین
اب حق سے دعا مانگ کہ لے خالق کونین
لکھے نہیں جاتے ہیں جو زینبؑ نے کیے بین
حاسد ہیں بہت دل کو عطا کر مرے تو چین
ناحق ہیں عداوت انھیں اس ہیچمداں سے
بے تیغ کٹے جاتے ہیں شمشیر زباں سے

مرثیہ ۱

جب آمد سردار دو عالم ہوئی رن میں
اک جلوہ گری نور کی جس دم ہوئی رن میں
سب فوج عدو درہم و برہم ہوئی رن میں
بجرے کو صف فوج ملک خم ہوئی رن میں
غل تھا کہ حسینؑ آج لڑائی پہ چڑھیں گے
یا صاحب معراج لڑائی پہ چڑھیں گے

۲

کیا دبدبہ و رعب ہے العظمۃ للہ
ہے ایک فقط فاطمہؑ کی روح تو ہمراہ
شیر آنکھ چراتا ہے یہاں صورت روباہ
خادم بھی جلو میں نہیں اور نہ حشم و جاہ
حلقے میں ملک اسپ شہ عالم کو لیے ہیں
اور فرق پہ جبرئیلؑ امیں سایہ کیے ہیں

۳

بخشا ہے خدا نے انھیں اقبال محمدؐ
شوکت جو علیؑ کی ہے تو اقبال محمدؐ
خال و خط رخسار خط و خال محمدؐ
کیا مرتبہ ہے نسل علیؑ آل محمدؐ
حق کے کرم نا متناہی سے بنے ہیں
یہ پانچ بشر نور الٰہی سے بنے ہیں

۴

اعجاز رسولان سلف ان میں ہے موجود
اُف کر دیں تو جل جائے یہ سب لشکر مردود
آہن کو ابھی موم کریں صورت داؤدؑ
پر ہیں یہ طلب گار رضا مندی معبود
صدقہ کیا اکبرؑ سا پسر راہ خدا میں
خوش ہو کے لٹا دیتے ہیں گھر راہ خدا میں

۵

دو ٹکڑے ہو تیغ ان کی اگر کوہ پہ چل جائے
نعرہ جو کریں شیر کا دم تن سے نکل جائے
فولاد بھی شمشیر کی آتش سے پگھل جائے
رستم ہو تو گھبرا کے صف فوج سے ٹل جائے
خود شیر ہیں یہ اور خلف شیر خدا ہیں
ضرب ان کی رکے کیا کہ یہ شمشیر خدا ہیں

۶

ہے قہر خدا غیظ شہنشاہ دو عالم
پیری میں قیامت ہے جواں بیٹے کا ماتم
مجموعۂ عالم ہوا ابھی درہم و برہم
رونے کے عوض شکر خدا کرتے ہیں پیہم
صابر کوئی آفاق میں ایسا نہیں دیکھا
یہ دل نہیں دیکھا یہ کلیجا نہیں دیکھا

۷

تنہائی میں دیکھو تو ذرا شان سواری
چالاکی توسن سے خجل باد بہاری
کیا شوکت و صولت ہے زہے قدرت باری
رخ نور خدا کا ہے سوئے لشکر ناری
گھوڑے کو اڑاتے ہوئے یوں آئے ہیں رن میں
جس طرح کوئی سیر کو آتا ہے چمن میں

۸

پیشانی روشن کی ضیا دور تلک ہے
میدان شہادت کی زمیں ہے کہ فلک ہے
اس نور کا پروانہ رخ حور و ملک ہے
یہ ذرے ہیں یا خورشید درخشاں کی چمک ہے
نسبت ہے نہ خورشید کو نے بدر کی ضو کو
شرماتے ہیں نقش سم توسن مہ نو کو

۹

کیا رتبۂ اعلیٰ ہے زہے حشمت و اجلال
روشن ہے جبیں آئینۂ مہر کی تمثال
لاریب کہ ہے نور خدا فاطمہؑ کا لال
ہے سجدۂ خالق کا نشان اختر اقبال
ہے جلوہ گری نور کی پیشانی شہ میں
عکس گل سوسن ہے یہ آئینۂ مہر میں

۱۰

ابروے جگر گوشۂ زہرا کی زہے شان
اور گوشۂ ابرو سے اشارہ ہے یہ ہر آن
یہ ہیں وہ کماں کہ علیؑ جن پہ ہیں قربان
مانا ہے مرا کعبۂ دین قبلۂ ایمان
جبریلؑ کو یارا نہ پہونچنے کا جہاں تھا
واں احمدؐ و محمود میں فرق دو کماں تھا

۱۱

گرد آنکھوں کے کس حسن سے پلکیں ہیں صف آرا
کرتی ہے ہر اک چشم کی پتلی یہ اشارا
یاں مردم بد بیں کو نظر کا نہیں یارا
یہ احمدؐ مختار کی آنکھوں کا ہے تارا
قرباں ہو ان آنکھوں پہ اگر عین شرف ہو
ہر مردم حق بین کی نظر اُن کی طرف ہو

۱۲

رخسارۂ روشن گل خورشید پہ در ہے
یہ ریش مطہر نہیں ہالے میں قمر ہے
اس جا گل تر بھی عرق شرم میں تر ہے
ہے صاف ہویدا کہ یہ شب ہے وہ سحر ہے
پہلو میں شب قدر کو یاں بدر لئے ہے
اور بدر کو ہالے میں شب قدر لئے ہے

۱۳

ہے آئینۂ نور خدا گردن انور
تھا تنگ گریباں تو روتے تھے پیمبرؐ
چوما تھا رسولؐ عربی نے جسے اکثر
واں شمر جفا جو نے رکھا حلق پہ خنجر
زہراؑ سے ڈرا وہ نہ علیؑ سے نہ خدا سے
کاٹا اُسی گردن کو ستمگر نے قفا سے

۱۴

وہ دست زبردست شہنشاہ فلک جاہ
تھے دست نگر جس کے زمانہ کے شہنشاہ
ہاتھ آیا تھا حصہ میں جسے زور یداللہ
اُس شاہ کے ہاتھوں کا میں کیا حال لکھوں آہ
خنجر سے گلا شمر بد افعال نے کاٹا
پہونچوں سے ہر اک ہاتھ کو جہّال نے کاٹا

۱۵

وہ سینہ جو تھا مخزن اسرار امامت
دیکھو تو ذرا شامیوں کی شومی و شامت
سب جانتے ہیں جس کی بزرگی و کرامت
تیر اُس پہ لگائے نہ کیا خوف قیامت
مقتل میں جو وہ شمر کے زانو سے دبا تھا
محبوب الٰہی کا گریبان پھٹا تھا

۱۶

پہنے ہیں زرہ حضرت داؤدؑ کی بر میں
شیروں کو نہیں تاب یہ ہے رعب نظر میں
اور تیغ یداللہ ہے مولا کی کمر میں
اکبرؑ کے جواں مرنے سے ہے درد جگر میں
یاد آتے ہیں عباسؑ تو رک جاتے ہیں شبیرؑ
گھوڑے پہ کمر تھام کے جھک جاتے ہیں شبیرؑ

۱۷

رانیں دو ستوں کعبۂ ایماں کے ہیں دو طاق
فاقوں سے ہے گو طاقت اعضائے بدن طاق
گھٹنے ہیں سدا سجدۂ معبود کے مشتاق
مولا کی ہے ثابت قدمی شہرۂ آفاق
پروا نہیں کٹ جائے جو سر تیغ جفا سے
بڑھ کر نہیں ہٹتے ہیں قدم راہ رضا سے

۱۸

اس شان سے میدان میں جو پہونچے شہ ابرار
لشکر میں بجا طبل علم کھل گئے اک بار
اک شور ہوا گھاٹ سے دریا کے خبردار
اعدا کے پرے ہوگئے آمادۂ پیکار
اک دل ہوئے سب قتل شہ جن و بشر پر
فوجوں کی گھٹا چھا گئی زہراؑ کے قمر پر

۱۹

حربوں کو میانوں سے ستمگاروں نے کھینچا
تیغوں کو جو کمروں سے سب اسواروں نے کھینچا
چلّوں کو کمانوں سے کمانداروں نے کھینچا
سر چرخ پہ جوں صاعقہ تلواروں نے کھینچا
پھل برچھیوں کے رن میں چمکتے نظر آئے
تیرے صفِ دشمن میں چمکتے نظر آئے

۲۰

حضرت نے جو دیکھی یورشِ لشکرِ اظلم
فرمایا کہ تم لاکھوں ہو اور ایک مرا دم
خود نادِ علیؑ پڑھ کے بڑھے قبلۂ عالم
پر لشکرِ روباہ سے ڈرتے نہیں ضیغم
جب کھینچی ہے تیغِ دو زباں کھیت پڑے ہیں
اکثر شہِ مردان بھی اکیلے ہی لڑے ہیں

۲۱

یہ جنگ نہیں خانۂ خندق سے زیادہ
جس وقت کیا عمرو نے لڑنے کا ارادہ
اسوار ہوں میں آج وہ اس دن تھے پیادہ
کشتے تھے ہزاروں بسرِ خاک فتادہ
نصرت کے خبردار جبرئیل کے پھرے تھے
اور شیرِ خدا عمرو کا سر لے کے پھرے تھے

۲۲

سب خلق کو خیبر کی لڑائی کی خبر ہے
اور دودھ کا زہراؑ کے بھی رگ رگ میں اثر ہے
شبیر اسی صاحبِ طاقت کا پسر ہے
میں سیفِ خدا ہوں مرے قبضے میں ظفر ہے
بچپن سے تنِ زار میں طاقت ہے نبی کی
چوسی ہے زباں میں نے رسولؐ عربی کی

۲۳

بگڑوں تو ابھی نقشِ فنا تم کو بنا دوں
سب فوج کو شمشیر کی آتش سے جلا دوں
جوں حرفِ غلط صفحۂ ہستی سے مٹا دوں
آجاتا ہے پر رحم کہ ایذا تمہیں کیا دوں
منظور ہے مجھ کو کہ رضامند خدا ہو
میری تو ظفر یہ ہے کہ سر تن سے جدا ہو

۲۴

لڑنا ہی جو ہوتا تو مجھے اے قومِ ستمگر
نیزے سے مرے سامنے مرتے علی اکبرؑ
میں تم سے نہ لیتا عوضِ خونِ برادر
رہ جاتا میں ہاتھوں سے کلیجے کو پکڑ کر
واقف ہے خدا تم نے جو کچھ جبر کیا ہے
شبیر نے مقدور پہ کیا صبر کیا ہے

۲۵

دل سوز نہیں داغِ جگر کس کو دکھاؤں
مشفق نہیں ہیں داغِ پسر کس کو دکھاؤں
یہ خشک لب اور دیدۂ تر کس کو دکھاؤں
ٹوٹی ہوئی پیری میں کمر کس کو دکھاؤں
دل جس سے قوی تھا وہ برادر بھی نہیں ہے
قاسم بھی نہیں ہے علی اکبر بھی نہیں ہے

۲۶

اس عالمِ فانی سے بزرگ اٹھ گئے سارے
جو عاشقِ صادق تھے وہ دنیا سے سدھارے
اب غیرِ خدا کوئی نہیں پاس ہمارے
فرزندِ نبیؐ ان کو کہاں جا کے پکارے
پھر جاتی ہے ایک ایک کی تصویر نظر میں
آنکھوں سے نہاں ہو گئے سب تین پہر میں

۲۷

زد سے ہیں تیروں کی بچاتا نہیں کوئی
میداں میں سر دینے کو جاتا نہیں کوئی
اب چاند سی تصویر دکھاتا نہیں کوئی
ہم مرنے کو آئے ہیں اور آتا نہیں کوئی
ہم وہ ہیں کہ سب کے تنِ صد پاش پہ روئے
اتنا نہیں کوئی کہ مری لاش پہ روئے

۲۸

روئے ستم آرا کئی سن سن کے یہ تقریر
اس وقت یہ فرمانے لگے حضرت شبیر
تقصیر تمھاری ہے مری کچھ نہیں تقصیر
باز آؤ مرے قتل سے اے فرقۂ بے پیر
لو اب بھی تم اس صابر و شاکر کو اماں دو
مظلوم کو سیّد کو مسافر کو اماں دو

۲۹

اک خیر ہے یہ بھی کہ مجھے تیر سے بچا دو
مظلوم کو اس ظلم کے لشکر سے بچا دو
اس سینے کو زانوے ستمگر سے بچا دو
یہ خشک گلا شمر کے خنجر سے بچا دو
یثرب میں نہ کوفے میں نہ بطحا میں رہونگا
میں آج سے گھر چھوڑ کے صحرا میں رہونگا

۳۰

صحرا کے بسانے میں ضرر ہو جو تمھارا
بتلا دو پہاڑوں کی سمت مجھے راہ خدارا
شبیر کو منظور ہے خود سب سے کنارا
پھر شہر سے کیا جب نہ رہا کوئی ہمارا
طوف حرم خالق اکبر کو بھی چھوڑا
لو گھر کو بھی اور قبر پیمبر کو بھی چھوڑا

۳۱

سرحد میں تمھاری اگر آؤں تو قسم لو
صورت بھی کسی کو جو دکھاؤں تو قسم لو
گھر شہر میں رہنے کو بناؤں تو قسم لو
روضے پہ محمدؐ کے جو جاؤں تو قسم لو
صحرا میں جگہ خاک پہ سونے کو بہت ہے
اور کوہ کا دامن مرے رونے کو بہت ہے

۳۲

ہر رجس سے میں پاک ہوں طاہر مجھے سمجھو
عالم ہوں ہر اک علم کا ماہر مجھے سمجھو
روضے کا محمد کے مجاور مجھے سمجھو
حاجی ہوں میں کعبے کا مسافر مجھے سمجھو
میں یہ نہیں کہتا کہ نواسا ہوں نبیؐ کا
زوار تو ہوں قبر رسولؐ عربی کا

۳۳

محتاج ہوں گھر میں زر و زیور نہیں رکھتا
خوش ہو کے جسے لوٹ لو وہ گھر نہیں رکھتا
تکیے پہ بجز خاک کبھی سر نہیں رکھتا
میں قاقم و سنجاب کا بستر نہیں رکھتا
کپڑے بھی تکلف کے نہیں زیب بدن ہیں
ہے ایک عبا چھال کی اور رخت کہن ہیں

۳۴

ناموس مرے فاقہ کشی میں بھی ہیں خرسند
اک ایک ہے زہراؑ کی طرح صبر کا پابند
راضی وہ خدا سے ہیں خدا ان سے رضامند
چادر کوئی ایسی نہیں جس میں نہ ہو پیوند
غش آتے ہیں پر حق کی عبادت نہیں جاتی
فاقوں میں بھی قرآں کی تلاوت نہیں جاتی

۳۵

مختار دو عالم ہوں یہ کیا تم سے کہوں حال
فاقے سے بھی سو رہتے ہیں اکثر مرے اطفال
دنیا کا طلب گار نہیں فاطمہؑ کا لال
صرف رہ خالق ہے ملا کچھ جو زر و مال
واں ہو گا تہی دست جو یاں دے نہیں جاتا
اسباب جہاں ساتھ کوئی لے نہیں جاتا

۳۶

مجھ سے بھی سخی ہیں حرم سیّد عالی
سائل کبھی جاتا نہیں دروازے سے خالی
چہرے پہ فقیری میں بھی رہتی ہے بحالی
شکوے کی کبھی بات نہیں منہ سے نکالی
کچھ کام انھیں لذت دنیا سے نہیں ہے
کہنہ تو ردائیں ہیں اور نان جویں ہے

۳۷

بہنیں مری زہراؑ سے بزرگی میں نہیں کم
اک غیرت حوا ہے تو اک ثانیٔ مریم
بعد اپنے انھیں کی ہے تباہی کا مجھے غم
خنجر کے تلے نکلے گا مشکل سے مرا دم
گھبرائی ہوئی خیمۂ ویراں میں پھریں گی
سر پیٹتی لاشے پہ مرے آکے گریں گی

۳۸

بولا یہ حصینؔ ابن نمیر ستم آرا
زینبؑ کی تباہی جو نہیں تم کو گوارا
پھر کس لیے ہے بیعت حاکم سے کنارا
یہ عجز نہ مانا ہے نہ مانیں گے تمہارا
شرمندہ ہوں گو احمدؐ مختار کے آگے
سر کاٹ کے لے جائیں گے سردار کے آگے

۳۹

اب یاں سے کہاں جاؤ گے راہیں تو ہیں مسدود
اور گرد ہیں دو لاکھ جواں قتل پہ موجود
حضرت نے کہا دور ہو او ظالم مردود
چاہوں تو اشارے میں سب فوج ہو نابود
عاقل کبھی فاسق کی اطاعت نہیں کرتے
سر دیتے ہیں دیندار پہ بیعت نہیں کرتے

۴۰

کیا ہوگا اگر چار طرف بند ہیں راہیں
کھل جائیں در قصر فلک گر ابھی چاہیں
مفتاح در خلد بریں ہیں مری آہیں
یہ وہ ہیں کہ جو منہ سے کہیں اس کو نباہیں
اک دم میں سر اب تن سے جدا کرتا ہے شبیر
عاجز نہیں حجت کو ادا کرتا ہے شبیر

۴۱

بڑھ کر صف جنگاہ سے اک ظالم غدار
چلایا کہ دیکھو تو ادھر یا شہ ابرار
لہراتی ہے کیا نہر مثال شکم مار
پر آپ کو قطرہ بھی نہیں ملنے کا زنہار
دریا سے تو یہ شام کا لشکر نہ ہٹے گا
پیاسا ہی گلا آپ کا خنجر سے کٹے گا

۴۲

حضرت نے کہا سوئے فلک ہاتھ اٹھا کر
اس وقت سزا دے اسے اے خالق اکبر!
فرما نہ چکے تھے یہ ابھی سبط پیمبرؐ
ناگاہ ادھر پیاس کا غلبہ ہوا اس پر
پاس اس کے ہر اک شخص لیے جاتا تھا پانی
کم ہوتی نہ تھی پیاس پیے جاتا تھا پانی

۴۳

دی تھی جو دعا بد اسے شاہ دوسرا نے
اک آگ سی کلیجے میں لگا دی تھی قضا نے
سقّوں کے پرے کھولے تھے مشکوں کے دہانے
جلتا ہوا گھر جاتے ہیں جس طرح بجھانے
چلاتا تھا وہ پیاس مری آہ بجھاؤ
اب خانۂ تن جلتا ہے للہ بجھاؤ

۴۴

تھے پیاس کی گرمی سے زبس جان کے لالے
ساحل پہ گرا جا کے زباں منہ سے نکالے
عبرت سے کھڑے کانپتے تھے دیکھنے والے
جب پانی پیا حلق میں سو پڑ گئے چھالے
ہر موج کا خم اس کے لیے ناگ ہوا تھا
پانی کا بھی اس وقت مزاج آگ ہوا تھا

۴۵

آنکھوں کو نکالے تھے حبابوں کا یہ تھا حال
موجوں کے طمانچوں سے ہوا جاتا تھا منہ لال
دریا سے بڑھ بڑھ کے کیے دیتا تھا پامال
مچھلی سا تڑپتا تھا کنارے وہ بدافعال
جھکتا تھا جو پینے کو تو ہٹ جاتا تھا پانی
بڑھتا تھا وہ سفاک تو گھٹ جاتا تھا پانی

۴۶
وان بھی نہ بجھی پیاس گرا نہر میں بے پیر
گرداب بنا طوق تو موجیں ہوئیں زنجیر
دریا میں ہوا شور یہ ہے دشمن شبیرؑ
ناگاہ وہیں موت ہوئی آکے گلوگیر
قطرہ بھی نہ اک حلق جفاکار میں پہونچا
پانی میں لعیں غرق ہوا نار میں پہونچا

۴۷
دیکھا پسر سعد نے جس وقت یہ اعجاز
ہے آل رسولؐ عربی سحر میں ممتاز
گھبرا کے جفا جو نے یہ دی فوج کو آواز
شبیرؑ کا سر لاؤ جو ہونا ہے سرافراز
جب حلق سے شبیرؑ کے شمشیر ملے گی
منصب تمھیں ہاتھ آئے گا جاگیر ملے گی

۴۸
جس وقت سنی یہ پسر سعد کی تقریر
فرمایا کہ رکھدوں گا گلا خود تہ شمشیر
میداں سے بڑھے چند قدم حضرت شبیرؑ
دو باتیں ہیں سن لے انھیں او ظالم بے پیر
تو نے جو بلایا تو مدینے سے ہم آئے
تجھ سے نہیں ہوتا کہ ادھر دو قدم آئے

۴۹
ٹھہرا کے یہ بولا پسر سعد جفاکار
پہلے جو اماں دیجیے تو حاضر ہو گنہگار
اس دم ہے جلال آپ کو یا سیّد ابرار
حضرت نے کہا مکر نہیں ہم کو سزاوار
ہم سا تو کریم آج دو عالم میں نہیں ہے
ڈرتا ہے عبث عیب غاہم میں نہیں ہے

۵۰
نکلا وہ لعیں چتر زری سر پہ لگائے
چپ تھا وہ شقی سر کو خجالت سے جھکائے
پاس اس کے حسین ابن علیؑ دھوپ میں آئے
فرمایا کہ ہے کس لیے تو آنکھ چرائے
پانی کا نہ طالب ہوں نہ سائل ہوں اماں کا
غم ہے مجھے ناموس رسولؐ دوجہاں کا

۵۱
تو بھی ہے قریشی تجھے لازم ہے مرا پاس
سر کٹنے کا اپنے مجھے مطلق نہیں وسواس
تنہا ہوں نہ اکبر ہے نہ قاسم ہے نہ عباسؑ
غم یہ ہے کہ ناموس نبیؐ ہوتے ہیں بے آس
جب روتے ہیں وہ دل پہ چھری چلتی ہے غم کی
آیا ہوں ترے پاس سفارش کو حرم کی

۵۲
یہ فوج تری بعد مرے گھر کو نہ لوٹے
خولی سے یہ کہہ بانوے بے پر کو نہ لوٹے
رانڈوں کے سروں سے کوئی چادر کو نہ لوٹے
نادار ہے کوئی مری خواہر کو نہ لوٹے
دنیا نہیں رہنے کی اسے جب تعب آیا
چادر سر زینب سے چھنی اور غضب آیا

۵۳
جب بعد ظفر شمر لعیں لوٹنے جائے
عابدؑ پہ کوئی دست تعدّی نہ اٹھائے
لازم ہے کہ تو چادر زینبؑ کو بچائے
کوئی مرے بچوں کو طمانچے نہ لگائے
ہو تجھ سے جو یہ امر تو احسان ہے تیرا
ورنہ مرا ہاتھ اور گریبان ہے تیرا

۵۴
اور دوسرے کٹ جائے گا جب تن سے مرا سر
کہنہ سا جو پہنے ہوں یہ ملبوس پیمبرؐ
رو دیں گی مری لاش پہ سر پیٹ کے مادر
تن پر سے اتارے نہ اسے کوئی ستمگر
غارت شہ لولاک کی پوشاک نہ کیجیو
عریاں مرا لاشہ تہ افلاک نہ کیجیو!

۵۵
حضرت کا سخن سن کے نہ بولا وہ جفا کار
اپنی صف لشکر میں گیا چھیڑ کے رہوار
اشک آنکھوں میں بھر کر یہ پکارے شہ ابرار
سمجھاتے ہے مطلب کو میں اے ظالم غدّار
تو دست تعدی کو نہ کوتاہ کرے گا
رانڈوں کی حمایت مرا اللہ کرے گا

۵۶
بیکس کو مسافر کو کفن کچھ نہیں درکار
رونے کو نہلوں ماں نہ پہن کچھ نہیں درکار
ملبوس تو ہے رخصت کہن کچھ نہیں درکار
مظلوم کو آرایش تن کچھ نہیں درکار
مردوں کو نہ رہتی ہے ہوس اور نہ طلب کچھ
جب جا کے ملے خاک میں پھر خاک ہے سب کچھ

۵۷
اعدا سے یہ فرماتے تھے حضرت کے چلے تیر
اور تول کے نیزوں کو بڑھے فوج سے بے پیر
کھینچی پسر شیر الٰہی نے جو شمشیر
گیتی کو تزلزل ہوا کانپا فلک پیر
حضرت نے تو اس برق تبسم کو سنبھالا
کروبیوں نے عرش معظم کو سنبھالا

۵۸
سکان سماوات بھی گھبرا گئے سارے
تھرانے لگی گاؤ زمیں خوف کے مارے
جبریل امیں نادعلی پڑھ کے پکارے
کاٹا ہے اسی تیغ نے شہپر کو ہمارے
عالم کو دو عالم کا شہنشاہ بچائے
اس برق جہاں سوز سے اللہ بچائے

۵۹
تھی آگ ہوا آتش شمشیر دو سر سے
طائر گرے گھبرا کے ادھر بحر میں پر سے
پریوں کے اڑے ہوش کہ آگ آئی کدھر سے
جنات پہاڑوں میں چھپے جان کے ڈر سے
غل تھا کہ نہ قلزم پہ یہ برق اجل آئے
ساحل سے ادھر مردم آبی نکل آئے

۶۰
اژدر سے چھٹا غار تو شیر دل سے چھٹا بن
اور آہوؤں نے چھوڑ دیا کوہ کا دامن
مرغان ہوا بھول گئے اپنے نشیمن
دہشت سے چرندے بھی اٹھانے لگے گردن
لرزاں وطیاں کون نہ تھا کون ومکاں میں
آثار قیامت نظر آتے تھے جہاں میں

۶۱
تلوار کو چمکا کے پکارے شہ عالم
میں رزم پہ آمادہ ہوں نکلے کوئی اظلم
سب مل کے گر آتے ہو تو اس کا نہیں کچھ غم
لڑنے میں ہزاروں سے کبھی بند نہیں ہم
کھل جائے گا احوال دم جنگ تمہارا
اس میں بھی مرا نام ہے اور ننگ تمہارا

۶۲
فرزند ید اللہ کئی بار پکارا
دو لاکھ میں بڑھنے کا نہ تھا ایک کو یارا
مردود کے سر پر اجل آئی جو قضا را
نکلا صف لشکر سے تمیم ستم آرا
کافر کو غرور اپنی شجاعت پہ بڑا تھا
اکثر صف لشکر میں اکیلا ہی لڑا تھا

۶۳
پہنے ہوئے چار آئینہ و جوشن و مغفر
اور کہنیوں تک ہاتھوں میں دستانے برابر
اسپ دور کا یہ تہ ران دیو سا پیکر
سہراب سے پرزور تو رستم سے قوی تر
ہونٹوں کو چباتا تھا یہ غصہ میں بھرا تھا
پیچھے ستم آرا کے سواروں کا پرا تھا

۶۴

نیزہ وہ جسے دیکھ کے کانپے فلک پیر
گھر موت کا تھی قوس تو پیغام اجل تیر
اور کوہ سے لنگر نہ اٹھے جس کا وہ شمشیر
وہ واں سے چلایاں سے بڑھے حضرت شبیر
تھرائی زمیں چوب لگی طبل وغا پر
حملہ کیا نامرد نے شاہ شہدا پر

۶۵

کج باز نے سیدھا جو کیا نیزۂ خونخوار
چلایا کماں لیکے وہ کیش و خطا کار
تلوار سے دو کر دیا شہ نے اسے اک بار
تو اب یہ پیام اجل آتا ہے خبردار
سایہ جو پڑا شاہ کی تیغ دو زباں کا
ترکش تھا نہ چلّا تھا نہ حلقہ تھا کماں کا

۶۶

جس وقت کہ ترکش میں دو سرکش کے رہے تیر
قبضے میں جفاجو نے لیا قبضۂ شمشیر
تھرایا جگر سہم گیا خوف سے بے پیر
فرماکے خبردار بڑھے حضرت شبیر
اک جست میں سر پر فرس تیز قدم تھا
کھینچنے بھی نہ پائی تھی کہ بس ہاتھ قلم تھا

۶۷

پھر سر پہ چمک کر جو وہ برق اجل آئی
گردن سے جو ترچھی گئی زیر بغل آئی
مثل غضب خالق عزّ وجل آئی
کھینچا جو بغل سے تو کمر سے نکل آئی
پہلے تو سلامت ستم آرا نظر آیا
گھوڑے سے گرا جب تو دو پارا نظر آیا

۶۸

زینبؑ نے در خیمہ سے دیکھا جو یہ سامان
یہ پیاس کئی دن کی یہ دھوپ اور یہ میدان
چلائی کہ بھیّا بہن اس ضرب کے قرباں
جلد آؤ کہ اب تن سے نکلتی ہے مری جاں
بچہ جو چھٹے باپ سے پالا نہیں جاتا
اب مجھ سے سکینہ کو سنبھالا نہیں جاتا

۶۹

خود بردے کے پاس آکے سکینہؑ یہ پکاری
لڑنے کے فدا آپ کی تنہائی کے واری
اے سبط نبیؐ ابن علیؑ عاشق باری
نزدیک تو آؤ کہ بلائیں لوں میں تمہاری
امّاں کا مری غم سے عجب حال ہے بابا
یہ ہاتھوں سے پیٹی ہیں کہ منھ لال ہے بابا

۷۰

تکیے علیؑ اصغر کے کلیجے سے لگائے
نزدیک ہے بابا کہ اب امّاں کو غش آئے
چلاتی ہیں کیا ہوگئے ہے ہے مرے جائے
میداں سے تم اب تک مرے بھیّا کو نہ لائے
گودی میں دیا کس کو کدھر کھو گئے اصغرؑ
دریا کی ہوا کھاتے ہی کیا سو گئے اصغرؑ

۷۱

میداں میں سنی شہ نے سکینہ کی جو زاری
بیٹی کو پکارے کہ نہ رو اے مری پیاری
صابر تھے مگر آنکھوں سے آنسو ہوئے جاری
اب ہوگی قیامت میں ملاقات ہماری
فرزند نہیں ہیں نہیں مر جائیں گے بی بی
اصغر نہ جئیں گے نہ ہم اب آئیں گے بی بی

۷۲

یہ سن کے لگی پیٹنے سر زینب مضطر
تیروں کی ہوئی مار چلے نیزہ و خنجر
واں شہ پہ جھکا چار صفیں باندھ کے لشکر
یاں شیر خدا کہہ کے دھنسے فوج میں سرور
ٹاپوں سے پیادوں کو کچل جاتا تھا گھوڑا
بجلی سا ہر اک صف سے نکل جاتا تھا گھوڑا

۷۳
اک صف سے گئے دوسری صف سے نکل آئے
دہنے سے گئے بائیں طرف سے نکل آئے
لڑ بھڑ کے ہر اک تیغ بکف سے نکل آئے
گھر کر مدد شاہ نجف سے نکل آئے
اک برق گری اڑ کے جدھر آ گیا گھوڑا
جب باگ ہلی برچھیوں پر آ گیا گھوڑا

۷۴
جس رخ کو سواروں کا رسالا نظر آیا
دم میں وہیں اسپ شہ والا نظر آیا
برچھی بھی نظر آئی نہ بھالا نظر آیا
سب شام کا لشکر تہ و بالا نظر آیا
گھوڑے تو الف ہو کے سوار اُن پہ گرے تھے
اسوار پیادوں کی قطاروں پہ گرے تھے

۷۵
صفدر نے سواروں کے رسالوں کو نہ چھوڑا
ثابت صف جنگاہ میں بھالوں کو نہ چھوڑا
بے قتل کیے برچھیوں والوں کو نہ چھوڑا
بے دو کیے تلوار نے ڈھالوں کو نہ چھوڑا
کس کا یہ کلیجہ تھا کہ جو ٹوک کے لڑتا
کیا منہ تھا جو اک وار کوئی روک کے لڑتا

۷۶
رن میں قدم لشکر کفار نہ ٹھہرے
دم میں صف ہیجا میں ستمگار نہ ٹھہرے
بھاگے صفت تیر کماندار نہ ٹھہرے
پیدل کا تو کیا ذکر ہے اسوار نہ ٹھہرے
زندوں کو بھی مردوں میں قلم بند کیا تھا
اک تیغ نے دو لاکھ کا دم بند کیا تھا

۷۷
ہٹ ہٹ کے جماتے تھے ستمگار صفوں کو
پامال کیے دیتا تھا رہوار صفوں کو
دم لینے نہ دیتی تھی وہ تلوار صفوں کو
دو حملوں میں چورنگ کیا چار صفوں کو
ہر سو تن بے سر سر بے تن نظر آئے
میداں میں نہ اسوار نہ توسن نظر آئے

۷۸
جب ضربت سرور کی لعیں لا نہ سکے تاب
چلّائے کہ اے باغ نبی کے گل شاداب
ناداں تھے جنھوں نے نہ کیا آپ کا آداب
لے آتے ہیں ہم نہر سے مشکیزۂ پُرآب
جیتا یہ نہ چھوڑے گی کسی پیر و جواں کو
للہ بس اب روکیے تیغ دو زباں کو

۷۹
حضرت سے بر آئے گی نہیں ساری خدائی
فریاد علیؑ کی ہے محمدؐ کی دہائی
ناگاہ صدا شیر الٰہی کی یہ آئی
شبیر بس اعدا نے سزا ظلم کی پائی
امت کو نہ برباد مری جاں کرو تم
اب روح محمدؐ کی طرف دھیان کرو تم

۸۰
تم قول کے صادق ہو نہیں غیظ کا ہنگام
صدقے ترے اے فاطمہؑ زہرا کے گل اندام
اپنی بھی رکھی بات ہمارا بھی کیا نام
بس ختم ہوئی جنگ رکھو ہاتھ سے صمصام
یہ چاند سی گردن تہ خنجر بھی دکھا دو
اللہ کو اب صبر کے جوہر بھی دکھا دو

۸۱
بیٹوں کو نہ روؤ کہیں مرتے بھی جیے ہیں
محبوب خدا چاک گریباں کیے ہیں
درہائے فلک قدسیوں نے کھول دیے ہیں
جبریل امیں قتل کے محضر کو لیے ہیں
سر نذر کرو صادق الاقرار ہو تم تو
امت کی شفاعت کے طلبگار ہو تم تو

۸۲
آواز پدر سنتے ہی رہوار کو روکا
کفار پہ چلتی ہوئی تلوار کو روکا
پھر بڑھ کے نہ پیدل کو نہ اسوار کو روکا
روکا اسے کیا برق شرربار کو روکا
فرمایا اب اٹھے گا نہ ہاتھ اہل جفا پر
موقوف رکھا ہم نے یہ انصاف خدا پر

۸۳
تلواریں لگانے لگے پاس آکے جفا جو
تیغوں سے کٹے ابن ید اللہ کے بازو
سر زخمی ہوا ڈوب گئے خون میں گیسو
پہلوئے مبارک پہ لگے تیر سہ پہلو
سب خون میں محمدؐ کی قبا لال ہوئی تھی
چھاتی کا یہ عالم تھا کہ غربال ہوئی تھی

۸۴
خاتون قیامت کی صدا دشت سے آئی
چلّائی یہ زینبؑ کہ سفر کرتے ہیں بھائی
گرتا ہے مرا لال دوہائی ہے دوہائی
اب کیا کروں ہے ہے مری اماں کی کمائی
بھائی کی مدد کرنے کو آتا نہیں کوئی
ہا ہا ہے مرے سیّد کو بچاتا نہیں کوئی

۸۵
یاں ضعف سے ہرنے پہ جھکے جاتے تھے سرور
تیروں سے مشبک تھا وہ سب سینۂ انور
لگتا تھا بدن پر کبھی نیزہ کبھی خنجر
تھے ایک ہزار اور کئی سو زخم بدن پر
شہ کھاتے تھے تلواریں جو بی جاتی تھی زینبؑ
ہر وار پہ خیمے سے نکل آتی تھی زینبؑ

۸۶
چلّاتی تھی لوگوں مرے بھائی کو نہ مارو
للہ مجھے فاطمہؑ کے لال پہ وارو
شبیرؑ کے بدلے مرا سر تن سے اتارو
شہ کہتے تھے عاشق یہ بہن ہے مری یارو
ٹھہرو ابھی زخمی نہ کرو تیغ و تبر سے
اوجھل مجھے ہو لینے دو زینبؑ کی نظر سے

۸۷
صفت با .. لہ یا کرو مجھیں خیمے کا پردا
واں ذبح کرو ہے جہاں عباسؑ کا لاشا
یا گھیرے ہوئے لے چلو مجکو لب دریا
تا دیکھے نہ سر کٹتے مرا دختر زہراؑ
صدمہ نہیں دنیا میں جدائی کے برابر
شبیرؑ کی بھی لاش ہو بھائی کے برابر

۸۸
کہتے تھے یہ حضرت کہ لگا پشت پہ بھالا
جبریل نے قدموں سے رکابوں کو نکالا
قربوس پہ غش کھا کے گرے سیّد والا
چلّائے نبیؐ ہائے مری گود کا پالا
غش ہو گیا طاری جو شہ عرش نشیں پر
بس ٹیک دیا گھوڑے نے گھٹنوں کو زمیں پر

۸۹
مرکب سے جدا ہو کے جو تڑپے شہ ابرار
فرمایا کہ منزل پہ یہ پہونچا ترا اسوار
گرد شہ دیں ہو کے لگا پھرنے وہ رہوار
رخصت ہو کہ سر اترے تو ہم بھی ہوں سبکبار
اب تیغ لیے ذبح کو جلاد بڑھے گا
قاتل ترے اسوار کی چھاتی پہ چڑھے گا

۹۰
نیزے کی سواری ہے اب اور فاطمہؑ کا لال
ٹاپوں کے تلے لاش مری ہوئے گی پامال
الفت ہے تجھے دیکھ سکے گا نہ مرا حال
زینبؑ نکل آئے نہ کہیں کھولے ہوئے بال
سجادؑ کو آگاہ مرے حال سے کر دے
جا بانوئے بیکس کو رنڈاپے کی خبر دے

٩١

گھوڑے کو شمر دیں سے یہ پیغام دیا جب
خیمے کو چلا سر کو پٹکتا ہوا مرکب
خالی اسے دیکھا تو لگی پیٹنے زینب
یاں قبلۂ عالم پہ نہیں ٹوٹ پڑے سب
زخمی نہ ہوا ایسی نہ کوئی تن پہ جگہ تھی
ہاں خنجر خونخوار کی گردن پہ جگہ تھی

٩٢

شمر ستم آرا نے جو خنجر کو نکالا
سجدے میں جھکا فاطمہ کی گود کا پالا
ہاتھوں سے کلیجے کو محمد نے سنبھالا
زہرا نے کہا ہائے مرا گیسوؤں والا
قاتل کو تو کچھ منہ سے نہ فرماتے تھے حیدر
فرزند سے ہر بار لپٹ جاتے تھے حیدر

٩٣

قرآں پہ رکھنے جو لگا پاؤں ستمگار
تھرائی زمیں کانپ گیا گنبد دوار
بحروں میں تلاطم ہوا تھرا گئے کہسار
مجروح تھے سر تا بقدم سید ابرار
سینہ جو دبا نیزوں کی سریاں نکل آئیں
سر کھولے ہوئے قاف سے پریاں نکل آئیں

٩٤

گردن پہ جو خنجر کو ستمگر نے رکھا
حضرت نے اشارہ کیا اک لحظہ ٹھہر جا
بے رحمی سے جلاد نے پوچھا سبب اسکا
فرمانے لگے رو کے شہ بیکس و تنہا
برپا نہ کہیں حشر ہو خنجر کے چھلے پہ
اماں نے گلا رکھ دیا ہے میرے گلے پہ

٩٥

سب جانتے ہیں شرع میں ہے حکم پیمبر
حیواں کو کرو ذبح نہ حیواں کے برابر
یاں در پہ کھڑی پیٹتی تھی زینب مضطر
دکھلا کے اسے شمر نے کاٹا سر سرور
شہ ذبح ہوئے زینب دلگیر کے آگے
بھائی کا گلا کٹ گیا ہمشیر کے آگے

٩٦

یہ وقت دعا کا ہے انیس اب نہ ہو غافل
یا رازق و یا حافظ و یا خالق عادل
عالم میں بہ حشمت رہے یہ بانیٔ محفل
سب مطلب دل ہوں تری درگاہ سے حاصل
ہر لحظہ فزوں دولت و اقبال و حشم ہو
غم ہو تو فقط فاطمہ کے لال کا غم ہو

سلام

ہوا جو عشق ثنائے بوتراب مجھے
خدا نے کر دیا ذرے سے آفتاب مجھے

تو ذہن نظر آتے ہیں بوتراب مجھے
ملا ہے قبر کی ظلمت میں آفتاب مجھے

زمین ہند میں مٹی مری خراب نہ ہو
کرو نجف میں طلب یا ابوتراب مجھے

بہت کھپے گا ادھر جو ہوئی بارش اشک
برس کے جوش میں لاتا ہے کیوں سحاب مجھے

خزانہ گہر بے بہا تھا بردوں میں
دکھائے چشم نے کیا کیا در سحاب مجھے

کبھی نہ دو دل عرق رخ شاہ سے نسبت
ہزار طرح سے چھینٹے جو دے گلاب مجھے

غم حسینؑ میں ندی چڑھی یہ اشکوں کی
کہ آسماں نظر آنے لگا حباب مجھے

پدر کے غم میں تڑپتی ہوں کہتی تھی صغرا
نہ چین آتا ہے اے بیبیو نہ خواب مجھے

چھلکتے جام رہیں میکدہ رہے آباد
خم غدیر کی دے ساقیا شراب مجھے

گل حدیقۂ زہراؑ نے آبرو دے کر
کلی پھول کیا پھول سے گلاب مجھے

صدا یہ آتی تھی مقتل سے بعد قتل حسینؑ
کسے خبر ہے جو حاصل ہوئے ثواب مجھے

غریب و بیکس و مظلوم و تشنہ کام شہید
ملے ہیں خلق میں سرورؑ کے یہ خطاب مجھے

بندھی رسن میں جو گردن تو بولے عابدؑ زار
خدا نے آج کیا مالک الرقاب مجھے

حسینؑ کہتے تھے لے تیغ سب فنا ہو جائیں
ستم کی فوج پہ آئے اگر عتاب مجھے

ترا نظیر ہے دنیا میں اور نہ کوئی مرا
تجھے ہلال بنایا ہے آفتاب نے مجھے

رخ حسینؑ سے دعوا ہمسری کیا خوب
دکھائے زلف تو چہرے پہ آفتاب مجھے

نقاب منہ سے الٹ دیجئے یا علی اکبرؑ!
چمک دکھا کے جلاتا ہے آفتاب مجھے

کئے جو آکے نکیرین نے سوال انیسؔ
بتا دیئے مرے مولا نے سب جواب مجھے

رباعی

رومال ہے اشکوں سے بھگونے کیلئے
یہ راتیں یہ دن نہیں ہیں سونے کیلئے
ہنسنے کے لئے تو سال بھر ہے یارو!
دس روز محرم کے ہیں رونے کیلئے

رباعی

اے اہل عزا عزا کے دن آپہونچے
غم کی راتیں بکا کے دن آپہونچے
فریاد کہ فاطمہؑ کی بستی اجڑی
آبادی کربلا کے دن آپہونچے

رباعی

ہوتی ہے ہر ایک شے کی عالم میں بہار
شادی کی خوشی میں غم کی ہے غم میں بہار
چھایا ہے دلوں پہ ابر اندوہ و ملال
رونے کی ہے عشرۂ محرم میں بہار

مرثیہ ۱

نکلی جو رن میں تیغ حسینی غلاف سے
بجلی بڑھی چمک کے جو دشت مصاف سے
اڑنے لگے شرر دم خارا شگاف سے
ساف آئی الاماں کی صدا کوہ قاف سے
طبقے فلک کے صورت گہوارہ ہل گئے
دب کر پہاڑ خاک کے دامن سے مل گئے

۲

لرزہ تھا تحت و فوق و جنوب و شمال میں
مفلوج تھے شش جہت کے مکیں ایک حال میں
سکان غرب و شرق تھے بیم و زوال میں
غل تھا کہ گر گئے غضب ذوالجلال میں
شہ کا غضب نمونۂ قہر اِلٰہ تھا
تلوار کیا علم تھی کہ عالم تباہ تھا

۳

راحت میں جن و انس و ملک کی خلل پڑے
کھا کھا کے جوش خاک سے چشمے ابل پڑے
قلزم میں ڈر کے مردم آبی اچھل پڑے
بحر الالم سے غول جنوں کے نکل پڑے
الٹی زمیں سبھوں کے دلوں پہ یہ بن گئی
پریوں کے ہوش اڑ گئے جانوں پہ بن گئی

۴

اٹھا جو الحفیظ کا دد جانوں میں شور
چلائے گرگ و شیر غزالاں مار و مور
مرقد دہل کے چونک پڑے سب میان گور
ہے بازوئے حسین میں دست خدا کا زور
اینٹھے ہیں مثل شیر خدا آستیں کو
اے کردگار عرش بچا لے زمیں کو

۵

جنگل میں تھی علم جو وہ تیغ شرر فشاں
غار اژدروں سے چھٹ گئے شیروں سے نیستاں
تھرا کے آسمان میں چھپتا تھا آسماں
برپا تھا بر و بحر میں اک شور الاماں
مانند موج مچھلیوں میں اضطراب تھا
زہرہ ہر ایک سنگ کا پانی میں آب تھا

۶

تاریک تھا چکاروں کی آنکھوں میں سب جہاں
بن سے سیاہ گوش بھی بھاگے دبا کے کاں
مضطر تھے شیر و گرگ نکالے ہوئے زباں
غل تھا یہ دام و دد میں کہ کیونکر بچے گی جاں
تیغ علی علم تھی جو دشت قتال میں
چیتوں نے منہ چھپائے تھے گینڈوں کی ڈھال میں

۷

گھڑیال زیر آب تھے مضطر ادھر ادھر
تھی مچھلیوں کے چہروں پہ گرداب کی سپر
جا کہ پناہ کی کہیں ملتی نہ تھی مگر
بری میاں بحر تھے بحری میان بر
گھبرائے تھے جانوروں کے یہ رنگ تھے
خشکی میں تھے نہنگ تری میں پلنگ تھے

۸

غل تھا کہ ضرب تیغ علیؑ سے خدا بچائے
قہر خدا سے بچ کے کوئی کس طرف کو جائے
یہ برق دیکھئے کسے پھونکے کسے جلائے
بچ جائے آج وہ جو دوبارہ حیات پائے
فولاد ہو کہ سنگ یہ منہ موڑتی نہیں
لے دو کیے کسی کو کبھی چھوڑتی نہیں

۹

اعدا پہ جب کہ تیغ شہ لافتا چلی
غل پڑ گیا کہ صرصر قہر خدا چلی
بجتی ہوئی لرزش سے جلو میں قضا چلی
اک دم میں سر تنوں سے اڑے یہ ہوا چلی
غل تھا غضب حسین کا قہر اِلٰہ ہے
باد فنا سے گلشن ہستی تباہ ہے

۱۰

تھرائے ہے تھے شیر نر ہے ہیبت حسین
فاقوں میں کم ہوئی تھی نہ کچھ طاقت حسین
گیتی کو زلزلہ تھا نہ ہے شوکت حسین
اک قدرت خدا تھی خوشا قدرت حسین
سوکھی ہوئی زبان پہ کسی کا گلا نہ تھا
سولہ پہر ہوئے تھے کہ پانی ملا نہ تھا

۱۱

فاقوں سے رنگ زرد تو لب پیاس سے کبود
کرتا تھا نور حق جو سوئے آسماں صعود
چہرے سے تھا جلال جہاں آفریں نمود
تسبیح پڑھ رہے تھے ملک اور بشر درود
تھم جاتے تھے حسین جو تلوار تول کر
حوریں بلائیں لیتی تھیں غرفوں کو کھول کر

۱۲

وہ ماہ رخ پہ ہالۂ گیسوئے تابدار
تھا فاطمہ کا رشتۂ جاں اُن کا تار تار
خوشبو پہ جس کی عنبر سارا بھی تھا نثار
قرباں ہر ایک تار پہ سو نافۂ تتار
گیسو نہ تھے رخ خلف بوتراب پر
تھی جدول سیہ ورق آفتاب پر

۱۳

سر لوح صفحۂ رخ پر نور ہے جبیں
مرآت نور حق قسم آسمان و زمیں
آئینہ کی طرح سے نہ جس میں شکن نہ چیں
قطرے عرق کے رشک وہ گوہر ثمیں
چھڑکاؤ تھا گلاب کا اس سرزمین پر
گرتے تھے ٹوٹ ٹوٹ کے اختر زمین پر

۱۴

وہ اوج ذوالفقار وہ جٹی بھووں کا بل
ہٹتے تھے غیظ سے جو وہ ابروئے بے بدل
اک نخل قد کھاتا تھا تیغوں کے تین پھل
گویا پروں کو تولتا تھا طائر اجل
پلکوں کے تیر سے کلیجوں کے پار تھے
کھنچتی تھی یاں کماں اُدھر اعدا فگار تھے

۱۵

آنکھیں وہ نرگسی کہ غزال آنکھ کو چرائے
نیچے سے اس مژہ کے دغا ہیں خدا بچائے
ہنگام غیظ شیر یہ چتون کہاں سے لائے
زہرہ ہو آب جنگ کیوں نہ تھرتھرائے
سمجھو نہ دور آنکھ ملانے کی دیر ہے
پتلی ہے چشم میں کہ ترائی میں شیر ہے

۱۶

ابرو ہیں نون حسن تو چشم حسیں ہے صاد
گویا جدا جدا ہیں یہ ہے عین اتحاد
محراب کعبہ وہ ہے تو یہ قبلۂ مراد
دیکھے عدو جو کور نہ ہو چشم اعتقاد
لاریب نور چشم نبی و علی یہ ہے
نقش جلی ہو کہ خدا کا ولی یہ ہے

۱۷

رخسار ہیں وہ گل جنھیں خوف خزاں نہیں
ہے ماہی محیط فصاحت زباں نہیں
ٹکڑے ہیں لعل کے لب شیریں بیاں نہیں
یہ فرط نازکی ہے کہ گویا دہاں نہیں
باتوں میں ہونٹ ہیں فصحا کائنات کے
صدقے ہیں بات بات پہ کوزے نبات کے

۱۸

سوکھے لبوں پہ لعل بدخشاں نثار ہیں
تابندگی پہ اختر تاباں نثار ہیں
دانتوں کے نور پر دُر غلطاں نثار ہیں
یہ آب ہے کہ قطرۂ نیساں نثار ہیں
ایسے گہر نہیں ہیں بحر عمیق میں
گویا چمک رہے ہیں ستارے عقیق میں

۱۹

وہ لعل لب وہ روئے مطہر وہ ریش شاہ
کیا خوشنما ہے گرد قمر ہالۂ سیاہ
ہیں ایک جا ہلال و شب قدر و نور ماہ
ہے صبح و شام ایک جگہ کھینچے نگاہ
ہے رتبہ رخ شہ ذیشاں کھلا ہوا
دیکھو دھرا ہے رحل پہ قرآں کھلا ہوا

۲۰

درج گلوئے پاک کوئی کیا کرے بھلا
حیرت ہے کیوں الٹ نہ گیا دشت کربلا
محبوب کبریا نے سدا جس پہ منہ ملا
خنجر سے کٹ گئیں وہ رگیں اور وہ گلا
بخشا فروغ جس نے بیاباں کے طور کو
سر کاٹ کر بجھا دیا اس شمع نور کو

۲۱

وہ دوش پاک بادشہ آسماں وقار
بازو وہ ہیں کہ بازوئے دیں جن سے استوار
ہے کل کے عاصیوں کی شفاعت کا جس پہ بار
ساعد ہے زور دست ید اللہ آشکار
سب پر کھلی ہے عقدہ کشائی حضور کی
روشن ہے انگلیوں سے کہ ہیں شمع نور کی

۲۲

ہر دم اٹھا کے ہاتھ یہ فرماتے ہیں سخن
کیوں جانتے ہو کون ہیں دنیا میں پنجتن
عالم میں خمسۂ نجبا ہیں شہ زمن
ہیں اور نبی و فاطمہ و حیدر و حسن
وہ رکن جب سے اٹھ گئے رنج و بلا میں ہوں
اب میں فقط خمس آل عبا میں ہوں

۲۳

اعضا میں کیوں نہ ہاتھ کا ہو مرتبہ بلند
ہے پنجتن کی ذات سے سب خلق بہرہ مند
دست کرم وہ ہے کہ خدا کو بھی ہے پسند
پانچ انگلیوں میں ہاتھ کے ہیں چار وہ جو بند
عقدے یہ اس نے کھولے ہیں جو مشہور ہیں
جو وہ بزرگ خلق میں خالق کے نور ہیں

۲۴

ہے طور نور ذات خدا سینۂ حسین
اسرار حق کا ہے گوہر گنجینۂ حسین
صاف آئینہ ہے اک دل بے کینۂ حسین
روح الامین ہے خادم دیرینۂ حسین
سینہ نہیں سفینۂ طوفان نوح ہے
ایماں کی سجدہ گاہ ہے قرآں کی روح ہے

۲۵

آئینہ حلب سے فزوں تر صفا میں ہے
یاں دل میں ہے وہ ضو جو کلام خدا میں ہے
یہ ضو نہ بدر میں ہے نہ شمس الضحیٰ میں ہے
قرآں غلاف میں ہے کہ سینہ قبا میں ہے
کیا قہر ہے کسی نے نہ پاس ادب کیا
زانو اسی پہ شمر نے رکھا غضب کیا

۲۶

سینے پہ وہ پسینے کے قطروں کی آب و تاب
ہے گو کہ تین روز کے فاقے سے وہ جناب
عرق عرق تھا شرم کے مارے جہاں گلاب
پر نور ہے شکم صفت قرص آفتاب
پھولوں کی بو ہے خوش سے ہیں کپڑے بسے ہوئے
امت کی مغفرت پہ کمر ہیں کسے ہوئے

۲۷

بازو ہے تیر ظلم سے زخمی کمر ہے خم
پر وہ ادب سے ثبات کہ اٹھتے نہیں قدم
طاقت جواب دیتی ہے مولا کو دمبدم
تیغ شہ نجف ہے اسی ہاتھ میں علم
آنکھیں ہیں سرخ بحر شجاعت ہے جوش پر
شملہ چھٹا ہوا ہے عمامے کا دوش پر

٢٨
اللہ رے نبی کی عبا و قبا کا نور
زہرا و حیدر و حسن مجتبیٰ کا نور
پردے ہیں جس کے جلوہ نما ہے خدا کا نور
ہے شش جہت میں خامس آل عبا کا نور
حیراں لباس نور پہ سب حلہ پوش ہیں
ادریس میں ہیں جواس نہ موسیٰ میں ہوش ہیں

٢٩
بالائے دوش حضرت حمزہ کی ہے وہ ڈھال
پھول اس کے وہ کہ تیغ کا پھل جس سے پائمال
زیبا ہے جس کے گرد رخ فتح و ظفر کا خال
شب میں عیاں ہیں چار ستارے تو اک ہلال
اس کو عروج کیوں نہ ملے قتل گاہ میں
پشت پناہ خلق ہے جس کی پناہ میں

٣٠
وہ آہنی کلہ وہ زرہ جامۂ حضور
حلقے وہ جن کو دیکھ کے شرمائے چشم حور
جس کی ہر اک کڑی سے نکلتا تھا چھن کے نور
قندیل آہنی میں فروزاں ہے شمع طور
جوشن نہ تھا تن شہ گردوں وقار میں
تارے چمکتے تھے شب تاریک و تار میں

٣١
تلنے پہ کس شکوہ سے ہے حلقۂ کماں
پیغام موت کا ہے ہر اک تیر جاں ستاں
ہے جس کے ڈر سے قوس قزح چرخ پر طپاں
ہر دم صدا یہ ہے لب سوفار سے کہ ہاں
سرکش کہاں ہیں لشکر کج عقل و فہم کے
گوشوں میں چھپتے پھرتے ہیں کیوں نام سہم کے

٣٢
دستانہ ہے کہ قبضۂ سیف قضا ہے یہ
ہم دست آستین شہ لافتا ہے یہ
شمشیر ہے زبان دہن اژدہا ہے یہ
ثابت ہوا کہ پنجۂ شیر خدا ہے یہ
دست خدا کے لال جری ہیں دلیر ہیں
اس ہاتھ سے جہاں کے زبردست زیر ہیں

٣٣
نیزہ ہے رشک افعی گیسوئے دستاں
کالی وہ ڈانڈ اور وہ چمکتی ہوئی سناں
سینے کو جس کے ڈر سے چراتا تھا آسماں
غل تھا کہ اژدہا ہے نکالے ہوئے زباں
لشکر جو دیو کا ہو تو دم میں ہلاک ہو
اس کی ہوا لگے تو بدن جل کے خاک ہو

٣٤
اس شان سے ہیں رن میں اکیلے امام دیں
خنجر کہیں ہیں تیر کہیں برچھیاں کہیں
اور والی پرے جمائے ہیں میداں میں اہل کیں
اللہ رے کشمکش نظر آتی نہیں زمیں
لشکر بڑھے ہیں شاہ پہ یوں شام و روم کے
آتی ہے جس طرح سے گھٹا جھوم جھوم کے

٣٥
تیغوں کی اس گھٹا میں چمکتی ہیں بجلیاں
چھائے ہوئے ہیں شہ پہ زرہ پوش سب جواں
باجوں کے زور شور میں ہے رعد کی فغاں
لوہے کی ہے زمیں تو ڈھالوں کا آسماں
چاروں طرف سے زغۂ فوج کثیر ہے
ابر کرم پہ بارش باران تیر ہے

٣٦
ٹھہری ہے صف جمائے ہوئے اس طرح سے فوج
ہر مرد کی کمر میں ہیں تلواریں زوج زوج
طوفاں میں جوش کھا کے اٹھے جس طرح سے موج
ڈھالوں کا دور دور ہے نیزوں کا اوج اوج
آفت جناب فاطمہ کے گھر پہ آتی ہے
ٹاپوں سے مرکبوں کی زمیں تھرتھراتی ہے

۳۷
ہر صف میں برچھیاں بھی ہزاروں چمکتی ہیں
نیزے تُلے ہوئے ہیں سنانیں چمکتی ہیں
نوکیں وہ تیز ہیں کہ دلوں میں کھٹکتی ہیں
ترکش کھلے ہوئے ہیں کمانیں کڑکتی ہیں
شکلیں دلوں نے ہاتھوں میں تیغیں اٹھائے ہیں
تیغوں کے ساتھ گرز گراں سر اٹھائے ہیں

۳۸
گھوڑوں سے گونجتی ہے وہ سب وادیٔ نبرد
ہے چرخ چار میں پہ رخ آفتاب زرد
گردوں میں مثل شیشۂ ساعت بھری ہے گرد
ڈھیے گرے زمیں پہ نہ نیلے لاجورد
گرمی ہجوم فوج سے دو چند ہو گئی
خاک اس قدر اُڑی کہ ہوا بند ہو گئی

۳۹
دستے وہ مصری رنگ کے وہ فوج روم و شام
تیغیں برہنہ ہو گئی تھیں چھوڑ کر نیام
دن دوپہر وہ دشت کی گرمی وہ اژدہام
مانند شمع جل رہی تھیں برچھیاں تمام
تلواریں منہ چھپائے تھیں سائے میں ڈھال کے
خنجر بھی رہ گئے تھے زبانیں نکال کے

۴۰
لو چل رہی تھی دن میں کہ اللہ کی پناہ
برچھی کے پھل پہ ہوتا تھا شعلے کا اشتباہ
ڈھالوں کے رنگ ہو گئے دھوپ میں سیاہ
گلخن بنی ہوئی تھی ہر اک آہنی کلاہ
گویا کہ قوس میں تھا گذر آفتاب کا
عالم تھا ہر خدنگ پہ تیر شہاب کا

۴۱
سر پر لگائے تھا پسر سعد چتر زر
تنہا تھا دھوپ میں اسد اللہ کا پسر
تھے دو غلام مروحہ جنباں اِدھر اُدھر
نے سایۂ علم تھا نہ عباس نامور
لگتی تھی کچھ بدن کو ہوا آہ سرد سے
گیسو اٹے ہوئے تھے بیاباں کی گرد سے

۴۲
جنگل سے آ رہی تھی یہ آواز بار بار
تو دھوپ میں کھڑا ہے مرا دل ہے بے قرار
کیا آج تجھ پہ بن گئی اے میرے گلعذار
سایہ تو کرے رخ پہ عبا کا یہ ماں نثار
عالم سیاہ ہے میری چشم پُر آب میں
سونلا گیا ہے چاند مرا آفتاب میں

۴۳
مادر سے رو کے کہتے ہیں سلطان کربلا
منصف ہوں آپ فرق پہ سایہ کروں میں کیا
کافی ہے آج سر پہ مرے سایۂ خدا
سوتے ہیں آفتاب میں سب میرے مہ لقا
پڑتی ہے خاک اُڑ کے تن پاش پاش پہ
اماں ردا نہیں علیؑ اکبر کی لاش پر

۴۴
کرتے ہیں ماں کی روح سے حضرت تو یہ کلام
کہتے ہیں مسکرا کے امام فلک مقام
ہر سمت سے بڑھی چلی آتی ہے فوج شام
کس سے لڑیں گے کیوں ہے یہ کوشش اژدہام
فاقوں سے حال غیر ہے محتاج آب ہوں
میں آپ ہی مسافر پا در رکاب ہوں

۴۵
اللہ کیا ہجوم ہے کیا شور گیر و دار
اک سینہ اور یہ ناوک بیداد و بیشمار
اک جسم زار اور یہ نیزے کئی ہزار
میرے لئے تو بس ہے خود تیغ آبدار
ان برچھیوں سے کس کو زمیں پر گرائیں گے
سو خنجر اک گلے پہ یہ کیونکر پھرائیں گے

۴۶

لشکر یہ ہے کہ قہر کا دریا ہے موجزن
ہیں اک ضعیف و تشنہ و مظلوم و بے وطن
اکبرؑ نہ ہیں جلو میں نہ لخت دل حسنؑ
واحسرتا کہ مرگئے عباسؑ صف شکن
دیکھیں پسر یہ نرغۂ فوج کثیر کو
لاؤں کہاں سے آج جناب امیرؑ کو

۴۷

آئی قریب سے صدائے شہ نجف
تجھ سا پسر دیا تجھے حق نے زہے شرف
مصروف ہے ثنا میں تری قدسیوں کی صف
لاکھوں ہیں گو ادھر یہ خدا ہے تری طرف
دیں ہے بلند کفر کی بنیاد پست ہے
ہر طرح تیری فتح ہے ان کی شکست ہے

۴۸

پیاسا جو تین روز رہا تو کنار جو
دیں ہی کی رہ گئی دنیا میں آبرو
مقبول کردگار ہے نور خدا ہے تو
ناجی ہیں تیرے دوست تو ناری ترے عدو
جائیں گے یہ کہاں جو ہیں تجھ سے پھرے ہوئے
ہیں سب کے سب خدا کے غضب میں گھرے ہوئے

۴۹

ایوبؑ تیرے صبر کے ہیں آج مدح خواں
لب پر خلیلؑ کے ہے ترے حلم کا بیاں
یعقوبؑ و نوحؑ آدمؑ و یحییٰؑ ہیں اک زباں
ہے کل کا فخر دلبر پیغمبرؐ زماں
عیسیٰؑ پکارتے ہیں کہ حق کا ظہور ہے
موسیٰؑ کا ہے یہ قول کہ خالق کا نور ہے

۵۰

عباسؑ جب سے قتل ہوا ہے فرات پر
حاضر ہے کربلا میں اسی وقت سے پدر
نانا ہیں بیچ اس حسنؑ ہیں برہنہ سر
ماں بیقرار پھرتی ہے تھامے ہوئے جگر
تجھ پر نثار ہونے کی کس کو ہوس نہیں
تقدیر سے کسی کا مری جان بس نہیں

۵۱

کی عرض شاہ دیں نے پدر سے باانکسار
مولا میں اس عنایت و اشفاق کے نثار
یہ پرورش یہ عز زہے عز و افتخار
کیا سرفراز ہو گیا اس دم یہ خاکسار
بیٹے پہ چاہئیں یوں ہی اشفاق باپ کے
جان آگئی غلام میں آنے سے آپ کے

۵۲

بندہ تو قابل اس کے نہیں یا شہ زماں
جو ہوں مقربان خدا میرے مدح خواں
کیا میرا صبر اور مری ہمت کا کیا بیاں
اک بندۂ حقیر و گنہگار و ناتواں
لب پر جو دم زرگ مراد کر لائے ہیں
یہ سب شرف حضور کے صدقے میں پائے ہیں

۵۳

اب کچھ نہیں ہراس اگر لاکھ ہوں ستم
ہاں ایک ہے تباہی زینبؑ کا مجھ کو غم
جب ذبح ہو حسینؑ تہ خنجر دو دم
اس کی ردا بچائے گا کون اے شہ امم
سب گھر لٹے مگر وہ اسیر بلا نہ ہو
ہم بے کفن رہیں پہ بہن بے ردا نہ ہو

۵۴

فرما کے یہ فرس سے اشارہ کیا کہ ہاں
کوندا مثال برق کمیت سبک عناں
وہ غیظ وہ رجز وہ جلال و شکوہ و شاں
تھی دمبدم وہ سیف زبانی کہ الاماں
دونوں زبانیں تیغ کی بھی شعلہ ریز تھیں
بیتیں رجز کی تیغ دو دم سے بھی تیز تھیں

۵۵
نعرہ یہ تھا کہ دلبر مشکل کشا ہوں میں — جوہر کشائے تیغ شہ لافتا ہوں میں
شمس الضحیٰ علیؑ ہیں تو بدر الدجیٰ ہوں میں — قرآں گواہ ہے کہ زبان خدا ہوں میں
کس آیۂ کریم میں ذکر علیؑ نہیں — قرآن میں کیا خفی ہے کہ ہم پر جلی نہیں

۵۶
ہمتا ہیں اس کلام میں اور ہم ہیں وہ کلام — جس طرح لام میں ہے الف اور الف میں لام
لاریب فیہ گر ہے وہ ہادی تو ہم امام — امت کو فرض عین ہے دونوں کا احترام
جو منحرف ہو اور مطیع خدا نہیں — قرآن و اہلبیت ازل سے جدا نہیں

۵۷
کچھ یاد ہے وصیت محبوب ذوالجلال — فرما گئے تھے خلق سے کیا وقت انتقال
بھولے کلام حق کو بھی اے قوم بدخصال — ہم اہلبیت ہیں سو ہمارا کیا یہ حال
کیوں منہ پھیر لیا ہے حدیث و کتاب سے — محشر میں کیا کہو گے رسالت مآب سے

۵۸
تم یہ نہ جانیو کہ مجھے کچھ ہے خوف جاں — لازم ہے یہ سخن کہ میں ہوں ہادی جہاں
قبضے میں ہے حسینؑ کے تیغ شرر فشاں — دشمن کو جس کی ضرب سے ملتی نہیں اماں
لاکھوں سے منہ پھیرے نہ کبھی وہ دلیر ہوں — میں بیشۂ شجاعت و ہمت کا شیر ہوں

۵۹
بخشا ہے مجھ کو حق نے شہ لافتا کا زور — اس دست مرتعش میں ہے دست خدا کا زور
ہے انگلیوں کے بند میں خیبر کشا کا زور — پانی ہے میرے زور کے آگے ہوا کا زور
الٹوں فلک کو یوں جو ہو قصد انقلاب کا — جس طرح ٹوٹ جاتا ہے ساغر حباب کا

۶۰
آگے بڑھوں جو تیر کو چلے میں جوڑ کے — بھاگیں خطا شعار کمانوں چھوڑ کے
بیکار کر دوں شیر کا پنجہ مروڑ کے — پٹکوں زمیں پہ در خیبر کو توڑ کے
الٹوں طبق زمین کے یوں جھک کے زین سے — جس طرح جھاڑ دیتے ہیں گرد آستین سے

۶۱
اعلیٰ ہے عرش سے بھی مری ہمت بلند — بجلی ابھی گرے جو بڑھوں پھیر کر سمند
رستم ہے ذوالفقار کی دہشت سے دردمند — کھلتا نہیں ہے دیو سے نیزے کا میرے بند
یہ جس شقی کے سینے سے گذرا وہ فوت ہے — اس کی سنان تیز سر انگشت موت ہے

۶۲
دنیا ہو اک طرف تو لڑائی کو سر کروں — آئے غضب خدا کا ادھر رخ جدھر کروں
بے جبرئیل کار قضا و قدر کروں — انگلی کے اک اشارے میں شق القمر کروں
طاقت اگر دکھاؤں رسالت مآب کی — رکھ دوں زمیں پہ چیر کے ڈھال آفتاب کی

۶۳
یہ تیغ سر پہ گر کے ٹھہرتی ہے زین پر — جب ہاتھ اٹھائے برق گری ہے زمین پر
خیبر میں کیا گذر گئی روح الامین پر — کاٹے ہیں کس کی تیغ دوپیکر نے تین پر
جس وقت ضرب شیر خدا یاد آتی ہے — ماہی سمیت گاؤ زمیں تھرتھراتی ہے

۶۴

بس شیر ہوں چھ لاکھ اگر ہو تو کیا ہو تم
اٹھا جو میرا ہاتھ تو دم میں فنا ہو تم
واللہ میرے سامنے بے دست و پا ہو تم
پر کیا کروں کہ امت خیر الوریٰ ہو تم
لو واسطہ رسول خدا کا پناہ دو
اب بھی کسی طرف مجھے جانے کی راہ دو

۶۵

یہ کہہ کے چپ ہوئے جو امام فلک سریر
اس فوج قاہرہ سے اٹھا شور دار و گیر
کھولے ہوئے نشانوں کو آگے بڑھے شریر
فرزند فاطمہؑ پہ چلے دس ہزار تیر
دہشت سے عافیت نے منہ اپنا چھپا لیا
کالی گھٹا نے ڈھالوں کی جنگل کو چھا لیا

۶۶

وہ شور کوس جبر کا وہ بوق کا غریو
شرمندہ برچھیوں کی چمک سے سنان گیو
تیر و دراز صورت خنجر زبان دیو
وہ صورتیں کہ دیکھ کے ڈر جائے جن کو دیو
سب فوج یوں بڑھی تھی دغا کو امام سے
آندھی سیاہ آتی ہے جیسے دھوم دھام سے

۶۷

برسے ادھر سے تیر تو کوندی ادھر سے برق
وہ برق چھپتی پھرتی تھی خود جس کے ڈر سے برق
چمکی وہ یوں کہ گر گئی سب کی نظر سے برق
روکیں کیسے رکی ہے کسی کی سپر سے برق
جل تھل بھرے لہو سے نہ دیر اک گھڑی لگی
کیا ابر تیغ تھا کہ سروں کی جھڑی لگی

۶۸

معجز نما تھی شاہ کی شمشیر آبدار
دکھلائی ماہ صیف میں برسات کی بہار
یاں برق واں ہوا تو ادھر ابر دُر بار
بہتا کہیں لہو کہیں خوں کی آبشار
یوں سر برس رہے تھے یہ روانی تھی باڑھ میں
پڑتا ہے ڈونگرا کبھی جیسے اساڑھ میں

۶۹

بہتے تھے خوں میں چار طرف سر کٹے ہوئے
بڑھتے تھے جو بہت وہ کھڑے تھے ہٹے ہوئے
جو گھاٹ پہ تھے زور تھے ان کے گھٹے ہوئے
تھے جا بجا سے ڈھالوں کے بادل پھٹے ہوئے
لڑنے میں اوج تیغ کا دو چند ہو گیا
نکلی کمان تیروں کا منہ بند ہو گیا

۷۰

بازو ہر اک کمان کا کمزور ہو گیا
تیروں کے مینہ برسنے سے اک شور ہو گیا
ڈھالوں کا ابر خون میں شرابور ہو گیا
جو تھا کنارہ نہر لب گور ہو گیا
مشق تنادری بھی قیامت بڑھی ہوئی
اتری وہ تیغ خوں کی ندی چڑھی ہوئی

۷۱

کیا کیا چمک دکھاتی تھی سر کاٹ کاٹ کے
منتی تھی کیا تنوں سے زمیں پاٹ پاٹ کے
پانی وہ خود پیئے ہوئے تھی گھاٹ گھاٹ کے
دم اور بڑھ گیا تھا لہو چاٹ چاٹ کے
کیا جانیے ملا تھا مزا کیا زبان کو
کھل جاتی تھی ہما کی طرح استخوان کو

۷۲

ہر ہاتھ میں اڑا کے کلائی نکل گئی
کوندی گری زمیں پہ سمائی نکل گئی
کاٹی زرہ دکھا کے صفائی نکل گئی
مچھلی تھی اک کہ دام میں آئی نکل گئی
چار آئینے کے پار تھی اس آب و تاب سے
جس طرح برق گر کے نکل جائے آب سے

۷۳

کٹ کٹ کے ذوالفقار سے گرتے تھے خاک پر
پہونچوں سے ہاتھ شانوں سے بازو تنوں سے سر
قبضے سے تیغ بس سے زرہ ہاتھ سے سپر
برچھی سے پھل کماں سے زرہ زین سے تبر
ترکش کہیں پڑے تھے نشان زری کہیں
پیکاں کہیں تھے شست کہیں تھی سری کہیں

۷۴

مقتل میں ہوش فوج عمر کے اڑا دیئے
ٹکڑے ہر ایک کے تن و سر کے اڑا دیئے
پرزے ستمگروں کے جگر کے اڑا دیئے
پرکالے ایک دم میں سپر کے اڑا دیئے
جب ڈھال پر چمک کے درآتی تھی خود میں
سر کٹ کے آن پڑتا تھا ترکش کی گود میں

۷۵

وقت دغا عصا تھی کبھی اژدہا کبھی
تلوار بن گئی وہ کبھی اور قضا کبھی
بجلی کبھی تھی ابر کبھی اور ہوا کبھی
بنتی تھی نفی کفر کے خاطر بلا کبھی
پھرتے تھے جب حسینؑ پیادوں کو رول کر
کھا لیتی تھی سروں کو دہن کھول کھول کر

۷۶

اللہ کے غضب کی نشانی دکھا گئی
دریائے نہر حق کی روانی دکھا گئی
جل جل گئے وہ شعلہ فشانی دکھا گئی
کٹ کٹ گئے وہ سیف زبانی دکھا گئی
لب صورت ستمگار قلم بند کر دیئے
نقروں کے ذوالفقار نے دم بند کر دیئے

۷۷

پہونچی کمر فرس پہ جو بالائے سر گری
چمکی ادھر زمیں سے نکل کر ادھر گری
ناری چلے ادھر وہ جدھر کوند کر گری
جس صف سے لگ چلی یہ وہ صف خاک پر گری
دکھلائے اوج جاتی تھی یوں ہر سوار پر
جنگل میں باز گرتا ہے جیسے شکار پر

۷۸

دم میں گئی فلک پر اور آئی ہزار بار
معراج دست شاہ میں پائی ہزار بار
دکھلا گئی صفوں کو صفائی ہزار بار
گرمی یہ تھی کہ خوں میں نہائی ہزار بار
جب تک چلی وہ زرد سیاہ عدو رہی
اس دن کے معرکے میں وہی سرخرو رہی

۷۹

غل تھا خط سیاہ نہ سمجھو یہ ناگ ہے
جو دشمن علی ہیں اسے ان سے لاگ ہے
جلتا ہے دشت چار طرف بھاگ بھاگ ہے
جانیں بچاؤ تیغ کے پانی میں آگ ہے
پھونکے نہ زہر دم اس سے ہالے نکلتے ہیں
اژدر کی طرح منہ سے شرارے نکلتے ہیں

۸۰

ال چل دو ان صفوں کی نہ گھوڑے کی جست و خیز
تھا ترک و تاز میں کہیں صرصر سے تند و تیز
صدقے گندھی ایال پہ گیسوئے مشک تیز
گرداوری میں ابر تو بجلی دم ستیز
ذرے قدم کے فیض سے تارے چمک گئے
جب پتلیاں اٹھیں تو ستارے چمک گئے

۸۱

جرأت میں رشک شیر تو ہیکل میں پیل تن
پوئی کے وقت کبک دری جست میں ہرن
بجلی کسی جگہ تو کہیں ابر قطرہ زن
بن بن کے آنے جانے میں طاؤس کا چلن
سیماب تھا زمیں پہ فلک پر سحاب تھا
دریا پہ موج تھا تو ہوا پر عقاب تھا

۸۲
آنکھیں وہ جن کو دیکھ کے حیران ہو غزال / گردن وہ جس کی شرم سے ہو سرنگوں ہلال
آہو کی جست شیر کی چتون پری کی چال / دل اس کے دست و پائے حنائی سے پائمال
ہر نعل پا کا حسن یہ تھا اس جلوس میں / آئینہ جس طرح سے ہو دست عروس میں

۸۳
کیوں اعتقاد میں حکما کے نہ آئے فرق / اشراقی اس سے بحر تفکر میں سب ہیں غرق
اک گر اس کو غرب سے دوڑائے سوئے شرق / اور آسمان سے ساتھ ہی چمکے نکل کے برق
بجلی کی واں چمک نہ فلک پر تمام ہو / یاں کب سے غرب میں فرس تیز گام ہو

۸۴
دیکھی نہیں کسی نے یہ تیزی شتاب میں / ہو جس کے زین صاف پہ مخمل بھی خواب میں
سرعت کا اس کی وصف لکھیں گر کتاب میں / سطریں رہیں بصورت موج اضطراب میں
اس کی ثنا اگر کوئی لائے زبان پر / ساکن جو حرف ہو وہ نہ آئے زبان پر

۸۵
رو میں سوار ہاتھ سے کھینچے اگر گرائے / اور یہ فرس جنوب سے سوئے شمال جائے
وہ تازیانہ یاں نہ زمیں تک پہنچنے پائے / اس حد سے اک دم میں وہ حد دیکھ کر پھر آئے
تنگی سے آسماں کی خفا یہ سمند ہے / کیونکر اڑے پری ہے کہ شیشے میں بند ہے

۸۶
کس کس طرح اشارے میں سو بار پھیر لو / بجلی ہے جس طرف دم پیکار پھیر لو
کاوے میں شکل گنبد دوار پھیر لو / نقطے کے گرد صورت پرکار پھیر لو
دوڑے سر آب تو تیلی بھی تر نہ ہو / آنکھوں میں یوں پھرے کہ مژہ کو خبر نہ ہو

۸۷
طاؤس سا جدھر گیا دُم کو جھور کے گئے / دم میں پرے سپاہ کے زیر و زبر کیے
کچلے کبھی بدن کبھی پامال سر کیے / کشتوں کو روند روند کے سم خون میں تر کیے
میداں میں تھا کسی کو نہ یارا ستیز کا / عالم ہر ایک نعل میں تھا تیغ تیز کا

۸۸
زیبا ہے گر کہیں شعرا باد پا اسے / آہستہ گر چلے تو نہ پائے ہوا اسے
طائر جہاں کے جانتے ہیں سب ہما اسے / مہمیز و تازیانے کی حاجت ہے کیا اسے
فتراک گر ہوا سے کبھی اک ذری اڑی / یوں اڑ گیا کہ سب کو یہ جانا پری اڑی

۸۹
مصروف جنگ تیغ سے تھے سرور حجاز / چمکا کے اسپ واں سے بڑھا اک نیزہ باز
نامرد نے کیا جو ہیں دست ستم دراز / نیزہ اٹھا کے کہنے لگے شاہ سرفراز
ہاں لے اجل گرفتہ کمر استوار کر / نیزے کا ہے غرور تو آ کوئی وار کر

۹۰
کس طنطنے سے شاہ پہ آیا وہ ناپسند / کل کی طرح سے پھرنے لگا ہر طرف سمند
نیزے سے اس کے آپ کو پہنچی نہ کچھ گزند / مشکل کشا کے لال نے کھولے تمام بند
تھا گو کہ نیزہ بازی پہ ظالم تلا ہوا / یاں تھا سب اس کے عزم کا عقدہ کھلا ہوا

۹۱

نیزے کی اس لعین سے لڑائی جو آ پڑی
انیوں سے اڑ رہے تھے شرارے گھڑی گھڑی
دونوں طرف سے جنگ میں کوشش ہوئی اڑی
تھی چوب سے تو چوب سناں سے سناں لڑی
اک معرکہ تھا بیچ میں دشت قتال کے
دو بار گتھ گئے تھے زبانیں نکال کے

۹۲

پیہم ہوئیں بکاں پہ بکانیں جو یک دگر
کس نوک جھوک سے وہیں نیزے کو پھیر کر
ظالم کبھی ادھر تھا تو حضرت کبھی ادھر
فرزند شیر حق نے دکھایا عجب ہنر
ظالم پہ آسمان سے بلا ناگہاں گری
دو تین نیزے اڑ کے زمیں پر سناں گری

۹۳

تھرا گیا بدن نہ رہی طاقت فرار
بچ کر نکل چلا تھا کہ چمکا کے راہوار
گھوڑے کی باگ پھیر کے بھاگا وہ نابکار
نیزے کا اک کمر پہ کیا شاہ دیں نے وار
موذی تھا وہ لعین پہ آئی فتنہ کوب تھی
سر میں سناں تھی پشت کے مہروں میں چوب تھی

۹۴

قربان زور بازوئے سلطان ارجمند
پہونچا سقر میں داد جہاں سے وہ خود پسند
زمیں سے اٹھا کے اس کو سناں پر کیا بلند
ٹیکا زمیں پہ جب تو ہوا جوڑ بند بند
اپنے ہنر پہ ناز تھا اس نیزہ باز کو
دکھلا دیا جہاں کے نشیب و فراز کو

۹۵

کام اس خطا شعار کا جب ہو گیا اخیر
بدکیش و کج نہاد و خطا پیشہ و شریر
نکلا پرے سے اک قدر انداز بے نظیر
سپلے سے توڑ جاتا تھا جوشن کو جس کا تیر
کیا کوئی اس کے آگے بھلا سر اٹھا سکے
رستم بھی جس کماں کی نہ سیسر اٹھا سکے

۹۶

قبضے پہ تیغ لے کے پکارے شہ زماں
ہاں نکلی منہ سے یاں کھنچی اس طرف کماں
ہاں ناوک افگنی مجھے دکھلا تو اے جواں
کھینچا کماں کا تھا کہ چلا تیر بے اماں
حلقہ ادھر کماں کا خم ہو کے رہ گیا
یاں تیغ شہ سے تیر قلم ہو کے رہ گیا

۹۷

خالی اسی روش سے ہوا ترکش شریر
چاہا تھا کش مکش میں کہ ہو جائے گوشہ گیر
تو دے لگائے کاٹ کے حضرت نے سارے تیر
چلائے شہ کہ بھاگ نہ اد سر کشوں کے پیر
پیچھے ہٹے نہ پاؤں مزا ہو یہ جنگ کا
تو بھی تو توڑ دیکھ لے پیرے خدنگ کا

۹۸

یاں دوش سے کماں کو اتارا جناب نے
بیٹے کے ہاتھ چوم لئے بوتراب نے
قبضے میں ماہ نو کو کیا آفتاب نے
تاکا خطا کار کو تیر نگہ سے صواب نے
ترکش بھی اژدہا سا دہن کھولنے لگا
نکلا عقاب تیر تو پر تولنے لگا

۹۹

چلے میں رکھ کے تیر بڑھے قبلۂ امم
بگڑ کہہ کے گوشہ شہ میں چلا تیر تیز دم
ایک ہاتھ راست کر کے کیا دوسرے کو خم
آواز دی کماں نے رہے شاہ باکرم
چلہ تو شست شاہ زمن سے نکل گیا
واں تیر دل کو توڑ کے سن سے نکل گیا

۱۰۰

گرز و سنان و تیغ و تبر کانپنے لگے
ڈر سے کمان کشوں کے جگر کانپنے لگے
نیزے مثال شاخ شجر کانپنے لگے
ترکشوں میں تیر تھے پر کانپنے لگے
تیغے ہٹے کھڑے تھے جو ظالم بڑھے ہوئے
گوشوں سے خود اتر گئے چلّے چڑھے ہوئے

۱۰۱

اللہ ری زد گزرتا تھا ہنگام دار و گیر
کرتے تھے واہ واہ صفوں میں جوان و پیر
سو دل سے مثل رشتۂ تسبیح ایک تیر
بازو کو چومتے تھے رسولؐ فلک سریر
روح علیؑ یہ کہتی تھی پاس آن آن کے
صدقے ہر ایک تیر کے قرباں کمان کے

۱۰۲

شہ کے غضب سے چاہتی تھی ہر کماں اماں
دیتے نہ تھے کسی کو امام زماں اماں
مضطر زمیں تھی مانگتا تھا آسماں اماں
ہر صف میں تھا یہ شور کہ مولا اماں اماں
جب شاہ حملہ کرتے تھے شیر خدا کی طرح
دانتوں میں خس پکڑتے تھے سب کہربا کی طرح

۱۰۳

کہتا تھا ہاتھ جوڑ کے یوں کوئی پر غرور
موقوف کر جلال کو اے کبریا کے نور
اس وقت رحم اپنے غلاموں پہ ہے ضرور
صدقہ علیؑ کی روح کا اب بخشیے قصور
آنکھیں ہم اپنی دور سے قدموں پہ ملتے ہیں
تلوار روکیے کہ بس اب دم نکلتے ہیں

۱۰۴

اے نور چشم احمدؐ مختار رحم کر!
اے امت نبی کے مددگار رحم کر!
اے یادگار حیدر کرارؑ رحم کر!
اے بحر غیظ حضرت قہار رحم کر!
اے فوج عصر ہم سے نہ تو انتقام لے
امت کی ڈوبتی کشتی کو تھام لے

۱۰۵

اے افتخار حضرت آدمؑ پناہ دے
اے فخر نوح و عیسیٰؑ مریم پناہ دے
اے زیب بخش معظم پناہ دے
اے باعث پناہ دو عالم پناہ دے
مولا تجھے قسم ہے رسول کبیر کی
چمکا نہ ذوالفقار جناب امیر کی

۱۰۶

اس غیظ میں سنا جو بزرگوں کا شہ نے نام
گردن پھرا کے یاس سے دیکھا سوئے خیام
صدمہ ہوا یہ دل کو کہ رونے لگے امام
تھاما جگر کو ہاتھوں سے اور چھوڑ دی لگام
آنکھوں کو بند کرکے فرس ہانپنے لگا
روکی جو ذوالفقار بدن کانپنے لگا

۱۰۷

لڑنے میں تھا نہ آپ کو کچھ پیاس کا خیال
آئی صدا اے حضرت محبوب ذوالجلال
رکھ دی جو تیغ ہاتھ سے جی ہو گیا نڈھال
تو صابروں کا فخر ہے اے فاطمہؑ کے لال
سمجھا تھا میں کہ اب مری امت تمام ہے
یہ صبر اختیار یہ تیرا ہی کام ہے

۱۰۸

صبر و رضا و حلم کا رتبہ دکھا دیا
نانا کا خلق زور پدر کا دکھا دیا
دم میں ہزار طرح کا جلوہ دکھا دیا
خالق کے رحم و قہر کا نقشہ دکھا دیا
باطل تفاوت و حسد و کینہ ہو گیا
ایسی جلا ہوئی کہ حق آئینہ ہو گیا

۱۰۹

شبیر واہ کیوں نہ ہو کس کا پسر ہے تو
کھولا ہے جس کو حق نے وہ رحمت کا در ہے تو
حقا کہ آسمان شرف کا قمر ہے تو
میرا اصل جس شجر کی ہوں اس کا ثمر ہے تو
امت کے ظلم سہتے ہو نانا سے چھوٹ کر
کیا ان کو پھل ملے گا مرا باغ لوٹ کر

۱۱۰

کیسی ہوا جہاں کی بے اعتدال ہے
سایے سے جس نہال کے طوبیٰ نہال ہے
سرسبز سب ہیں باغ مرا پائمال ہے
مرجھا گیا ہے دھوپ سے اس کا یہ حال ہے
میں جن کی فکر میں کبھی سویا نہ چین سے
پانی نہیں عزیز ہے میرے حسینؑ سے

۱۱۱

فاقوں میں جن کے واسطے باندھا شکم پہ سنگ
کیونکر نہ ہو غنچہ دہن زیست سے یہ تنگ
ان دشمنوں نے لال کا میرے کیا یہ رنگ
اک فاقہ کش نحیف سے یہ صف کشی یہ جنگ
بچپن سے میں نثار ہوں اس نور عین کے
میرا گلا بھی ساتھ کٹے گا حسینؑ کے

۱۱۲

رو کر کہا حسینؑ نے یا سید عرب!
فریاد ہے کہ مجھ کو ستایا ہے بے سبب
لڑتا کبھی نہ ان سے یہ مظلوم و تشنہ لب
للہ سینے سے لپٹے چلیے مجھے ساتھ اپنے اب
دشمن ہوا ہے سارا زمانا غلام کا
امت میں اب نہیں ہے ٹھکانا غلام کا

۱۱۳

جس دن سے آپ اٹھ گئے پایا نہیں نے چین
پیری میں چھٹ گیا علی اکبرؑ سا نور عین
سب گھر تباہ ہو گیا یا شاہ مشرقین
کب تک جہاں میں ٹھوکریں کھایا کرے حسینؑ
پھیلا کے پاؤں خاک پہ سونا نصیب ہو
راحت ملے جو قبر کا کونا نصیب ہو

۱۱۴

یہ کہتے تھے کہ فوج ستمگر پھر آ گئی
بھائی جو گھر گیا تو بہن بلبلا گئی
خیر النساؑ کے چاند پہ بدلی سی چھا گئی
فریاد فاطمہؑ کی فلک تک صدا گئی
یاں گھر نبیؐ کی آل کا بے نور ہو گیا
زخموں سے واں تن شہ دیں چور ہو گیا

۱۱۵

یاں ایک تن ضعیف ادھر لاکھ نابکار
سینہ شکستہ پسلیاں مجروح سر فگار
تیروں کے زخم تیغوں کے زخم برچھیوں کے داغ
کیا درد کا حساب جراحت کا کیا شمار
یوں تو دل و جگر کے بھی جانکاہ زخم تھے
تن پر ہزار و نہ صد و پنجاہ زخم تھے

۱۱۶

حربے ہزارہا کے روکے کسے بچائے
دکھ میں سپر ہو کون حمایت کو کون آئے
بے یار و آشنا کسے ڈھونڈھے کسے بلائے
کیا وقت ہے نبی کے نواسے پہ ہائے ہائے
جھکتے ہیں زیں پہ منہ سے لہو ڈال ڈال کے
گھوڑے سے غش میں کون اتارے سنبھال کے

۱۱۷

گھوڑے سے گاہ غش میں ادھر گہ ادھر جھکے
سیدھے کبھی ہوئے کبھی پکڑے جگر جھکے
تیغیں چلیں جدھر کو شہ بحر و بر جھکے
تھامی کبھی ایال کبھی زین پر جھکے
صدمہ جو تھا بہن کے نکلنے کا شاہ کو
گردن پھرا کے دیکھتے تھے خیمہ گاہ کو

۱۱۸

ہنگام عصر تھا کہ شہ نیک خو گرے
زخموں سے اڑ کے قطرۂ خوں چار سو گرے
کیا سنبھلے جب کہ زخموں سے سیر دل لہو گرے
سجدے کا اشتیاق جو تھا قبلہ رو گرے
آنکھیں تھیں بند جلوۂ حق تھا نگاہ میں
گرتے ہی محو ہو گئے یاد الٰہ میں

۱۱۹

اعدا میں غل ہوا کہ ہماری ظفر ہوئی
گھوڑے سے جو حسینؑ گرے جنگ سر ہوئی
زینب ردا کو پھینک کے عریان سر ہوئی
چلائی یوں سکینہ کہ میں بے پدر ہوئی
ہے ہے کوئی نہیں شہ والا کی لاش پر
اماں بس اب چلو مرے بابا کی لاش پر

۱۲۰

مسند پہ شہ کے لوٹتی تھی کوئی سوگوار
ہے ہے کا شور تھا کہ قیامت تھی آشکار
چلاتی تھی کوئی مرے سید ترے نثار
ڈیوڑھی پہ آ کے گر پڑے سجاد دل فگار
غل تھا فلک نے دفتر دنیا الٹ دیا
فضہ نے خیمہ گاہ کا پردہ الٹ دیا

۱۲۱

دیکھا یہ ذوالجناح کا سیدانیوں نے حال
خالی ہے زین اور ہے ماتھا لہو سے لال
گردن پہ اس طرح سے ہے بکھری ہوئی ایال
جس طرح کھولتی ہے زن سوگوار بال
روتا ہے یوں وہ غم میں شہ نامدار کے
جیسے پسر کو روتی ہے ماں دھاڑیں مار کے

۱۲۲

دنیا نظر میں بیبیوں کے ہو گئی سیاہ
سمجھے یہ سب کہ قتل ہوا فاطمہ کا ماہ
عابد پکارے ہائے غضب گھر ہوا تباہ
چلائی بنت فاطمہ اے ذوالجناح شاہ!
تیرا سوار دوش پیمبر کو کیا کیا
ہے ہے مرے غریب برادر کو کیا کیا

۱۲۳

زین سے ترے رسول کا پیارا کہاں گرا
دو دن کی بھوک پیاس کا مارا کہاں گرا
وہ عرش کبریا کا ستارا کہاں گرا
آقا ترا امام ہمارا کہاں گرا
سایہ ہے کچھ کہ لاش ہے جلتی زمین پر
چھینٹے یہ کس کے خون کے ہیں زمین پر

۱۲۴

سر خاک پہ ٹیک کے پکارا وہ راہوار
سیدانیو بچھڑ گیا مجھ سے مرا سوار
جلدی اتارو یہ تبرک یہ ذوالفقار
کٹتا ہے واں گلوئے شہنشاہ نامدار
زہرا قریب لاش پسر خاک اڑاتی ہے
خیمے میں جاؤ لوٹنے کو فوج آتی ہے

۱۲۵

راوی رقم یہ کرتا ہے احوال رزم گاہ
دن ہو گیا تھا چار گھڑی وقت قتل شاہ
خنجر ادھر تو شمر نے رکھا گلے پہ آہ
آندھی اٹھی کہ سارا جہاں ہو گیا تباہ
زانو دھرا جو سینے پہ ایذا سوا ہوئی
غل تھا کہ لو قیامت کبریٰ بپا ہوئی

۱۲۶

تھا غش میں قبلہ رو وہ دو عالم کا مقتدا
سجدہ بھی اس ولی کو نہ کرنے دیا ذرا
گردن پہ تیغ اور لبوں پر یہ تھی دعا
وا جعفراہ وا ابتاہ وا محمدا
صدمے ہوئے گلوں پہ جو خنجر کی دھار کے
چپ ہو گئے نبی و علی کو پکار کے

۱۲۷
اس حشر میں خیام کی جانب جو کی نظر
نکلی حرم سے ایک ضعیفہ برہنہ سر
دیکھا وہ سانحہ کہ نہ دیکھے کوئی بشر
چہرہ تو آفتاب سا اور کان میں گہر
چادر نہ اضطراب میں تھی جسم پاک پر
تھا اک سرا تو دوش پہ اور ایک خاک پر

۱۲۸
چلاتی تھی ارے کوئی رستہ مجھے بتائے
اکبرؑ کہاں ہے ہاتھ مرا تھامنے کو آئے
کچھ سوجھتا نہیں یہ ضعیفہ کدھر کو جائے
بھائی سے چھوٹتی ہے بہن ہائے ہائے ہائے
مہماں کیا تھا بادشہ مشرقین کو
اے کربلا! مجھی سے میں لونگی حسینؑ کو

۱۲۹
اے نہر پیاس سے مرا بھائی ہے بیقرار
اے نینوا! حسینؑ کے لاشے سے ہوشیار
اے دشت گرد میں نہ بھرے شہ کا جسم زار
اے خاک پاک حرمت مہماں نگاہ دار
اے طائرو نہ دھوپ ہو بھائی کی لاش پر
سایہ کرو برہنہ تن پاش پاش پر

۱۳۰
طے کر چکی تھی نصف مسافت وہ سوگوار
بیٹی ملے گا اب نہ محمدؐ کا یادگار
آئی صدائے حضرت خاتون روزگار
پھر جا خدا کے واسطے پھر جا ترے نثار
تن سے جدا سر پسر فاطمہؑ ہوا
اب آکے کیا کرے گی یہاں خاتمہ ہوا

۱۳۱
گھبرا کے اُس نے جانب مقتل جو کی نظر
لڑکی جو ساتھ تھی وہ پکاری یہ پیٹ کر
دیکھا اک آفتاب کو نیزے پہ جلوہ گر
ہیں لُٹ گئی پھوپھی مرے بابا کا ہے یہ سر
زلفیں لہو بھری ہوئیں رخ پر لٹکتی ہیں
ہے ہے رگوں سے خون کی بوندیں ٹپکتی ہیں

۱۳۲
خاموش اے انیسؔ جگر ہو گیا دو نیم
عُسرت کا غم نہ کھا کہ آقا ترا کریم
کام آئے گی یہ مدح بروز امید و بیم
اب جلد یاں سے روضۂ سرور پہ ہو مقیم
حاصل حضوری شہ گردوں اساس ہو
ہے وہ غلام خاص جو آقا کے پاس ہو

سلام

نمود و بود کو عاقل حباب سمجھے ہیں
وہ جاگتے ہیں جو دنیا کو خواب سمجھے ہیں

نبیؐ کا عز و شرف بوترابؑ سمجھے ہیں
علیؑ کی قدر رسالت مآب سمجھے ہیں

کبھی بُرا نہیں جانا کسی کو اپنے سوا
ہر ایک ذرے کو ہم آفتاب سمجھے ہیں

کریم مجھکو عطا کر وہ فقر دنیا میں
کہ جس کو فخر رسالت مآب سمجھے ہیں

کہاں یہ مشک ختن اور کہاں حسینؑ کی زلف
یہ موشگاف خطا کو صواب سمجھے ہیں

بھگو کے کھاتے ہیں پانی میں نان خشک کو وہ
اس آبرو کو جو موتی کی آب سمجھے ہیں

ابو تراب کے در کا ہے ذرّہ بے قدر
ہم آسماں پہ جسے آفتاب سمجھے ہیں

ارے نہ آئیو دنیائے دوں کے دھوکے میں
سراب ہے جسے موج آب سمجھے ہیں

عجب نہیں ہے جو شیشوں میں رکھ کے پیئیں
ان آنسوؤں کو فرشتے گلاب سمجھے ہیں

قطعہ

زمانہ ایک طرح پر کبھی نہیں رہتا
اسی کو اہل جہاں انقلاب سمجھے ہیں

یہ اشک تاک ہے کہتے ہیں جس کو آب طرب
یہ خون گل ہے جسے سب گلاب سمجھے ہیں

شباب کھو کے بھی غفلت رہی ہے پیروں کو
سحر کی نیند کو بھی شب کا خواب سمجھے ہیں

علیؑ کے رتبۂ اعلیٰ کو کوئی کیا جانے
خدا کے بعد رسالت مآب سمجھے ہیں

جھکائیں سر کو نہ کیونکر عراق کے فصحا
سوال شاہ کو سب لاجواب سمجھے ہیں

قطعہ

صدا یہ دھوپ میں آتی تھی شہ کے لاشے سے
کہ سہل ہم طپش آفتاب سمجھے ہیں

خدا کی راہ میں ایذا سے جن کو راحت ہے
زمین گرم کو وہ فرش خواب سمجھے ہیں

حسینؑ پیاس میں منہ کھولتے ہیں ذبح کے وقت
چمک کو خنجر قاتل کی آب سمجھے ہیں

انیس مخمل و دیبا سے کیا فقیروں کو
اسی زمین کو ہم فرش خواب سمجھے ہیں

رباعی

شمعوں کی طرح دلوں کو جلتے دیکھا
آہوں کا دھواں مُنہ سے نکلتے دیکھا
افسوس کہ میدان میں بنے قاسم نے
دیکھا جسے اُس کو ہاتھ ملتے دیکھا

رباعی

کس غم میں یہ لذت ہے جو اس غم میں ہے
سینے کو سرور شہ کے ماتم میں ہے
ہر چشم یہ کہتی ہے دکھا کر دُرِ اشک
رونے کا مزہ ماہ محرم میں ہے

رباعی

قاسم کو عدو نے جب خوں میں لال کیا
شبیر نے یہ کہہ کے عجب حال کیا
تابوت پہ جس کے باپ کے مارے تیر
گھوڑوں کے سموں سے اُس کو پامال کیا

مرثیہ

جب باغ حسینی پہ خزاں آگئی رن میں
پھولوں کو اجل خاک پہ بکھرا گئی رن میں
کھیتی تھی جو زہرا کی وہ مرجھا گئی رن میں
غم کی دل زہرا پہ گھٹا چھا گئی رن میں
پانی نہ ملا تھا جو کسی غنچہ دہن کو
کس یاس سے تکتے تھے حسین اپنے چمن کو

۲

جس باغ پہ تھا سایۂ ابر کرم رب
پانی جو نہ پایا کئی دن اور کئی شب
تھی دھوپ کی گرمی کہ بھلا تاب اسے کب
مرجھا گئے برگ و ثمر و غنچہ و گل سب
لوٹا گیا گلشن چمن آرائے جہاں کا
تھی فصل بہاری کہ ہوا دخل خزاں کا

۳

پانی سے درختوں کے بھرے رہتے ہیں تھالے
پھولی ہوئی ڈالی پہ کوئی ہاتھ تو ڈالے
رکھتے ہیں ترو تازہ اُنھیں سینچنے والے
یاں سب گل زہرا تھے زبانوں کو نکالے
قطرے انھیں شبنم کے میسر نہ ہوئے تھے
دو روز تلک خشک گلے تر نہ ہوئے تھے

۴

جو نخل کہ ہو گلشن ہستی میں ثمر دار
پتا کوئی توڑے یہ گوارا نہیں زنہار
کرتے ہیں ریاض اُس پہ سدا صاحب گلزار
ان پھولوں پہ تلواروں کے پھل لگتے ہیں ہربار
یہ غم ہے جو غنچوں کے گریبان پھٹے ہیں
نخل چمن فاطمہؑ تیغوں سے کٹے ہیں

۵

کیوں بلبل نالاں نہ کرے مرثیہ خوانی
اور دیدۂ نرگس کو بجا ہے نگرانی
مرجھا گیا قاسم سا گل باغ جوانی
حسرت ہے کہ پایا گل زہراؑ نے نہ پانی
نہریں ہیں رواں خلق میں چشمے بھی بھرے ہیں
حیدر کا چمن خشک ہوا کھیت ہرے ہیں

۶

آجاتا ہے جب ذکر علیؑ اکبر گل رو
ہوتا ہے اگر تذکرۂ قامت دلجو
شبنم کے رخ گل پہ ٹپک پڑتے ہیں آنسو
شمشاد سے قمری کی صدا آتی ہے کوکو
کہتی ہے یہ بلبل کسے دیکھے گی کہاں ہے
وہ سرو رواں خاک کے پردے میں نہاں ہے

۷

وہ باغ تو سب تین پہر میں ہوا پامال
دشمن تو ہیں نو لاکھ اور اک فاطمہؑ کا لال
اب سرو گلستان محمدؐ کا سنو حال
سر تیغوں سے زخمی ہے بدن تیروں سے غربال
پہونچا نہیں دو روز سے پانی جو دہاں میں
ہے پیاس سے کانٹے گل زہراؑ کی زباں میں

۸

عمامۂ محبوب خدا خون میں تر ہے
بہتا ہے لہو سر سے گلا خون میں تر ہے
مخدومۂ عالم کی ردا خون میں تر ہے
سارے تن اطہر کی قبا خون میں تر ہے
گرمی کی بھڑک تھی کہ ٹھٹکے جاتے تھے شبیر
رہوار کی گردن پہ جھکے جاتے تھے شبیر

۹

ہجر علی اکبر سے بصارت ہے بہت کم
دل ٹکڑے کئے دیتا ہے داماد کا ماتم
غم ہے کہ جو ابر کا پسر ہو گیا بے دم
بار غم عباس سے ہے پشت و کمر خم
کرتے ہیں نظر یاس سے ششماہے پسر پر
اک زخم تو بازو پہ ہے اک زخم جگر پر

۱۰

قبضے میں ہے مولا کے ید اللہ کی شمشیر
ہر زخم پہ ہے شکر ہر اک تیر پہ تکبیر
ہر صبر کے جوہر انہیں دکھلاتے ہیں شبیر
فرماتے ہیں راضی ہوں میں اے مالک تقدیر
کھانے کی نہ پانی کی نہ راحت کی طلب ہے
یا رب مجھے امت کی شفاعت کی طلب ہے

۱۱

وہ دھوپ کی تیزی غضب اور لوں کا وہ چلنا
ہر ایک بدن سے وہ پسینے کا نکلنا
وہ دوپہر اس دشت کی اور دن کا وہ ڈھلنا
اور تن پہ حرارت سے وہ ہتھیاروں کا جلنا
جنگل کے چرندے سبھی جھیلوں میں پڑے ہیں
اور دھوپ میں پیاسے شہ مظلوم کھڑے ہیں

۱۲

گر خاک پہ گرتا ہے تو بھن جاتا ہے دانا
پیاسے ہیں حسین اور ہے سیراب زمانا
کیا قہر ہے اس آگ میں پانی کا نہ پانا
یہ جان محمدؐ ہے لعینوں نے نہ جانا
کیا بیکس و مظلوم ذوی القدر ہوئے ہیں
امت میں محمدؐ کی عجب غدر ہوئے ہیں

۱۳

وہ دھوپ ہے جس میں کہ ہرن ہوتے ہیں کالے
گرمی سے دد و دام ہیں منھ آب میں ڈالے
اور ہلتے نہیں ہیں شیر زبانوں کو نکالے
ریتی پہ دھریں پاؤں تو پڑ جاتے ہیں چھالے
آہن کی بھی شے موم صفت نرم ہوئی ہے
پتھر ہیں چٹکتے یہ زمیں گرم ہوئی ہے

۱۴

پتوں میں طیور اپنے بدن کو ہیں چھپاتے
جنگل میں مسافر بھی نہیں چھاؤنی چھاتے
مسکن سے چرائی کو چرندے نہیں جاتے
اس دھوپ میں حضرت کہیں سایہ نہیں پاتے
نے دامن زہراؑ نہ محمدؐ کی عبا ہے
ہاں سر پہ فقط سایۂ الطاف خدا ہے

۱۵

چھڑکاؤ سے ہوتی ہے ادھر خشک زمیں تر
ہے چتر کا سایہ پسر سعد کے سر پر
مرتا ہے عطش سے پسر ساقی کوثر
اور دھوپ میں ہے زینت آغوش پیمبر
نرغہ ہے لعینوں کا امام ازلی پر
تلواروں کی ہے چھاؤں حسینؑ ابن علیؑ پر

۱۶

کہتا ہے کمانداروں سے شمر ستم آرا
سو اب تو اکیلا ہے ید اللہ کا پیارا
ہے فتح جگر گوشۂ زہراؑ کو جو مارا
ہاں تیروں سے بیکس کا بدن چھان دو سارا
اس وقت نشانے کو جو چوکے تو خطا کی
تاکے رہو سینے کو امام دوسرا کی

۱۷

تھے برچھیوں والوں سے اشارے یہی ہر بار
شبیر پہ کاری کوئی پڑتی نہیں تلوار
ہاں پہلوئے شہ پر کسی پہلو سے کرو وار
کہتا تھا سواروں کو سنا کر وہ جفاکار
دست شہ دیں کاٹ کے شانوں سے گرا دو
سب مل کے اکیلے کو سنانوں سے گرا دو

۱۸

یہ سن کے ہوئے مستعد قتل وہ نامرد
ناگاہ بیاباں میں اٹھی دور سے اک گرد
بیدینوں کو درد دل زہراؑ کا نہ تھا درد
جس گرد سے صحرائے پر آشوب ہوا زرد
خورشید نہ ہنگام تمازت نظر آیا
مینائے فلک شیشۂ ساعت نظر آیا

۱۹

آندھی غضب آئی کہ لرزنے لگا میداں
ڈر ڈر کے پہاڑوں میں چرندے ہوئے پنہاں
دریا سے اٹھا شور کہ طوفاں ہے طوفاں
طائر بھی درختوں سے اڑے ششدر و حیراں
ملتی تھی کسی کو نہ جگہ امن و اماں کی
غل تھا کہ دوہائی ہے سلیمان جہاں کی

۲۰

حضرت نے سنی گھوڑوں کی ٹاپوں کی جو آواز
سمجھے کہ یہ کچھ فوج کی آمد کا ہے انداز
تکنے لگے دریا کی طرف شاہ سرافراز
بیکس کی مدد کرنے کو آیا کوئی جانباز
اس وقت ہیں کس نے یہ کیا قصد کمک کا
جنات کی ہے فوج کہ لشکر ہے ملک کا

۲۱

مقتل کے قریب آکے پھٹی گرد جو اکبار
وہ ساز وہ گھوڑے وہ چمکتے ہوئے ہتھیار
دیکھا شہ دیں نے کہ چلے آتے ہیں اسوار
کثرت ہے یہ ایسی کہ شمار اُن کا ہے دشوار
کچھ فوج زمیں پر ہے تو کچھ فوج ہوا پر
لشکر ہے کہ دریا کی ہر اک موج ہوا پر

۲۲

جب فوج سے وہ دشت ستم بھر گیا سارا
بس روک لو باگوں کو یہ سردار پکارا
تھا گھوڑوں کی کثرت سے نظر کا نہ گذارا
آگے نہ بڑھو اب یہی آقا ہے ہمارا
مقتل ہے یہی وہ شہ ذی جاہ کھڑے ہیں
ٹکڑے یہیں زہرا کے کلیجے کے پڑے ہیں

۲۳

سب تھم گئے میداں میں پرا باندھ کے اسوار
مجرے کو غلاموں کی طرح خم ہوا اکبار
شبدیز فلک اُترا وہ نکوکار
آنکھوں سے لگائے قدم سیّد ابرار
عاشق اسے سمجھے جو امام امم اپنا
مولا نے رکھا پشت پہ دست کرم اپنا

۲۴

یوں کہنے لگا جوڑ کے ہاتھوں کو وہ ذی جاہ
حضرت نے کہا غعق بشارت یہ ہے واللہ
میں کون ہوں پہچانا مجھے آپ نے یا شاہ
تجھ سے بھی ترے جد و پدر سے بھی ہوں آگاہ
جو دوست ہمارا ہے اسے جانتے ہیں ہم
تو زعفر جن ہے تجھے پہچانتے ہیں ہم

۲۵

آجاتا تھا جنات کا مذکور کبھی گر
ہوتا ہے وفادار وفادار کا دلبر
تعریف ترے باپ کی فرماتے تھے حیدر
فرزند علیؑ سے تجھے الفت نہ ہو کیونکر
سب عقدوں کو کھولا ہے امام ازلی نے
دی ہے ترے آنے کی خبر مجھ کو علیؑ نے

۲۶

ہے خوب مجھے یاد ترے باپ کا آنا
تھا اور زمانہ تھا وہ ہے دور زمانا
اور مسئلہ کچھ پوچھ کے دربار سے جانا
ماں اُٹھ گئیں دنیا سے سفر کر گئے نانا
اب بیکس و بے پر خلف شاہ عرب ہے
تو پوچھنے آیا ہمیں اس کا بھی عجب ہے

۲۷

تھا کون جو مظلوم کی تسلیم کو آتا
برگشتہ ہے قسمت کسے حال اپنا سناتا
ہم سے تو کوئی آج نہیں آنکھ ملاتا
منظور مدد ہوتی تو خود تجھ کو بلاتا
انداز زمانے کی یہ گردش کے نئے ہیں
جو میرے شناسا تھے وہی بھول گئے ہیں

۲۸

سن کر یہ سخن کہنے لگا زعفر دیندار
خاک اس مرے آنے پہ تب آیا یہ گنہگار
ہے سخت خجالت مجھے یا سیّد ابرار
تلواروں سے جب کٹ گیا سب آپ کا گلزار
زندہ شہ ذی جاہ کے یاروں کو نہ دیکھا
مہتاب کو دیکھا یہ ستاروں کو نہ دیکھا

۲۹

تھا جشن پری شادی کے میرے قبلۂ عالم
بس تخت سے اٹھا میں وہ صحبت ہوئی برہم
جو قاف میں ناگاہ پہنچی خبر غم
پریوں کی جماعت میں بپا ہو گیا ماتم
ہے تیرہ و تار یک جہاں سب کی نظر میں
روتا ہوا اک ایک کو چھوڑ آیا ہوں گھر میں

۳۰

لشکر لئے پہلے میں نجف کی طرف آیا
آتی تھی صدا قبر سے ہے مرا جایا
تھا ابر الم روضۂ پر نور پہ چھایا
فریاد کہ شبیر نے پانی بھی نہ پایا
بیزار ہیں محبوب خدا امت جد سے
غل تھا کہ علیؑ آج نکلتے ہیں لحد سے

۳۱

اک حشر تھا واں میں جو ٹھہرتا تو غش آتا
تبلائیے مولا کسے منہ اپنا دکھاتا
لگتی جو ذرا دیر تو حضرت کو نہ پاتا
تنہائی میں آقا کو مرے کون بچاتا
سب کہتے کہ حیدر نے سدا جن کی مدد کی
ان لوگوں نے کچھ اپنے نہ محسن کی مدد کی

۳۲

اب اذن وغا دیجئے مجھے یا شہ ذی جود
کیا بود و نمود ان کی ابھی ہوتے ہیں نابود
سارا لشکر ہے فدا ہونے کو موجود
لڑ سکتے ہیں احمدؐ کے نواسے سے یہ مردود
بڑھ کر ابھی پنجے میں دبا لیتا ہے سب کو
اک جن کو جو دوں حکم تو کھا لیتا ہے سب کو

۳۳

پھیلی ہوئی ہے فوج مری قاف سے تا قاف
رخ مہر سے روشن ہیں دل آئینے سے شفاف
سب شیعہ ہیں دیندار ہیں اور قوم کے اشراف
تسبیح زبان پنجتن پاک کے اوصاف
ہے آج کے دن عید فدا ہونے کی ان کو
یہ وہ ہیں کہ پیاری نہیں جاں آپ سے ان کو

۳۴

زعفر سے یہ فرمانے لگے سیّد ابرار
تم دیکھو انہیں اور تمہیں دیکھیں نہ ستمگار
مشہور رہے عادل خلف حیدر کرار
یہ جنگ و جدل شرع میں جائز نہیں زنہار
جو حق ہے کہے جاؤں گا گو تشنہ دہاں ہوں
احمدؐ کا نواسا ہوں امام دو جہاں ہوں

۳۵

ہے دور شجاعت سے اگر یوں انہیں مارا
لازم ہے تجھے رحم نبی کا ہوں میں پیارا
یہ امر مروّت نہیں کرتی ہے گوارا
دشمن یہ بھی ہے خلق میں احسان ہمارا
ہر چند نہیں نیک عمل امت جد کا
شرم آتی ہے پڑھتے ہیں یہ کلمہ مرے جد کا

۳۶

کی دست ادب جوڑ کے زعفر نے یہ گفتار
کی فوج ملک نے مدد احمدؐ مختار
مشہور جہاں جنگ احد کے ہیں یہ اخبار
انکو بھی تو لڑنے میں نہ تھے دیکھتے کفار
کافر ہیں یہ سب تم کو مروت نہیں اس میں
خادم بھی لڑے اگر تو قباحت نہیں اس میں

۳۷

فرمایا شہ دین نے بصد گریہ و زاری
بھیجا تھا انہیں حق نے جو فوج آئی تھی ساری
اُس دن تھی یہی مصلحت ایزد باری
تو آیا ہے الفت سے مدد کرنے ہماری
انسان سے جنات کو گر حکم دکھا دوں
عادل کوئی پوچھے تو جواب اسکا میں کیا دوں

۳۸

بولا قدم شاہ پہ سر رکھ کے وہ ذیشان
کہنے کو تو شکل ہوں ابھی صورت انسان
آقا ترے قربان ترے عدل کے قربان
وہ ہم کو کریں قتل اگر ہیں ہم انھیں بے جان
سب کو یہی حسرت ہے لڑیں راہ خدا میں
گر مر گئے ہو جائیں گے داخل شہدا میں

۳۹

شہ بولے کہ دے تجھ کو جزا خالق اکبر
لیکن نہ بچے گا پسر ساقیٔ کوثر
تو چاہتا ہے قتل نہ ہو سبط پیمبر
یہ اہل ستم تیغ سے کاٹیں گے مرا سر
معلوم ہے تجھ کو نہ اجل آج ٹلے گی
اللہ کے سجدے میں چھری مجھ پہ چلے گی

۴۰

تب زعفر جن بولا کہ یا سید ابرار!
شہ نے کہا میں ہوں خلف حیدر کرار
یہ قتل کریں گے تمھیں اب جان کے ناچار
کونین میں مشہور ہیں ہم قاتل کفار
دیکھی نہیں احمد کے نواسے کی لڑائی
ہاں دیکھ تو اب بھوکے پیاسے کی لڑائی

۴۱

یہ کہہ کے بڑھے بہر وغا سرور عالی
پھر نادعلی بڑھ کے جو تلوار نکالی
غصے میں نظر شیر سی اُس شیر نے ڈالی
بجلی سی چمکنے لگی شمشیر ہلالی
حیدر کی طرح آئے صف لشکر کیں پر
بجلی سی گری تیغ ہر اک دشمن دیں پر

۴۲

دم تن سے جوانوں کا نکلتے ہوئے دیکھا
تن شمع کے مانند پگھلتے ہوئے دیکھا
وہ سر نہ ہوا جس نے کہ چلتے ہوئے دیکھا
نیزوں کی سنانوں کو اچھلتے ہوئے دیکھا
اُس تیغ شرربار سے بیتاب تھے ناری
تلوار جو تھی آگ تو سیماب تھے ناری

۴۳

روکا جو سپر پر تو سپر کاٹ کے نکلی
سینے میں در آئی تو جگر کاٹ کے نکلی
سر پر جو پڑی کاسۂ سر کاٹ کے نکلی
اُتری جو جگر سے تو کمر کاٹ کے نکلی
ٹھہری نہ کمربند نہ رگ خانۂ زیں پر
رہوار کو دو کر کے گری رد کے زمیں پر

۴۴

ناگاہ صدا چرخ سے پیدا ہوئی پیہم
کون ایسا ہے جو سامنا تیرا کرے اس دم
اب روک لے تلوار کو اے سید عالم!
آگے سے ترے بھاگ گیا لشکر اظلم
بس خوب لڑے تیغ شرربار کو روکو
سب فوج جلی جاتی ہے تلوار کو روکو

۴۵

آواز کا آنا تھا کہ تلوار کو روکا
کیا دخل جو اب میں کروں لڑنے کا ارادہ
فرمایا کہ جو حکم ترا اے مرے مولا
میں بندۂ ناچیز تو کونین کا آقا
سر تیغ سے میداں میں کٹانے کی خوشی ہے
دربار میں تیرے مجھے آنے کی خوشی ہے

۴۶

یہ کہہ کے رکھی میاں میں شمشیر دو پیکر
کیوں دیکھی شجاعت مری اور تیغ کے جوہر
پھر زعفر جن سے یہ کہا بادل مضطر
مجبور نہیں ہے خلفِ حیدرؑ صفدر
امت مرے نانا کی ہے کیا ان کو سزا دوں
اب بھی یہ اگر مانیں تو دوزخ سے بچا دوں

۴۷

اے زعفر جن! تجھ سے رضامند ہے غفار
راضی ہوا تجھ سے خلفِ حیدرؑ کرار
اس بیکسی میں آ گئے ہوا میرا مددگار
پر ایک سخن یاد رہے اے مرے غمخوار
جب پیاس میں تو پانی کبھی پیجیو بھائی
تب تشنگی تو یاد مری کیجیو بھائی

۴۸

تو دل میں نہ کڑھنا کہ مری عرض نہ مانی
مر جائے جب اکبرؑ سا پسر یوسف ثانی
بیزار ہے دنیا سے ید اللہ کا جانی
جینے کا مزا تلخ ہے اور خاک ہے پانی
جا اب تو کہ جلدی کہیں سر تن سے اتر جائے
یہ بار امانت مری گردن سے اتر جائے

۴۹

اس سعی کا بدلہ تجھے دے ایزد باری
ہر سال کیا کیجیو مری تعزیہ داری
رخصت ہو کہ اب آئے گی امّاں کی سواری
جب پیاس لگے یاد رہے پیاس ہماری
رونے میں تجھے اجر شہادت کا ملے گا
تربت میں مزا میری محبت کا ملے گا

۵۰

سب لشکر جن رونے لگا سن کے یہ تقریر
غل سن کے یہ چلانے لگی شاہ کی ہمشیرہ
برپا ہوا اک شور کہ ہے ہے شہ دلگیر
لوٹی گئی میں کٹ گیا شاید سر شبیر
سنتی ہوں عدھر ہائے حسینا کی صدا ہے
دنیا میں قیامت نہیں آئی تو یہ کیا ہے

۵۱

اب گھر سے میں نکلی ہوں ہے ہے مرے بھائی
زعفر نے یہ جنات کو آواز سنائی
فریاد ہے فریاد دہائی ہے دہائی
بند آنکھیں کرو دخترِ زہراؑ نکل آئی
سیدانی ہے واجب بخدا اس کا ادب ہے
سر ننگے کسی نے اسے دیکھا تو غضب ہے

۵۲

ہمشیر کو گھبرا کے شہ دیں نے پکارا
یہ زعفر جن آیا ہے لشکر لئے سارا
نکلو نہ بہن ہم کو کسی نے نہیں مارا
پر مجھ کو کسی کی نہیں امداد گوارا
کرتا ہوں میں رخصت وہ جدا ہوتا ہے زینبؑ
یہ لشکر جن میرے لئے روتا ہے زینبؑ

۵۳

حضرت کی صدا سن کے وہ ناشاد پکاری
گر بہر مدد آئی ہے زعفر کی سواری
تنہائی کے صدقے میں اس آواز کی واری
عرض اس کی نہ رد کیجیو اے عاشق باری
اعدا کو نہ اب تیر الٰہی سے بچاؤ
کنبے کو غریبوں کی تباہی سے بچاؤ

۵۴

اس وقت میں کیونکر یہ تمہیں چھوڑ کے جائے
زہراؑ کا پسر قتل ہو اور یہ نہ بچائے
ہے دوست وہ جو کام برے وقت میں آئے
اب ساتھ جو چھوٹے تو کہاں پھر تمہیں پائے
کیونکر نہ ہو رتبے شہ مرداں نے دیئے ہیں
اس پر بھی تو احساں مرے بابا نے کیے ہیں

۵۵

رحم ان پہ نہ کیجیے کہ یہ ہیں ظلم کے بانی — ہے ہے نہ دیا اصغر معصوم کو پانی
زعفر سے کہے جائے کوئی میری زبانی — ہیں درپے جان شاہ کے یہ دشمن جانی
آفت سے یداللہ کی جانی کو بچالے — میں دوں گی دعائیں مرے بھائی کو بچالے

۵۶

یاں ہو چکا تھا سب مرے لٹ جانے کا ساماں — چلاتی تھیں نہرا مرا گھر ہوتا ہے ویراں
سن لی مری فریاد میں اللہ کے قرباں — مر کر بھی نہ بھولوں گی ترا آج میں احساں
فرزند علی گھر گیا تھا فوج ستم میں — اس وقت تو کیا آیا کہ جان آگئی دم میں

۵۷

سیدانی ہوں بیکس ہوں میں گردوں کی ستائی — جب سے ہوئی پیدا کبھی راحت نہیں پائی
رکھتی ہوں میں دولت نہ بضاعت نہ کمائی — دنیا میں بس اب ایک یہی ہے مرا بھائی
یثرب میں نہ کوفہ میں نہ مقتل میں رہوں گی — میں بھائی کو لیکر کسی جنگل میں رہوں گی

۵۸

شبیر کی اک جان کا دشمن ہے زمانہ — اس وقت ہوا ہم کو غنیمت ترا آنا
واجب ہے یداللہ کے پیارے کا بچانا — اب چھوڑ کے حضرت کو کہیں یاں سے نہ جانا
شبیر کے دشمن ہیں سب اس فوج کی صف میں — پہونچا دے محمد کے نواسے کو نجف میں

۵۹

اس وقت اگر تو نہ مدد کرنے کو آتا — ہے ہے مرے ماں جائے کو پھر کون بچاتا
میں دیکھتی اور سبط نبی برچھیاں کھاتا — ہوتی جو ذرا دیر تو حضرت کو نہ پاتا
زانوے لعین سینۂ صد چاک پہ ہوتا — سر نیزے پہ ہوتا تو بدن خاک پہ ہوتا

۶۰

یہ سنتے ہی سر پیٹ کے رونے لگا زعفر — کہتا تھا میں اس صبر کے صدقے مرے سرور
کچھ کام نہ مجھ سے لیا اے سبط پیمبر — حضرت نے کہا اب ترا پھر جانا ہے بہتر
کام آئے گا مجھ بیکس بے آس پہ رونا — جب بھیجو پانی تو مری پیاس کو رونا

۶۱

جب حکم امام دو جہاں سے ہوا ناچار — سر پیٹتا گھر اپنے چلا زعفر دیندار
سب اور بھی جن پھاڑے گریبان بدل زار — چلاتے تھے ہے ہے خلف حیدر کرار
آقا ترے اس صبر و شکیبائی کے صدقے — اے سبط پیمبر تری تنہائی کے صدقے

۶۲

گھر پہونچا تو زعفر نے کہا تخت اٹھاؤ — اب فرش کہاں کا صف ماتم کو بچھاؤ
پوشاک سیہ لا کے مجھے جلد پنہاؤ — سب ہائے حسینا کہو اور خاک اڑاؤ
ہر غم سے غم سرور عالم ہے زیادہ — ماتم سے سلیماں کے یہ ماتم ہے زیادہ

۶۳

ماتم کی خبر مادر زعفر نے جو پائی — گھبرائی ہوئی گھر سے وہ باہر نکل آئی
پوچھا کہ ہوا کیا صف ماتم جو بچھائی — زعفر نے کہا لٹ گئی زہرا کی کمائی
گھیرا ہے ستمگاروں نے فرزند علی کو — چھوڑ آیا ہوں تیغوں کے تلے سبط نبی کو

۶۴

سر پیٹ کے ماں زعفر جن کی یہ پکاری
واجب تھی تجھے سیّد کونین کی یاری
تو نے پسر فاطمہ پر جان نہ واری
عزت نہ رہی آگے محمدؐ کے ہماری
اب محکمۂ حشر میں جاؤں گی میں کیونکر
منھ فاطمہؑ کو جا کے دکھاؤں گی میں کیونکر

۶۵

حیدر نے ترے باپ پہ کیا کیا کئے احسان
کیا رحم ہے اس عقدہ کشائی کے میں قرباں
جاں بخشی بھی کی اور اسے دی دولت ایماں
مشکل جو پڑی دم میں اسے کر دیا آساں
فرزند یہ آج اس کے برا وقت پڑا ہے
تو سائے میں بیٹھا ہے وہ میداں میں کھڑا ہے

۶۶

باپ آج ترا ہوتا تو چین اس کو نہ آتا
فرزند پیمبرؐ کے عوض برچھیاں کھاتا
اعدا کا نشان صفحۂ ہستی سے مٹاتا
شہزادے کے قدموں پہ گلا اپنا کٹاتا
جو اہل وفا ہوتے ہیں مر جاتے ہیں بیٹا!
یوں چھوڑ کے آقا کو چلے آتے ہیں بیٹا؟

۶۷

رو کر کہا زعفر نے میں تھا لڑنے کو تیار
حکم شہ کونین سے میں ہو گیا ناچار
فرمایا ندا ابن علیؑ کو نہیں درکار
ورنہ مری شمشیر سے بچتے نہ ستمگار
میں کیا کروں سر مجھ کو کٹانے نہیں دیتے
امت پہ تو وہ ہاتھ اٹھانے نہیں دیتے

۶۸

اس نے کہا پھر جا کے تو حاضر ہو مری جان
میدان میں سلامت ہے جو وہ دیں کا سلطان
ایسا نہ ہو سر ان میں کٹا دیں شہ ذیشان
میں دودھ نہ بخشوں گی جو تو ہو گا نہ قرباں
چلتی ہے چھری شیر الٰہی کے جگر پر
میں نے تجھے صدقے کیا زہرا کے پسر پر

۶۹

یہ سنتے ہی مقتل میں وہ کہتا ہوا آیا
یاں ہو چکا تھا قتل ید اللہ کا جایا
زندہ نہ مجھے دکھلایا پھر شہ کو خدایا
اس وقت وہ پہنچا کہ تڑپتا ہوا پایا
سر کاٹ کے نیزے پہ چڑھاتے تھے ستمگر
سیدانیوں کو لوٹنے جاتے تھے ستمگر

۷۰

خاموش انیس اب کہ جگر ہو گیا پانی
بے مثل ہیں ہر چند یہ الفاظ و معانی
دیکھی ترے دریائے طبیعت کی روانی
تعریف اگر خوب نہیں اپنی زبانی
مداحی حضرت تو کرے منھ ترا کیا ہے
امداد محمدؐ ہے یہ الطاف خدا ہے

رباعی

ہے فضل عزا جد اجدا مجلس ہے
گھر گھر ماتم ہے جا بجا مجلس ہے
ماشاءاللہ چشم بد دور انیس
کیا مجمع مومنین ہے کیا مجلس ہے

رباعی

سینوں میں جگر بر تیر غم چلتے ہیں
رخساروں پہ اشک شمع ساں ڈھلتے ہیں
کیوں تعزیہ خانوں میں نہ رونق ہو زیاد
دل بھی تو چراغوں کی طرح جلتے ہیں

جب تیغ ید اللہ کھنچی دشت وغا میں جھپکے جو شرر چار طرف اڑ کے ہوا میں	مرثیہ ۱	اک برق غضب کوند گئی ارض و سما میں اعدا میں ہوا غل کہ گھرے قہر خدا میں
سایہ جو پڑا تیغ دو پیکر کا زمیں پر		جبریل امیں کانپ گئے عرش بریں پر
خورشید کو رعشہ ہوا کانپا فلک پیر آنکھوں کے تلے پھرنے لگی موت کی تصویر	۲	رنگ رخ جلاد فلک ہو گیا تغییر تھرا کے عطارد نے صدا دی کہ چلا تیر
غل تھا کہ الٹتا ہے زمانہ کوئی دم میں		چھپتا تھا قلم لوح میں اور لوح قلم میں
جبریل کو چلانے لگے عرش کے حامل کہتے تھے سرافیل کہ قابو میں نہیں دل	۳	کرسی کو سنبھالو کہ قیامت ہوئی نازل ہے قہر الٰہی غضب سرور عادل
تو ہیں سے ضرب شہ عالم نہ رکے گی		یہ تیغ دو دم بجلی ہے کہ اک دم نہ رکے گی
برہم ہے جو طبع پسر سید لولاک گھبرا کے نظر کرتے تھے عیسیٰ کی طرف خاک	۴	سیاروں پہ ثابت تھا کہ اب گرتے ہیں افلاک ڈر تھا سپر مہر نہ ہو جائے کہیں خاک
سر چرخ پہ آ کھنچا ہے شمشیر دو سر کا		شق ہوئے نہ سینہ کہیں پھر آج قمر کا
سکان سمٰوٰت میں برپا تھا ادھر غل معشوق کو تھا صبر نہ عاشق کو تحمل	۵	رو رو کے ادھر ہوتا تھا گیتی کو تزلزل گلشن پہ اداسی تھی جدا تھے گل و بلبل
تاریک تھا دل تاب کسی دل کو نہیں تھی		پروانہ کہیں جلتا تھا اور شمع کہیں تھی
تھا خوف کے عالم میں ہر اک بندۂ آزاد غنچوں کے چٹکنے میں نکلتی تھی یہ فریاد	۶	شمشاد کی قمری کو فراموش ہوئی یاد ہے ہے چمن کن فیکون ہوتا ہے برباد
ناحق گل زہرا پہ جفا ہوتی ہے کل سے		باغی نہیں برآنے کے اس تیغ کے پھل سے
اڑنے سے پرندوں کے جہاں ہو گیا اندھیر چھپتوں میں یہ غل تھا کہ قیامت میں نہیں دیر	۷	تھا عالم وحشت پہ ہرن ہو گئے تھے شیر تھا گو کہ چمکتی ہے ید اللہ کی شمشیر
پھر جان کہاں آ گئے سایے میں گر اس کے		ہستی کو جلا دیویں گے دم میں شرر اس کے
لرزاں تھا ہر اک خوف شہ جن و بشر سے ہیبت تھی کہ اژدر بھی نکل آئے تھے در سے	۸	فریاد کی آتی تھی صدا سنگ و شجر سے جنات کی جانوں پہ بنی جان کے ڈر سے
شمشیر تبر بار سے منہ سب کے مڑے تھے		اڑ سکتی نہ تھیں ہوش پہ پریوں کے اڑے تھے
ہر بحر میں طوفاں تھا تو ہر بر میں تلاطم جنت میں تزلزل تھا تو کوثر میں تلاطم	۹	تھا شور جزیروں میں سمندر میں تلاطم برپا تھا بنی جان کے لشکر میں تلاطم
جو خاک نشیں تھا وہ ہراساں اٹھا تھا		آب دم شمشیر سے طوفان اٹھا تھا

۱۰

سب ساکن افلاک و زمیں کانپ رہے تھے
ہلتا تھا نجف کشور کیں کانپ رہے تھے
لرزہ تھا مکانوں کو مکیں کانپ رہے تھے
تھے امن میں جو روح امیں کانپ رہے تھے
اللہ رے ڈر ضربت اولاد علیؑ کا
غل فرش سے تھا عرش تلک دہلی کا

۱۱

کس شان سے تولے ہوئے شمشیر شرربار
ہے چہرۂ نورانی مولا سے نمودار
میدان شہادت میں کھڑے ہیں شہ ابرار
اجلال محمدؐ غضب حیدر کرار
عالم شب معراج کا دکھلاتی ہیں زلفیں
غیظ آتا ہے سرور کو تو بل کھاتی ہیں زلفیں

۱۲

شمشیر کی تابیں ہیں کہ ماتھے پہ شکن ہے
وہ چشم سیہ آہوئے صحرائے ختن ہے
ابرو جو کماں ہے تو مژہ تیر فگن ہے
غصے سے جو ہو سرخ تو پھر شیر ہرن ہے
کہ شام مصیبت ہے کہ صبح طرب ہے
رحمت ہے سپیدی میں سیاہی میں غضب ہے

۱۳

کچھ دھوپ سے کچھ غیظ سے تھے سرخ جو رخسار
دبتے تھے جو دانتوں کے تلے لعل گہربار
تھا صاف شفق سے گل خورشید نمودار
تھے پرچۂ یاقوت میں گویا دُر شہوار
مختار دو عالم کے جہاں زیر نگیں تھا
یہ نقش سلیماں کی بھی خاتم پہ نہیں تھا

۱۴

وہ ریش مطہر کی سپیدی وہ سیاہی
یہ آئینہ جسم پہ تھی گرد تباہی
دیتی تھی زمانے کی دو رنگی پہ گواہی
تھیں بازوؤں میں مچھلیاں یا رنگ میں ماہی
مانند ید اللہ لڑائی پہ تلے تھے
سو عقدۂ مشکل انہیں ہاتھوں سے کھلے تھے

۱۵

لو قبضے پہ ہے دست زبردست شہنشاہ
غیر از ید قدرت کوئی اس سے نہیں آگاہ
جن کی رگ دبنے میں ہے بھرا زور ید اللہ
گر کوہ گراں ہو تو اکھاڑیں صفت کاہ
بھاری ہو یہ گر سارا جہاں جنگ پہ تل جائے
زور اس کا ہو گر قلعہ خیبر پہ تو کھل جائے

۱۶

اعدا بھی ہیں چپ شمع رسالت بھی ہے خاموش
تیر نگہ شہ سے جوانوں میں نہیں ہوش
سینے میں تلاطم ہے شجاعت کا ہے یہ جوش
چھپ جاتے ہیں ڈھالوں کی سیاہی میں زرہ پوش
جوہر نظر آتے ہیں جو اس تیغ دو دم کے
پانی ہوئے جاتے ہیں جگر اہل ستم کے

۱۷

تولے ہوئے شمشیر کو پڑھتے ہیں یہ اشعار
تف تجھ پہ ہے اے دہر ستمگار و جفا کار
دنیا بھی ہے بے مہر زمانہ بھی ہے غدار
بد دل تری اس سفلہ پرستی سے ہیں دیندار
ڈھیرا ہے محمدؐ سے علیؑ سے نہ وفا کی
شاکی رہے سب تو نے کسی سے نہ وفا کی

۱۸

تو نے غم فرزند میں آدم کو رلایا
خنجر سے لہو حضرت یحییٰ کا بہایا
عیسےٰ نے جہاں میں کوئی دم چین نہ پایا
کس چاہ میں یعقوب سے یوسف کو چھڑایا
وہ کون ہے دکھ تھے جو دکھائے نہیں تو نے
کیا کیا کنوئیں پیری میں جھنکائے نہیں تو نے

۱۹
توڑے دُرِ دندانِ نبی سنگِ جفا سے
مسجد ہوئی تر خونِ سرِ شیرِ خدا سے
فرصت نہ ملی فاطمہ کو رنج و بلا سے
ٹکڑے ہوا شبّر کا جگر زہرِ دغا سے
باقی تھا فقط میں سو عزیزوں سے چھٹا ہوں
پانی کو ترستا ہوں غریبی میں لٹا ہوں

۲۰
فرما کے یہ اعدا کو پکارے شہِ ذی جاہ
اب جنگ میں کیا دیر ہے اے فرقۂ گمراہ
شاید مری قوت سے ابھی تم نہیں آگاہ
رستم تو یہاں زال ہے اور شیر ہے روباہ
تلوار کا مالک ہوں ولی ابنِ ولی ہوں
جرأت مرا حصہ ہے کہ فرزندِ علیؑ ہوں

۲۱
عاقل ہو تو مکار کی باتوں پہ نہ جاؤ
صابر ہوں میں صابر کو نہ تم غیظ میں لاؤ
دم میں غضب آجائے گا دیکھو نہ ستاؤ
جینا ہو تو ہٹ جاؤ مرنا ہو تو آؤ
خیر اپنے سروں کی جو ہو منظور تو سرکو
دیکھو ابھی دو کیے ہوئے ہوں تیغ دو سر کو

۲۲
مجھ سا کوئی اور ہو تو تم لوگوں کا رہبر
بہتر ہے پھرا دو مرے اس حلق پہ خنجر
امت کے جو کام آئے تو حاضر ہے مرا سر
پر میرے سوا کوئی نہیں سبطِ پیمبر
کھو کر مجھے ڈھونڈو گے تو فریاد کرو گے
جب میں نہ ملوں گا تو بہت یاد کرو گے

۲۳
جو زندہ ہے قدر اس کی کسی کو نہیں زنہار
زندوں سے کچھ ان مردہ پسندوں کو نہیں کار
عبرت کی ہے جا فاعتبروا یا اولی الابصار
سو جاتا ہے جب وہ تو یہ سب ہوتے ہیں بیدار
رووے تو اسے کیا جو ثنا کی تو اسے کیا
تعریف اگر بعدِ فنا کی تو اسے کیا

۲۴
گر زیست میں فاقہ ہو تو غم کوئی نہ کھائے
اور وقتِ مصیبت کے کوئی پاس نہ آئے
یوں پیاس میں لاکر کوئی پانی نہ پلائے
اور بعدِ فنا فاتحہ شربت پہ دلائے
پردا نہیں پیوند ہو گر رختِ بدن میں
مرتے ہیں بس اس پر کہ تکلف ہو کفن میں

۲۵
یوں ہاتھ نہ تھامیں جو گرے بندۂ معبود
تابوت کو دنیا ہو جو کاندھا تو ہیں موجود
یوں جانتے ہیں قرضِ حسن دینے کو بے سود
زر صرف ہو میت کے جو ماتم میں تو خوشنود
یوں بھول کے بھی ذکر نہیں کرتے ہیں اسکا
مر جاتا ہے جب کوئی تو دم بھرتے ہیں اسکا

۲۶
ہوشیار ہو اے قوم کہ دنیا ہے گذرگاہ
رہتا ہے گدا اس میں ہمیشہ نہ شہنشاہ
کیا مرحلۂ صعب ہے العظمۃ للہ
تھراتے ہیں رہبر بھی وہ پُرخوف ہے یہ راہ
بے خوف ہیں وہ جن کو تولّا ہے علیؑ سے
ہاں زادِ سفر دوستیِ آلِ نبی ہے

۲۷
کچھ دن بشر اس خانۂ دنیا میں ہے مہمان
دستِ ملک الموت میں ہے سب کا گریبان
زندوں میں ہے گر آج تو کل ہوویں گے بیجان
پہلے سے ہے لازم سفرِ مرگ کا سامان
اعمال و عقائد میں نہ ہرگز خلل آئے
کیا جانیے کس وقت پیامِ اجل آئے

۲۸

کچھ وقت معین نہیں انساں کی اجل کا
بندہ وہ ہے پابند رہے نیک عمل کا
آج اٹھ گئے وہ کرتے تھے ساماں جو کل کا
پلہ وہی بھاری ہے جو ہو جرم سے ہلکا
کیا خاک کا بوجھ اس کے لئے قبر میں کم ہے
ہو زاد گناہوں کی گرانی تو ستم ہے

۲۹

تو پند بھی آخر ہے نصیحت بھی ہوئی ختم
الفت بھی مروت بھی محبت بھی ہوئی ختم
لو حجت مجھے منظور تھی حجت بھی ہوئی ختم
لو باب ترحم کی عبارت بھی ہوئی ختم
دل رکھتے ہو فولاد یہ جوہر ہیں تمہارے
اب تیغ ید اللہ ہے اور سر ہیں تمہارے

۳۰

بے قتل نہ مجھے چین کب آتا ہے خبردار
فرزند امیر عرب آتا ہے خبردار
سب فوج پہ ادبار اب آتا ہے خبردار
لشکر پہ خدا کا غضب آتا ہے خبردار
فوجوں کی صفیں دم میں الٹ دیتا ہوں آکے
دیکھوں تو کہاں جاتے ہو پہنچے سے قضا کے

۳۱

خالق نے مرے قوت حیدر نے مجھے دی ہے
مختار نے مختاری کوثر مجھے دی ہے
فیاض نے توقیر پیمبر نے مجھے دی ہے
کرار نے شمشیر دو پیکر نے مجھے دی ہے
کھل جائے گی دم میں برش اس تیغ دوسر کی
کنجی تو مرے ہاتھ میں ہے فتح و ظفر کی

۳۲

غصے میں مرے طور ہیں سب قہر خدا کے
بچتا نہیں تلوار ہماری کوئی کھا کے
غارت ہو نظر جس پہ کروں غیظ میں آکے
ناخن میں ہمارے ہیں ہنر عقدہ کشا کے
کس معرکے میں تیغ کو تولا نہیں ہم نے
تھا کون سا در بند جو کھولا نہیں ہم نے

۳۳

تم تار ہو میں نور خدائے دو جہاں ہوں
تم جنگ میں روباہ ہو میں شیر ژیاں ہوں
تم ننگ جہاں میں شرف کون و مکاں ہوں
تم کاہ سے کمزور ہو میں کوہ گراں ہوں
لاکھوں ہو تو ہے فتح بہر کیف ہماری
کرتی ہے صفیں صاف صدا سیف ہماری

۳۴

اس تیغ سے رستم سا دلاور نہیں بچتا
مغفر نہ رہا فرق پہ جب سر نہیں بچتا
سن سے جو یہ چلتی ہے تو مغفر نہیں بچتا
سر کیا ہے کہ اک ضرب میں پیکر نہیں بچتا
بجلی ہے یہ رکتے کبھی دیکھا نہیں اس کو
گر ہوں پر جبریل تو پروا نہیں اس کو

۳۵

لاسیف اسی حجت قاطع کی ثنا ہے
یہ لشکر باغی کے لئے وار قضا ہے
آسیب ہے کیا سیب ہے پھل اسکا فنا ہے
سایے میں جو اس تیغ کے آیا وہ فنا ہے
جوہر میں جو ہے فتح تو قبضے میں ظفر ہے
دشمن کے لئے تیغ ہے مومن کی سپر ہے

۳۶

فخر عرب و رزم و عجم کی ہے یہ تلوار
کاٹ اس میں غضب کا ہے ستم کی ہے یہ تلوار
کاٹے ہیں نشاں جس نے علم کی ہے یہ تلوار
مقتل میں تو بدر میں چمکی ہے یہ تلوار
ہلتی تھی زمیں ہاتھ جو قبضے پہ دھرا تھا
خندق کو اسی تیغ نے لاشوں سے بھرا تھا

۳۷

پائی نہ اماں لشکر صفین و جمل نے
ہے لات نے مرحب کو بچایا نہ ہبل نے
عنتر کو جلایا ہے اسی تیغ اجل نے
کاٹا شجر کفر کو اس تیغ کے پھل نے
گر پاس نہ ہوتا پر جبریل امیں کا
ملتا نہ پتا زیر زمیں گاؤ زمیں کا

۳۸

جس وقت سر چاہ علیؑ کے قدم آئے
فریاد کناں ساکن بیرالالم آئے
جنات ہزاروں تہ تیغ دو دم آئے
یا شیر خدا دین محمدؐ میں ہم آئے
دیکھیے گا سزا پھر اگر اس راہ سے نکلیں
یوسف کی قسم لو جو کبھی چاہ سے نکلیں

۳۹

اک ہاتھ میں دو ہزاروں کی سنانوں کو بچاؤ
مٹ جائے گی یہ شان نشانوں کو بچاؤ
ڈھونڈھو نہ کمیں گاہ کمانوں کو بچاؤ
جب جانیں کہ اس تیغ سے جانوں کو بچاؤ
رکتی ہے نہ جوشن یہ نہ تھمتی ہے گرہ پر
یہ مرگ مفاجات ہے جلد آتی ہے سر پر

۴۰

بے جان کئے خانہ تن سے نہیں پھرتی
کچھ ہو یہ شجاعت کے چلن سے نہیں پھرتی
بے صاف کیے فوج کو رن سے نہیں پھرتی
بے سیر گل زخم بدن سے نہیں پھرتی
منہ خود و زرہ سے کبھی موڑا نہیں اس نے
دشمن کو کبھی جنگ میں چھوڑا نہیں اس نے

۴۱

بیٹھی ہے تو سر تن سے جدا کر کے اٹھی ہے
کافر کے سراپا کو دوتا کر کے اٹھی ہے
دشمن کو اشارے میں فنا کر کے اٹھی ہے
ہر معرکے میں حشر بپا کر کے اٹھی ہے
جھکی ہے یہ جدھر تو صفیں چاٹ گئی ہے
اک ہاتھ میں سو سو کے گلے کاٹ گئی ہے

۴۲

بڑھ کر یہ رجز شام کے بادل میں در آئے
بد بینوں کے دل ہل گئے جب دل میں در آئے
چمکا کے فرس کو صف اول میں در آئے
اک شیر سے تلواروں کے جنگل میں در آئے
تھرا گیا میدان کہ ہژبر احد آیا
لشکر میں پڑا شور کہ بھاگو اسد آیا

۴۳

اعدا کے سروں پر جو وہ تیغ دو سر آئی
بجلی سی چمک کر ادھر آئی ادھر آئی
اک تیز چھری تھی کہ کلیجوں میں در آئی
دو ہو گئی جب تیغ کے نیچے سپر آئی
دستانے میں یوں کاٹ گئی دست ستم کو
جس طرح سے کاٹے کوئی جلدی میں قلم کو

۴۴

بے دست ہر اک صف تھی تو بے سر تھا ہر اک غول
شمشیر دو دستی نے نکالی تھی نئی تول
خود اپنے لڑھکتے تھے خاک پہ صورت کشکول
سر بکتے تھے ارزاں یہ نہ لیتا تھا کوئی مول
اس تیغ سے فولاد کا دل نرم ہوا تھا
تن سرد تھے بازار اجل گرم ہوا تھا

۴۵

چار آئینہ والوں کو نہ تھا تیغ سے چارا
کہتے تھے زرہ پوش نہیں جنگ کا یارا
بے رنگ تھے سینے تو کلیجے تھے دو پارا
بچ جائیں تو جانیں کہ ملی جان دوبارا
جوشن کو سنا تھا کہ حفاظت کا محل ہے
اس کی نہ خبر تھی کہ یہی دام اجل ہے

۴۶

بدکیش لڑائی کا چلن بھول گئے تھے — ناوک فگنی تیر فگن بھول گئے تھے
سب حیلہ کشی عہد شکن بھول گئے تھے — بیہوشی میں ترکش کا دہن بھول گئے تھے
معلوم نہ تھا جسم میں جاں ہے کہ نہیں ہے — چلاتے تھے قبضے میں کماں ہے کہ نہیں ہے

۴۷

توڑے ہوئے بھالوں کو جفاکار تھے ہر چند — تھی عقدہ کشا تیغ نہ بندھتا تھا کوئی بند
کیا رد کئے تیروں کو جوانان تنومند — تھا شیر نیستان اسد اللہ کا فرزند
بیرق تھے نہ بھالے تھے نہ پرچم نہ علم تھا — اک ہاتھ میں یاں ہاتھ بھی نیزہ بھی قلم تھا

۴۸

دم کی تھی دعا شاہ نے کیا تیغ دودم پر — نے خود پہ رکتی تھی نہ تھمتی تھی جھلم پر
گردن سے جو سینے پہ تو سینے سے شکم پر — توسن سے رکابوں پہ رکابوں سے قدم پر
جوشن میں فتوحی میں نہ بکتر میں نہ زیں پر — سم کاٹ کے گھوڑے کے جو دیکھا تو زمیں پر

۴۹

غل تھا کہ زمانے میں نہیں صف شکن ایسا — تلوار جدا ایسی ہو تو ہو تیغ زن ایسا
دنیا میں لڑا ہے کوئی تشنہ دہن ایسا — کچھ حرف شکایت میں نہ آنے چلن ایسا
سکہ نہ ہو کیوں ضرب شجاع ازلی کا — کونین میں ہے نام حسینؑ ابن علیؑ کا

۵۰

نیزوں کو ہلاتے تھے جو رہواروں پہ تن کے — ٹکڑے بھی زمیں پر نہ ملے ان کے بدن کے
جنگل میں چھپے آئے وہاں شیر جو بن کے — بھاگے وہ ہرن ہو کے بہادر تھے جو رن کے
صفدر نے جواں مردوں کے دل توڑ دیے تھے — نیزوں کے دم تیغ نے منہ موڑ دیے تھے

۵۱

انبار تن و سر کے سراسر تھے زمیں پر — تن تھے کسی جا اور کہیں سر تھے زمیں پر
کاٹے ہوئے ہتھیار برابر تھے زمیں پر — جوشن کہیں ٹکڑے کہیں مغفر تھے زمیں پر
بے جاں کہیں دو اہل ستم ساتھ پڑے تھے — زینیں پہ کہیں پاؤں کہیں ہاتھ پڑے تھے

۵۲

کس سر پہ چڑھی تیغ کہ توسن پہ نہ اتری — وہ کون سا توسن تھا کہ یہ سن سے نہ اُتری
بے جان کیے جسم تہمتن سے نہ اتری — اتری جو وہ موت بھی گردن سے نہ اُتری
دشمن کو نہ زندہ کسی جا موت نے چھوڑا — تیغ اتری کمر سے تو گلا موت نے چھوڑا

۵۳

چلتی تھی یہ جب وار اس جو شمشیر دو دھاری — رن تھی یہ تڑپتی تھی دو رستہ صف ناری
خنجر تھے گلوں پر تو کلیجوں پہ کٹاری — کٹ کٹ گئیں تیغیں ستم آرا ہوئے عاری
نوکیں جو پڑیں دل پہ کسی بانیٔ شر کے — دو برچھیوں کے پھل چار ہوئے ایک جگر کے

۵۴

افعی کی طرح سے نکالے تھی زباں تیغ — ہر دم صف کفار پہ تھی شعلہ فشاں تیغ
گرتی تھی چمک کر کبھی یاں اور کبھی واں تیغ — چھپتے تھے جفاجو جو نہ دیتی تھی اماں تیغ
قبضے میں جو سب فوج تھی اس تیغ دو سر کے — بچ سکتے تھے دشمن نہ ادھر کے نہ ادھر کے

غل تھا کہ نہ ڈھالوں سے یہ تلوار رکے گی سو بار گرے گی یہ نہ اک بار رکے گی انگشت قضا کہتے ہیں اس تیغ کے پھل کو	۵۵	روکے سے نہ یہ برق شرر بار رکے گی برق غضب ایزد قہار رکے گی سر پر کبھی آتے نہیں دیکھا ہے اجل کو
پشتہ وہ کہ لشکر کو پریشاں کیا جس نے دم ایسا کہ سب فوج کو بے جاں کیا جس نے سر سیکڑوں کاٹے تھے پہ زنگ اس کا ہرا تھا	۵۶	آب ایسی کہ خشکی میں یہ طوفاں کیا جس نے بُر ایسا کہ جنگل کو گلستاں کیا جس نے ہر تاب میں ناگن کی طرح زہر بھرا تھا
قبضہ وہ جسے رکھتے تھے قبضے میں ید اللہ جوہر وہ کہ ہر فرد بشر جس سے ہو آگاہ باڑھ ایسی مقابل کبھی دریا نہیں جس سے	۵۷	نابوں سے عیاں تھا کہ عدم کی ہے یہی راہ قد آفت دوراں۔ پُرش العظمۃ للہ گھاٹ ایسا کہ جیتا کوئی اترا نہیں جس سے
مومن کیلئے نور ہے کافر کے لئے نار اعجاز تو دیکھو کہیں راحت کہیں آزار دم بند تھے دہشت سے شجاعان جہاں کے	۵۸	یہ رنگ نیا تھا کہیں آتش کہیں گلزار قدرت کا تماشا ہے کہیں گل تو کہیں خار مسدود تھے رستے وہاں امن و اماں کے
ناری کو سقر تک کبھی پہونچا کے پھر آئی ناگن کی طرح تن سے کبھی جا کے پھر آئی غل تھا کبھی یوں تیغ کو چلتے نہیں دیکھا	۵۹	دیکھا کسی موذی کو تو بل کھا کے پھر آئی جانا تھا کہ بس فوج پہ لہرا کے پھر آئی افعی کو کبھی یہ زہر اگلتے نہیں دیکھا
خوں ناریوں کا چاٹ کے گرمائی ہوئی تھی دریا کی طرف جانے پہ لہرائی ہوئی تھی منہ کیا تھا کہ اک قہر تھا خم تھا کہ غضب تھا	۶۰	بجھتی جو نہ تھی پیاس تو جھنجھلائی ہوئی تھی سب فوج پہ اک برق غضب چھائی ہوئی تھی لشکر کا لہو پی گئی دم تھا کہ غضب تھا
دو کر کے سر و صدر و شکم ناف سے نکلی بجلی سی جو چادر آئینہ صاف سے نکلی چل جاتا تھا جب وار امام مدنی کا	۶۱	تعریف دل صاحب انصاف سے نکلی یا فاتح خیبر کی صدا قاف سے نکلی غل ہوتا تھا افلاک پہ اس شیر غنی کا
جب تن کے چلی حال عدو غیر کر آئی کشتوں کے تڑپنے کی کبھی سیر کر آئی سب کھاٹ سے دنیائے فلک خون میں تر تھی	۶۲	جس صف پہ گری خاتمہ بالخیر کر آئی دریا کی طرف خون میں کبھی پیر کر آئی تلوار نہ تھی ماہی دریائے ظفر تھی
وہ سیل جدھر آگئی تلاطم نظر آیا ہل چل میں سواروں کا پرا کم نظر آیا منہ کھول کے اژدر نے نوالہ کیا اس کو	۶۳	آنکھوں سے نہاں مجمع مردم نظر آیا جو تھا بہ سرزیں وہ تہ سم نظر آیا بجلی کی تڑپ نے تہ و بالا کیا اس کو

۶۴
ڈو شخصوں نے اک غول سے رہوار نکالے
چار آئینہ بر میں سپریں کاندھوں پہ ڈالے
اک ہاتھ میں نیزہ لئے اک تیغ سنبھالے
امداد کو پہونچے کئی سو برچھیوں والے
کس دھوم سے دار و سر میدان ہوئے دونوں
پڑھ پڑھ کے رجز جنگ کے خواہاں ہوئے دونوں

۶۵
ایک ایک ستم پیشہ و سرہنگ و جفا جو
بدصورت و بدہیبت و بدسیرت و بدخو
مغرور و سیہ کار و سیہ رنگ و سیہ رو
سینے جو کشادہ تو قوی ساعد و بازو
پیاسے تھے لعیں خون امام ازلی کے
دونوں کو عداوت تھی گھرانے سے علی کے

۶۶
برچھوں کو ہلاتے ہوئے آئے جو وہ بدکار
شبدیز کو چمکا کے پکارے شہ ابرار
ہر گشت میں پھرتے تھے فرس صورت پرکار
آتی ہے اجل سر پہ خبردار خبردار
حافظ ہے خدا کچھ ہمیں پروا نہیں جو ہو
یہ بھی ہے شگون نیک کہ پہلے ہی سے ڈو ہو

۶۷
دونوں کہنے لگے طعن سے دونوں ستم ایجاد
فرمایا پکاروں کسے ہیں سب بے کس و ناشاد
حضرت بھی بلا لیں جسے چاہیں پئے امداد
اب تو نہ بھتیجا ہے نہ بھائی ہے نہ اولاد
سب مر گئے تنہا ہیں لاکھوں میں گھرے ہیں
یہ خاک پہ لاشے انھیں پیاروں کے پڑے ہیں

۶۸
گو کوئی نہ بھائی نہ پسر ساتھ ہے میرے
ہمدم کی طرح تیغ دو سر ساتھ ہے میرے
ہاں ایک خدا آٹھ پہر ساتھ ہے میرے
ہیں سیف الٰہی ہوں ظفر ساتھ ہے میرے
تم دونوں ہو کیا فتح کبھی پا نہیں سکتے
لاکھوں ہوں تو قبضے سے میرے جا نہیں سکتے

۶۹
ناگاہ بڑھے تول کے نیزوں کو وہ خونریز
ایڑوں سے ہلا دور تلک دشت بلا خیز
مہمیز جو کی برق مجسم ہوئے شبدیز
فولاد میں در آئیں سنانیں تھیں وہ سرتیز
آمد میں یہ دعوی تھا ہر اک بانی شر کو
نوکوں پہ اٹھا لیتے ہیں زہرا کے پسر کو

۷۰
مکاروں نے دکھلائی بہت شعبدہ بازی
تھے عقل کے کوتاہ جو کی دست درازی
دیکھا کیے ہنس ہنس کے شہنشاہ حجازی
ہاتھ آتا ہے کب ابن ید اللہ سا غازی
جو منہ چڑھا خاک کا پیوند ہوا ہے
نیزوں سے کہیں عقدہ کشا بند ہوا ہے

۷۱
وار آپ نے جب روکے ان کے کئی باری
تھی تیغ شہ دیں غضب ایزد باری
تھرانے لگے ہاتھ یہ دہشت ہوئی طاری
کانپا جو کلیجہ ڈوبے ہو گئے ناری
نیزوں کی سناں کو دم شمشیر نے کاٹا
غل تھا کہ سر شمع کو گلگیر نے کاٹا

۷۲
اک ضرب میں دونوں کے جو نیزے ہوئے بیکار
تیغیں جو چپ و راست سے چلنے لگیں اک بار
تلواریں علم کر کے پھر آئے وہ ستمگار
روکے سپر حضرت حمزہ پہ وہ سب وار
دونوں کو ڈرایا بھی نہ شمشیر دو سر سے
پسپا ہوئے وہ خود نہ بڑھے آپ ادھر سے

۷۳
اس ضرب میں ہاتھ اس کا اڑا اور سپر اس کی
اس کو خبر اس کی تھی نہ اس کو خبر اس کی
دو تھا جو سر اس کا تو جدا تھی کمر اس کی
کی موت نے دعوت ادھر اس کی ادھر اس کی
گرمی میں لڑے تھے شہ دلگیر سے دونوں
ٹھنڈے ہوئے آب دم شمشیر سے دونوں

۷۴
اک ہاتھ میں بے جاں ہوئے دونوں جو ستمگر
دعویٰ ہو تو دیکھے مری تلوار کے جوہر
حضرت نے کہا اور بھی ہے کوئی دلاور
پھر تاب کسے تھی کہ مقابل ہو جو آکر
دونوں کو اجل لائی تھی شمشیر کے منہ پر
صید آپ سے جاتا ہے کوئی شیر کے منہ پر

۷۵
ہاتھ ایسا جسے دست خدا کہیے تو حق ہے
جب چاہیں الٹ دیں کہ زمیں ایک ورق ہے
ضرب ایسی کہ جس ضرب سے دل کفر کا شق ہے
یہ رتبہ ہے مگر آپ کو امت کا قلق ہے
دیتے تھے دہائی جو برے اہل جفا کے
آنسو نکل آتے تھے امام دوسرا کے

۷۶
ہر چند کہ بیٹوں کے تھے قاتل وہ ستمگار
بدعہد تھی کیا امت غدار و جفاکار
مانگی جو اماں سب نے تو خود روک لی تلوار
یاں ہاتھ رکا واں ہوئی تیروں کی بوچھار
یاں رحم تھا اور امت عاصی کی دعا تھی
واں صلح میں تھا مکر لڑائی میں دغا تھی

۷۷
واں ظلم و ستم تھے ادھر الطاف و مدارا
وہ خاک کے ذرے تھے یہ تھا عرش کا تارا
باطل پہ وہ تھے حق پہ ید اللہ کا پیارا
واں لاکھ ستمگر ادھر اک پیاس کا مارا
واں قتل کا غل فوج مخالف میں اٹھا تھا
سوکھے ہوئے ہونٹوں پہ ادھر شکر خدا تھا

۷۸
سب سے پسر سعد یہ کہتا تھا کہ جاؤ
لینا ہے زر سرخ تو خوں شہ کا بہاؤ
فرماتے تھے شبیر کہ حاضر ہوں میں آؤ
جلدی سر فرزند نبی کاٹ کے لاؤ
طوفاں سے کہیں کشتی تن پار اتر جائے
سر تن سے جدا ہو تو بیڑا پار اتر جائے

۷۹
نقصان میرا کیا ہے اگر تم نے دغا کی
اللہ سے وعدہ کیا جو اس پہ وفا کی
جاگیر تھا دولت مجھے خالق نے عطا کی
میرا نہیں سر یہ تو امانت ہے خدا کی
سر دینے میں حجت نہیں تکرار نہیں ہے
ہم لوگوں کے اقرار میں انکار نہیں ہے

۸۰
فرما کے یہ قبضے سے رکھا تیغ دوسر کو
پایا تھا جو تنہا شہ مرداں کے پسر کو
لٹکا دیا ہر ایک دلاور نے سپر کو
بس گھیر لیا شام کے بادل نے قمر کو
لشکر کی سیاہی تھی کہ گھبرا گئے شبیر
سب فوج کی تیغوں کے تلے آ گئے شبیر

۸۱
اک نور کو گھیرے ہوئے ظلمت نظر آئی
خود شافع محشر پہ قیامت نظر آئی
دن کو شب تیرہ کی علامت نظر آئی
قرآن کے بچنے کی نہ صورت نظر آئی
کتنی تھیں رگیں ظلم کا دروازہ کھلا تھا
اجزائے تن پاک کا شیرازہ کھلا تھا

۸۲

بُت گرد تھے اور بیچ میں وہ کعبۂ ایماں
وہ لاکھ دل آزار اور اک عیسیٰ دوراں
تھا نوح پہ خشکی میں عجب طرح کا طوفاں
کیا مورچہ بندی تھی پے قتل سلیماں
فرعونیوں کا حضرت عیسیٰ پہ ستم تھا
سب فوج کی تیغیں تھیں اور اک شاہ کا دم تھا

۸۳

بیکس پہ ہزاروں جو چلے تیر سہ پہلو
نیزے جو برابر سے لگاتے تھے جفاجو
غربال ہوا سینۂ شاہنشہ خوش خو
چھد جاتے تھے دونوں کبھی شانے کبھی بازو
بند آنکھیں کئے جھومتے تھے گھوڑے پہ رن میں
تلواروں کے پھل لگتے تھے اس پھول سے تن میں

۸۴

پھولے ہیں گل زخم کوئی جا نہیں خالی
یوں کٹ کے لٹک آئے تھے دست شہ عالی
شرماتی ہے جن سے گل صد برگ کی لالی
جیسے کوئی کرتا ہے قلم پھول کی ڈالی
جاکر جو پھر آنے کے نہیں باغ جہاں میں
عالم کو دکھاتے ہیں بہار اپنی خزاں میں

۸۵

جب مارتا تھا تنگ دہن پر کوئی غدار
پڑتی تھی قضا سے جو کوئی فرق پہ تلوار
فرماتے تھے فریاد ہے یا احمد مختار
سر تھام کے چلاتے تھے یا حیدر کرار
چھدتا تھا جو تیروں سے جگر شاہ زمن کا
نعرہ لب خشک پہ تھا بابائے حسن کا

۸۶

تھا خوں کا دریا جو ہر اک زخم سے جاری
پہلو پہ جو لگ جاتا تھا بھالا کوئی بھاری
شہ زرد تھا اور تن کی قبا سرخ تھی ساری
جھک جھک کے سنبھل جاتا تھا وہ عاشق باری
مجروح سراپا جو امام دو جہاں تھے
وہ خوں کے پرنالے رکابوں سے رواں تھے

۸۷

یاں اک تن زار اور ادھر سیکڑوں خونخوار
طاقت جو نہیں مرتے پہ جھک جاتے ہیں ہر بار
کھایا کبھی نیزہ کبھی برچھی کبھی تلوار
نکلے ہیں رکابوں سے قدم ہاتھ ہیں بیکار
سینے سے کوئی تیر نکالا نہیں جاتا
اب تو دل مجروح سنبھالا نہیں جاتا

۸۸

غش سے کبھی چونکے کبھی جھومے کبھی تھرائے
تلواروں سے جو جدھر ہو بچ کر وہ کدھر جائے
کی آہ کبھی اور کبھی اشک آنکھوں میں بھر لائے
دم ہونٹوں پہ تھا اور کوئی ہمدم نہ تھا ہائے
یوں نیزوں کی بوچھار کسی تن پہ نہ ہوئے
جو شاہ پہ گذری کسی دشمن پہ نہ ہوئے

۸۹

رہوار سے ناگاہ گرے قبلۂ کونین
ماتم کا ہوا غل فلک و ارض کے مابین
تڑپا جو ذرا سا تو نبی ہو گئے بے چین
اعدا میں ہوا فتح کا غل بیبیوں میں بین
تھرا گئے جو وہ طبقے ارض و سما کے
نیزوں کی صدا آنے لگی شمشیر خدا کے

۹۰

خنجر کو لئے شمر چلا جب طرف شاہ
خاتون قیامت ہوئیں لحد میں کیا تو ہمیں آگاہ
آئی یہ صدا رحم کر اس پیاسے پہ للہ
فریاد جفا جو نے کسی کی نہ سنی آہ
بالا کئے سر شاہ جو وہ بے ادب آیا
غل تھا کہ الٹتا ہے زمانہ غضب آیا

۹۱

کہنے جو لگا سینے پہ زانو ستم آرا
پتھر کے تلے دب گیا ہے میرا پیارا
زہرا کی صدا آئی برابر سے دوبارا
سفاک نے زانو کو نہ سینے سے اتارا
ظالم جگر شبیر خدا کاٹ کے اٹھا
خنجر سے مسافر کا گلا کاٹ کے اٹھا

۹۲

چہرے پہ سکینہ کے یتیمی سی جو چھائی
رستے ہی میں خبر آکے یہ فضہ نے سنائی
زینب در خیمہ سے تڑپ کر نکل آئی
مارے گئے شبیر دہائی ہے دہائی
مادر کو تڑپتا ہوا جنگاہ میں دیکھا
آگے جو بڑھی بھائی کا سر راہ میں دیکھا

۹۳

ہاں اہل عزا مرثیہ اب ہوتا ہے آخر
ہے ہے شہ آوارۂ وطن ہائے مسافر
برسا دو کہ ہیں فاطمہؑ اس بزم میں حاضر
مذبوح قفا تشنہ دہن صابر و شاکر
زلفیں وہ تری خاک میں سب اٹ گئیں آقا
ہے ہے تری خنجر سے رگیں کٹ گئیں آقا

۹۴

آقا ترے عمامۂ گلگوں کے تصدق
ان زخموں کے صدقے دل محزوں کے تصدق
سید ترے پیراہن پرخوں کے تصدق
ریتی پہ تڑپتے قد موزوں کے تصدق
خنجر کے تلے سجدۂ رب کرنے کے صدقے
سر در ترے پانی کے طلب کرنے کے صدقے

۹۵

ہاں اہل عزا روؤ کہ ماتم ہوا آخر
سامان عزاداری شہ عالم ہوا آخر
اے مجلسیو! اٹھو کہ یہ غم ہوا آخر
کیا مجمع احباب تھا برہم ہوا آخر
یہ مجلس آخر ہے جگر بند نبیؐ کی
تم لوگوں سے رخصت ہے حسینؑ ابن علیؑ کی

۹۶

کیا خوب گئے آٹھ دن اور دو یہ مہینے
کوتاہ کیا ہاتھ نہ ماتم سے کسی نے
نیلے رہے ماتم سے عزاداروں کے سینے
ہر روز دعائیں تمہیں دیں روح نبیؐ نے
دل روتا ہے صدمہ ہے عجب طرح کا جاں پر
دیکھو تو کہ کیا آج اداسی ہے مکاں پر

۹۷

آقا ترے قرباں خدا حافظ و ناصر
اے فاطمہؑ کی جاں خدا حافظ و ناصر
اے شیعوں کے مہماں خدا حافظ و ناصر
اے دیں کے سلطاں خدا حافظ و ناصر
مجبور ہیں گر قبر میں ہم سو گئے مولا
جیتے ہیں تو پھر اگلے برس روئیں گے مولا

۹۸

خاموش انیس اب کہ ہے سینے میں جگر چاک
حاسد سے نہ کچھ خوف نہ دشمن سے ہے کچھ باک
حق ہے ترا مداح شہ لولاک
نا فہم ہے وہ چاند پہ ڈالے جو کوئی خاک
سب مدح کریں نظم کی یہ نظم درست ہے
باطل ہے سو باطل ہے جو حق ہے سو وہ حق ہے

سلام

خود نوید زندگی لائی قضا میرے لئے
شمع کشتہ ہوں فنا میں ہے بقا میرے لئے
زندگی میں تو نہ اک دم خوش کیا ہنس بول کر
آج کیوں روتے ہیں میرے آشنا میرے لئے

کنج عزلت میں مثال آسیا ہوں گوشہ گیر
رزق پہونچاتا ہے گھر بیٹھے خدا میرے لئے

تو مرا یا اجزائے زاہد میں سراپا گناہ
باغ جنت تیری خاطر کربلا میرے لئے

کہتے تھے شہ سخت ہے تیغ و گلو کا رحلہ
یہ بھی مشکل سہل کر دے گا خدا میرے لئے

یا حسینؑ ابن علیؑ اے فیاض عالم جان خلق!
آپ نے کی ہر مصیبت میں دعا میرے لئے

آبرو و مال و فرزندان صلح عز و جاہ
کس کی خاطر یہ ہوا جو کچھ ہوا میرے لئے

بھر دیا دامن کو مولا نے در مقصود سے
زر دیا نذر یہ عطا پر کی عطا میرے لئے

قطع امید ایک در سے گر ہوئی کچھ غم نہیں
اور کچھ ساماں کر دے گا خدا میرے لئے

نام روشن کر سکے کیونکر بجھ نہ جاتا فتیل شمع
ناموافق تھی زمانے کی ہوا میرے لئے

ہر نفس آئینۂ دل سے یہ آتی ہے صدا
خاک تو ہو جا تو حاصل ہو جلا میرے لئے

بھیجدے جنت میں یا دوزخ میں ہاں مجرم تو ہوں
تو ہے عادل جو مناسب ہو سزا میرے لئے

اے ہوس اپنی اپنی قسمت اسکا شک کیا
کیمیا تیرے لئے خاک شفا میرے لئے

کہتے تھے شہ حضرت آدم سے تا ختم رسل
آئے سارے انبیاء و اوصیا میرے لئے

کہتی تھی صغرا ٹھنڈائی سے نہ ہوئے گی شفا
شربت دیدار اکبر ہے شفا میرے لئے

کہتے تھے حضرت علی اکبر سا شیریں لب نہیں
تلخ ہے اب زندگی کا مزا میرے لئے

کہتے تھے شہ سر کو آنکھوں سے رکھونگا زیر تیغ
واجب اتنی ہے وعدے کی وفا میرے لئے

خاک سے ہو خاک کو الفت تڑپتا ہوں انیسؔ
کربلا کے واسطے میں کربلا میرے لئے

رباعی

کس طرح کرے نہ ایک عالم افسوس
جی بھر کے کیا نہ شہ کا ماتم افسوس
کیا جلد گذر گئے یہ دس دن غم کے
کیوں صاحبو! ہو گیا محرم افسوس

مرثیہ ۱۵

جب جنگ کو میداں میں شہ تشنہ لب آیا
اس فوج پہ آفت ہوئی نازل غضب آیا
اعدا میں پڑا غل کہ امیر عرب آیا
اب تک اسے آیا تھا نہ غصہ یہ اب آیا
کیا شاد تھے سب مار کے ہم شکل نبی کو
اب رد کرے کوئی سبط رسولؐ عربی کو

۲
ہم کہتے تھے ہم شکل پیمبرؐ کو نہ مارو
نیزہ پسر نائب حیدرؑ کو نہ مارو
پچتاؤ گے دیکھو علی اکبر کو نہ مارو
مارو ہمیں پر اس مہ انور کو نہ مارو
اکبر سا پسر جس کا جواں سامنے مر جائے
انصاف کرو تم کہ وہ کیا مرنے سے ڈر جائے

۳
کب زندگی سوجھے اسے فرزند کے غم میں
ڈھونڈھو گے تو جیتا نہ ملے گا کوئی ہم میں
لشکر کو یہ ستھراؤ کرے گا کوئی دم میں
یہ شیر غضبناک ہے بچے کے الم میں
سمجھو نہ اکیلا یہ ہزاروں سے لڑے گا
اکبر نہ جیے گا نہ اسے چین پڑے گا

۴
تم دیکھو تو کس حال سے آتا ہے یہ رن میں
ہے پیاس سے بے کام زباں کام و دہن میں
بے جنگ کیے ضعف سے رعشہ ہے بدن میں
قوت نہ رہی قوت بازوئے حسنؑ میں
آنکھیں نظر آتی جو سرخ ابن علیؑ کی
رویا ہے بہت لاش پہ ہم شکل نبیؐ کی

۵
اک بولا کہ کیوں خوف سے کرتے ہو یہ تقریر
نے زخم کوئی نیزے کا کھایا ہے نہ شمشیر
گھبراؤ نہ مجروح نظر آتا ہے شبیرؑ
حالت ہے مگر سید مظلوم کی تغیر
لڑنے کا ارادہ نہیں پہچانتے ہیں ہم
اب صلح بھی گر چاہیں تو کب مانتے ہیں ہم

۶
حضرت نے کہا سن کے کہ اے قوم ستمگار
تم جانتے ہو میری کمر میں ہے وہ تلوار
ڈرتا نہیں تم سے خلف حیدرؑ کرار
بچتا نہیں ہے ضرب سے جس کی کوئی زنہار
پر بازوؤں کا زور تو سب لے گئے عباس
بھائی کو فقط اپنا الم دے گئے عباس

۷
طاقت جو جگر کی تھی وہ اکبر لے گئے ساتھ
دل میں نہ ہو طاقت تو اٹھے جنگ کو کب ہاتھ
اکبر نہیں جیتا ہم ابھی جیتے ہیں ہیہات
جب تک علی اکبر سے نہ ہووے گی ملاقات
تب تک مجھے آرام نہ ہووے گا جہاں میں
پڑ جائے کہیں تفرقہ جلدی تن و جاں میں

۸
تم سب مجھے زخمی جو بتاتے ہو بجا ہے
مجروح اسی تیر نے مجھ کو بھی کیا ہے
جو تیر گلے پر علی اصغرؑ کے لگا ہے
یہ زخم مرے بازو کا واللہ یہ کیا ہے
فرقت ہوئی ہے جب سے پدر اور پسر میں
اس زخم سے گہرا ہے کہیں زخم جگر میں

۹
اب ہوش مجھے کچھ نہیں اپنے تن و سر کا
دکھلائے خدا داغ کسی کو نہ پسر کا
سب بیٹوں میں عاشق تھا میں اس رشک قمر کا
یہ زخم کہاں اور کہاں زخم جگر کا
گو جسم کا تیغوں سے ہر اک بند جدا ہو
پر باپ کے سینے سے نہ فرزند جدا ہو

۱۰

راضی تھا میں تیغوں سے ہو میرا بہاتے
تم کاٹ کے شانوں سے مرے ہاتھ گراتے
برچھی مگر اکبر کی نہ چھاتی پہ لگاتے
بردست ستم بازو پہ میرے نہ اٹھاتے
کچھ غم نہ تھا پامال جو کرتے مرے تن کو
گھوڑوں سے کچلتے نہ مگر ابن حسن کو

۱۱

مرتا ہے عزیز ایک جو دنیا میں کسی کا
لشکر تھا ابھی سبط رسول عربی کا
کیا حال لہو ہوتا ہے اس شخص کے جی کا
اب کوئی بجز یاس نہیں ابن علی کا
اک جان ہے سو محبوس غم و رنج و بلا ہے
اک دل ہے سو داغوں سے عزیزوں کے بھرا ہے

۱۲

میرے لیے ایک ایک نے جان اپنی گنوائی
اب پاس نہ بیٹا نہ بھتیجا ہے نہ بھائی
کیا کیا مجھے صدمے ہوئے کس کس سے جدائی
سب مرگئے افسوس نہ مجھے موت نہ آئی
تنہائی میں جینے کا مزا آہ نہیں ہے
دنیا سے ہے کوچ اور کوئی ہمراہ نہیں ہے

۱۳

عباس علی دیکھ نہ سکتے مجھے مرتے
اکبر نہیں جو قبر میں لاشہ مرا دھرتے
قاسم نہیں عمو کی مدد آ کے جو کرتے
تنہا جو نہ ہوتا تو یہ صدمے نہ گذرتے
پر غم نہیں کچھ پاس نہ ہونے سے کسی کے
اللہ تو ہے سر پہ حسین ابن علی کے

۱۴

گو خشک دہن میں ہے زباں تشنہ لبی سے
پھر جائے اگر سارا جہاں سبط نبی سے
بندہ وہ ہے جس کام ہو خالق کی خوشی سے
نومید نہ ہوں ذات جناب احدی سے
تنہا مرے ہونے میں کچھ اسرار نہاں ہیں
وہ خوب سمجھتا ہے مجھے فہم کہاں ہے

۱۵

حسین سے مرے حال پہ اس کی ہے عنایت
بابا کی طرح مجھ میں بھی ہے زور امامت
سب طرح کی بخشی ہے مجھے قوت و قدرت
اک پل میں اگر چاہوں تو کردوں تمھیں غارت
آج اس کے کرم سے سب ہی مقدور ہے مجھکو
پر اس کی جو مرضی وہی منظور ہے مجھکو

۱۶

جیسے رفقا تھے پھر اگر ویسے ہی پاؤں
کچھ دھیان عزیزوں کی محبت کا نہ لاؤں
صدقہ کروں اس راہ میں غم انکا نہ کھاؤں
قربان کروں سب کو اور امت کو بچاؤں
تنہائی میں بھی تابع مرضی خدا ہوں
نانا تھے فدا مجھ پہ میں امت پہ فدا ہوں

۱۷

پر حیف کہ کچھ قدر نہ کی تم نے مری آہ
جو مجھ پہ کیا ظلم خدا اس سے ہے آگاہ
اب میں بھی نکل جاؤں جو روکو نہ مری راہ
اس پر بھی خصومت نہ مجھے تم سے نہیں واللہ
اکبر کا نہ اصغر کا نہ عباس کا غم ہے
ناموس محمد کی تباہی کا الم ہے

۱۸

مظلوم کو سید کو زیادہ نہ ستاؤ
للہ مرے قتل سے اب ہاتھ اٹھاؤ
میں جاؤں کسی سمت کو تم شام کو جاؤ
احسان مرے نانا کے تو دل سے نہ بھلاؤ
بے جاں کروگے آج جو فرزند علی کو
کیا منہ نہ دکھاؤگے رسول عربی کو

۱۹

گر راضی ہو اس امر پہ اے قوم جفا کار
تو اتنی اجازت کا بھی ہوں تم سے طلب گار
بے دفن پڑے ہیں جو عزیز اور مرے انصار
قبریں کروں ان بے کس و مظلوموں کی تیار
مارے گئے جو یاں مرے ساتھ آ کے وطن سے
کیونکر انہیں محروم رکھوں گور و کفن سے

۲۰

تھوڑی سی بھی مہلت اگر اس وقت میں پاؤں
تو خاک میں ان چاند سے ٹکڑوں کو چھپاؤں
آغوش لحد میں علی اکبر کو سلاؤں
اک ننھی سی تربت علی اصغر کی بناؤں
نہاں کروں لخت دل شبیر کو زمیں میں
گاڑوں تن عباس دلاور کو زمیں میں

۲۱

اعدا سے جو شبیر نے رو کر یہ کہی بات
یوں کہنے لگے تیغوں کو چمکا کے وہ بدذات
جلنے دیں کہیں یاں سے یہ بے جا ہیں خیالات
اب قتل سے حضرت کے اٹھا دیں گے نہ ہم ہات
کس طرح بھلا گاڑو گے ہفتاد و دو تن کو
محتاج رہو گے تمہیں جب گور و کفن کو

۲۲

شہ بولے مرا قتل ہی گر مدنظر ہے
تو پیاسے کو کیا پانی پلانے میں ضرر ہے
پیاسا ہو وہ جو ساقی کوثر کا پسر ہے
انصاف کرو دل میں ذرا دھیان کدھر ہے
مرتے ہوئے کے منہ میں چوا دیتے ہیں پانی
حیواں کو دم ذبح پلا دیتے ہیں پانی

۲۳

جس روز بپا ہوئے گا ہنگامۂ محشر
اور پیاس سے سب خلق خدا ہوئے گی مضطر
مختار شفاعت کا کرے گا مجھے داور
ہوگا نہ کوئی میرے سوا ساقی کوثر
بیکس ہوں پہ اس دن میں ہی کام آؤں گا واللہ
جنت میں جسے چاہوں گا لے جاؤں گا واللہ

۲۴

کہہ کر یہ سخن پانی جو مانگا کئی باری
مظلومی شبیر پہ رونے لگے ناری
افواج ستم درہم و برہم ہوئی ساری
اور آنکھوں سے گھوڑوں کے بھی آنسو ہوئے جاری
رو دیتے تھے سرور جو لب خشک دکھا کر
نزدیک تھا پانی جو پلا دے کوئی آ کر

۲۵

تب شمر ستمگر نے یہ بڑھ کر کہا نہ کور
پانی نہ ملے گا تمہیں یہ دل سے رکھو دور
شہ نے کہا ظالم ترا اتنا نہیں مقدور
ہر مرضی معبود یہی ہے تو ہیں مجبور
سو چشمے اگر سامنے پانی کے بہیں گے
صابر بھی ہم ایسے ہیں کہ پیاسے ہی مریں گے

۲۶

اب لطف بھی یہ پانی کے پینے میں نہیں ہے
سب مر گئے پیاسے مری اک جان حزیں ہے
کچھ دور نہیں ساقی کوثر بھی قریں ہے
جو دم ہے اب اپنا سو دم بازپسیں ہے
کیا غم ہے جو یاں ہم کو میسر نہیں پانی
کوثر کے یہ پانی سے تو بہتر نہیں پانی

۲۷

لو اس پہ بھی راضی ہوں جو پانی بھی نہ دو تم
سیراب کرو گھوڑوں کو اور آب پیو تم
سب مل کے عبث پھر مجھے گھیرے ہوئے ہو تم
لڑتے ہو جو مجھ پیاسے سے اک ایک لڑو تم
ہے داغ غم اکبر و عباس جگر میں
قوت ہے نہ ہاتھوں میں نہ طاقت ہے کمر میں

۲۸
دستور ہے جنگ شجاعان عرب کا — گو لاکھوں ہوں پر ایک سے ہاں ایک ہی لڑتا
انصاف کرو دل میں یہ انصاف کی ہے جا — تم مور و ملخ سے بھی فزوں ہو میں تن تنہا
تنہا کو جو مارا تو بڑا کام نہیں ہے — مردوں کے لئے ننگ ہے یہ نام نہیں ہے

۲۹
اعدا نے کہا سن کے یہ شبیر کی گفتار — بہتر ہے ہم اس طرح بھی ہیں لڑنے کو تیار
اک ایک لڑے گا نہیں اس بات میں تکرار — گھوڑے پہ سنبھل بیٹھے یہ سن کر شہ ابرار
فاقوں میں بھی یہ جی تھا فرس تیز قدم میں — بجلی سا لگا کوندنے میدان ستم میں

۳۰
مقتل میں ابو مخنف راوی نے لکھا ہے — تھے منتظر جنگ ادھر سید والا
اک شخص ادھر بھی تھا فن جنگ میں یکتا — نیزے کو ہلاتا ہوا پہلے وہی نکلا
سر تا قدم آہن میں مسلح وہ جواں تھا — اک پیل سا اسپ ودر کا بہ پہ عیاں تھا

۳۱
حضرت سے کہا اس نے کہ اے مرد مسافر — تو ایک ہزاروں سے میں تنہا لڑنے کو حاضر
سب اپنے عزیزوں کو بلا جنگ کی خاطر — حضرت نے کہا مارے گئے سب مرے ناصر
تنہا ہوں میں اب کوئی مرے پاس نہیں ہے — لیکن بخدا کچھ مجھے وسواس نہیں ہے

۳۲
بولا پسر شیر الٰہی سے وہ بے پیر — دعویٰ ہے شجاعت کا تو پھر کھینچئے شمشیر
فرمانے لگے اس سے یہ تب حضرت شبیر — تو پہلے لگا نیزہ و تیغ و تبر و تیر
زخمی ہوں یہ سبقت مجھے منظور نہیں ہے — حیدر کے گھرانے کا یہ دستور نہیں ہے

۳۳
مشہور جہاں ہے مرے بابا کی شجاعت — تنہا ہی ہزاروں سے لڑے شاہ ولایت
ہر جنگ میں دشمن سے کبھی کی نہیں سبقت — خود سوتے سے قاتل کو جگایا شب ضربت
تھا علم انہیں محرم اسرار خدا تھے — جو چاہتے سو کرتے یہ راضی بہ رضا تھے

۳۴
جب وار لعین نے سر اقدس پہ لگایا — اور سامنے بابا کے وہ پکڑا ہوا آیا
ہاتھ اس پہ ید اللہ نے ہرگز نہ اٹھایا — جو آپ کیا نوش وہی اس کو کھلایا
کس طرح سبقت کروں گو تشنہ جگر ہوں — میں بھی تو اسی شیر الٰہی کا پسر ہوں

۳۵
یہ سن کے وہ نیزے کو پکڑ سامنے آیا — میدان میں رہوار کو کاوے پہ لگایا
جو سیکھا تھا نیزے کا ہنر سب وہ دکھایا — یاں سے بھی جواب اس نے ہر اک طعن کا پایا
پر آنچ نہ سکا سبط رسول مدنی سے — نیزے کو اڑا لے گئے نیزے کی انی سے

۳۶
جھنجھلا کے کماں دوش سے ظالم نے اتاری — اور جوڑ کے تیر اس میں لگا کھینچنے وہ ناری
اب دیکھئے حضرت قدر اندازی ہماری — سن کر یہ سخن فوج سب احسنت پکاری
بجلی سی چلی شاہ کی تیغ دو زباں بھی — دو ٹکڑے ہوا تیر بھی چلا بھی کماں بھی

۳۷
دانتوں سے لگا کاٹنے ہاتھ اپنے وہ بے پیر
رد کر چکے جب وار کئی حضرت شبیرؑ
حملہ کیا نامرد نے پھر کھینچ کے شمشیر
دکھلائی اسے فاطمہؑ کے دودھ کی تاثیر
ڈھالا بھی لگا خون کا نہ شمشیر دو دم پر
اک وار میں سر جا پڑا چالیس قدم پر

۳۸
تانے ہوئے گرز آیا پھر اور اک یل خود سر
تھی ابن ید اللہ میں نہ بس قوت حیدرؑ
بالا قد و زور آور و چالاک و قوی تر
پھینکا سوئے افلاک کمر بند پکڑ کر
اس پھرتی سے گرتے یہ کیا وار زمین پر
دو ہو کے مع گرز گرا روئے زمین پر

۳۹
اک ایک اسی طرح لگا آنے پئے جنگ
جو فوج سے نکلا وہ وہیں ہو گیا چورنگ
تھا ابن ید اللہ کی لڑائی کا وہی ڈھنگ
ٹپکا کئی اسواروں کو دیے ہاتھ تہ تنگ
دہشت سے قدم آگے نہ بڑھتا تھا کسی کا
تھا فوج میں غل ضربت شمشیر علیؑ کا

۴۰
یوں ایک کے بعد ایک سے لڑتا تھا وہ ذیشان
جب پانچ ہزار اہل ستم کو کیا بے جان
معمور تن و سر سے نظر آتا تھا میدان
لشکر میں ہوا شور ہوئی فوج ہراسان
دل سینوں میں تھراتے تھے جنگ شہ دیں سے
تکبیر کی آتی تھی صدا لشکر کیں سے

۴۱
اک شور تھا لشکر میں صفیں تھیں تہ و بالا
بے طرح پڑا ہے ہمیں اس شیر سے پالا
کہتے تھے بکا یک بچیو اللہ تعالیٰ
اب ایک کو جیتا نہیں چھوڑنے والا
میداں میں بڑھا پاؤں کہ سر تن سے جدا ہے
یہ ضربت شمشیر نہیں قہر خدا ہے

۴۲
جب شمر کو رنگ لشکر کا نظر آیا یہ عالم
واللہ اگر دونوں جہاں آئیں ہوں باہم
گھبرا کے پکارا عمر سعد کو ظالم
شبیر سے بر آ نہ سکے گا کوئی اس دم
اک ایک لڑے کس سے یہ حیدر کا پسر ہے
کٹ جائے گی سب فوج ترا دھیان کدھر ہے

۴۳
زور بشری یاں ہے وہاں زور قیامت
اللہ نے دی ہے اسے حیدر کی شجاعت
مخدومۂ عالم کی یہ ہے دودھ کی طاقت
یہ ہے وہی طاقت وہی جرأت وہی ضربت
گر فتح ہے منظور تو تدبیر سے لڑ لو
اب چار صفیں باندھ کے شبیر سے لڑ لو

۴۴
دو چار صفیں گرد ہوں اور بیچ میں شبیر
پتھر چلیں اک صف سے تو زخمی ہو یہ دلگیر
اک صف سے چلے نیزہ تو اک صف سے چلیں تیر
اور مستعد اک صف رہے کھینچے ہوئے شمشیر
غش طاری ہو جب ضعف سے اس سرور دیں پر
تب مار کے تلواریں گرا دیویں زمیں پر

۴۵
آراستہ کیں سن کے یہ ظالم نے صفیں چار
تھے جانب چپ نیزوں کو تانے ہوئے خونخوار
استادہ کیے داہنی طرف سارے کماندار
اور سامنے تھے سنگ لیے سنگ دل اشرار
تیغیں لئے ایک غول پس پشت کھڑا تھا
اور بیچ میں تنہا پسر شیر خدا تھا

۴۶
چلتے تھے جفا کیشوں کے تیر ایک طرف سے
تھی تنگ زماں فوج کثیر ایک طرف سے
اور نیزے لگاتے تھے شریر ایک طرف سے
تھا شور بد اور بگیر ایک طرف سے
لاکھوں میں گھرے تشنہ دہن تیغ بکف تھے
حملے شہ والا کے مگر چار طرف تھے

۴۷
نیزوں کے نیستاں میں کبھی جا پڑے جوں شیر
گہہ آئے کمانداروں پہ کھینچے ہوئے شمشیر
نیزوں کو قلم کر دیا لاشوں کا کیا ڈھیر
جوں تیر گریزاں تھے سب آگے سے رخ پھیر
گھوڑے سے پلٹ تیغ زنوں سے یہ لڑے تھے
بت بن گئے تھے جو ہٹے لوگ کھڑے تھے

۴۸
رہوار کو غازی کے نہ تھی حاجت مہمیز
ہر غول پہ تھی آتش شمشیر شرر ریز
ان فاقوں میں چالاکی میں صرصر سے بھی تھا تیز
صحرائے قیامت تھا وہ میدان بلاخیز
آہن ہر نہال سامنے اس تیغ کے جو تھا
یہ فرق فلک پہونچی کہ بے فرق وہ دو تھا

۴۹
یکبار ہوئیں چار صفیں درہم و برہم
اے سید لب تشنہ شہنشاہ دو عالم
اور شور ہوا لشکر اعدا میں یہ اس دم
کر رحم کہ ہیں امت محبوب خدا ہم
شہ بولے جو ہے پاس رسول دوسرا کا
بتلاؤ کہ میں کون ہوں محبوب خدا کا

۵۰
سلطان رسالت کی میں بیٹی کا ہوں جایا
مجھ سے مرے پیارے علی اکبر کو چھڑایا
کیوں تم نے محمد کے نواسے کو ستایا
یہ کہتے ہی اس غازی کو اک طیش بھر آیا
حملہ کیا پھر تول کے شمشیر دودم کو
بے جاں کیا بس ہزار اہل ستم کو

۵۱
جنگ پسر فاطمہ کا دیکھ کے انداز
شہ بولے یہ جرأت کے دکھلاؤں میں جانباز
کہتے تھے ملائک یہ شجاعت ہے کہ اعجاز
اکبار یہ آئی اسد اللہ کی آواز
اے لخت دل بنت رسول مدنی کے
ہیں صدقے تری پیاس کے اور تیغ زنی کے

۵۲
کرتا ہمیں تعریف سمجھ کر ہمیں فرزند
لڑتا رہا لاکھوں سے نگر اے مرے دلبند
گھبرایا نہیں میں بھی کسی جنگ میں ہر چند
پانی ترے بابا پہ ہوا تھا نہ کبھی بند
تنہائی میں ایسا نہ کوئی کھیت پڑا تھا
دو روز کا پیاسا کبھی میں نہ لڑا تھا

۵۳
مارے نہ گئے تھے مرے یاور مرے آگے
بے جاں نہ ہوئے تھے مرے دلبر مرے آگے
ٹکڑے نہ ہوا تھا مرا لشکر مرے آگے
پیدست ہوا تھا نہ برادر مرے آگے
دس میں لڑے لاکھوں سے کیا تاب بشر ہے
اے فاطمہ کے لال یہ تیرا ہی جگر ہے

۵۴
سن کر یہ صدا خوش ہوا سبط شہ لولاک
وحشت سے زمیں ہل گئی تھرا گئے افلاک
پھر تیسرا حملہ کیا جوں شیر غضبناک
برہم ہوئی اک بار صف لشکر سفاک
غل تھا کہ نہیں بچنے کا جیتا کوئی اب کے
اس حملے میں سر تن سے اتر جائیں گے سب کے

۵۵

کچھ دور نہیں ہے اگر آجائے قیامت
یاں آج ہے ہنگامۂ فردائے قیامت
میدان ستم ہو گیا صحرائے قیامت
اللہ نہ اس طرح کی دکھلائے قیامت
غصے میں نواسا ہے رسول دوسرا کا
اب خاتمہ ہے امت محبوب خدا کا

۵۶

اعدا پہ چلی تھی نہ ابھی شاہ کی تلوار
جو آئی یہ ہاتف کی ندا چرخ سے اک بار
اے سبط پیمبر خلف حیدر کرار!
وہ یاد ہے بچپن میں کیا تھا جو کچھ اقرار
غصہ ہے اگر آج یہی لشکر کیں پر
جیتا نہیں بچنے کا کوئی روئے زمیں پر

۵۷

ہم نے وہ عطا کی ہے تجھے قوت و قدرت
ہو تجھ سے مقابل یہ کسی میں نہیں طاقت
پر آج نہ ہووے گی اگر تیری شہادت
ہووے گی نہ کبھی امت عاصی کی شفاعت
اگر جان ہو پیاری تو لعینوں کو بھگا دو
بخشانی ہے امت تو گلا جلد کٹا دو

۵۸

تھرا گئے سن کر یہ صدا حضرت شبیر
ٹھونڈا لیا سر رکھ لی وہیں میان میں شمشیر
کہنے لگے اے رب علا مالک تقدیر!
عالم ہے تو اس کا کہ مری کچھ نہیں تقصیر
ناچار ہوا تھا کہ بہت بے ادبی کی
لڑتا میں نہ امت سے رسولؐ عربی کی

۵۹

اب قتل کروں میں انھیں میرا نہیں مقدور
بندے کو وہ منظور ہے جو ہے تجھے منظور
تیروں سے ہو چھلنی کہ بدن تیغوں سے ہو چور
دم ماروں ترے حکم میں اس کا نہیں مذکور
تلواریں ہی اب کھاؤں گا گردن کو جھکا کر
دیکھوں گا نہ قبضے کی طرف آنکھ اٹھا کر

۶۰

ایذا کو سمجھتا ہوں تری راہ میں راحت
یہ سنگ ہیں زخموں پہ مرے سنگ جراحت
ملتی ہے مجھے برچھیاں کھانے میں حلاوت
تلواروں کے خط جسم پہ ہیں خط شفاعت
کچھ رنج نہیں زخمی اگر تیروں سے ہوں گا
بوسہ لب ہر زخم سے سوفاروں کا لوں گا

۶۱

شمر آئے گا گر پاس مرے کھینچ کے خنجر
بے عذر جھکا دوں گا خوشی ہو کے وہیں سر
ہاتھ اس کا اگر کانپے گا اے خالق اکبر
رکھ دوں گا دم تیغ کو آپ اپنے گلے پر
بیتاب ہوں امت کی شفاعت کی خوشی ہے
بچپن سے مجھے اپنی شہادت کی خوشی ہے

۶۲

سر کٹ کے جو تن سے مرا نیزے پہ چڑھے آج
تو فخر کروں میں کہ ملا نیزۂ معراج
لاشہ رہے میرا کفن و گور کو محتاج
ناموس مرے قید ہوں گھر ہو مرا تاراج
بلوے میں سر زینبؑ و کلثوم کھلا ہو
یہ سب ہو مگر امت عاصی کا بھلا ہو

۶۳

یہ کہہ کے لعینوں کو صدا دی کہ اب آؤ
بس لڑ چکے ہم اب ہمیں تلواریں لگاؤ
خوں شوق سے احمدؐ کے نواسے کا بہاؤ
تیروں کا نشانہ مرے سینے کو بناؤ
صابر پسر شاہ ولایت کو بھی دیکھو
جرأت کو تو دیکھا مری غربت کو بھی دیکھو

۶۴

خائف تھے ستمگار یہ حیدر کے پسر سے
فرماتے تھے شہ کھول کے ہتھیار کمر سے
نزدیک نہ آتا تھا کوئی جان کے ڈر سے
کیوں ڈرتے ہو ہرگز نہ دغا ہوگی ادھر سے
تلوار مری ڈوب چکی خون عدو میں
ارمان تمہیں مٹنے کا ہے اب اپنے لہو میں

۶۵

بھاگے ہوئے یہ سن کے ستمگار پھر آئے
اک تیر کے پلّے سے کماندار پھر آئے
تانے ہوئے نیزوں کو جفاکار پھر آئے
چمکاتے ہوئے تیغوں کو اشرار پھر آئے
زخم تبر و تیر لگے سینہ و سر پر
سب ٹوٹ پڑے فاطمۂ زہرا کے پسر پر

۶۶

زخمی ہوا تیغوں سے تن سبط پیمبر
نیزے بھی لگے چھاتی پہ اور ظلم کے خنجر
عمامۂ محبوب خدا خوں سے ہوا تر
قبلے کی طرف ضعف سے ہرنے پہ جھکا سر
سر تا بہ قدم چور ہوئے تیغ و سناں سے
جز شکر نکلا نہ کوئی حرف زباں سے

۶۷

پہلو پہ جو مارا کسی بے رحم نے بھالا
مظلوم کا واں کوئی نہ تھا تھامنے والا
سنبھلا نہ گیا آپ کو ہر چند سنبھالا
گھوڑے سے گرا فاطمہؑ کی گود کا پالا
سب چھاتی جو مجروح تھی اس تشنہ گلو کی
زخموں سے اڑیں دور تلک چھینٹیں لہو کی

۶۸

حال شہ دیں شمر سیہ رو نے جو دیکھا
ہمراہ تھے نامرد کے ستّر ستم آرا
کھینچے ہوئے وہ خنجر کیں فوج سے نکلا
ان سب نے کیا سید مظلوم پہ نرغا
قبلے کی طرف خاک پہ حضرت تو پڑے تھے
کھینچے ہوئے خنجر وہ لعیں گرد کھڑے تھے

۶۹

سر ننگے کھڑی بیبیاں دیتی تھیں دہائی
چلّاتی تھی یوں حیدر کرار کی جائی
کیوں لوٹتے ہو فاطمۂ زہرا کی کمائی
مظلوم ہے سیّد ہے لعینو مرا بھائی
حاجی ہے مسافر ہے گرفتار بلا ہے
یہ ظلم محمدؐ کے نواسے پہ روا ہے!

۷۰

چلّاتی رہی پیٹ کے سر زینبؑ ناشاد
چھاتی پہ چڑھا سبط پیمبر کی وہ جلاد
ظالم نے سنی دختر زہرا کی نہ فریاد
مظلوم کی گردن پہ رکھا خنجر فولاد
بس آگے انیس اب کسے یارائے بیاں ہے
یہ مرثیہ مقبول امام دو جہاں ہے

رباعی

توقیر ترے ہی آستانے سے ملی
مال و زر و آبرو و دین و ایماں
عزت ترے در پہ سر جھکانے سے ملی
کیا کیا دولت ترے خزانے سے ملی

رباعی

بندوں پہ کرم حضرت باری کا ہے
دی ہے جو خدا نے سرفرازی مجھ کو
مقدور کسے شکر گذاری کا ہے
ثمرہ یہ نہاں خاکساری کا ہے

مرثیہ ۱

جب قطع ہوئے نخل گلستان علیؑ کے
بیدم ہوئے دلدار و دلجان علیؑ کے
سر کٹ گئے تیغوں سے جوانان علیؑ کے
عاشق نہ رہے یوسف کنعان علیؑ کے
خاک اڑنے لگی پنجتن پاک کے گھر میں
لوٹا گیا زہرا کا چمن تین پہر میں

۲

باقی تھا نہ ہمدرد نہ یاور رشتہ دین کا
خالی ہوا تا ظہر بھرا گھر رشتہ دین کا
بیٹا نہ بھتیجا نہ برادر رشتہ دین کا
تھا شور کہ ہاں کاٹ لو اب سر رشتہ دین کا
عباسؑ نہیں ہیں علم و فوج نہیں ہے
اب فاطمہؑ کے لال کا وہ اوج نہیں ہے

۳

سردار سے جا جا کے یہ کہتے تھے ستمگار
آنکھیں ہیں تو بے نور ہیں بازو ہیں تو بیکار
اب قتل حسینؑ ابن علیؑ کچھ نہیں دشوار
رکھ دیں گے گلا آپ تہ خنجر خونخوار
اس غم میں کہاں جنگ کا یارا شہ دیں کو
اکبر سے جواں مرگ نے مارا شہ دیں کو

۴

جس سے ہو جدا یوسف ثانی وہ لڑے کیا
ہوئے جسے یہ تشنہ دہانی وہ لڑے کیا
دے جس کو پسر داغ جوانی وہ لڑے کیا
دو دن نہ ملا ہو جسے پانی وہ لڑے کیا
چندے جو پسر آنکھوں سے روپوش رہا تھا
یعقوبؑ کو اس داغ میں کب ہوش رہا تھا

۵

ہیں سر سے قدم تک الم و درد کی تصویر
یہ ہاتھ میں رعشہ ہے کہ تھمتی نہیں شمشیر
واللہ کہ پہچانے نہیں جاتے ہیں شبیرؑ
یعقوب کو یوسف کی جدائی نے کیا پیر
خم ہو گئے کھو کر علی اکبرؑ سے پسر کو
تھی ریش میں اتنی تو سپیدی نہ سحر کو

۶

بازو تو شکستہ ہے کمر ضعف سے خم ہے
پیری میں جواں بیٹے کے مرجانے کا غم ہے
صدمہ ہے بھتیجے کا برادر کا الم ہے
بولا کوئی آنکھوں میں بصارت بھی تو کم ہے
تھی سامنے لاش اکبر مجروح جگر کی
حضرت سے نہ پہچانی گئی لاش پسر کی

۷

جب باپ کو خود بیٹے نے آواز سنائی
اللہ جب سے بہن خیمہ سے باہر نکل آئی
تب لاش پسر قبلۂ کونین نے پائی
رخساروں پہ زردی ہے اسی وقت سے چھائی
بے پردہ ہوئی زینبؑ سی بہن شرم کی جا ہے
فرزند کے مرجانے سے یہ داغ سوا ہے

۸

تھا حق بطرف لاکھ دکھوں سے جسے پالا
کیا سنبھلے وہ جس کا ہو کلیجہ تہ و بالا
اس لال کے سینے پہ لگا ظلم کا بھالا
بابے کی محبت نے اسے گھر سے نکالا
ورنہ کبھی باہر قدم انکا نہیں نکلا
دن کو کسی بی بی کا جنازہ نہیں نکلا

۹

ہم سمجھے تھے مرجائیں گے فرزند کے ہمراہ
گودی میں پسر مر گیا اور منہ سے نہ کی آہ
ہیں صبر میں ایوب سے افزوں شہ ذی جاہ
بولے تو یہ بولے کہ توکلت علی اللہ
لیکن غم فرزند کچھ آسان نہیں ہے
خاموش تو ہیں تن میں مگر جان نہیں ہے

۱۰

آنکھوں سے چھپا چاند جہاں ہو گیا اندھیر
طالب ہیں سر گردن پہ پھرائے کوئی شمشیر
فاقہ ہے کئی دن کا مگر زیست سے ہیں سیر
فرماتے ہیں اے موت اب آنے میں ہے کیا دیر
بجھتے ہوئے دیکھوں گا چراغ اور کسی کا
کیا ہے ابھی تقدیر میں داغ اور کسی کا

۱۱

اب تو کوئی ایسا نہیں جو برچھیاں کھائے
اصغر بھی ہوئے قتل حسینؑ اب کسے لائے
اکبر تھے فقط پاس سو وہ خوں میں نہائے
اب تو یہی موقع ہے کہ جلدی اجل آئے
فرزند برابر کا نہ دشمن سے جدا ہو
اب زیست اسی میں ہے کہ سر تن سے جدا ہو

۱۲

سوکھی ہوئی ہے منہ میں زباں پیاس کے مارے
اب کس کا بھروسا علی اکبرؑ تو سدھارے
چہرے سے عیاں موت کے آثار ہیں سارے
ظاہر میں تو زندہ ہیں پہ ہیں گور کنارے
روتے ہوئے ناموس پیمبرؐ میں گئے ہیں
گر گر کئی جا خیمۂ اطہر میں گئے ہیں

۱۳

جو قتل ہوا شیر سے جھپٹے ہوئے آئے
تلواریں بھی بیکس پہ چلیں تیر بھی کھائے
سر ایک کا اتنوں میں نہ ہم کاٹنے پائے
لاشے مگر اس شیر نے جنگل سے اٹھائے
زحمت یہ اٹھے تا بہ کجا تشنہ دہن سے
اب تاب و تواں نے بھی کنارا کیا تن سے

۱۴

سن کر یہ سخن کہنے لگا شمر ستمگار
ڈر کس کا ہے اب زندہ ہے کیا شہ کا علمدار
خیمے پہ چلو دیر مناسب نہیں زنہار
ہو جائے پسر سامنے بابا کے گرفتار
زینب کی ردا چھین لو شبیر کے آگے
کاٹو سر شبیر کو ہمشیر کے آگے

۱۵

ڈر یہ ہے کہ دولت نہ کہیں شاہ کی ٹل جائے
پھر شام کا ہے قرب جو دن اور بھی ڈھل جائے
سجادؑ نہ سیدانیوں کو لے کے نکل جائے
بہتر ہے کہ خیمہ شہ مظلوم کا جل جائے
تا زیست کوئی قید سے آزاد نہ ہووے
لٹ جائے یہ گھر یوں کہ پھر آباد نہ ہووے

۱۶

بولا پسر سعد لعیں سن کے یہ تقریر
کیا سمجھے ہو تم شیر کا فرزند ہے شبیرؑ
بیکار یہ باتیں ہیں کرو جنگ کی تدبیر
کھل جائے گا جب آئیں گے وہ باندھ کے شمشیر
غیظ آ گیا گر ابن شہنشاہ عرب کو
خیبر کی لڑائی نظر آ جائے گی سب کو

۱۷

سچ ہے کہ بہت خوب لڑا شاہ کا بھائی
دو حملوں میں لی شیر نے دریا کی ترائی
دس بیس صفوں کی ہوئی اک دم میں صفائی
وہ اور لڑائی تھی یہ ہے اور لڑائی
ہے سب سے فزوں حضرت شبیرؑ کی طاقت
اس شیر میں ہے فاطمہؑ کے شیر کی طاقت

۱۸

زور آوری و صفدری حیدر کرار
رگ رگ سے اثر دودھ کا ظاہر ہے نمودار
تاثیر لعاب دہن احمدؐ مختار
بھیجی ہے جسے اللہ نے قبضے میں وہ تلوار
گیتی جو الٹ جائے تو کچھ دور نہیں ہے
اور زور امامت کا تو مذکور نہیں ہے

جیتا ہے ابھی احمد مختار کا پیارا تلوار کا کیا ذکر جو کر دے وہ اشارا	۱۹	ناموس کا لٹنا اسے ہوگا نہ گوارا دم میں متفرق ہو یہ لشکر ترا سارا
جلدی نہ کرو فتح میں کچھ پیچ نہ پڑ جائے		ایسا نہ ہو عجلت میں بنا کام بگڑ جائے
شبیر کے سر کٹنے کی سر ہو گی مہم جب حاکم کی ظفر ہو کہیں اپنا ہے یہ مطلب	۲۰	پھر کون ہے لیں گے ردائے سر زینبؑ کیا جلدی ہے لوٹو گے تمھیں زیور زینبؑ
بیمار ہے سجادؑ کا کیا زور چلے گا		ناموس بھی لٹ جائیں گے خیمہ بھی جلے گا
خود آئیں گے وہ تم نہ ابھی خیمہ پہ جاؤ بے کس پہ چڑھائی کا یہی وقت ہے آؤ	۲۱	ٹوٹے ہوئے لشکر کی صفیں پہلے جماؤ سید کا گلا کاٹ کے فرصت تمھیں پاؤ
دم بھر میں در فتح و ظفر کھول کے سونا		اب رات کو راحت سے کمر کھول کے سونا
جس وقت سنے یہ سخن حیلہ و تزویر جوڑے ہوئے چلّے سے جفا کیش کوئی تیر	۲۲	بڑھ بڑھ کے پڑے رن میں جمانے لگے پے پیر تولے کوئی نیزہ کوئی برچھی کوئی شمشیر
لشکر میں یہی قول تھا اک ایک شقی کا		دیکھیں گے لہو آج حسینؑ ابن علیؑ کا
دو لاکھ جواں قتل پہ مظلوم کے اک دل بد عہد و بد ایمان و جفا پیشہ و جاہل	۲۳	خوں ریزوں کے نیزوں سے نیستاں سر ساحل دشمن کے طرفدار نبیؐ زادوں کے قاتل
قرآں سے نہ خبر ان کو نہ خبر سے		الفت بھی تو دنیا سے محبت بھی تو زر سے
قلب ایسے کہ فولاد کی سختی سے جہاں نرم خالق سے حیا کچھ نہ محمدؐ سے انھیں شرم	۲۴	نے درد نہ الطاف نہ اکرام نہ آزرم سادات کے خیمے کے جلا دینے پہ سرگرم
برہم ہوں جو درہم نہ ہو دستار کے اندر		دینار جو دیکھیں تو گریں نار کے اندر
کپڑے بھی سیہ دل بھی سیہ رنگ بھی کالے خنجر تو کمر بند میں تھے ہاتھوں میں بھالے	۲۵	تحت الحنکیں باندھے ہوئے آنکھیں نکالے سادات کے سب قافلے کے لوٹنے والے
مانا نہ علیؑ کو نہ رسول عربی کو		دنیا کے لیے ذبح کیا آل نبی کو
تھیں چار صفیں باندھے ہوئے نہر پہ بے پیر دو سمت پئے قتل شہ بے کس و دلگیر	۲۶	اک صف میں تھیں برچھیاں اک صف میں فقط تیر گوپال و سنان و تبر و خنجر و شمشیر
یہ فکر تھی اک بے کس و بے یار کی خاطر		حربے تھے یہ سب ایک تن زار کی خاطر
توڑے تھے جنھوں نے در دندان پیمبر کہتے تھے یہ آپس میں برا اپنا جما کر	۲۷	وہ سنگدل ایک سمت خوشی ہوتے تھے اکثر ماریں گے ہمیں فاطمہؑ کے لال کو پتھر
جو ضرب تن سید والا پہ لگے گی		چوٹ اس کی دل احمد و زہراؑ پہ لگے گی

۲۸

آمادۂ قتلِ شہِ دیں تھی سپہِ شام
سیدانیوں کے رونے کا تھا صحن میں کہرام
خیمے میں کمر باندھتے تھے شاہِ خوش انجام
بکھرائے تھی بالوں کو ہر اک بے کس و ناکام
معصوم کئی خاک پہ بیہوش پڑے تھے
شاہِ شہدا رانڈوں کے حلقے میں کھڑے تھے

۲۹

تھامے تھی کوئی دامنِ فرزندِ پیمبرؐ
جھک کر قدمِ پاک پہ رکھتی تھی کوئی سر
بچہ لیے گودی میں کھڑی تھی کوئی مضطر
رو دیتی تھی چہرے کی بلائیں کوئی لے کر
بے تاب تھے شہ بی بیوں کی نوحہ گری پر
پروانے گرے پڑتے تھے شمعِ سحری پر

۳۰

کہتی تھی کوئی ہاتھ کمر بند میں ڈالے
حضرت تو چلے ہم کو کیا کس کے حوالے
صدقے ترے اے فاطمہؑ کے نازوں کے پالے
چھوڑیں گے نہ یہ کہنہ ردا لوٹنے والے
ہے کون غریبوں کا اس اجڑے ہوئے بن میں
باندھیں گے گلے آلِ محمدؐ کے رسن میں

۳۱

جب طبلِ مخالف کی صدا آتی تھی رن سے
بچے نہ جدا ہوتے تھے سلطانِ زمن سے
دل بی بیوں کے سینوں میں ہو جاتے تھے سن سے
لپٹی تھی بہن بھائی سے اور بھائی بہن سے
چلاتی تھی بے بے مرے ماں جائے برادر
بن بھائی کی ہوتی ہے بہن ہائے برادر

۳۲

بھیا مجھے غربت میں نہ تم چھوڑ کے جاؤ
نکلے مرا دم تن سے تو پھر برچھیاں کھاؤ
سیدانی کو آفت سے اسیری کی بچاؤ
بن میں جو مری قبر تو جنگل کو بساؤ
کیا کم تھا مرے واسطے ماں باپ کا مرنا
اللہ نہ دکھلائے مجھے آپ کا مرنا

۳۳

ماں خلق سے جب اٹھ گئی تھیں جیتے تھے حیدرؑ
سمجھاتی تھی میں دل کو پس از رحلتِ شبّرؑ
تھے باپ کے مرنے سے حسنؑ ہمدم و یاور
شبیرؑ سے بھائی کا ہے سایا مرے سر پر
حضرت تو ہیں زندہ مرے ماں باپ ہیں بھائی
زینبؑ کے تو جو کچھ ہیں سو اب آپ ہیں بھائی

۳۴

حضرت کے سہارے پہ تو ماں باپ نے چھوڑا
اکبرؑ کے جواں مرنے کا ماتم نہیں تھوڑا
پھر کون ہے لونڈی سے جو منھ آپ نے موڑا
مر جاؤں گی بھائی نہ طلب کیجیے گھوڑا
آفت ہے یہ سایہ جو مرے سر سے اٹھے گا
داغ آپ کے مرنے کا نہ خواہر سے اٹھے گا

۳۵

عادل ہو عدالت سے کہو یا شہِ صفدر
دنیا میں کوئی اور ہے زینبؑ کا برادر
کیا کہہ کے دلِ زار کو سمجھائے یہ خواہر
قربان گئی صبر مجھے آئے گا کیوں کر
مسند کو محمدؐ کی الٹتے ہوئے دیکھوں
ہے ہے یہ گلا تیغ سے کٹتے ہوئے دیکھوں

۳۶

صدقے میں ترے اے اسد اللہ کے پیارے
آقا ترے بدلے مجھے نیزہ کوئی مارے
اماں کے وہ دکھ درد مجھے یاد ہیں سارے
سید ترے قدموں پہ کوئی سر مرا وارے
پردیس میں رسی سے بندھیں ہاتھ بہن کے
ماں جائے کو رہنے دیں گر ساتھ بہن کے

۳۷

منہ سینے پہ رکھے جو بلکتی تھی وہ دلگیر
ہر آہ تھی حضرت کے کلیجے کے لیے تیر
سر چھاتی سے لپٹائے ہوئے کہتے تھے شبیر
بس صبر کرو غش کہیں آجائے نہ ہمشیر
پیٹی ہو پھر بھی علی اکبر کے الم میں
کیا جاں گنوا دو گی بہن بھائی کے غم میں

۳۸

گر مر گئیں ہو جائے گا گھر اور بھی خالی
صدمے سے جیے گی نہ سکینہؑ مری بالی
ہو میرے یتیموں کی تمھیں پالنے والی
صابر جو ہیں ملتا ہے انھیں رتبۂ عالی
ایسا تو کسی کو غم تنہائی نہ ہوگا
اللہ تو سر پر ہے اگر بھائی نہ ہوگا

۳۹

وہ حمد کے لائق ہے سزاوار ثنا ہے
ہے اس کو بقا اور ہر اک شے کو فنا ہے
راحت نہیں دنیا میں کہ یہ دار فنا ہے
آدم کا بدن خاک میں ملنے کو بنا ہے
ہے کوئی بزرگوں میں کرو دھیان اسی کو
دنیا میں نہ چھوڑے گی بہن موت کسی کو

۴۰

عالم میں جو تھے فیض کے دریا وہ کہاں ہیں
جو نور خدا سے ہوئے پیدا وہ کہاں ہیں
ہم سب سے جو تھے افضل و اعلیٰ وہ کہاں ہیں
پیدا ہوئی جن کے لیے دنیا وہ کہاں ہیں
جو زندہ ہے وہ موت کی تکلیف سہے گا
جب احمدؐ مرسل نہ رہے کون رہے گا

۴۱

تھے مجھ سے بھی بہتر مرے جدّ و پدر و اُم
کیا ہو گئے اب اُن کو بھی کہیں دیکھتی ہو تم
رہتا ہے سدا بحر جہاں میں یہ تلاطم
اک چشم زدن میں کوئی پیدا تو کوئی گم
دشمن ہے کبھی دوست کبھی دوست عدو ہیں
ہم لوگ زمانے میں حباب لب جو ہیں

۴۲

یہ دہر نہیں خانۂ آسائش و آرام
دانا ہیں جو دنیا کو سمجھتے ہیں سدا دام
ہے جن کی زباں کو خطر تلخی انجام
شیرینی عالم سے سدا رہتے ہیں ناکام
ایسا نہیں کوئی جسے دل ریش نہ دیکھا
دنیا کے کسی نوش کو بے نیش نہ دیکھا

۴۳

کس کس کو ہم اس عمر دو روزہ میں نہ روئے
کیا کیا دُرِ یکتائے صدف قبر میں سوئے
نایاب تھے جو لال وہ اِن ہاتھوں سے کھوئے
گھر سیکڑوں یاں سیل فنا میں ہیں ڈبوئے
تکلیف زیادہ ہے تو رتبے بھی سوا ہیں
رتبے ہیں تباہی میں جو خاصان خدا ہیں

۴۴

ہے کل کی ابھی بات کہ آباد تھا کیا گھر
جس در پہ گدا آن کے ہوتے تھے تونگر
وہ مجمع احباب وہ دربار پیمبرؐ
وہ فاطمہؑ کا جاہ و حشم شوکت حیدرؑ
بے اذن چلا آوے یہ مقدور تھا کس میں
یا آج وہی گھر ہے کہ خاک اُڑتی ہے جس میں

۴۵

جبریلِ امیں خود جسے جھولے میں جھلائے
کیا گردشِ گردوں ہے وہ یوں ٹھوکریں کھائے
نعمت کا طبق خلد سے جس کے لیے آئے
وہ پیاس میں اک بوند بھی پانی کا نہ پائے
گردش نہ رہی ہے نہ سدا دور رہا ہے
دنیا کا ہمیشہ سے یہی طور رہا ہے

۴۶

اک دن تھا کہ عشرت کے مہیا تھے سب اسباب
وہ وقت وہ آرام وہ ہمدرد وہ احباب
یا ایک یہ دن ہے کہ خوشی ہو گئی نایاب
معلوم یہ ہوتا تھا کہ دیکھا تھا کبھی خواب
آج اوروں کے ہم مرنے پہ فریاد کریں گے
کل اور اسی طرح ہمیں یاد کریں گے

۴۷

کیا آگے بہن کے نہیں مرتا کوئی بھائی
ٹٹ جاتی ہے اک آن میں برسوں کی کمائی
برسوں جو رہے وصل تو اک دن ہے جدائی
جاتی نہیں بے جاں لیے جب اجل آئی
ملتا نہیں پھر خلق سے جو جاتا ہے زینبؑ
رونے سے مسافر کہیں پھر آتا ہے زینبؑ

۴۸

برسوں رہے ماتم میں پیمبرؐ کو نہ پایا
تڑپا کیے لیکن کبھی مادر کو نہ پایا
جس دن سے جدائی ہوئی حیدرؑ کو نہ پایا
یوں چھوٹے کہ پھر ہم نے برادر کو نہ پایا
جب سینے میں مضطر دل بے صبر کو دیکھا
گھر سے گئے روتے ہوئے اور قبر کو دیکھا

۴۹

غربت میں کبھی تم سے بچھڑتا نہ برادر
پردیس میں برباد ہوں بچے کہ لٹے گھر
کیا کیجیے تقدیر جدا کرتی ہے خواہر
بندہ ہوں اطاعت سے نہ ہوں گا کبھی باہر
بہتر ہے وہی جس میں رضامندی رب ہو
کیا عذر ہے سرکار میں جس وقت طلب ہو

۵۰

زندہ ہوں تو آخر کبھی مرتا کہ نہ مرتا
پیمانہ کبھی عمر کا آخر مری بھرتا
آتی نہ اجل سر جو تہ تیغ نہ دھرتا
گھر میں بھی جو ہوتا تو سفر خلق سے کرتا
پر آج کے مرنے میں بہن اور مزا ہے
خوشنودی معبود ہے امت کا بھلا ہے

۵۱

ہمشیر کا غم ہے کسی بھائی کو گوارا
تیغ غم فرقت سے کلیجہ ہے دو پارا
مجبور ہے لیکن اسد اللہ کا پیارا
کس سے کہوں جیسا مجھے صدمہ ہے تمہارا
اس گھر کی تباہی کے لیے روتا ہے شبیرؑ
تم چھٹتی نہیں اُن سے جدا ہوتا ہے شبیرؑ

۵۲

مر کر بھی نہ بھولوں گا میں احسان تمہارے
پیارا نہ کیا اُن کو جو تھے جاں سے پیارے
بیٹوں کو بھلا کون بہن بھائی پہ وارے
بس ماں کی محبت کے یہ انداز ہیں سارے
فاقے میں ہمیں برچھیاں کھانے کی رضا دو
بس اب یہی الفت ہے کہ جانے کی رضا دو

۵۳

لو جاتے ہیں ہمشیر خدا حافظ و ناصر
اے بانوئے دل گیر خدا حافظ و ناصر
اب جسم ہے اور تیر خدا حافظ و ناصر
ہے رخصت شبیرؑ خدا حافظ و ناصر
کیوں دور کھڑی روتی ہو یاں آؤ سکینہؑ
پھر باپ کی چھاتی سے لپٹ جاؤ سکینہؑ

۵۴

اے عابد بیمار حزیں گھر سے خبردار
ماں رانڈ ہے اب رانڈ کی چادر سے خبردار
اے جان پدر آل پیمبرؐ سے خبردار
مارے نہ طمانچہ کوئی خواہر سے خبردار
مشکل ہو جو امت پہ تو حل کیجیو بیٹا
تحریر پہ بابا کی عمل کیجیو بیٹا

۵۵

کہکر یہ صحن گھر سے چلا فاطمہؑ کا لال
چلاتی تھیں بانوؑ کہ لٹا اب مرا اقبال
پیچھے ہوئیں سیدانیاں بکھرائے ہوئے بال
غل تھا کہ محمدؐ کا چمن ہوتا ہے پامال
ایسی جو بلکتی تھیں تو غم کھاتے تھے بچے
لپٹے ہوئے حضرت سے چلے جاتے تھے بچے

۵۶

رانڈوں کی وہ فریاد یتیموں کی وہ زاری
حضرت سے لپٹتی تھی ہر اک درد کی ماری
غش کھا کے گری خاک پہ زینبؑ گئی باری
ہے ہے کا یہ غل تھا کہ زمیں ہلتی تھی ساری
شبیرؑ برآمد ہوئے یوں خیمے کے در سے
جس طرح نکلتا ہے جنازہ کوئی گھر سے

۵۷

دیکھا شہِ دیں نے جو قریبِ فرس آکر
زینبؑ نے پکارا کہ تھمو! آتی ہے خواہر
کوئی نہ پسر تھا نہ بھتیجا نہ برادر
زہراؑ کی صدا آئی کہ موجود ہے مادر
کیا رتبۂ عالی تھا رکابِ شہِ دیں کا
اک فاطمہؑ کا ہاتھ تھا اک روحِ امیں کا

۵۸

پہونچا جو درِ خانۂ زیں تک قدمِ پاک
گھوڑے پہ چڑھا تختِ دلِ سیدِ لولاک
تھرا کے جھکا سر بہ زمیں توسنِ افلاک
جبریلِ امیں ساتھ ہوئے تھام کے فتراک
کس منہ سے کہوں حسنِ نشستِ شہِ دیں کو
معلوم ہوا جڑ دیا خاتم پہ نگیں کو

۵۹

تھا زینِ فرس رحل تو قرآں شہِ والا
وہ دوشِ صبا بوئے گلستاں شہِ والا
وہ تخت ہوا تھا تو سلیماں شہِ والا
وہ برجِ شرف نیرِ تاباں شہِ والا
بو گل کی نسیمِ سحری لے کے چلی ہے
غل تھا کہ سلیماں کو پری لے کے چلی ہے

۶۰

ضیغم کی جو تھی جست تو آہو کے طرارے
ہر نعل سے خم تھا مہِ نو شرم کے مارے
آنکھوں کو چراتے تھے خجالت سے چکارے
اٹھتے تھے قدم جب تو چمکتے تھے ستارے
ہو رشک نہ کیوں گرد فلکِ ماہ جبیں کو
نقشِ سمِ توسن سے لگے چاند زمیں کو

۶۱

مرکب پہ ہیں مولا کہ تجلی ہے سرِ طور
ہر سنگ یہ تاباں ہے کہ شرمندہ ہے بلور
چہرے کی ضیا سے ہے زمیں آئینۂ نور
ڈھلتا نہیں دن دھوپ ہوئی جاتی ہے کافور
حیراں ہیں خبر نورِ خدا کی نہیں جن کو
ہے شور کہ لو کھیت کیا چاند نے دن کو

۶۲

وہ ریشِ مخضب وہ رخِ سیدِ والا
وہ گیسوئے مشکیں کا رخِ پاک پہ ہالا
ہے چاند نے منہ شام کے پردے سے نکالا
تھا صبح پہ دامن شبِ معراج نے ڈالا
رخساروں پہ کچھ زلف بھی لہرائی ہوئی تھی
خورشید پہ زہراؑ کے گھٹا چھائی ہوئی تھی

۶۳

معراج میں پہنے تھے جسے سیدِ لولاک
کھاہے گلابی تھا عمامہ بہ سرِ پاک
اُس روز تھی زیبِ تنِ اطہر وہی پوشاک
فرزند کے ماتم میں گریباں تھا مگر چاک
جیسا تنِ پُرنور تھا ویسی ہی عبا تھی
پیراہنِ یوسفؑ پہ محمدؐ کی قبا تھی

۶۴
تعریف قبائے تن پرنور کروں کیا
بند ایسے کہ سو عقدۂ مشکل کو کریں وا
زیب جسد پاک جگر گوشۂ زہراؑ
پردہ وہ رہا جس سے گنہ گاروں کا پردا
کلیاں وہ چھپیں غنچۂ دل دیکھ کے کھل جائے
وہ خلد ہیں ہے سایۂ دامن جسے مل جائے

۶۵
ہر جیب کا گھر نقد شفاعت سے بھرا ہے
جو تار گریباں ہے سو رحمت سے بھرا ہے
سینے کا جو پردا ہے لطافت سے بھرا ہے
دامن وہ ہے جو دین کی دولت سے بھرا ہے
ہے بجز نگیں نگیں اسم کی خاطر
بس قطع وہ جامہ تھا اسی جسم کی خاطر

۶۶
دستانے کو کیا ہاتھ میں پہنے وہ شہنشاہ
چار آئینہ کی نور خدا کو نہیں کچھ چاہ
جس شیر کے پنجہ میں ہو خود زور ید اللہ
ہے حفظ الٰہی زرہ سید ذی جاہ
کچھ ڈھال کی حاجت بھی دم جنگ نہیں ہے
خود پشت پناہ دو جہاں وہ شہ دیں ہے

۶۷
باندھے ہیں فقط تیغ علیؑ سرور عادل
ہیں سامنے تیغیں لیے فرزندوں کے قاتل
تا جنگ میں کھل جائے ہر اک پر حق و باطل
غصہ نگر آتا نہیں کیا صبر ہے کیا دل
ہے دست قوی تیغ شہنشاہ عرب پر
مولا کے مگر رحم کی سبقت ہے غضب پر

۶۸
اس طرح رجز پڑھتے ہیں تولے ہوئے شمشیر
ڈھالوں کی سیاہی سے ہے سب دشت میں اندھیر
جس طرح سے گونجے کسی جنگل میں کوئی شیر
غل ہے کہ خدا کا غضب آنے میں نہیں دیر
کچھ غیظ جو آیا ہے شہ عرش نشیں کو
مردے ہیں تزلزل میں یہ لرزہ ہے زمیں کو

۶۹
ہیبت ہے کہ شیروں کے جگر کانپ رہے ہیں
یوں دشت کو جنبش ہے کہ در کانپ رہے ہیں
کیا ذکر شجر کا کہ شجر کانپ رہے ہیں
جبرئیلؑ بہت دور ہیں پر کانپ رہے ہیں
ہے خوف کہ کرسی نہ گرے فرش کے اوپر
پڑھتے ہیں ملک ناد علیؑ عرش کے اوپر

۷۰
نیزوں ہی اچھلتا ہے جو اس نہر کا پانی
شمشیر جو تولے ہے یداللہ کا جانی
ہر موج کو بھولی ہوئی ہے اپنی روانی
ڈر سے سپر انداختہ ہیں ظلم کے بانی
جنگل کے ہرن خوف سے منہ موڑے ہوئے ہیں
دریا کی ترائی کو اسد چھوڑے ہوئے ہیں

۷۱
غیظ شہ عالم نے عجب تہلکہ ڈالا
ہاتھ اپنا جو قبضے پہ دھرے ہیں شہ والا
العظمۃ للہ تقدس و تعالیٰ
افلاک ہنڈولے کی طرح ہیں تہ و بالا
تکتی ہے زمیں اس کو وہ تکتا ہے زمیں کو
دوراں ہے گردوں کو تو سکتا ہے زمیں کو

۷۲
نعرہ ہے کہ محبوب الٰہی ہے مرا جد
میں خلق میں ہوں وہ گہر قلزم سرمد
دنیا میں نہیں میرے سوا سبط محمدؐ
زہراؑ نے فدا جس پہ کیا لعل و زبرجد
بیت الشرف سید لولاک میں میں ہوں
باقی فقط اب پنجتن پاک میں میں ہوں

بابا ہے مرا حامیِ دیں فاتحِ خیبر	۷۳	داماد نبیؐ شیرِ خدا قاتلِ عنتر
حرزِ دو جہاں جوشنِ بازوئے پیمبر		سلطانِ قضا قدر و حیدر و صفدر
پر نور کیا نور سے ایماں کی زمیں کو		تیغ اُن کی جلا دی گئی آئینۂ دیں کو
ہوتا نہ اگر مصقلۂ تیغِ قضا رنگ	۷۴	آئینۂ اسلام سے جاتا نہ کبھی زنگ
تھا ضیغمِ یزداں کی لڑائی کا نیا ڈھنگ		دو کر دیا دم میں حق و باطل کو دمِ جنگ
دیں داروں کی بستی ہوئی ویرانہ جہاں تھا		واں خانۂ حق بن گیا بت خانہ جہاں تھا
دیں جس سے ہو ظاہر وہ علیؑ کا ہے مدینا	۷۵	ہے امن میں طوفاں سے ہمارا ہی سفینا
ظلمت تھی جہاں کفر کی روشن ہے وہ سینا		حق حق کی صدا ہے عوضِ قلقلِ و مینا
آتش کی بھی وہ گرمیِ بازار نہیں ہے		اب دَور ہے تسبیح کا زنّار نہیں ہے
حق کو نہ سمجھتا تھا کوئی خلق میں مطلق	۷۶	ہر بت کو خدا جانتے تھے جاہل و احمق
جاری یہ ہوا خلق میں فیضِ اسدِ حق		آگے بھی کبھی تھی چمنِ دیں کی یہ رونق
مردود جدا ہو گئے مقبول جدا ہیں		دیکھو تمھیں کانٹے ہیں جدا پھول جدا ہیں
توقیر ملی سب کو اسی شاہ کے گھر سے	۷۷	ہاتھ آیا جسے جو سوید اللہ کے گھر سے
ہے عزتِ دیں بھی شہِ ذی جاہ کے گھر سے		بت توڑ کے باہر کیے اللہ کے گھر سے
اک شور تھا تکبیر کے نعروں کا حرم میں		کیا سخت مہم تھی جسے سر کر دیا دم میں
مشہور ہے خیبر کی لڑائی کا فسانا	۷۸	مرحب کی شجاعت کا معترف ہے زمانا
مشکل ہوا ظالم کو سپر چہرے پہ لانا		کس قوم نے اس تیغ کا لوہا نہیں مانا
تھراتے تھے جن زور فرشتوں کے گھٹے تھے		مرحب کی زرہ کیا پرِ جبریلؑ کٹے تھے
جو حق سے پھرا امن کہیں اس نے نہ پایا	۷۹	انساں تھے کہ دیو کے لشکر کو بھگایا
حیدرؑ کا قدم جب سرِ بیرُ العلم آیا		کوسوں نہ دکھائی دیا جنات کا سایا
تاب اُن کی لڑائی کی بنی جان لاتے		بچتی نہ کبھی جان جو ایماں نہ لاتے
اُس روز سے سب تابعِ فرماں ہیں الٰہ	۸۰	میں چاہوں تو حاضر ہو ابھی فوجِ بنی جاں
جانیں مرے قدموں پہ کریں فخر سے قرباں		پر حسنِ عالم کبھی لیتا نہیں احساں
جن کیا ہیں ملائک کا بھی احسان نہ لوں گا		میں وہ ہوں کہ خود آئیں گے امداد نہ دوں گا
مقدور پہ کیا صبر ہے دیکھو دلِ شبیرؑ	۸۱	جوہر تو یہ اور قبضۂ قدرت میں یہ شمشیر
مجھ سا نہ کوئی ہووے گا یوں تابعِ تقدیر		لاکھوں سے بھی عاجز نہیں میں بے کس و دلگیر
گو ضعف ہے اور شدتِ تشنہ دہنی ہے		ہاتھوں میں مگر قوتِ خیبر شکنی ہے

۸۲

ہیں ناظمِ دیں حصنِ حصین حبل متیں ہوں ، میں نور ہوں میں خلق میں قرآن مبیں ہوں
میں کعبۂ اسلام ہوں میں قبلۂ دیں ہوں ، میں نقش ہوں میں مہر نبوت کا نگیں ہوں
بچپن میں کسی کے لئے یہ اوج کہاں تھا ، میں ہوں وہ مکیں دوشِ نبی جس کا مکاں تھا

۸۳

اللہ نے دی ہے ہمیں کونین کی شاہی ، جس قوم پہ چاہیں ابھی آجائے تباہی
ہم حجتِ اللہ ہیں ہم سیفِ الٰہی ، ہے زیر نگیں ماہ سے تا مسکنِ ماہی
اللہ ہے ساتھ اس کے جو دے ساتھ ہمارا ، کونین میں ہے دستِ خدا ہاتھ ہمارا

۸۴

غصہ مجھے آجائے تو لشکر کو بھگا دوں ، ساری یہ صفیں تیغ سے اک دم میں بچھا دوں
پر اُمتِ احمدؐ ہو میں کیا تم کو سزا دوں ، تم دکھ مجھے دو میں تمھیں جب دوں تو دعا دوں
نے مکر کی باتیں نہ دغا جانتا ہوں میں ، تم سب کو عزیزوں سے سوا جانتا ہوں میں

۸۵

مشکل جو پڑے عقدہ کشائی مری دیکھو ، دشمن سے بھی ہوں صاف صفائی مری دیکھو
ہو جنگ کی طاقت تو لڑائی مری دیکھو ، سر کاٹ لو گر کوئی برائی مری دیکھو
بہتر ہے تہِ تیغ جو یہ خشک گلا ہو ، راضی ہوں میں جس بات میں تم سب کا بھلا ہو

۸۶

میں صاف ہوں اب بھی مرے کہنے کو جو مانو ، بھٹکے ہو کہ خضرِ دیں کا رہبر مجھے جانو
پچھتاؤ گے تم قتل مرا دل میں نہ ٹھانو ، بیکس کا بدن ظلم کے تیروں سے نہ چھانو
پیارا ہوں جگر گوشۂ فخرِ دوجہاں کا ، دلبند ہوں میں سیدِ قوسین مکاں کا

۸۷

حاصل تمھیں کیا گھر ہوئے بچے مرے برباد ، اجڑی ہوئی بستی کو بشر کرتے ہیں آباد
کیا نشۂ دولت ہے کہ بھولی ہے مری یاد ، فریادرسِ خلق کی سنتے نہیں فریاد
للہ کرو پاس رسولِ عربی کا ، زہرا مری مادر ہے نواسا ہوں نبیؐ کا

۸۸

بالفرض نہ سمجھو مجھے دلبندِ پیمبر ، کعبے کا مسافر تو ہوں میں بیکس و بے پر
حاجی مرے ہونے میں تامل ہے تمھیں گر ، شبیر مسلماں تو ہے اے قوم ستمگر
اُمت کا محمدؐ کی ہوا خواہ تو ہوں میں ، یہ بھی نہیں اک بندۂ اللہ تو ہوں میں

۸۹

تم نے تو بلایا بھی نہ تھا آپ میں آیا ، جنگل میں مدینے سے مقدر مجھے لایا
کھانا بھی کھلایا مجھے پانی بھی پلایا ، دعوت بھی مری ہو چکی آرام بھی پایا
مشتاق مدینے کی حکومت کا نہیں میں ، رخصت کرو اب بھی تو نکل جاؤں کہیں میں

۹۰

جس شہر میں کہہ دو میں اسی شہر میں جاؤں ، بستی جو نہ ممکن ہو تو جنگل کو بساؤں
لکھوا لو شکایت کا سخن لب پہ جو لاؤں ، مجرم جو قلمرو میں تمھارے کبھی آؤں
سختی بھی اٹھاؤں گا مصیبت بھی سہوں گا ، رازق ہے خدا جا کے پہاڑوں میں رہوں گا

۹۱

تا زیست جو چھوڑوں کبھی کہسار کا داماں
اسباب بھی نے ہو تو مجھے کیا چاہیئے ساماں
پھر ہاتھ ہے تم لوگوں کا اور میرا گریباں
اب عمر بھی آخر ہے کوئی دم کا ہوں مہماں
ممکن نہیں جینے کا مزا رنج و الم میں
سن لیجو کہ مر جاؤں گا فرزندوں کے غم میں

۹۲

دنیا میں نشاں کفر و ضلالت کا نہ گاڑو
خالق کی بنائی ہوئی صورت نہ بگاڑو
للہ ستونِ کعبۂ دیں کا نہ اکھاڑو
عادل کی بسائی ہوئی بستی نہ اجاڑو
گو آج زبردست ہو یا صاحبِ زر ہو
مرنا بھی تو اک دن ہے مقرر کہ بشر ہو

۹۳

یہ سن کے لعینوں نے کہا شاہِ امم سے
اک دم میں گلا کاٹیں گے شمشیرِ دو دم سے
جانے دیں کہیں آپ کو یہ ہوگا نہ ہم سے
زینبؑ کو ملے گی نہ اماں قید ستم سے
حاکم سے خجل ہوں یہ نہیں کام ہمارا
سر کاٹ کے لے جائیں تو ہو نام ہمارا

۹۴

حضرت نے کہا خوب جواب اس کا دیا واہ
حاکم جسے کہتے ہو تمھارا ہے وہ بدخواہ
وہ کام کرو جس میں رضامند ہو اللہ
بہکانے سے بے دین کے جہنم کی نہ لو راہ
وعدہ ہے جو کچھ وہ کبھی نہ تم پاؤ گے یارو
دیکھو مرا سر کاٹ کے پچھتاؤ گے یارو

۹۵

گر عم میں تم سب کے گنہگار سے ہے شبیرؑ
ان بی بیوں کی شان میں ہے آیۂ تطہیر
ناموس محمدؐ کی ہے پھر کون سی تقصیر
مریمؑ سے زیادہ مری بہنوں کی ہے توقیر
لازم ہے کہ سادات کی امداد کرو تم
اے ظالمو اس گھر کو نہ برباد کرو تم

۹۶

چلا کے یہ تب کہنے لگا شمر ستمگار
وہ کرتے ہیں ہم جس میں ملے درہم و دینار
ہاں ہاں ہیں کچھ آج نہیں دیں سے سروکار
گر جاں بچانی ہے تو رکھ دیجیے ہتھیار
بیعت کا یہ قصہ ہے فساد اور نہیں ہے
بچنے کا سوا اس کے کوئی طور نہیں ہے

۹۷

اس بات کو سنتے ہی نہ حضرت کو رہی تاب
فرمایا کہ کیا بکتا ہے او کافر کذاب
گھبرا گئے گویا کہ لگا زخم پہ تیزاب
میں بحرِ امامت کا ہوں اک گوہرِ نایاب
تو دشمنِ اولادِ رسولِ دوسرا ہے
فاسق کی وہ بیعت کرے جو دستِ خدا ہے

۹۸

یہ کہتے ہی شمشیر کو سرور نے نکالا
یوں میاں سے اس تیغ کو صفدر نے نکالا
فرمانِ قضا نائبِ حیدرؑ نے نکالا
غل تھا کہ وہ منھ غار سے اژدر نے نکالا
الٹی ہوئی دونوں جو زبانیں نظر آئیں
ہونٹوں پہ ستمگاروں کی جانیں نظر آئیں

۹۹

بجلی کی چمک لشکرِ دشمن کو دکھائی
تیزی دمِ شمشیر نے جوشن کو دکھائی
شعلے کی لپک ناریوں کے تن کو دکھائی
کٹ کٹ گیا ایسی برش آہن کو دکھائی
کس طرح بھلا اہلِ ستم دنگ نہ ہو جائیں
چار آئینہ ششدر تھے کہ چورنگ نہ ہو جائیں

۱۰۰
سر اُڑ گئے گردن سے تو خود اُڑ گئے سر سے
پھل برچھیوں سے کٹ کے گرے پھول سپر سے
شانوں سے تو ڈھالیں زرہیں گر گئیں بر سے
دستانے تو ہاتھوں سے کمر بند کمر سے
اعدا کی صفیں خوں سے منھ موڑ کے بھاگیں
روحیں قفسِ جسم سے جی چھوڑ کے بھاگیں

۱۰۱
اک ضرب میں دو کر دیا یکتا جسے پایا
چھوڑا وہیں بسمل سا پھڑکتا جسے پایا
منھ پھیر لیا اس سے سسکتا جسے پایا
دکھلا دی رہِ راست بھٹکتا جسے پایا
مطلب تھا چمکنے سے یہ تیغِ دو زباں کا
وہ راہ ہے دوزخ کی یہ رستہ ہے جناں کا

۱۰۲
رخ مثلِ کماں پھر گئے ناوک فگنوں کے
ضربت تھی کہ دل ٹوٹ گئے صف شکنوں کے
تلوار سے دم بند ہوئے تیغ زنوں کے
پرزے ہوئے ڈھالوں کے تو ٹکڑے بدنوں کے
کیا منھ تھا جو آتا کوئی اس شیر کے منھ پر
لاتی تھی قضا کھینچ کے شمشیر کے منھ پر

۱۰۳
ٹکڑے کہیں لشکر کے کماندار پڑے تھے
تھے ہاتھ کسی جا کہیں ہتھیار پڑے تھے
تیروں کے کہیں خاک پہ سوفار پڑے تھے
جا گہ تھی جہاں ایک کی واں چار پڑے تھے
پامال تھے سر تابشِ خورشید میں تن تھے
برہوت میں روحیں تھیں جہنم میں بدن تھے

۱۰۴
چار آئینہ والے برشِ تیغ سے تھے دنگ
پڑتی تھی جو سر پر تو ٹھہرتی تھی تہِ تنگ
جوہر تھے عجب اور عجب آب عجب رنگ
اسوار تو اسوار فرس ہو گئے چو رنگ
غل تھا کہ دہن کھولے ہوئے صورتِ لا ہے
لو کھا گئی گھوڑے کو بھی منھ ہے کہ بلا ہے

۱۰۵
چلّے پہ جو رکھتا تھا کوئی فتنہ گر انگشت
رہ گیر پہ چلّا تھا نہ چلّے پہ نرا انگشت
شمشیر تمانے کو اٹھاتی تھی سر انگشت
اک ہاتھ میں گرتی تھی قلم ہو کے ہر انگشت
جس وقت ہوا لگ گئی اس برقِ دو دم کی
سب اُڑ گئیں شاخیں شجرِ ظلم و ستم کی

۱۰۶
نیزہ لیے آیا جو کوئی صف سے نکل کر
آواز دی یہ تیغِ ید اللہ نے چل کر
حضرت نے پکارا کہ قدم رکھیو سنبھل کر
یا عقدہ کشا عقدۂ مقصود کو حل کر
وہ نیزہ خوں ریز جو لڑنے پہ تلے تھے
نوک اس کی نہ پہونچی تھی کہ سب بند کھلے تھے

۱۰۷
جب خود پہ بیٹھی تو جھلم کاٹ کے اُٹھی
جوشن پہ جو آئی تو تسکم کاٹ کے اُٹھی
دستانے کو مانندِ قلم کاٹ کے اُٹھی
سر پر جو پڑی تا بہ قدم کاٹ کے اُٹھی
بالا تھی وہ شمشیرِ ستم گار فرو تھا
دیکھا تو فرس بھی اسی اک ضرب میں دو تھا

۱۰۸
یکتائی خالق میں کوئی شرک جو لایا
اک ضرب میں دو کر دیا مشرک جسے پایا
شمشیر نے انگشتِ شہادت کو اُٹھایا
باطل تو ادھر ہو گیا اور حق ادھر آیا
کفار سے میدانِ وغا صاف کیا تھا
کیا تیغِ ید اللہ نے انصاف کیا تھا

۱۰۹
بجلی تھی یہ جنگل کے لیے بن گئی جاروب
کچلے گئے سر اُن کے جو تھے فوج کے سرکوب
نقارے تلک آنے ہوئے کانپتی تھی چوب
ہیبت سے لرزتے تھے وہ صحرائے پُرآشوب
شمشیر کے شعلے کی حرارت جو بڑھی تھی
خورشید کو گردوں پہ تپِ لرزہ چڑھی تھی

۱۱۰
بجلی سی ہوا پر کبھی چمکی کبھی ٹھہری
تھی عکس سے دریا کے ہر اک نہر سنہری
پایاب تھی خوں کی کہیں ندی کہیں گہری
راحت میں نہ بحری تھے نہ بری تھے نہ شہری
جو خاکی و آبی تھا وہ تھا نوحہ گری میں
خشکی میں تباہی تھی تلاطم تھا تری میں

۱۱۱
جب بیس ہزار اہلِ ستم جاں سے مارے
آواز یہ آئی کہ بس اے شیر ہمارے
جوہر ہیں بزرگوں کے تری ذات میں سارے
تو وہ ہے کہ لاکھوں سے لڑائی میں نہ ہارے
اب حلق ہے اور مرحلۂ تیغِ جفا ہے
ہاں صابر و شاکر رہو تسلیم و رضا ہے

۱۱۲
پہلو سے صدا حضرتِ زہرا کی یہ آئی
دو روز کے فاقے میں یہ جرأت یہ لڑائی
پانی کی کوئی بوند بھی پائی کہ نہ پائی
ہاں صدقے گئی دکھ گئی ہووے گی کلائی
پیشانی پہ بوسہ تو ذرا دینے دو بیٹا
ہاتھوں کی بلائیں مجھے لینے تو دو بیٹا

۱۱۳
آئی جو یہ آواز شہ کون و مکاں کو
تھرا کے رکھا میاں میں تیغ دوزباں کو
اعدا سے کہا روک کے گھوڑے کی عناں کو
جاتے ہو کہاں قتل کرو تشنہ دہاں کو
کر دو خبر اس کو بھی کدھر شمر لعیں ہے
اب آؤ کہ لڑنے کا مجھے حکم نہیں ہے

۱۱۴
یہ سن کے پھرے لاکھ جواں دست بہ شمشیر
یاں کوئی نہ آسکتا تھا یا گھر گئے شبیر
تلوار برابر سے لگانے لگے بے پیر
بس ٹوٹ گئیں پسلیاں ساری یہ چلے تیر
تیغوں سے جو سب عضوِ تنِ پاک کٹے تھے
زخموں کے بھی ماتم میں گریباں پھٹے تھے

۱۱۵
تلواروں سے پرزے تھا عمامہ تو قبا چاک
تھی گل کی طرح ڈوبی ہوئی خوں میں پوشاک
سیپارہ تھے جزوِ تنِ سبطِ شہ لولاک
سو ٹکڑے تھی تلواروں سے جلد بدنِ پاک
کٹ کٹ کے کمر بندِ ید اللہ کھلا تھا
شیرازۂ قرآنِ تنِ شاہ کھلا تھا

۱۱۶
غش کھا کے جدھر نے پہ جھکے سیدِ ابرار
خولی نے لگائی سرِ پُرنور پہ تلوار
سر تھام کے ہاتھوں سے جو سیدھے ہوئے اک بار
برچھی بن اشعث کے کلیجے کے ہوئی پار
مہماں تھے دنیا میں فقط چند نفس کے
غش ہو گئے نیزے سے سناں ابن انس کے

۱۱۷
دل سینے میں پھنکتا تھا یہ تھی تشنہ دہانی
ہوش آتا تھا جب غش سے تو فرماتے تھے پانی
جھکتا تھا جدھر زیں سے یداللہ کا جانی
پہلو پہ تیر مارتے تھے ظلم کے بانی
قابو میں نہ دستِ پسرِ عقدہ کشا تھے
تھراتے ہوئے پاؤں رکابوں سے جدا تھے

۱۱۸

ڈیوڑھی پہ یہ سیدانیاں دیتی تھیں دہائی
نکلی ہوئی ڈیوڑھی سے ید اللہ کی جائی
کیوں لوٹتے ہو فاطمۂ زہرا کی کمائی
چلاتی تھی ہے ہے مرے بھائی مرے بھائی
فریاد بہن شہ سے جدا ہوتی ہے لوگو!
دوڑو کوئی سیّد پہ جفا ہوتی ہے لوگو

۱۱۹

غل رانڈوں میں تھا وا حسنا وائے حسینا
آتی تھی یہ زہرا کی صدا ہائے حسینا
صدقے تری مظلومی کے دکھ پائے حسینا
چلاتی تھی زینب مرے ماں جائے حسینا
کس یاس سے پھر پھر کے نظر کرتے ہو بھائی
ہے ہے یہ بہن جیتی ہے تم مرتے ہو بھائی

۱۲۰

بھیّا تری مظلوم بہن کس کو پکارے
سرور ترے بدلے کوئی سر میرا اتارے
قسمت میں لکھا تھا کہ بندھیں ہاتھ تمھارے
آقا مری چھاتی پہ کوئی برچھیاں مارے
پردیس میں دولت مرے ماں باپ کی بچ جائے
سر کاٹ لیں ہم سب کے پہ جاں آپ کی بچ جائے

۱۲۱

بابا بھی نہیں کون مدد کرنے کو آئے
اے تشنہ دہن پیاس تری کون بجھائے
کس شہر سے اماں کو بہن ڈھونڈھ کے لائے
یثرب کے مسافر تجھے اللہ بچائے
ویرانے میں فریاد سنے کون کسی کی
بستی بھی نہیں کوئی محبانِ علیؑ کی

۱۲۲

اس دشت میں یارب کسی شیعہ کا گذر ہو
ہے ہے یہ مہم جنگ کی کس طرح سے سر ہو
افسوس وطن والوں کو کس طرح خبر ہو
یارب کوئی آکر نجفی دست سپر ہو
لٹتی ہوئی اماں کی کمائی کو بچالے
کوئی تیرا بندہ مرے بھائی کو بچالے

۱۲۳

سر پیٹ کے چلّاتی رہی بنت ید اللہ
کھینچے ہوئے خنجر کو بڑھے فوج سے گمراہ
غش کھا کے ادھر خاک پہ دلدل سے گرے شاہ
دوڑی گئی مقتل کی طرف زینبؑ ذی جاہ
کونین کے دفتر کو الٹتے ہوئے دیکھا
پہونچی تو گلا بھائی کا کٹتے ہوئے دیکھا

۱۲۴

سب جانتے ہیں صدمۂ ذبح شہ خوش خو
وہ حلق وہ شمشیر وہ خاک اور وہ پہلو
کیونکر کہوں سینے پہ رکھا شمر نے زانو
وہ ہاتھ ستمگار کا اور شاہ کے گیسو
خاموش انیس اب کہ جگر سینے میں شق ہے
سرور کی شہادت کا دو عالم کو قلق ہے

رباعی

پُرنور ہے سب بزم وہ تارے یہ ہیں
زہرا و ید اللہ کے پیارے یہ ہیں
روتے ہیں جو بزمِ غم میں بانالہ و آہ
شہ کہتے ہیں سب دوست ہمارے یہ ہیں

شمشادِ بوستانِ رسالت حسینؑ ہے ابرِ عطا و آیۂ رحمت حسینؑ ہے	مرثیہ ۱	مفتاحِ بابِ گلشنِ جنت حسینؑ ہے نقشِ نگینِ مُہرِ نبوت حسینؑ ہے
ہر جا ظہورِ حق ہے انھیں کے ظہور سے		سب خاک کے بنے ہیں یہ خالق کے نور سے
عنوانِ صحیفۂ اخضر حسینؑ ہے جسمِ نبیؐ کی روحِ مطہر حسینؑ ہے	۲	فیاضِ آبِ چشمۂ کوثر حسینؑ ہے کشتیِ عرش و فرش کا لنگر حسینؑ ہے
قربان رتبۂ شہِ عرش احتشام کے		بیٹے امامِ دیں کے پدر تو امام کے
مشکل کشائے حاضر و غائب حسینؑ ہے فرماں روائے مشرق و مغرب حسینؑ ہے	۳	خورشید و ماہِ مکہ و یثرب حسینؑ ہے دوشِ رسولؐ پاک کا راکب حسینؑ ہے
چھوٹے سے سِن میں عرش سے رتبہ سوا ملا		لیکن نگیں کبھی مہرِ نبوت کو کیا ملا
آدم سے مرتبے میں مقدم حسینؑ ہے حقا کہ تاجِ عرشِ معظم حسینؑ ہے	۴	اسرارِ کردگار کا محرم حسینؑ ہے شیرازۂ کتابِ دو عالم حسینؑ ہے
مالک ہے کارخانۂ ربِ جلیل کا		مختار ہے بہشت کا اور سلسبیل کا
خورشیدِ آسمانِ تجمل حسینؑ ہے عالم تمام جزو ہے اور کل حسینؑ ہے	۵	طاؤسِ بوستانِ توکل حسینؑ ہے سب خلق عندلیب ہے اور گل حسینؑ ہے
جانیں فدا ہیں نام پہ اور دل نثار ہیں		یوسفؑ ہے ایک چاہنے والے ہزار ہیں
رکنِ رکینِ کعبۂ ایماں حسینؑ ہے پیدا ہے تو حسینؑ ہے پنہاں حسینؑ ہے	۶	کرسی اگر ہے رحل تو قرآں حسینؑ ہے عالم تمام جسم ہے اور جاں حسینؑ ہے
حق اُس سے ہے قریب وہ حق سے جدا نہیں		جو کچھ کہو وہ سچ ہے مگر اک خدا نہیں
ادنیٰ کو دم میں چاہے تو اعلیٰ کرے حسینؑ بالا کو پست پست کو بالا کرے حسینؑ	۷	قطرے کو بحرِ لطف سے دریا کرے حسینؑ اک آن میں ثریٰ کو ثریا کرے حسینؑ
عزت جو دے زمیں کو تو گردوں شکوہ ہو		طاقت جو بخش دے تو پرِ کاہ کوہ ہو
ذرے کو آفتاب سے روشن کرے حسینؑ دوزخ کو دم میں غیرتِ گلشن کرے حسینؑ	۸	قدرت سے ناتواں کو تہمتن کرے حسینؑ آہن کو موم موم کو آہن کرے حسینؑ
چشمِ غضب سے دیکھیں جسے جل کے خاک ہو		جس پر کرم کریں وہ گناہوں سے پاک ہو
کردیں سپید رو تو سیاہی ہو شب سے دور حافظ ہو گر تو سنگ ہو شیشے سے چور چور	۹	شرمائے آفتاب جو ظلمت کو دیں وہ نور چاہیں تو خس کو آگ کے دریا سے ہو عبور
حافظ اگر ہو لطف و کرم اس کریم کا		فانوس بہرِ شمع ہو دامن نسیم کا

۱۰

ہوئے جو حکمِ نافذِ شاہنشہِ حجاز
اک جا ہو آشیانۂ عصفور و شاہ باز
آہو کے آگے شیر جھکائے سرِ نیاز
بہرِ شکار باز کرے چشم کو نہ باز
گر وہ قوی ضعیف سے کارِ جدال لے
روباہ جا کے شیر کی آنکھیں نکال لے

۱۱

ہاں اے زباں خموش ادب کا ہے یہ مقام
اے کلک سر جھکا دے قدم پر پئے سلام
کوثر سے منہ کو دھوئے تو لے شاہِ دیں کا نام
اے طبعِ پاک شستہ و رُفتہ ہو سب کلام
پہلے زباں سے وصفِ شہِ نیک خو کریں
اشکوں سے پہلے مردمِ دیدہ وضو کریں

۱۲

یہ وہ حسینؑ ہے کہ جو ہے نورِ مشرقین
خیر النسا کی جان محمدؐ کے دل کا چین
جس کے پدر نے فتح کیا خیبر و حنین
شیعوں کو اس کی پیاس پہ رونا ہے فرضِ عین
اس کی نہ کوئی آس نہ کوئی مراد تھی
خنجر گلے پہ تھا تو تمھاری ہی یاد تھی

۱۳

مولا کی ذات خلق میں ہے سایۂ الٰہ
روزِ جزا معالجِ بیماریِ گناہ
امت کا کارساز دو عالم کا خیر خواہ
مجرم کو اس کے سایۂ دامن میں ہے پناہ
گر حشر میں وہ حامیِ امت سپر نہ ہو
تیغِ عذابِ حق سے کسی کو مفر نہ ہو

۱۴

دارائے شرعِ مصطفوی و مقتدائے خلق
فیض و عطا و شفقت و رحمت برائے خلق
خضرِ صراطِ دینِ مبیں پیشوائے خلق
دستِ خدا کی طرح سے مشکل کشائے خلق
بھیجیں درود کیوں نہ ملک روحِ پاک پر
سجدے کا حکم دیوے خدا جس کی خاک پر

۱۵

بابِ السلام علمِ نبیؐ آسمانِ شرع
دریائے لطف و معدنِ بخشش جہانِ شرع
نورِ سراجِ دینِ شرف خاندانِ شرع
منہاجِ علم قطبِ زماں قہرمانِ شرع
اس کے کرم سے گلشنِ دیں تازہ ہو گیا
شیعوں پہ وا بہشت کا دروازہ ہو گیا

۱۶

عاجز نہ اس کے وصف میں ہو کس طرح خرد
اس کی کتاب وصف کے اک جز کی ہے یہ حد
افضل کرے جہاں سے جسے مفضلِ احد
آغاز جس کا ہے ازل انجام ہے ابد
اس میں بھی سب صفاتِ شہِ بحر و بر نہیں
فقرے ہیں مبتدا کے خبر کی خبر نہیں

۱۷

حدِ بشر نہیں ہے تری مدح یا امام
قدسی درود بھیجتے ہیں تجھ پہ صبح و شام
بندے سے کس طرح ہو زبانِ خدا کا کام
ہیں خاک اور عرش سے اعلیٰ ترا مقام
ذرے سے وصفِ نیرِ تاباں ہو کس طرح
اک مور سے ثنائے سلیمانؑ ہو کس طرح

۱۸

راحت نہیں مرے دلِ مضطر کو یک نفس
دن رات قافلے چلے جاتے ہیں پیش و پس
نالاں ہوں تیری راہ میں میں صورتِ جرس
اور شوق میں غلام تڑپتا ہے ہر برس
اس سال ہے دعا کہ [illegible] نصیب ہو
[illegible] طلب کرو تو حضوری نصیب ہو

۱۹

عرشِ خدا ہے تیرے شرف سے بزرگوار
پہونچے فلک پہ گر تری نعلیں کا غبار
کرسی ترے قدم کی بدولت ہے پائدار
سمجھے وہ خلعتِ شرف و تاجِ افتخار
ہے راہ رو وہی کہ جسے تجھ سے راہ ہے
نقشِ قدم برائے فلک سجدہ گاہ ہے

۲۰

روحی فداک اے قمرِ برجِ ہل اتا
ابرِ عطا محیطِ کرم منبعِ سخا
قلبی لداک اے گہرِ تاجِ لافتا
شمعِ حریمِ حق گُلِ گلزارِ قُل کفا
اے نوحِ خلق تو ہے سفینہ نجات کا
طوفاں میں آسرا ہے فقط تیری ذات کا

۲۱

قیصر تری جناب کا اک بندۂ کمیں
ہے غیرتِ بہشت ترے نور سے زمیں
خاقانِ چیں ہے اک ترے خرمن کا خوشہ چیں
جاروبِ عرش ہے شرفِ حور زلف عیں
کرسی کی زیب دوشِ پیمبرؐ کی زیب ہے
تیرے قدم سے عرشِ منور کی زیب ہے

۲۲

اللہ رے اوج واہ رے حشمت زہے وقار
اشتر بنے تھے عبید کو محبوبِ کردگار
اک آن بے حسینؑ نبیؐ کو نہ تھا قرار
شل نگیں یہ مہرِ نبوت پہ تھے سوار
مرکبِ حسینؑ کے شہِ گردوں مقام تھے
جیبیں جو تھیں رکاب تو گیسو لگام تھے

۲۳

لکھا ہے یہ کہ سجدے میں تھے ایک دن رسولؐ
خیرالوریٰ نے سجدۂ حق کو دیا یہ طول
پشتِ نبیؐ پہ آ کے چڑھا دلبرِ بتولؑ
سمجھا ہر اک کہ وحی خدا کا ہوا نزول
سر پیٹنے کی جا ہے یہ جس کا وقار ہو
سینے پہ اس حسینؑ کے قاتل سوار ہو

۲۴

باراں کی بوندیوں سے جسے فاطمہؑ بچائے
کوثر ہو جس کے قبضۂ قدرت میں ہائے ہائے
واحسرتا وہ سینۂ اقدس پہ تیر کھائے
پانی کی بوند آئے نہ کوئی مرتے دم پلائے
یہ واقعہ وہ ہے کہ خوشی ناپدید ہے
ہر سینہ کربلا ہے ہر اک دل شہید ہے

۲۵

حلے بہشت کے جسے بھیجے خدائے پاک
ہیکل کے خط سے فاطمہؑ کا دل ہو دردناک
ہو بعدِ مرگ اس کا کفن کربلا کی خاک
تیغوں سے اہلِ ظلم کریں اس کے تن کو چاک
دوشِ رسولِ پاک پہ جو سیمبر چڑھے
خنجر سے کٹ کے نیزے پہ اس شہ کا سر چڑھے

۲۶

ہو جس کا ماں کے گھر میں سب آب اور نمک
گہواروں میں جھلائیں جسے آن کر ملک
ترسے وہ ایک پانی کے قطرے کو کیوں فلک!
مر کر کفن نہ پائے وہ چالیس روز تک!
چھوڑ آئے کنکروں پہ تنِ پاش پاش کو
مٹی نہ دی نبیؐ کے نواسے کی لاش کو

۲۷

ذبحوں کو روزِ عید تو کرتے ہیں ذبح سب
حیواں کو پانی دیتے ہیں جو ہیں خدا طلب
کاٹا گلا نبیؐ کے نواسے کا ہے غضب
فریاد ہے حسینؑ تھے دو دن تشنہ لب
وارث خلیل کا وہ شہِ مشرقین ہے
ذبحِ عظیم اشارۂ قتلِ حسینؑ ہے

۲۸
گلزارِ دیں پہ تیغِ خزاں رن میں جب چلی
وقتِ نمازِ ظہر ہوا دوپہر ڈھلی
یعنی قلم ہوا چمنِ مرتضیٰ علیؑ
تنہا رہا وہ حضرتِ معبود کا ولی
بھائی کے غم سے خم شہِ دلگیر ہو گئے
بیٹا جواں جو قتل ہوا پیر ہو گئے

۲۹
طبلِ ظفر بجاتے تھے واں بانیِ ستم
فضہ پکارتی تھی یہ ڈیوڑھی سے دم بہ دم
خیمے سے نکلے آتے تھے سر پیٹتے حرم
کس جا رکھی ہے لاشِ پسر یا شہِ اُمم
چادر کوئی اُڑھاؤ تنِ پاش پاش پر
رونے کو زینبؑ آتی ہیں اکبرؑ کی لاش پر

۳۰
ہوتی تھی فوجِ ظلم میں تدبیرِ قتلِ شاہ
کہتا تھا یہ جما کے صفیں شمرِ روسیاہ
چھائی ہوئی تھی چار طرف شام کی سپاہ
آتا ہے جنگ کو پسرِ ضیغمِ اِلٰہ
حلقے میں لے لو آتے ہی یوں اس دلیر کو
جنگل میں گھیر لیتے ہیں جس طرح شیر کو

۳۱
رکھتا نہیں کوئی یہ غریب الدیار یار
تیروں کی تن پہ دور سے ہو بے شمار مار
شمشیر شعلہ بار پڑے سر پہ بار بار
نیزے اٹھا اٹھا کے کریں سب سوار وار
آگے سے تیغ و خنجر و تیر و سناں چلے
پیچھے سے فرقِ پاک پہ گرزِ گراں چلے

۳۲
ہاں غازیو قریب ہے اب تیسرا پہر
بجتا ہے کوئی آن میں نقارۂ ظفر
جانیں لڑا کے جلد کرو اس مہم کو سر
عابدؑ کے ہاتھ باندھ کے اب کھولو کمر
راحت دلوں کو ہووے گی قتلِ حسینؑ سے
سیدانیوں کو لوٹ کے سوئیں گے چین سے

۳۳
یہ ذکر تھا کہ نورِ خدا کا ہوا ظہور
بوئے بہشت پھیل گئی رن میں دور دور
ذرے زمیں کے بن گئے رشکِ چراغِ طور
پہونچا فلک تلک قمرِ فاطمہؑ کا نور
پرتو سے رشکِ طور ہر اک سینہ ہو گیا
تختہ زمیں کا غیرتِ آئینہ ہو گیا

۳۴
غل تھا خوشا حسینؑ کی شوکت زہے جلال
اک آسمانِ حسن کے ابرو ہیں دو ہلال
روشن جبیں ہے آئینۂ دہر کی مثال
اور فاطمہؑ کی آنکھ کا تارا ہر اک خال
کیا دخل راستے نظرِ بد کے بند ہیں
مجمر ہے آفتاب تو اختر سپند ہیں

۳۵
لوحِ کتابِ حسن ہے پیشانیِ جناب
مصرع ہیں دونوں مطلعِ ابرو کے انتخاب
جس سے خجل ضیا ہے جہاں تاب آفتاب
قرآں کی طرح ہے خطِ رخسار لاجواب
شمس الضحیٰ اسی رخِ نیکو کا وصف ہے
واللیل اذا سجیٰ اسی گیسو کا وصف ہے

۳۶
وہ زلفِ مشک بیز وہ رخسارِ جاں فروز
شمع اور دھوئیں میں بھی نہیں ہوتا یہ ساز و سوز
پیدا ہوئی ہے روز سے شب اور شب سے روز
دیکھا نہیں بہم سحر و شام کو ہنوز
ظلمت میں نور نور کو ظلمت میں راہ ہے
ہے سینا میں مہر کہ ہالے میں ماہ ہے

۳۷

گیسوئے مشک بو ہے امام فلک سریر
چہرہ قمر تو ابرو و مژگاں کمان و تیر
شرمندہ جس سے عود خجل عنبر و عبیر
جن پر ہزار جان سے قرباں جوان و پیر
سجدے کی جا ہے زہرہ جبینوں کے واسطے
گوشہ ہے خوب چلّہ نشینوں کے واسطے

۳۸

دونوں بھویں کمانوں کی صورت کشیدہ ہیں
رخسار نازکی میں گلِ نو رسیدہ ہیں
بالائے سرو راست ہلالِ خمیدہ ہیں
آنکھیں جناب فاطمہؑ کی نور دیدہ ہیں
جلوہ خدا کے نور کا ہے اس نگاہ میں
پتلی نہیں ہے چشم میں یوسف ہے چاہ میں

۳۹

واللیل والضحیٰ رخِ روشن خطِ سیاہ
ابرو و زلف و روز و شب، قدر و ہلال و ماہ
لعل و غزال و گل لب و رخسار و چشم و شاہ
تیر و سناں و زہرہ و سرمہ و نگاہ
قربان فاطمہؑ کا دلِ غم رسیدہ ہے
چشمِ کشودہ صاف کمانِ کشیدہ ہے

۴۰

آنکھوں کے آگے دیدۂ آہو ہیں ناپسند
رخسار ماہ ماہ سے روشن ہزار چند
پتلی ہے یہ کہ شیشے کے اندر پری ہے بند
بینی سے اور حسن کا رتبہ ہوا بلند
ابرو ہیں اس طرح رخِ پرآب و تاب پر
ہو جس طرح سے مدّ الف آفتاب پر

۴۱

صدقے دہن کے اور لبِ جاں بخش کے نثار
یہ لعل لب ہیں اُن گہروں کے خزینہ دار
جن سے نتائجِ لبِ عیسیٰ ہیں آشکار
بے قدر ہیں صدف سے جہاں دُرِ شاہوار
ہیرے کے بھی نگیں خجل اُن کے حضور ہیں
دنداں نہیں یہ گوہرِ دریائے نور ہیں

۴۲

نازک کہیں ہیں برگِ گلِ تر سے لعل لب
کوکب ہیں آسماں پہ بھلا یہ چمک ہے کب
اور آب و تابِ گوہرِ دنداں میں ہے غضب
ہیں دن کو آفتاب تو بجلی میانِ شب
پانی انھیں پہ فاطمہؑ پیتی تھیں وار کے
بتیس دُر ہیں دودھ کے بتیس دھار کے

۴۳

وہ دوش ہیں شفاعتِ امّت کا جن پہ بار
اس ساعد اور اس کفِ سیمیں کے ہم نثار
اور بازوؤں سے شانِ یداللہ آشکار
اٹھتے تھے عاصیوں کی دعا کو جو بار بار
ہیہات کچھ نہ دستِ خدا کا ادب کیا
پہونچوں کو ساربان نے کاٹا غضب کیا

۴۴

وہ ہاتھ جن کے سامنے زر مال کچھ نہ سیم
شیعوں کے دست گیر بروزِ امید و بیم
کیا سیم و زر ہے کوثر و تسنیم کو قسیم
انگلی ہر ایک کلیدِ درِ جنت النعیم
ہر دم ہیں مثلِ ابرِ کرم پر تلے ہوئے
ہیں ناخنوں پہ عقدۂ مشکل کھلے ہوئے

۴۵

سینہ ہے ایک خزینۂ انصاف و عدل و داد
اور اس میں یوں ہے قلب میں جیسے خدا کی یاد
قرآں اسے سمجھتے ہیں جو ہیں خوش اعتقاد
تیروں کے سامنے وہ سپر تھا دمِ جہاد
عاجز دمِ وغا شہِ عالم نہ ہوتے تھے
ٹوٹی ہوئی کمر تھی مگر خم نہ ہوتے تھے

۴۶
کرتا ہوں وصفِ پائے شہِ نامدار سر
کہتا ہے یہ جھکا کے قلم بار بار سر
کر دے گا اس فہم کو بھی پروردگار سر
صدقے امامِ دیں کے قدم پر ہزار سر
رتبے دلاوری کے سرِ مو گھٹے نہیں
سر کٹ گیا پہ کھیت سے پاؤں ہٹے نہیں

۴۷
اس فوج پر جو قبلۂ عالم نے کی نگاہ
کالی گھٹا سی چھائی ہے سب شام کی سپاہ
دیکھا کھلے ہوئے ہیں کئی سو علم سیاہ
تیغوں کی یہ چمک ہے کہ اللہ کی پناہ
کہتے ہیں سب کہ غلغلۂ دار و گیر ہو
نزدیک ہے کہ بارشِ بارانِ تیر ہو

۴۸
دریا کی طرح لشکرِ کیں مارتا ہے جوش
[illegible] مبارز کا ہر اک صف میں ہے خروش
نیزے ہلا رہے ہیں جوانانِ درع پوش
چلے کھنچے ہوئے ہیں کمانوں کے تا بہ گوش
غل ہے کہ شاہِ یثرب و بطحا کو گھیر لو
مظلوم کو غریب کو تنہا کو گھیر لو

۴۹
مہمیز کر کے اسپ کو آگے بڑھے امام
اے سرکشانِ کوفہ و روم و عراق و شام
اعدا سے اس طرح بہ فصاحت کیے کلام
کرتا ہوں تم پہ آخری حجت کو میں تمام
کوئی بھی کاٹتا ہے گلا بے گناہ کا
میں کون ہوں جنابِ رسالت پناہ کا

۵۰
کس کے پدر کا نام جنابِ امیر ہے
وہ کون ہے جو صاحبِ تاج و سریر ہے
کس کا پدر رسولِ خدا کا وزیر ہے
کون و مکاں میں کون بشیر و نذیر ہے
بنیادِ کفر کس نے جہاں سے مٹائی ہے
کس نے نبیؐ کے دوش پہ معراج پائی ہے

۵۱
پیدا ہوا جو کعبے کے اندر وہ کون ہے
اتری جسے یہ تیغِ دو پیکر وہ کون ہے
چیرا ہے جس نے مہد میں اژدر وہ کون ہے
توڑا ہے جس نے قلعۂ خیبر وہ کون ہے
سب کافروں کو کس نے مطیعِ خدا کیا
باطل کو کس کی تیغ نے حق سے جدا کیا

۵۲
زور آورانِ خلق کو کس نے کیا ہے زیر
کہتی ہے کس کو خلق دو عالم خدا کا شیر
دونوں جہاں میں کون علیؑ سا ہوا دلیر
بھوکے کو کس ولی نے کیا تین روز سیر
کس کی سخا کا غل ہے عراق و حجاز میں
سائل کو کس نے دی ہے انگوٹھی نماز میں

۵۳
حق نے کیا عطا پہ عطا ہل اتیٰ کسے
کونین میں ملا شرفِ انما کسے
حاصل ہوا ہے مرتبۂ لا فتا کسے
کہتی ہے خلق بادشہِ قل کفا کسے
دنیا میں کون منتظمِ کائنات ہے
کس کو کہا خدا نے کہ یہ میرا ہات ہے

۵۴
غیر از علیؑ ملا شرفِ صادقیں کسے
یٰسین میں کہا ہے امامِ مبیں کسے
ہاتھ آیا از دستِ جہاں آفریں کسے
حق نے کیا ہے راز کا اپنے امیں کسے
کس کو کہا ہے منذر و ہادی جہاں میں
نصِ مباہلہ ہے کہو کس کی شان میں

۵۵

محبوب حق نے سابق الایماں کسے کہا
فرمایا اپنا جسم کسے جاں کسے کہا
دانندۂ دقائق قرآں کسے کہا
نور دلیل و حجت و برہاں کسے کہا
کہتے ہیں سب ولی خدا کس جناب کو
رجعت ہوئی ہے کس کے لیے آفتاب کو

۵۶

کس نے جہاں میں کفر و صنم حک و فک کیا
کس شیر نے دو نیم سر شرک و شک کیا
کس کو خدائے پاک نے فخر ملک کیا
کس نے علیؑ کی طرح جہاد آج تک کیا
قائل ملک ہیں ضرب امام جلیل کے
کاٹے ہیں کس کی تیغ نے پر جبرئیلؑ کے

۵۷

مشہور ہے جہاں میں بیرُ الالم کا حال
آتش میں جا کے کود پڑے شیر ذوالجلال
ڈر سے جنوں کو جان بچانا ہوا محال
سائے کی طرح ہو گئی سب فوج پائمال
نے دیو اُن کے سامنے ٹھہرے نہ جن لڑے
شیر خدا زمیں کے تلے تین دن لڑے

۵۸

سب کافروں کو دم کے دم میں بدر کیا
پیش رسولؐ عمرو کو زیر و زبر کیا
جنگ حنین و خیبر و خندق کو سر کیا
عنتر کو سر سے تا بہ قدم خوں میں تر کیا
مارا جو ایک ضرب میں مرحب کو جان سے
آتی تھی مرحبا کی صدا آسماں سے

۵۹

جس نے بنائے دین میں کد کی وہ کون ہے
جس کی کسی نے ضرب نہ روکی وہ کون ہے
قوت ہے جس میں دست احد کی وہ کون ہے
جس نے پیمبروں کی مدد کی وہ کون ہے
کیونکر نجات چاہ سے یوسفؑ نے پائی ہے
طوفاں سے کس نے نوح کی کشتی بچائی ہے

۶۰

آدم سے پہلے عرش پہ کس کا ظہور تھا
حق سے قریب کون تھا اور کون دور تھا
ہر آن کس پہ رحمت حق کا وفور تھا
جس کی ضیا تھی طور پہ وہ کس کا نور تھا
چلا رہے تھے بہر مدد سب کو ڈر سے
کس شیر نے چھڑا دیا سلماں کو شیر سے

۶۱

کشاف مشکلات دو عالم ہے کس کی ذات
کون و مکاں میں کون ہوا فخر کائنات
عیسیٰؑ کو کس نے بخشا ہے سرمایۂ حیات
یونس کو کس نے بطن سے ماہی کے دی نجات
گل کر دیا ہے نار کو کس نے خلیل پر
لکھا ہے کس کا نام پر جبرئیل پر

۶۲

خورشید سات بار ہوا کس سے ہم کلام
کس سے زمین کہتی تھی شب کو خبر تمام
ناطق ہے کس کی شان میں اللہ کا کلام
انجیل اور زبور میں لکھا ہے کس کا نام
حامی ہے کون سب کا حیات و ممات میں
کس کی ثنا ہے سورۂ والعادیات میں

۶۳

ہیں کس کے نام صفدر و کرار و مرتضا
ذی علم ذی سعادت و ذی النصر و ذی العطا
شیر و شجاع و صابر و معصوم و مقتدا
منصور و ارقبا و یلیا و ایلیا
باذل وہی مظفر و منصور ہے وہی
غالب وہی ہے طور وہی نور ہے وہی

۶۴

سبطِ خلیل حجتِ دیں مالکِ رقاب | بابِ علوم زوجِ بتولِ فلک جناب
بو طالب و ابو الحسنین و ابو تراب | زہد و تقی و طاہر و جواد و طیب و طاب
قرآں میں کون نورِ سموات و ارض ہے | طاعت وہ کس کی ہے جو زمانے میں فرض ہے

۶۵

شمشیرِ شرع فارسِ دیں شحنۂ نجف | مفتاحِ فتح عارفِ اسرارِ من عرف
دریائے معرفت درِ یکتائے نہ صدف | ذی جاہ ذی کرامت و ذی فیض و ذی شرف
ہر ذی حیات اُن سے طلب گارِ عون ہے | جس کے یہ مرتبے ہیں حسینؑ اس کا کون ہے

۶۶

میں پارۂ جگر ہوں بشیر و نذیر کا | میں نور ہوں جہاں میں سراجِ منیر کا
ہے مجھ میں علم و فضل جنابِ امیرؑ کا | واللہ پیشوا ہوں صغیر و کبیر کا
اس میں بھی مصلحت ہے جو مظلوم آج ہوں | شاہوں کا شاہ ہوں سرِ عالم کا تاج ہوں

۶۷

واللہ بہترینِ عرب ہے مرا پدر | روزِ ازل سے عاشقِ رب ہے مرا پدر
عالی حسب بلند نسب ہے مرا پدر | ایجادِ آسماں کا سبب ہے مرا پدر
ہے حکم مثلِ کعبہ مرے احترام کا | فرزند ہوں میں مشعر و رکن و مقام کا

۶۸

دل بند مکہ و عرفات و منا ہوں میں | میرا ادب کرو خلفِ مرتضیٰ ہوں میں
حق ہیں مرے کلام زبانِ خدا ہوں میں | مشکل کشا کا لال ہوں مشکل کشا ہوں میں
میزانِ مغفرت میں گناہوں کو تول دوں | عقدہ جو لاکھ ہوں تو اشارے میں کھول دوں

۶۹

وہ کس کی والدہ ہے جو ہے بضعۃ الرسول | مرضیہ و رضیہ و صدیقہ و بتول
مریم کی عرض ہوتی تھی جس طرح سے قبول | فضہ کے واسطے ہے وہی مرتبہ حصول
عزت یہ فاطمہؑ کی کنیزی میں پائی ہے | اُس کے لیے بھی نعمتِ فردوس آئی ہے

۷۰

اعدا نے تب کہا کہ یہ سب ہم پہ ہے عیاں | بیشک ہو تم نبیرۂ پیغمبرؐ زماں
حیدر تمھارے باپ ہیں اور فاطمہؑ ہیں ماں | بیعت بغیر پر نہ ملے گی تمھیں اماں
مانیں گے فاطمہؑ کو نہ شیرِ الٰہ کو | کاٹیں گے بوسہ گاہِ رسالت پناہ کو

۷۱

کیا ہوگا گر ہے آپ کے قبضے میں ذوالفقار | آپ ایک یاں چھ لاکھ جواں اور کئی ہزار
دستِ علیؑ سے چلتی تھی یہ تیغ آب دار | فاقے میں تین دن کے کہاں زورِ کارزار
حملہ نہ ہو سکے گا ہزار آپ کد کریں | عباسؑ اب نہیں ہیں جو آکر مدد کریں

۷۲

پہلے تو مسکرائے یہ سن کر امامِ دیں | اعدا پہ کی نظر صفتِ شیرِ خشمگیں
ساتوں فلک لرز گئے الٹی جو آستیں | دیکھا جو سوئے چرخ تو ہلنے لگی زمیں
چمکی جو ذوالفقار نکل کر غلاف سے | پریاں بچا کے جان اُڑیں کوہِ قاف سے

۷۳

نعرہ کیا کہ او پسر سعد نابکار
لے دیکھ تین روز کے پیاسے کی کارزار
آیا علیؑ کا شیر خبردار ہوشیار
دیکھوں تو روکتے ہیں مجھے کس طرح سوار
مجھ سے کسے جہاں میں مجال ستیز ہے
برہان قاطع ایک مری تیغ تیز ہے

۷۴

آفاق میں نہیں مری شمشیر کی پناہ
جوہر کھلیں تو بند ہو امن و اماں کی راہ
قوت وہ ہے کہ کوہ کو کاٹوں مثال کاہ
ہل جائے آسماں جو کروں غیظ سے نگاہ
دریا بسموم قہر سے میرے سراب ہو
نعرہ کروں تو زہرۂ مریخ آب ہو

۷۵

نقارۂ وغا پہ لگی چوب یک بیک
اُٹھا غریو کوس کہ ہلنے لگے فلک
شہپور کی صدا سے ہراساں ہوے ملک
قرنا پھنکی کہ گونج گیا دشت دور تک
شور دہل سے حشر تھا افلاک کے تلے
مردے بھی ڈر کے چونک پڑے خاک کے تلے

۷۶

حد سے فزوں تھی کثرت افواج نابکار
نیزے پہ نیزہ تیغ پہ تھی تیغ آب دار
ہر سمت تھی سناں پہ سناں مثل کارزار
ہر صف میں تھی سپر پہ سپر مثل لالہ زار
پیکاں بہم تھے جیسے ہوں گل بے کھلے ہوے
گوشوں سے تھے کمانوں کے گوشے ملے ہوئے

۷۷

اُنڈی ہوئی تھی فوج پہ فوج اور دل پہ دل
تھے برچھیوں کے صورت مقراض پھل پہ پھل
خنجر وہ جن کی آب میں ہے تلخی اجل
وہ گرز جن کے ڈر سے گرے دیو منھ کے بل
دو دو تبر تھے پاس ہر اک خود پسند کے
حلقوں پہ تھے بچھے ہوے حلقے کمند کے

۷۸

حملہ کیا خدیو فلک بارگاہ نے
رد کا سپر کو رخ پہ ہر اک روسیاہ نے
راہ اماں کو بند کیا تیغ شاہ نے
قبضے میں پائی امن کی جا گہ پناہ نے
تلوار تھی کہ فوج پہ قہر خدا چلا
گویا زباں نکالے ہوے اژدہا چلا

۷۹

گیتی کو زلزلہ ہوا اللہ رے جلال
نعرہ کیا کہ گونج گیا عرصۂ قتال
ہلنے لگے درخت لرزنے لگے جبال
سبزہ نہ تھا کھڑے تھے بدن پر زمیں کے بال
مریخ نے منھ اپنا چھپایا تھا خوف سے
سینے کو آسماں نے چرایا تھا خوف سے

۸۰

ڈر سے ہوا فرات کی موجوں کو اضطراب
اور آب میں سروں کو چھپانے لگے حباب
پانی سے مچھلیوں کو ابھرنے کی تھی نہ تاب
دہشت سے سب نہنگ چھپے جا کے زیر آب
اک شیر تھا بچائے خدا اس کی کاٹ سے
طوفاں اٹھا ہے تیغ حسینی کے گھاٹ سے

۸۱

کعبہ ادھر تھا جلوہ نما اور اُدھر کنشت
دوزخ کی آگ اُدھر تھی اِدھر گلشن بہشت
کھیتی اِدھر کرم کی اُدھر تھی ستم کی کشت
یاں کار نیک ہوتے تھے واں فعل ہائے زشت
شیطاں تھا اُس طرف تو اِدھر کردگار تھا
میدان میں مقابلۂ نور و نار تھا

۸۲

بجلی گری کہ فوج پہ تیغِ دو سر گری
چمکی کبھی فلک پہ کبھی فرق پر گری
کٹ کر کسی کی تیغ کسی کی سپر گری
سر کاٹ کے ادھر سے جو اٹھی ادھر گری
زرہیں تنوں میں مثلِ کفن چاک ہو گئیں
اک آن میں صفیں کی صفیں خاک ہو گئیں

۸۳

پڑتی تھی جس کے فرق پہ وہ تیغ سر شگاف
تا سینہ کوئی اور کوئی تا کمر شگاف
ہوتا تھا سر سے مثلِ قلم تا جگر شگاف
چار آئینہ کسی کا کسی کا سپر شگاف
سر تھا اگر تو ہاتھ کا تن پر اثر نہ تھا
ثابت کسی کے ہاتھ اگر تھے تو سر نہ تھا

۸۴

قبضے میں تھی حسینؑ کے دستِ خدا کی تیغ
نیزوں کے بند کاٹتی تھی مرتضیٰ کی تیغ
غل تھا کبھی رکی ہے کسی سے قضا کی تیغ
عقدوں کو کھول دیتی تھی مشکل کشا کی تیغ
ثابت کسی سوار کے تن پر زرہ نہ تھی
کھولا نہ ہو جسے کوئی ایسی گرہ نہ تھی

۸۵

دم بھر اماں نہ دیتی تھی وہ برقِ جاں گسل
روباہ بن گئے تھے جوانانِ شیر دل
اور ناریوں پہ آگ برستی تھی متصل
مقتل کی خاک خوں سے سب ہو گئی تھی گل
کشتوں کی حد تو زخمیوں کی انتہا نہ تھی
اعدا کے تن سے دم کے نکلنے کی جا نہ تھی

۸۶

سرکش تھے بادِ کبر سے جو خانماں خراب
کڑیوں سے یوں زرہ کے گذر جاتی تھی شتاب
خود ان کے گر کے ٹوٹ گئے صورتِ حباب
جس طرح دام سے نکل آتی ہے موجِ آب
ضربت میں شہ کی ضربِ علیؑ کا قرینہ تھا
سر تھا نہ چار آئینہ تھا اور نہ سینہ تھا

۸۷

چھوٹے تھے ہاتھ پاؤں سبھوں کے دمِ ستیز
صرصر کی طرح چلتی تھی ہر سو وہ تیغِ تیز
نے تابِ کارزار تھی نے طاقتِ گریز
سر گر رہے تھے جسم سے تھی فصلِ برگ ریز
ان باغیوں پہ تیغ کے جوہر عیاں ہوئے
جب پھل لگا تو پھول سپر کے خزاں ہوئے

۸۸

ہاتھوں میں زور قلب میں صبر و سکوں نہ تھا
وہ کون سا نشاں تھا جو سرنگوں نہ تھا
رخ زرد تھے تنوں میں لعینوں کے خوں نہ تھا
جز موت گمرہوں کا کوئی رہنموں نہ تھا
تھے سخت کشمکش میں ستمگار اس طرف
تیغ اس طرف کو کھینچتی تھی نار اس طرف

۸۹

تھی شکلِ لا جو تیغِ شہِ آدم و ملک
عالم سے کفرِ کافر کو اُس نے کیا تھا چک
کرتی تھی نفی نفی صدا وہ تہِ فلک
دو انگلیاں بنی تھیں پئے چشمِ شر و شک
ڈر سے اسی کے کفر کی بنیاد پست تھی
اسلام کو ظفر تو بتوں کو شکست تھی

۹۰

تھی دستِ شاہِ دیں میں دو چند آبروئے تیغ
آتش سے معرکے میں مشابہ تھی خوئے تیغ
تھا ہاتھ بھر سروں سے فزوں آبِ جوئے تیغ
دوزخ کو کھنچ گیا جو کوئی آیا سوئے تیغ
سر کٹ کے دو جسم سے اک دم میں جا رہا
تن مثلِ سہم قعرِ جہنم میں جا رہا

۹۱
کرتا تھا شمر لاکھ لڑائی کا بندوبست
لکھی ہوئی تھی پر خطِ تقدیر میں شکست
نیزے تو تھے بلند مگر ہمتیں تھیں پست
آگے نہ پاؤں ڈر سے اٹھاتے تھے تیز دست
سر تیغ سے مثالِ قلم کٹتے جاتے تھے
پیچھے ہی ظالموں کے قدم ہٹتے جاتے تھے

۹۲
اک برق سی چمکتی تھی بالائے سطحِ خاک
گاہے سوئے سمک تو کبھی جانبِ سماک
جوشن تو پارہ پارہ تھے اور جسم چاک چاک
دم لیتی تھی نہ تیغ نہ رکتا تھا دستِ پاک
اپنے پروں کی فکر تھی روح الامیں کو
رعشہ تھا چرخِ پیر کو سکتہ زمیں کو

۹۳
جب صف پہ وار کرتے تھے سلطانِ بحر و بر
اڑتی تھی کٹ کے صورتِ کاغذ ہر اک سپر
چھپتی تھیں بھاگی جاتی تھیں گرتے تھے خاک پر
قبضوں میں تیغیں جسم سے روحیں تنوں سے سر
پے تھے قدم گریز کے کوچے بھی بند تھے
شعلہ وہ تیغ تھی سر اعدا سپند تھے

۹۴
چھپتے تھے یوں وہ دیکھ کے اس تیغ کی چمک
بھاگے شعاع مہر سے جس طرح شپرک
اوجِ سما سے زلزلہ برپا تھا تا سمک
چمکی وہ جب تو کانپ گئے چرخ پر ملک
ہر شے تھی خوفِ جاں سے خشوع و خضوع میں
سجدے میں تھی زمیں تو فلک تھا رکوع میں

۹۵
جانوں کو چھوڑتی تھی نہ وہ تیغ برق دم
تھی اس کی ناب جادۂ سر منزلِ عدم
ہر جوہر اس کا دیدۂ بینا سے تھا نہ کم
اعدا کو ڈھونڈھتی تھی وہ قد اس لیے تھا خم
تھی موجِ بحرِ قہر جسے دار و گیر میں
سیلِ فنا کا جال تھا اس کے خمیر میں

۹۶
بجلی سی کوند کر جدھر آئی جلا گئی
دم میں چراغِ راہِ ضلالت بجھا گئی
لشکر میں فرد فرد کو جوہر دکھا گئی
خوں سے بھرا نہ پیٹ تو لوہے کو کھا گئی
جوشن کو کاٹ جاتی تھی یوں آ کے اوج سے
پیراک جس طرح نکل آتا ہے موج سے

۹۷
چلاتی تھیں کمانیں کہ کس جا ہوں گوشہ گیر
ہم تو خطا شعاروں کے قبضے میں ہیں اسیر
چلّے میں نیزے کانپتے تھے مثلِ پائے تیر
سہمے ہوئے نکلتے نہ تھے سرکشوں سے تیر
دم بند خنجروں کے بھی تھے اس مصاف میں
تیغیں چھپی تھیں خوف کے مارے غلاف میں

۹۸
دریا لہو کا بہتا تھا مقتل کی خاک پہ
کاسے سروں کے مثلِ حباب آتے تھے نظر
تھے مثلِ موجِ دست بریدہ ادھر ادھر
نافیں بھنور تھیں اور کفِ دریا تھے سر بسر
نہریں لہو کی دشت میں پیشِ نگاہ تھیں
کشتوں کی کشتیاں تھیں کہ خوں میں تباہ تھیں

۹۹
بڑھ بڑھ کے یوں پھر آتے تھے وہ عاشقِ صمد
ہوتا ہے جس طرح سے سمندر میں جزر و مد
جاتے تھے نیزہ داروں پہ جب صورتِ اسد
آتی تھی فاطمہؑ کی صدا یا علیؑ مدد
ہو جاتی تھی دو چند برش ذوالفقار میں
ہوتے تھے سب کے ہاتھ قلم ایک وار میں

۱۰۰

جس فرق پر چمک کے وہ برق اجل گئی
بوسہ زمین پاک کو دے کر نکل گئی
جس صف کو آنچ لگ گئی اس کی وہ جل گئی
کاٹا کسی کو گر تو کسی کو نگل گئی
ضربت پہ عقل دیکھنے والوں کی دنگ تھی
افعی کسی جگہ تو کسی جا نہنگ تھی

۱۰۱

اک شور تھا کہ تیغ ہے یا یہ خدا کا قہر
بہتی ہے جس کی آگ سے کوسوں لہو کی نہر
ناگن ہے یہ کہ کاٹے کی جس کی نہیں ہے لہر
اُتری گلے سے چڑھ گیا سارے بدن میں زہر
زخموں سے جسم ڈر سے کلیجے فگار ہیں
جوہر نہیں ہیں تیغ میں دنداں مار ہیں

۱۰۲

سر پر پڑی فرس کے تو سوئے کفل چلی
وہ منہ کے بھل زمیں پہ چلا یہ نکل چلی
بجلی سی جس لعیں پہ چلی برمحل چلی
پہونچی اُدھر سے تیغ اُدھر سے اجل چلی
دو آفتوں نے دشمنِ دیں کو دبا لیا
سر تیغ نے لیا تو اجل نے گلا لیا

مطلع دوم ۱۰۳

جب حملہ ور امامِ مسیحا نفس ہوئے
نیچے ہلوے سوار تو اوپر فرس ہوئے
کُشتوں کے ڈھیر راست و چپ و پیش و پس ہوئے
پا پنج آ گئے جو تیغ کے نیچے وہ دس ہوئے
کشتوں کی شکل خوں سے جو روپوش ہو گئی
گنتی اجل کو اُن کی فراموش ہو گئی

۱۰۴

سر پر چڑھی تو چنبرِ گردن کو دو کیا
گردن سے بڑھ کے سینۂ و جوشن کو دو کیا
جوشن کے ساتھ زین کے دامن کو دو کیا
دامن کی کیا بساط ہے توسن کو دو کیا
غل تھا حسینؑ بادشہ شرق و غرب ہے
سکہ ہے انہیں کے نام کا جس کی یہ ضرب ہے

۱۰۵

لڑتا تھا وہ نہنگ محیطِ دلاوری
کرتی تھی تیغ قلزمِ خوں میں شناوری
ہوتے تھے قتل کوفی و شامی و خیبری
اڑتا تھا رخش یوں کہ اُڑے جس طرح پری
غل طاروں میں تھا کہ عجب راہوار ہے
تختِ ہوا پہ آج سلیماں سوار ہے

۱۰۶

صرصر سے تیز تر تھا وہ اسپِ خجستہ فر
یکساں تھا اس کو صورتِ خورشید دشت و در
پانی پہ تھا جو موج تو آتش میں تھا شرر
گیتی نورد و برق تگ و آسماں سفر
ٹاپوں سے سرکشوں کی صفیں پائمال تھیں
زیں آفتاب تھا تو رکابیں ہلال تھیں

۱۰۷

طے کی جو راہ بحر تو بر سے نکل گیا
مانند خیر لشکرِ شر سے نکل گیا
آیا اُدھر سے گر تو اِدھر سے نکل گیا
پُتلی کے گرد پھر کے نظر سے نکل گیا
سرعت میں تھا ہرن تو وغا میں ہژبر تھا
پستی میں سیل تھا تو بلندی میں ابر تھا

۱۰۸

مثلِ نگاہ فوج کی صف سے نکل گیا
غلطاں گہر تھا اک کہ صدف سے نکل گیا
وہ گر پڑا یہ جس کی طرف سے نکل گیا
اک تیر تھا کہ صاف ہدف سے نکل گیا
فرفر رواں اُدھر سے دمِ جست و خیز تھا
الٹا پھرا اُدھر سے تو فرفر سے تیز تھا

۱۰۹

نکلا ادھر سے بہر وغا ایک رو سیاہ
کاندھے پہ گرز بر میں زرہ خشمگیں نگاہ
زور آور و تہمتن و مغرور و کینہ خواہ
سر پر مثالِ قبضۂ تیغ آہنی کلاہ
آمد شقی کی تھی کہ رواں رود نیل تھا
ہیبت میں تھا جو دیو تو ہیکل میں پیل تھا

۱۱۰

تھا جسم نابکار سے عرصہ زرہ پہ تنگ
خونخوار، فتنہ ساز، دل آزار، خانہ جنگ
جوشن میں یوں تھا دم میں جس طرح ہو نہنگ
آنکھیں تو فرط غیظ سے سرخ اور سیاہ رنگ
تیوری چڑھائی دیکھ کے حضرت کو دور سے
آیا قریب سبط نبیؐ کس غرور سے

۱۱۱

چمکا کے ذوالفقار اٹھائی جو شہ نے باگ
تھی شمع دودمانِ علیؑ سے جو اس کو لاگ
لشکر میں اس طرف سے ہوا غل کہ بھاگ بھاگ
سن کر یہ شور لگ گئی ناری کے تن میں آگ
سمجھا نہ یہ کہ ابن علیؑ ہے جلال پر
حملہ کیا شقی نے محمدؐ کے لال پر

۱۱۲

روکر کے اس کے وار بڑھے شاہ بحر و بر
دو کر دیا عمود کو مثل خیار تر
پنجے کے بند کاٹ دیے مثل نیشکر
چھپکا چمک سے تیغ دو سر کی وہ خیرہ سر
گرتے ہوئے لیا کمر نابکار کو
غل پڑ گیا وہ شیر نے پکڑا شکار کو

۱۱۳

زیں سے اٹھا کے روک لیا صورتِ سپر
سر سے ہوا بلند تو پھینکا زمین پر
ہتھیار کھل کے گر پڑے اس کے ادھر ادھر
طفلی سے زائچے میں کھچا تھا اجل کا گھر
پہچاننا بھی شکل میں اشکال ہو گیا
ایک ایک عضو قرعۂ رمال ہو گیا

۱۱۴

لوہے کا خود کاسۂ سر میں نہاں ہوا
برے اکھڑ کے قلب و جگر میں نہاں ہوا
سر پر لگی نہ ضرب کہ بر میں نہاں ہوا
سینہ شکست ہو کے کمر میں نہاں ہوا
ساتوں طبق زمیں کے تہِ چرخ ہل گئے
ابر د شقی کے پاؤں کے ناخن نکل گئے

۱۱۵

پڑھنے لگے درود فلک پر ملک بہم
آئی صدا علیؑ کی نثار اس وغا کے ہم
نصرت نے ہاتھ چوم لیے فتح نے قدم
تو شیر حق کا فخر ہے اے صاحب کرم
یہ جنگ تجھ پہ ختم ہے اندوہ و یاس میں
میں بھی کبھی لڑا نہیں اس بھوک و پیاس میں

۱۱۶

اے افتخار فاتحِ بدر و حنین واہ
رحمت خدا کی واہ مرے نور عین واہ
کرتے ہیں مرد یونہی ادا سرے دَین واہ
کس حسن سے جہاد کیا اے حسینؑ واہ
جو زور آج تک تھا خفی وہ جلی ہوا
تو فخر خاندان نبیؐ و علیؑ ہوا

۱۱۷

تنہا لڑا ہوں میں بھی ہزاروں سے میرے لال
پر کی مدد کو ہوتے تھے محبوب ذوالجلال
پر تشنہ و گرسنہ کبھی کی نہیں جدال
تنہا ہے تو قلم ہوئے سب تیرے نونہال
ان حادثوں میں جنگ عجب کا مقام ہے
اے فاطمہؑ کے لال یہ تیرا ہی کام ہے

۱۱۸
روکر کہا حسینؑ نے اے شاہ بحر و بر
عباسؑ مر کے توڑ گئے ہیں مری کمر
میں کیا کروں گا جنگ کہ سو داغ اک جگر
دل پہ ضعیف جب سے موا ہے جواں پسر
کیا جنگ سوجھے غم ہو جب آنکھوں کے نور کا
ہاں کچھ لڑا تو سب ہے یہ صدقہ حضور کا

۱۱۹
اکبرؑ بغیر دل نہیں جینے کو چاہتا
اب سنیے زبانِ مبارک سے یہ دعا
نانا کے کلمہ گو ہیں یہ اُن سے لڑوں میں کیا
کٹ جائے تیغِ ظلم سے جلدی مرا گلا
سر دے کے حق کی راہ میں فارغ حسینؑ ہو
میرے حرم لٹیں مگر اُمّت کو چین ہو

۱۲۰
زینبؑ پکاری ڈیوڑھی سے اُس دم بہ چشمِ تر
آئی سمٹ کے فوجِ لعیں کچھ نہیں خبر
یہ کس سے باتیں کرتے ہو یا شاہِ بحر و بر
دم گھٹ گیا نکلتی ہوں خیمے سے ننگے سر
پھر ذوالفقارِ حیدرِ صفدر سے کام لو
کس نے کہا کہ ہاتھ لڑائی سے تھام لو

۱۲۱
دیکھو وہ تیر چلّوں سے اعدا ملاتے ہیں
چھپ چھپ کے حیلہ ساز کمندیں بچھاتے ہیں
نیزوں کو تولتے ہوئے ظالم پھر آتے ہیں
ہے ہے ستم شعار پرے پھر جماتے ہیں
رحم اُن پہ آپ کا نہ جنھوں نے ادب کیا
تیغِ علیؑ کو روک لیا کیا غضب کیا

۱۲۲
پھر کھینچو ذوالفقار کو یا شاہِ دیں پناہ
شفقت کرے گا اُن کے رانڈوں پہ کون آہ
ہم کو بچاؤ قید سے ہم ہوئیں گے تباہ
صدقے گئی سکینہؑ کے سِن پر کرو نگاہ
روئی مچل کے گر تو سنبھالی نہ جائے گی
بے آپ کے کسی سے یہ پالی نہ جائے گی

۱۲۳
یہ عمر اور یتیمی کے رنج و غم و محن
کبریٰ پہ جائے رحم ہے اے سرورِ زمن
بچی سے اُٹھ سکے گا بھلا صدمۂ رسن
اکبرؑ سا بھائی سر پہ نہ لختِ دلِ حسنؑ
حضرت بغیر کون سی صورت حیات کی
رانڈ آج ہوگئی ہے دو دلھن ایک رات کی

۱۲۴
حضرت پکارے سب کا خدا ہے نہ کھاؤ غم
فرماتے ہیں علیؑ ولی شفقت و کرم
اب اشتیاقِ ذبح زیادہ ہے دم بہ دم
تھے شبرِ کبریا سے بہن ہم کلام ہم
بھائی پسر کی جنگ شہ خاص و عام کو
بابا نے سرفراز کیا ہے غلام کو

۱۲۵
زینبؑ پکاری آئے علیؑ لشکرِ کردگار
پردے کو پھر اٹھا کے پکاری وہ سوگوار
اب تو نہ برچھیاں لعیں ماریں گے نابکار
بابا تمھاری بندہ نوازی کے میں نثار
یاں چھوڑ دو نہ فاطمہؑ کے نورِ عین کو
لے جاؤ اپنے ساتھ نجف میں حسینؑ کو

۱۲۶
دشمن تو لاکھ اور مرے بھائی کا ایک دم
بچوں کو ساتھ لے کے وہاں جائیں گے ہم
واں تو کوئی کرے گا نہ سادات پر ستم
جھاڑے گی قبر ہاتھوں سے زینبؑ اسیرِ غم
دن کو تو کربلا کے [illegible] روئیں گے
راتوں کو گرد آپ کی تربت کے سوئیں گے

۱۲۷

شہ بولے حکمِ حق میں نہیں طاقتِ کلام
حیدر بھی ہیں سکوت میں اور انبیا تمام
ہے ہر بشر کی عقدہ کشائی ہمارا کام
زینبؑ یہی زمیں ہے مرے قتل کا مقام
خنجر قریب زانوئے قاتل قریب ہے
آج امتحانِ صبرِ حسینؑ غریب ہے

۱۲۸

چاہوں تو ایک دم میں فنا ہوں یہ نابکار
مظلوم ہو کے مرتا ہے زہراؑ کا یادگار
لیکن کیا ہے ہم نے غریبی کو اختیار
تا ہو نجاتِ امّتِ محبوبِ کردگار
جو لطف رحم میں ہے وہ نہیں ہے عتاب میں
ہے عاجزی پسند خدا کی جناب میں

۱۲۹

کبریٰ اسیر ہو کہ سکینہؑ طمانچے کھائے
شیعہ رہا ہوں نار سے عابدؑ گلا بندھائے
دوزخ سے دوستوں کو ہمارے خدا بچائے
خیمہ مرا جلے پہ نہ امّت پہ آنچ آئے
دوزخ ہو دور کوثر و جنت قریب ہو
میں ذبح ہوں تو ہوں انھیں راحت نصیب ہو

۱۳۰

یہ کہتے تھے کہ ٹوٹ پڑی شہ پہ فوجِ شام
حربے کئی ہزار اور اک شاہِ تشنہ کام
گردن جھکا کے برچھیاں کھانے لگے امام
خوں میں قبا رسولؐ کی تر ہو گئی تمام
تیغیں علیؑ کے لال کے شانوں پہ چل گئیں
چھاتی کے پار نیزوں کی نوکیں نکل گئیں

۱۳۱

مینھ کی طرح برسنے لگے شاہِ دیں پہ تیر
دامن پہ تیر جیب پہ تیر آستیں پہ تیر
تھرا رہے تھے لگ کے تنِ نازنیں پہ تیر
پہلو پہ تیغ سینے پہ نیزہ جبیں پہ تیر
داغوں سے خوں کے رختِ بدن لالہ زار تھا
شکلِ ضریح سینۂ اقدس فگار تھا

۱۳۲

ترتھی لہو میں زلف شکن در شکن جدا
درپے تھے نیزہ باز جدا تیغ زن جدا
مجروح لعلِ لب تھے جدا اور دہن جدا
کٹ کٹ کے ہو گیا تھا ہر اک عضوِ تن جدا
سیپارہ تھا نہ صدر فقط اس جناب کا
پرزے ورق ورق تھا خدا کی کتاب کا

۱۳۳

کرتا تھا وار برچھیوں والوں کا سب پرا
نیزوں میں خوں نبیؐ کے نواسوں کا تھا بھرا
تیغوں سے دم کے لینے کی فرصت نہ تھی ذرا
شمشیر و تیر نیزہ و خنجر کے ماورا
تھیں سختیاں ستم کی شہِ خوش خصال پر
چلتے تھے سنگ فاطمہؑ زہرا کے لال پر

۱۳۴

پھیری نہ تھی جو پشتِ مبارک دمِ مصاف
سیّد سے بے وطن سے زمانہ تھا برخلاف
تھے دو ہزار زخم فقط سر سے تا بناف
غل تھا کہ آج ہوتا ہے گھر فاطمہؑ کا صاف
سنبھلا نہ جائے گا خلفِ بوتراب سے
لو وہ قدم حسینؑ کے نکلے رکاب سے

۱۳۵

رہوار سے ابھی نہ گرا تھا وہ تشنہ لب
دل زخمی ہو گیا تو ہوا روح پر تعب
نیزہ کسی کا چل گیا پہلو پہ ہے غضب
غش کھا کے صدرِ زیں سے گرے سرورِ عرب
پہنچی فلک پہ آہ شہِ مشرقین کی
آئی صدا زمین سے ہے ہے حسینؑ کی

۱۳۶

بڑھ کر سناں کا ابنِ انس نے کیا جو وار
دوڑے سنبھالنے کے لیے شاہِ ذوالفقار
داماں زمیں پکڑ کے جھکے شاہِ نامدار
اس وقت یہ زمیں کو ہوا حکمِ کردگار
بے چین تجھ پہ گر کے نہ یہ دردمند ہو
اے ارضِ کربلائے معلیٰ بلند ہو!

۱۳۷

اس کے لیے جہاں کو سنوارا ہے اے زمیں
یہ عرشِ کبریا کا ستارہ ہے اے زمیں
میرے حبیبِ خاص کا پیارا ہے اے زمیں
ہم اس کے ہیں حسینؑ ہمارا ہے اے زمیں
دولت نبیؐ و فاطمہؑ و مرتضیٰؑ کی ہے
دامن میں لے اسے یہ امانت خدا کی ہے

۱۳۸

ناگہ بلند دامنِ زیں تک ہوئی زمیں
تھاما علیؑ نے بازوئے فرزندِ مہ جبیں
رہوار سے جھکے طرفِ خاک شاہِ دیں
زہرا پکاری عرش میں ہے احمدؐ کا جانشیں
زخموں میں درد ہو نہ کہیں میرے لال کے
لوگو اتارو گھوڑے سے بازو سنبھال کے

۱۳۹

تڑپا اتر کے خاک پہ فرزندِ بوتراب
اس وقت شمر سے عمر نے کیا خطاب
تیغیں چلیں جو دیکھ کے کہتے تھے آب آب
کیا دیر ہے حسینؑ کا سر کاٹ لے شتاب
یہ کس پہ کھینچ کھینچ کے خنجر عدو جھکے
ہاتھوں کو ٹیک کر شہِ دیں قبلہ رو جھکے

۱۴۰

بارہ تو خنجر ایک گلا وا مصیبتا
غم ہے کسی کا دل نہ جلا وا مصیبتا
سیدؐ پہ یہ بلا پہ بلا وا مصیبتا
ان سب کے بعد شمر چلا وا مصیبتا
آیا نہ رحم سینۂ شاہِ شہید پر
زانو رکھا شقی نے کلامِ مجید پر

۱۴۱

رکھنے لگا جو حلق پہ خنجر وہ بدخصال
بے تاب ہوں بتا دے مجھے بہرِ ذوالجلال
اس وقت عرش سے چونک کے بولا علیؑ کا لال
بی بی تو کوئی بچی نہیں کھولے سر کے بال
بولا وہ قتلِ سید زمیں تھرتھراتی ہے
کوئی تو پیٹتی ہوئی خیمے سے آتی ہے

۱۴۲

لڑکی بھی ایک ساتھ ہے پہنے ہوئے گہر
اس دم تڑپ کے کہنے لگے شاہِ بحر و بر
کہتی ہے زلفیں نوچ کے ہے ہے مرے پدر
اے شمر اس کے سامنے مجھ کو نہ ذبح کر
خنجر کو ایک دم کے لیے آہ روک لے
یہ خوں بھری عبا مری للہ روک لے

۱۴۳

گر یہ نہ ہو تو حلق پہ خنجر کو جلد پھیر
زینبؑ وہ ہے کہ باپ ہے جس کا خدا کا شیر
لپٹے گی وہ حسینؑ سے آ کر ہوئی جو دیر
اس دم کیا قساوتِ قلبی نے اس کو گھیر
غصے سے آستیں کو چڑھانے لگا لعیں
خنجر گلوئے شہ پہ پھرانے لگا لعیں

۱۴۴

کرتا ہے راوی یوں میں حمید اس طرح بیاں
آتی تھی شش جہت سے صدا یہ کہ الاماں
ہنگامِ ذبح تیرہ و تاریک تھا جہاں
غل تھا کہ اب زمیں پہ گرتا ہے آسماں
کرتا ہے شمر ذبح دو عالم کے شاہ کو
جعفرؑ پکارتے ہیں رسالت پناہ کو

۱۴۵

اک بی بی دوڑی آتی تھی رن میں با اضطراب
گرد اس کے تھا ردا کے سوا نور کا حجاب
موزے تو پاؤں میں رخِ پر نور پر نقاب
پیدا یہ تھا کہ ابر میں پنہاں ہے آفتاب
تھی آگے آگے چادرِ عصمت رُکی ہوئی
بکھرے تھے سر کے بال کمر تھی جھکی ہوئی

۱۴۶

خالی نظر پڑا جو اسے ذوالجناح شاہ
ہے ہے گرا زمیں پہ شہِ عرش بارگاہ
چلائی سر کو پیٹ کے میں ہو گئی تباہ
اے کربلا کدھر ہے محمدؐ کا رشکِ ماہ
دیکھی جو اس نے تیغ گلے پر امامؑ کے
ریتی پہ گر پڑی وہ کلیجے کو تھام کے

۱۴۷

چلائی اُٹھ کے خاک سے نانا مدد کو آؤ
اماں خدا کے واسطے تشریف جلد لاؤ
بھائی ہے میرا تیغ تلے یا علیؑ بچاؤ
یا مجتبیٰ حسینؑ کو آغوش میں اُٹھاؤ
ہے ہے کوئی نہیں جو سنبھالے حسینؑ کو
اے ذوالجناح تو ہی بچالے حسینؑ کو

۱۴۸

اے ذوالجناح سبطِ نبیؐ میں ترے نثار
قاتل ترے سوار کی چھاتی پہ ہے سوار
بچپن سے میرے بھائی نے تجھ کو کیا ہے پیار
تیرے سوا نہیں کوئی اس وقت غمگسار
میں بنتِ فاطمہؑ ہوں جو بھائی کو پاؤں گی
تیرے سموں کو آنکھوں سے اپنے لگاؤں گی

۱۴۹

فریاد کر کے رہ گئی وہ سوختہ جگر
چلاتی تھی بتولؑ کہ ہے ہے مرا پسر
یاں تن سے کٹ گیا پسرِ فاطمہؑ کا سر
کہتے تھے مصطفیٰؐ کہ لٹا مرتضیٰؑ کا گھر
اب دیکھیے کہ لاش غریب الوطن اُٹھے
شبیرؑ کیا جہاں سے اُٹھے پنجتن اُٹھے

۱۵۰

ہر دم رہے انیس زباں پر خدا خدا
دلداری محبت و دلجوئی و وفا
بحرِ جہاں میں کون کسی کا ہے آشنا
معدوم ہے بصورتِ عنقا و کیمیا
گستاخ ہو کے عرض کیا ہے معاف ہو
ہم نے تو ایک دل کو نہ دیکھا کہ صاف ہو

سلام

۱ سلامی درِ شہ پہ گر جائیں گے
تو سب کام بگڑے سنور جائیں گے

۲ ہر اک آن یاں زندگی موت ہے
جئیں گے جو واں جا کے مر جائیں گے

قطعہ

۳ کہا فوجِ اعدا سے عباسؑ نے
سرک جاؤ ہم نہر پر جائیں گے

۴ ملے گا اگر اب نہ پانی انھیں
پھڑک کر کئی طفل مر جائیں گے

۵ گلوں سے جو اُترے گا اک ایک گھونٹ
تو اکھڑے ہوئے دم ٹھہر جائیں گے

۶ سکینہؑ کی ننھی سی اس مشک سے
جو ہو نہر خالی تو بھر جائیں گے

چڑھے گی جو ندی مرے اشک کی
تو نظروں سے دریا اُتر جائیں گے

قطعہ

یعینوں سے کہتے تھے زینبؑ کے لال
جو کچھ ہم سے ہوگا وہ کر جائیں گے
نہ دکھلاؤ تیغیں سمجھ کر صغیر
ہم ایسے نہیں ہیں کہ ڈر جائیں گے
پہن کر کہا شہ نے رختِ کہن
یہ کپڑے بھی تن سے اتر جائیں گے

قطعہ

حرم سے شبِ قتل کہتے تھے شاہ
دمِ صبح ہم کوچ کر جائیں گے
مصیبت کی راتیں بسر ہو گئیں
نہ روؤ یہ دن بھی گذر جائیں گے
یہ کہتی تھی بانوؑ خبر کس کو تھی
کہ اکبرؑ جواں ہو کے مر جائیں گے

قطعہ

عدو رنج دیتے تو کہتے تھے شاہ
ہم اب پھر کے یاں سے نہ گھر جائیں گے
خدا تو ہے شاہد کہ بے جرم ہوں
چھپیں گے کہاں اور کدھر جائیں گے
خدا بات رکھے جہاں میں انیسؔ
یہ دن ہر طرح سے گذر جائیں گے

رباعی

گلشن میں صبا کو جستجو تیری ہے
بلبل کی زباں پہ گفتگو تیری ہے
ہر رنگ میں جلوہ ہے تری قدرت کا
جس پھول کو سونگھتا ہوں بو تیری ہے

رباعی

آدم کو عجب خدا نے رتبا بخشا
ادنیٰ کے لیے مقام اعلیٰ بخشا
عقل و ہنر و تمیز جان و ایماں
اس ایک کفِ خاک کو کیا کیا بخشا

رباعی

یہ اوج یہ مرتبے ہما کو نہ ملے
یہ ذوق مرقعِ اُمرا کو نہ ملے
بخشی ہے خدا نے ہم کو یہ دولتِ فقر
برسوں ڈھونڈھے تو بادشا کو نہ ملے

رباعی

دل بت سے اُٹھا کے حق پرستی کیجیے
بے تیغ انیسؔ قطعِ ہستی کیجیے
آخر اک دن یہ پاؤں ہوں گے بیکار
بہتر ہے یہی کہ پیش دستی کیجیے

مرثیہ

لہو سے لال جو رن میں علیؑ کا لال ہوا
بہا جو زخموں سے خوں جسم شہ نڈھال ہوا
عجب وفورِ جراحت سے تن کا حال ہوا
سنبھلنا خانۂ زیں پر اُسے محال ہوا
حسینؑ امام تو گھوڑے پہ ڈگمگانے لگے
قریب آکے عدو برچھیاں لگانے لگے

۲

اکیلے شاہ تھے اور تھا ہجوم لشکر شام
چھدا ہوا تھا تن پاک برچھیوں سے تمام
کوئی لگاتا تھا نیزہ ستم کا کوئی حسام
رضا رضا کے سوا کچھ نہ تھا زباں پہ کلام
نجات امّتِ عاصی کی چاہتے تھے حسینؑ
جو کچھ زباں سے کہا تھا نباہتے تھے حسینؑ

۳

بدن پہ پڑتے تھے جب تیر شکر کرتے تھے
وہ تیر ظلم کے سینے سے جب گزرتے تھے
یہ رحم تھا کہ نہ قبضے پہ ہاتھ دھرتے تھے
تو دیکھ سوئے فلک سرد آہ بھرتے تھے
دکھاتے زورِ امامت تو پھر قیامت تھی
عجب رسولؐ کی امّت سے شہ کو الفت تھی

۴

یہ کس میں حوصلہ جو تن تو ہوئے زخموں سے چور
جو چاہتا تو فنا ہوتے دم میں وہ مقہور
دکھائے اس پہ نہ قدرت وہ صاحبِ مقدور
مگر حسینؑ کو خالق کی تھی خوشی منظور
ملا نہ کون سا دکھ کون سی جفا نہ ہوئی
مگر زباں کبھی شکوے سے آشنا نہ ہوئی

۵

رفیق آنکھوں کے آگے ہوئے شہید ستم
فرات پر ہوئے بھائی کے دونوں ہاتھ قلم
بھتیجا قاسمؑ نوشاہ سا ہوا بے دم
پسر موا علی اکبرؑ سا سہہ کے رنج و الم
ہزار رنج میں گو جان دردمند رہی
رضائے خالقِ اکبر مگر پسند رہی

۶

عدو تو نیزہ و تیر و تبر لگاتے تھے
زبان خشک کبھی ہونٹوں پر پھراتے تھے
امام زخموں کو کھا کھا کے مسکراتے تھے
کبھی دعا کے لئے زخمی ہاتھ اُٹھاتے تھے
حرم کا دھیان تھا نے غم تھا اپنے پیاروں کا
فقط خیال تھا ہم سے گناہ گاروں کا

۷

بہم جو پہونچا نہ تھا تین دن سے قطرۂ آب
مہینہ جیٹھ کا تھا دھوپ میں تھی یہ تب و تاب
فرش پہ غش ہوئے جاتے تھے شاہِ عرش جناب
کہ دشت کیں کی زمیں تھی زمینِ روزِ حساب
زوالِ شمس تھا لوں گرمیوں کی چلتی تھی
شرر فشاں تھا فلک اور زمیں جلتی تھی

۸

کھڑا تھا دھوپ میں تنہا وہ شاہِ نیک سیر
کٹے تھے پیچ عمامے کے تیغوں سے یکسر
نہ کوئی یار تھا اس وقت نے کوئی یاور
ہزار و نہ صد و پنجاہ زخم تھے تن پر
رکاب پائے مبارک سے نکلی جاتی تھی
زباں پیاس کی شدت سے لڑکھڑاتی تھی

۹

بدن کے زخم تمازت سے خور کی جلتے تھے
ہر ایک زخم سے خوں لے کے منہ پہ ملتے تھے
لہو کے قطرے بسانِ شرر نکلتے تھے
جو گرنے لگتے تھے گھوڑے پہ پھر سنبھلتے تھے
کبھی دہن سے ٹپکتا تھا گہ جبیں سے لہو
امام پونچھتے جاتے تھے آستیں سے لہو

۱۰

نہ رحم کرتے تھے کچھ شامیان بد کردار
ہر ایک سمت سے پڑتی تھی تیر کی بوچھار
پیاپے اس پہ لگاتے تھے تیغ ظلم کے وار
تو اُن سے کہتا تھا فرزند احمد مختار
نہ مارو مجھ کو دو عالم کا بادشاہ ہوں میں
خدا گواہ ہے سید ہوں بے گناہ ہوں میں

۱۱

ڈرو خدا سے ذرا اے گروہ ظلم پسند
کیا قبول کہ حیدرؑ کا بھی نہیں دلبند
نہیں سمجھتے نہ سمجھو رسولؐ کا فرزند
بتولؑ کے بھی کلیجے کا میں نہیں پیوند
اسیر رنج و محن ہوں۔ بلا نصیب تو ہوں
میں کلمہ گو تو ہوں مہماں تو ہوں غریب تو ہوں

۱۲

امام نہ سمجھو نہ اک بندۂ خدا سمجھو
علیؑ کا لال نہ زہراؑ کا دلربا سمجھو
غریب و بے کس و بے یار و آشنا سمجھو
عیال دار مصیبت کا مبتلا سمجھو
کلیجہ سوزِ عطش سے کباب ہے یارو
پلانا پیاسے کو پانی ثواب ہے یارو

۱۳

کوئی نہ سنتا تھا یہ اُس امام کی تقریر
کھڑی تھی ڈیوڑھی پہ سر کھولے شاہ کی ہمشیر
ستم کی برچھیاں سینے پہ مارتے تھے شریر
فغاں یہ کرتی تھی وہ دختر امیر کبیر
لعینو! بھوکے پیاسے کو قتل کرتے ہو
رسول حق کے نواسے کو قتل کرتے ہو

۱۴

میں اب نکلتی ہوں خیمے سے سر کے کھولے بال
غریب بے کس و بے آس ہے رسولؐ کا لال
نہ لو امام کے خوں کا تم اپنے سر پہ وبال
بس اب نہ وار کرو زخمی ہو چکا ہے کمال
عیال لے کے کسی اور سمت جائے گا
تمہارے ملک کی سرحد میں اب نہ آوے گا

۱۵

یہ کہہ کے زینبؑ بیکس پچھاڑیں کھاتی تھی
سکینہ ہائے پدر کہہ کے بلبلاتی تھی
در خیام پہ کلثومؑ نکلی آتی تھی
صدا یہ گوش شہ تشنہ لب میں جاتی تھی
سوئے خیام بہ حسرت نگاہ کرتے تھے
جگر کو تھام کے ہاتھوں سے آہ کرتے تھے

۱۶

بہن جو سنتی تھی بھائی کی نالہ و زاری
پکارتی تھی کہ بھیا بہن ترے واری
اٹھا کے خیمے کے پردے کو تب وہ دکھیاری
لگے ہیں تیروں سے کیا زخم جسم پر کاری
پکار کر کہو مجھ سے جو حال ہے بھائی
تمہارا جسم تو سب خوں سے لال ہے بھائی

۱۷

یہ ظلم دیکھنے کی میرے دل کو تاب کہاں
تمہاری بے کسی مظلومی کے بہن قرباں
خدا کے واسطے خیمے میں آؤ بھائی جاں
خبر تو رانڈوں کی لو یا امام تشنہ دہاں
کھڑی ہوئی در خیمہ پہ ہاتھ ملتی ہوں
تم آؤ ورنہ میں اب ننگے سر نکلتی ہوں

۱۸

جو تم میں آنے کی طاقت نہ ہو تو آؤں میں
بدن پہ نیزہ و خنجر کے زخم کھاؤں میں
تمہارے بدلے سپر ہوں تمہیں بچاؤں میں
ردائے حضرت زہراؑ تمہیں اوڑھاؤں میں
پھر اپنی آنکھوں سے اک بار دیکھ لوں بھائی
تمہارا آخری دیدار دیکھ لوں بھائی

۱۹

سنی غریب بہن کی یہ جس گھڑی تقریر
پکارے خیمے کو منہ پھیر کر کہ اے ہمشیر!
تو اپنی بے کسی پر روئے سید دلگیر
مرے بچانے کی اس وقت مت کرو تدبیر
لگام گھوڑے کی اس دم پھرا نہیں سکتے
یہ زخمی ہیں کہ وہاں تک ہم آ نہیں سکتے

۲۰

گھڑی ہے گھیرے ہوئے مجھ کو فوج ناہنجار
خدا کے شیر کی بیٹی ہو تم بلند وقار
قدم نہ ڈیوڑھی سے باہر نکالیو زنہار
جو نکلو گی تو کہے گا ہر ایک بدکردار
حسینؑ امام کی خواہر کو سر کھلے دیکھا
بتول پاک کی دختر کو سر کھلے دیکھا

۲۱

یہ سچ ہے ضبط کا اس دم تمھیں نہیں یارا
اگرچہ تن ہے مرا تیغ کیں سے صد پارا
یہ کیا کریں کہ سوا ضبط کے نہیں چارا
مگر بہن ترے بھائی نے دم نہیں مارا
یہ جانیو کہ مجھے زخموں کی اذیت ہے
خدا کی راہ میں جو رنج ہے سو راحت ہے

۲۲

یہ جائے گریہ نہیں بلکہ ہے خوشی کی جا
ملے گا خلعت پر خوں مجھے شہادت کا
کہ آج ہوتا ہوں بھینا شہید راہ خدا
بلند ہوگا وہ عالم میں مرتبہ میرا
فدائے خالق بندہ نواز ہو شبیرؑ
چڑھے سناں پہ جو سر سرفراز ہو شبیرؑ

۲۳

بھلاؤ دل سے مجھے اب خدا کو یاد کرو
رضائے خالق اکبر پہ اعتماد کرو
نہ دے گا کوئی طلب مت کسی سے داد کرو
اسی کی چاہو خوشی دل کو اپنے شاد کرو
جو وہ ہو راضی تو مرنا بھی زندگانی ہے
محل رنج و مصیبت یہ دار فانی ہے

۲۴

تمھاری ماں پہ ہوئے کیسے رنج و محن
سوائے شکر شکایت کا پر کیا نہ سخن
ہمیشہ صدمے پہ صدمے دیا کیے دشمن
کرو وہ تم بھی کہ جو تھا تمھاری ماں کا چلن
نہ پیٹو سینہ و سر نے بکا کرو بھینا!
اب اپنے بھائی کے حق میں دعا کرو بھینا

۲۵

گلے پہ جبکہ رواں ہووے میرے تیغ ستم
ہزار تیر بدن پر اگر لگیں پیہم
تو سوئے قبلہ ہو سجدے میں تم بھی گردن خم
دعا کرو یہ کہ اس راہ سے ڈگے نہ قدم
گلے پہ جلد رواں میرے تیغ براں ہو
اب ایک ذبح کے دم کی بھی مشکل آساں ہو

۲۶

بیاں بہن سے یہ کرتا تھا وہ امام انام
کرو بس اب پسر فاطمہؑ کا کام تمام
پکارا فوج کو تب ابن سعد بد انجام
گرا دو گھوڑے سے جلد اے گروہ لشکر شام
سناں سے تیغ سے خنجر سے دل فگار کرو
بدن سے کاٹ کے سر نیزے پر سوار کرو

۲۷

یہ سن کے ٹوٹ پڑی اس پہ فوج کیں اک بار
قبا رسولؐ کی سب خوں سے ہو گئی گلنار
ہر اک طرف سے ہوئی برچھیوں کی مار امار
یہ کیا بیاں کروں صبر شہ بلند وقار
نہ اضطراب تھا کچھ اور نہ بے قراری تھی
دعائے بخشش امت زباں پہ جاری تھی

۲۸

سنبھلنے کا جو نہ تھا ذوالجناح کو یارا
کہ نیزہ پہلو پہ اک بد نہاد نے مارا
تو لڑکھڑاتا تھا ہر مرتبہ وہ بیچارا
تڑپ گیا وہ جناب رسولؐ کا پیارا
تکان سے اس کی جو سینے میں درد ہونے لگا
تو شہ کا چہرۂ پرنور زرد ہونے لگا

۲۹

نہ اس ستم پہ بھی باز آئے آہ وہ بے پیر
ابوالحنوق لعیں نے کماں میں جوڑ کے تیر
کسی نے فرقِ مبارک پہ ماری اک شمشیر
لگایا آہ سوئے دلبرِ جناب امیر
وہ ماتھا چاند سا یوں تیر کا نشانہ ہوا
کہ پشت سر سے وہ تیرِ ستم روانہ ہوا

۳۰

وہ زخم تیر کا جب یک بہ یک لگا کاری
پھر ابن وہب نے ایک برچھی چھاتی پر ماری
جبیں سے صورتِ فوارہ خوں ہوا جاری
کہ اس کی زہر میں آلودہ تھی سناں ساری
وہ برچھی سینۂ شبیرؑ کے جو پار ہوئی
تو روح فاطمہؑ مرقد میں بے قرار ہوئی

۳۱

سناں وہ سینے سے سبطِ نبیؐ نے جب کھینچی
غش آیا پھر نہ سنبھلنے کی شہ کو تاب رہی
کلیجہ ٹکڑے ہوا خون کی بہی ندی
قدم رکاب سے اور ہاتھ سے لگام چھٹی
جدا جو گھوڑے سے وہ نامدار ہونے لگا
تو ذوالجناح بھی گردن جھکا کے رونے لگا

۳۲

ابھی زمیں پہ گرے تھے نہ ذوالجناح سے شاہ
کہ آئی فاطمہؑ زہرا کی یہ صدا ناگاہ
خبر حسینؑ کی لو جلد آکے یا اتباہ!
خدا کے شیر کو بھی بیٹے آئیو ہمراہ
وہ ہائے ہے مرا پیارا زمیں پہ گرتا ہے
خدا کے عرش کا تارا زمیں پہ گرتا ہے

۳۳

کوئی نہیں مرے بچے کو تھامنے والا
کوئی لگاتا ہے تیرِ ستم کوئی بھالا
ہر ایک زخم سے بہتا ہے خوں کا پرنالہ
بڑے دکھوں سے اسے فاطمہؑ نے تھا پالا
شہید لال مرا بے گناہ ہوتا ہے
مدد کرو کہ مرا گھر تباہ ہوتا ہے

۳۴

پکاری فاطمہؑ پھر ذوالجناح کو اک بار
گرے کہیں نہ تری پشت سے مرا دلدار
سوارِ دوشِ رسولِ خدا ہے تجھ پہ سوار
دوزانو خاک پہ آہستہ بیٹھ جا دلدار
خدا نہ کردہ جو یہ نیم جاں زمیں پہ گرا
یقیں سمجھ لے کہ بس آسماں زمیں پہ گرا

۳۵

یہ تیری پیٹھ کا بچپنا سے چڑھنے والا ہے
یہ برگزیدۂ محبوبِ حق تعالیٰ ہے
اسے رسولؐ نے آقا نے تیرے پالا ہے
مگر فلک نے مصیبت میں اس کو ڈالا ہے
زمیں پہ گر کے جو غلطاں بگرد ہووے گا
مرے حسینؑ کے زخموں میں درد ہووے گا

۳۶

تو جانتا ہے یہ چڑھتا تھا دوشِ احمدؐ پر
برائے سجدۂ معبود جب جھکاتے تھے سر
بنا تھا عید کے دن اس کا اونٹ پیغمبر
سوار ہوتا تھا پشتِ نبیؐ پہ یہ دلبر
خدا کے دوست سے ایسا پیار کرتا تھا
نہ سر اٹھاتا جب تک نہ یہ اترتا تھا

۳۷

سنی جو گھوڑے نے یہ بنتِ مصطفیٰؐ کی صدا
اتر کے رتی پہ گھوڑے سے دلبرِ زہراؑ
تو گھٹنے ٹیک کے تازی زمیں پہ بیٹھ گیا
لہو میں ماہیِ بے آب سا تڑپنے لگا
وہ گیسو خاک سے اس تن کی اٹ گئے سارے
بدن کے زخم تڑپنے سے پھٹ گئے سارے

۳۸

زمیں پہ خون میں غلطاں تھے حضرتِ شبیرؑ
کمال کوزہ کئے نکلا حصینؔ ابنِ نمیر
کہ گرد شہ ہوا انبوہِ فرقۂ بے پیر
گلوئے خشک پہ حضرت کے اس نے مارا تیر
دوسار ہو کے وہ تیرِ ستم لٹکنے لگا
گلے میں آ کے رکا دم لہو ٹپکنے لگا

۳۹

یہ حال دیکھ کے بھائی کا زینبؑ مضطر
قریبِ شاہ کے آ پہونچی جب وہ خستہ جگر
اٹھا کے خیمے کے پردے کو دوڑی ننگے سر
پکاری اے عمرِ سعد! کچھ خدا سے تو ڈر
حجاب روحِ پیمبرؐ سے کچھ بھی آتا ہے
تو دیکھتا ہے مرا بھائی مارا جاتا ہے

۴۰

یہ کون ہے جسے کرتا ہے قتل اے بے پیر
یہ کس کا حلق ہے مارا ہے جس پہ ظلم کا تیر
یہ کس کے جسم پہ لگتے ہیں نیزہ و شمشیر
بھری ہے خون میں یہ کس کی چاند سی تصویر
ارے غریب ہے بیکس ہے بھوکا پیاسا ہے
ذرا سمجھ تو یہ کس شخص کا نواسا ہے

۴۱

سخن یہ زینبؑ دلگیر کے جو شہ نے سنے
اور اپنے حلق سے کھینچا وہ تیر جلدی سے
زمیں پہ غش میں تڑپتے تڑپتے اٹھ بیٹھے
گلے کے زخم پہ زینبؑ کی تا نظر نہ پڑے
لہو کی دھار سی لیکن نظر جو آنے لگی
دہائی دے دے کے زینبؑ پچھاڑیں کھانے لگی

۴۲

نہ آیا اس پہ بھی رحم ابنِ سعد کو اصلا
سنان و خولی و حجاج و شمر سے یہ کہا
شقی نے اپنا رخِ نحس ادھر سے پھیر لیا
بدن سے کاٹ لو اب سر حسینؑ بیکس کا
کسی کے پیٹنے رونے کا مت خیال کرو
سموں سے گھوڑوں کے لاشے بھی پائمال کرو

۴۳

یہ سن کے آئے پئے قتلِ شہ وہ ناہنجار
تنِ شریف میں جنبش رہی نہ جب زنہار
امامِ دیں پہ پھر آ کر کیا ہر ایک نے وار
چڑھا حسینؑ کی چھاتی پہ شمرِ بدکردار
اب آگے حال کہوں کیا گلو و خنجر کا
انیسؔ تازہ ہے غم تا بہ حشر سرور کا

سلام

۱ گھر سے جب زوّار وہ منزل گیا — مجرئی جنت کا رستہ مل گیا
۲ کیا شہادت کی خوشی تھی شاہ کو — زخم جو کھایا بدن پر کھل گیا
۳ سینۂ اکبرؑ پہ واں برچھی لگی — گھر میں یاں ماں کا کلیجہ ہل گیا
۴ تھے علی اکبرؑ عجب رشکِ چمن — کربلا کو لطفِ جنت رل گیا

۵	بات کی جب پھول منہ سے جھڑ پڑے	مسکرائے جب تو غنچہ کھل گیا
قطعہ ۶	شہسوارِ دوشِ احمدؐ کا پسر	قید میں پیدل گئی منزل گیا
۷	بیڑیوں سے پنڈلیاں زخمی ہوئیں	طوق سے نازک گلا چھل چھل گیا
۸	روئے آسائش نہ دیکھا عمر بھر	جو گیا دنیا سے وہ بے دل گیا
۹	قہرِ حق تھا غیظ عباسؑ علی	شیر کے نعروں سے جنگل ہل گیا
۱۰	کہتے تھے شہ مل گئے ہم خاک میں	اے فلک بتلا تجھے کیا مل گیا
۱۱	شکر اللہ تخت پر بیٹھے علیؑ	جلوہ فرما حق ہوا دل کھل گیا
۱۲	پنجتن کا واسطہ دے کر انیسؔ	جو خدا سے تم نے مانگا مل گیا

رباعی

گل سے بلبل کی خوش بیانی پوچھو — ذی فہم سے لطفِ نکتہ دانی پوچھو
توقیرِ کلامِ حق سمجھتا ہے کلیم — موسیٰ سے رموزِ لن ترانی پوچھو

رباعی

دولت کی نہ خواہش ہے نہ زر چاہتے ہیں — نے مال نہ اسباب نہ گھر چاہتے ہیں
جو مزرعہ آخرت ہے وہ خشک نہ ہو — ہاں اک تری رحمت کی نظر چاہتے ہیں

رباعی

کیا مرتبہ سلطانِ حجازی کا ہے — کیا عز و شرف امامِ غازی کا ہے
سجدے کا نشاں دیکھ کے سب کہتے تھے — نیزے پہ یہ سر کسی نمازی کا ہے

رباعی

میداں میں جو حضرت پہ ستم ہوتے تھے — زہراؑ و علیؑ اشکوں سے منہ دھوتے تھے
بھائی کے لیے ہوتے تھے شبیرؑ بیتاب — سر پیٹ کے محبوبِ خداؐ روتے تھے

رباعی

زینبؑ نے کہا ظلم و ستم ہوتا ہے — بے رحم کوئی شمر سا کم ہوتا ہے
یا شاہِ نجف آؤ مدد کی خاطر — سر بھائی کا سجدے میں قلم ہوتا ہے

مرثیہ ۱

جبکہ خاموش ہوئی شمعِ امامت رن میں
اور تڑپنے لگا وہ سرو سا قامت رن میں
دن کو پیدا ہوئی ظلمت کی علامت رن میں
صاف ظاہر ہوئے آثارِ قیامت رن میں
چرخ ہلتا تھا زمیں خوف سے تھراتی تھی
نالۂ فاطمۂ زہرا کی صدا آتی تھی

۲

نورِ تھا فاطمۂ کا راحتِ جاں قتل ہوا
حق کے سجدے میں امامِ دو جہاں قتل ہوا
ہائے پانی نہ ملا تشنہ دہاں قتل ہوا
قبلۂ دین شرف کون و مکاں قتل ہوا
ظلمِ اعدا سے ہوا یثرب و بطحا خالی
ہو گئی پنجتنِ پاک سے دنیا خالی

۳

تشنہ لب بے کس و مظلوم و مسافر ہے ہے
تابعِ مرضیِ حق صابر و شاکر ہے ہے
بوند پانی کی نہ پائی دمِ آخر ہے ہے
روضۂ احمدِ مرسل کے مجاور ہے ہے
سر لیے جاتے ہیں نیزے پہ چڑھانے کے لیے
کوئی آتا بھی نہیں لاش اٹھانے کے لیے

۴

بی بیاں ڈیوڑھی پہ چلاتی ہیں کھولے ہوئے سر
کہتی تھی پیٹ کے سر زینبؑ تفتیدہ جگر
ہائے فرزندِ علیؑ ہائے محمدؐ کے پسر
سبطِ احمدؐ تری مظلومی کے صدقے خواہر
تم نے پردیس میں منھ بہنوں سے موڑا بھائی
آپ جنت کو سدھارے ہمیں چھوڑا بھائی

۵

گھر میں زہراؑ کے تو ماتم ہے ستم گاروں میں عید
غل تھا سجدے میں ہوا فاطمہؑ کا لال شہید
روزِ عاشور کو سب سمجھے تھے لعیں روزِ سعید
آلِ احمدؐ پہ ظفریاب ہوئی فوجِ یزید
قتل فرزند ہوا غالبِ ہر غالب کا
کٹ گیا باغِ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کا

۶

اپنے خیمے میں ادھر بیٹھا تھا کرسی پہ عمر
کہ خبرداروں نے ناگاہ یہ دی آکے خبر
لے مبارک ہو کہ مارا گیا زہراؑ کا پسر
فاطمہؑ روتی رہی کاٹ لیا شمر نے سر
خیمے کی ڈیوڑھی پہ سیدانیاں چلاتی ہیں
بیٹیاں فاطمہؑ کی رن میں چلی آتی ہیں

۷

کہہ کے یہ کرسیِ زریں سے اٹھا وہ بے دیں
آیا خوش ہوتا ہوا سامنے یوں شمرِ لعیں
شکر ہے قتل ہوا بادشہِ عرش نشیں
سر تھا اک ہاتھ میں ایک ہاتھ میں تھا خنجرِ کیں
کہتا تھا احمدِ مختار کا گھر خاک ہوا
اے عمر! خاتمۂ پنجتنِ پاک ہوا

۸

تیرا اقبال تھا یاور کہ لڑائی ہوئی سر
خنجرِ ظلم سے کاٹا ہے محمدؐ کا جگر
اس کا یہ سر ہے جو تھا فاتحِ خیبر کا پسر
آج گل ہو گئی شمعِ لحدِ پیغمبرؐ
نالۂ شیر الٰہی کی صدا آیا کی
میرا خنجر نہ رکا فاطمہؑ چلایا کی

۹

اس نے دیکھا جو سرِ پاکِ امامِ خوش خو
بولا یہ شمر سے وہ آلِ پیمبرؐ کا عدو
چاہتا تھا کہ ہنسے پر نکل آئے آنسو
کس طرح ذبح کیا مجھ سے مفصل کہہ تو
تیغ جب حلق پہ رکھی تھی تو کیا کرتے تھے
اس نے رو کر کہا امت کی دعا کرتے تھے

۱۰
جب میں نزدیک گیا کھینچے ہوئے خنجر کیں
ہاتھ تھے خاک پہ اور سجدۂ خالق میں جبیں
قبلہ رو بیٹھے تھے بے ہوش شہ عرش نشیں
آستیں میں نے جو الٹی تو لرزتی تھی زمیں
عرش تھراتا تھا جب فاطمہ چلاتی تھی
الاماں کی مرے خنجر سے صدا آتی تھی

۱۱
زانو اس سینۂ پر نور پہ رکھنے لگا جب
تھامے ہاتھوں سے جگر کہتے تھے سلطان عرب
شور تھا چار طرف ہائے غضب ہائے غضب
میرا سینہ ہے یہ اس سینے کا لازم ہے ادب
تجھ کو اللہ نہ بخشے گا یہ کیا کرتا ہے
سر شبیر کو خنجر سے جدا کرتا ہے

۱۲
گردن سبط پیمبر پہ جو رکھا خنجر
پھر گئی آنکھ تلے گردش چشم حیدر
شہ بے کس نے عجب یاس سے کی مجھ پہ نظر
رو کے فرمایا کہ زینب تو نہیں ڈیوڑھی پر
اوٹ کچھ کر لے کہ وہ جی سے گزر جاوے گی
ذبح ہوتے مجھے دیکھے گی تو مر جاوے گی

۱۳
ذبح کے وقت کا احوال سناؤں تجھے کیا
سر برہنہ تھے نبی پیٹتے تھے شیر خدا
زینب آ پہونچی تھی شمشیر تلک ننگے پا
رکھے دیتی تھی گلا تیغ کے نیچے زہرا
جب علی ہاتھ پکڑتے تھے تو ہٹ جاتی تھی
پھر تڑپ کر شہ بے کس سے لپٹ جاتی تھی

۱۴
ماں کے احوال پہ روتا تھا علی کا جانی
مجھ سے دو مرتبہ منہ پھیر کے مانگا پانی
ہونٹھ سوکھے ہوئے تھے پیاس کی تھی طغیانی
سبط احمد کی کوئی بات نہ میں نے مانی
زیر شمشیر گلوئے شہ خوش خو دیکھا
آسماں ہل گئے جب سینے پہ زانو دیکھا

۱۵
ضرب اول میں شہ دیں نے کہا بسم اللہ
تیسری ضرب میں آئی یہ صدا اے جاں کاہ
دوسری بار پکارے مددے یا جداہ
بخش دے حشر میں یارب مرے شیعوں کے گناہ
پھر نہ کچھ حضرت شبیر کی آواز آئی
جب گلا کٹ گیا تکبیر کی آواز آئی

۱۶
شمر ظالم سے خوشی ہو کے لگا کہنے عمر
حکم دے فوج کو کوئی ابھی نہ کھولے کمر
شکر صد شکر کہ جلدی یہ مہم ہو گئی سر
جلد غارت کریں ابن اسد اللہ کا گھر
دن بہت کم ہے بس اب فکر زر و مال کرو
لٹ چکیں خیمے تو پھر لاشوں کو پامال کرو

۱۷
شمر چلایا یہ سنتے ہی کہ اے لشکر شام
دیر کا وقت نہیں اب کہیں ہو جائے نہ شام
غارت خیمہ کا ہے حکم چلے فوج تمام
جس کے جو ہاتھ لگے لوٹ لے اسباب امام
پاس ناموس نبی کے زر و زیور نہ رہے
ہاں سر زینب و کلثوم پہ چادر نہ رہے

۱۸
یہ سخن سن کے چلے خیموں پہ اعدا کے پرے
کاٹ کر لاشوں سے سر نوک پہ نیزوں کے دھرے
شور تھا رحم نہ ہرگز کوئی رانڈوں پہ کرے
نہ خدا سے نہ علی سے نہ پیمبر سے ڈرے
آل احمد پہ عجب طرح کی آفت آئی
فوج کیا آئی کہ خیمے میں قیامت آئی

۱۹
پیٹتی پھرتی تھیں سیدانیاں کھولے ہوئے بال
خوف کے مارے سکینہؑ کا عجب تھا احوال
ماؤں کی گودیوں میں چھپتے تھے ڈر سے اطفال
ماں سے لپٹی ہوئی چلاتی تھی وہ نیک خصال
جاں بلب ہوں شہ والا کو بلا دے کوئی
ارے لوگو مرے بابا کو بلا دے کوئی

۲۰
ارے لوگو مرے بھیا علی اکبرؑ ہیں کہاں
لوٹی جاتی ہے دولہن قاسم مضطر ہیں کہاں
کس سے بلواؤں پھوپھی جان کے دلبر ہیں کہاں
اُن کے قرباں میں عباسؑ دلاور ہیں کہاں
ظلم تو لشکر اعدا سے دکھاتا مجھ کو
کوئی اس وقت بچانے نہیں آتا مجھ کو

۲۱
یہ تلاطم تھا کہ خیمے میں دھنسے غارت گر
دختر فاطمہؑ کے سر پہ نہ چھوڑی چادر
اور لٹنے لگا ناموس نبیؐ کا زیور
شور تھا جلد بتا دو کہ خزانہ ہے کدھر
مخفی رکھی ہے کہاں سبط نبیؐ کی دولت
کیا ہوئی احمدؐ و زہراؑ و علیؑ کی دولت

۲۲
بیبیاں کہتی تھیں بکھرائے ہوئے چہروں پہ بال
کرتا تھا فاقے پہ فاقے اسد اللہ کا لال
گھر سخی کا ہے یہ بے جا ہے یہاں زر کا خیال
نہ دفینہ ہے نہ دولت ہے نہ زیور ہے نہ مال
اب حسینؑ ابن علیؑ سے ہے زمانہ خالی
ہو گیا آج محمدؐ کا خزانہ خالی

۲۳
غش میں بستر پہ جو سجادؑ پڑے تھے تنہا
ننھے سے ہاتھوں سے بازو کو ہلا کر یہ کہا
بے حواسی میں سکینہؑ گئی دوڑی اُس جا
پھوپھی اماں کی ردا چھن گئی اٹھو بھیا
ابھی مرا ڈرتا ہے چھاتی سے لگا لو مجھ کو
میرے گوہر نہ کوئی چھینے چھپا لو مجھ کو

۲۴
اٹھو صدقے گئی دیکھو کہ یہ کیسا ہے ستم
کھول کر آنکھ پکارے یہ امام عالم
برچھیاں تانے ہوئے گھر میں کھڑے ہیں اظلم
ہائے شاید سر شبیرؑ ہوا تن سے قلم
رہ گئے ہم اسد اللہ کا پیارا نہ رہا
لٹ گئے خلق میں سرتاج ہمارا نہ رہا

۲۵
کہتے تھے یہ کہ لعینوں کا ہوا گرد ہجوم
برچھیاں تان کے سب بولے کہ اٹھ او مغموم
قتل اس کو بھی کرو تھی لعینوں میں یہ دھوم
باپ مارا گیا شاید نہیں تجھ کو معلوم
اونٹ موجود ہیں ناموس کے بٹھلانے کو
بیڑیاں آئی ہیں بھاری ترے پہنانے کو

۲۶
آ گیا غیظ میں فرزند علیؑ کا دلدار
شمر اظلم سے یہ فرمایا کہ او نابہنجار
کانپتے ہاتھوں سے بستر سے اٹھائی تلوار
تیری سب فوج کو کافی ہوں میں گو ہوں بیمار
او لعیں صاحب شمشیر کا پوتا ہوں میں
قید ہونے کا نہیں شیر کا پوتا ہوں میں

۲۷
اس کا بیٹا ہوں میں دو لاکھ سے کی جس نے جدال
الٹ دوں نعشوں سے اک دم میں یہ صحرائے قتال
قید کر لیوے مجھے کیا ترے لشکر کی مجال
غضب آ جاتا ہے جس دم ہمیں آتا ہے جلال
ہم وہ ہیں جن سے رسولوں نے مدد چاہی ہے
دست بیمار میں بھی زور ید اللّٰہی ہے

۲۸
بیچ میں آگئیں سب بیبیاں کھولے ہوئے سر
کہا زینب نے پھوپھی صدقے ہوا نور نظر
بانو چلائی کہ ہے ہے مرے بیمار پسر
کچھ تمھیں یاد ہے کیا کہہ گئے تھے تم سے پدر
جنگ کا قصد نہ اے سید سجاد کرو
صدقے ماں باپ کی باتوں کو ذرا یاد کرو

۲۹
لے کے بھائی کی بلائیں یہ پکاری کبریٰ
خط وصیت کا ہے تم اس کو تو پڑھ لو بھیا!
وقت رخصت تمھیں کچھ لکھ کے ہے بابا نے دیا
لے کے اس نامے کو سجاد نے آنکھوں پہ دھرا
بولے دیکھوں خط شبیر میں کیا لکھا ہے
اور بیمار کی تقدیر میں کیا لکھا ہے

۳۰
خط جو کھولا تو یہ لکھا تھا پس از حمد خدا
ہم تو اب جاتے ہیں خنجر سے کٹانے کو گلا
مرے عابد تری تنہائی کے صدقے بابا
سب کو سونپا تمھیں اور تم کو خدا کو سونپا
تابع مرضی حق عابد و زاہد رہنا
باپ کی بے کسی و یاس کے شاہد رہنا

۳۱
لوٹنے آئے مرے بعد جو فوج دشمن
طوق لاویں تو خوشی ہو کے جھکانا گردن
منھ سے نکلے نہ بجز شکر کوئی اور سخن
کیجو امت کی دعا باندھیں جو ہاتھوں میں رسن
گھر کے لٹنے کا نہ اے لال تاسف کرنا
میری مسند بھی جلا دیں تو نہ تم اُف کرنا

۳۲
رکھیو امت پہ نبیؐ کی نظر لطف و کرم
ہم کو سب طرح کی قدرت تھی پہ مارا نہیں دم
کھینچیو تیغ نہ جھنجھلا کے مرے سر کی قسم
اے مری جاں ڈگے راہ رضا سے نہ قدم
مر کے بھی تم سے نہ غافل یہ پدر ہووے گا
شام تک ساتھ تمھارے مرا سر ہووے گا

۳۳
پڑھ چکا باپ کی تحریر کو جب وہ بیمار
دیکھ کر لشکر کفار کو یہ کی گفتار
اشک آنکھوں سے بہے ہاتھ سے رکھ دی تلوار
طوق و زنجیر کو لے آؤ نہیں اب انکار
ہاتھ باندھو یہ گرفتار بلا حاضر ہے
پاؤں سجے ہوئے حاضر ہیں گلا حاضر ہے

۳۴
سن کے بیمار کی تقریر بڑھے اہل جفا
ہوئی زنجیر کے نالوں سے قیامت برپا
پھنس گیا طوق میں وہ چاند سا پر نور گلا
جب بندھے ہاتھ تو فرمایا کہ یا عقدہ کشا
میں تو صابر ہوں پہ حضرت یہ ستم دیکھتے ہیں
آئی آواز ید اللہ کہ ہم دیکھتے ہیں

۳۵
اتنے میں جلنے لگا خیمۂ سلطان اُمم
دوڑا معصوم سکینہ کی طرف اک ظالم
بچے لے لے کے نکلنے لگے ڈیوڑھی سے حرم
دونوں کانوں سے گہر چھین لیے وائے ستم
خوں میں کرتے کو بھرا دیکھ کے تھراتی تھی
ہاتھ کانوں پہ دھرے باپ کو چلاتی تھی

۳۶
گود میں لے کے اسے رونے لگی بانوئے زار
اونٹ بٹھلائے تو چلائی یہ زینبؑ اک بار
غل ہوا اہل حرم جلد ہوں اونٹوں پہ سوار
کس طرف ہو علی اکبرؑ یہ پھوپھی تم پہ نثار
گرد اونٹوں کے قنات آ کے لگا دو بیٹا
ہاتھ پکڑو مجھے محمل میں بٹھا دو بیٹا

۳۷

اونٹ آئے ہیں سواری کو یہ اے نورِ نظر
دیر سے بھائی کو چلّاتی ہوں میں خستہ جگر
نہ کجاوہ ہے نہ ہودج نہ عماری جن پر
اپنی ماں جائی کی لیتے نہیں اس وقت خبر
سر پہ چادر نہیں ہے شان ہماری دیکھو
آج ناموسِ محمدؐ کی سواری دیکھو

۳۸

یہ جو زینبؑ نے کہا رونے لگے خورد و کلاں
بس انیسِ جگر افگار نہیں تاب و تواں
اور اونٹوں کی بھی آنکھوں سے ہوئے آنسو رواں
عرض کر حق سے بصد عجز کہ ربِّ دو جہاں
توبہ کرتا ہوں گناہوں سے پشیماں ہوں میں
عفو کر جرم کہ آلودۂ عصیاں ہوں میں

رباعی

مصروف جو رونے کی طرف آنکھیں ہیں
مردم کے لیے عز و شرف آنکھیں ہیں
جوشِ غمِ شبیرؑ سے ہے دل دریا
آنسو گوہر ہیں اور صدف آنکھیں ہیں

رباعی

راحت میں بسر ہوئی کہ ایذا گذری
کیونکر تاریک گھر میں تنہا گذری
اے گنجِ لحد کے سونے والو افسوس
کس سے پوچھیں کہ تم پہ کیا گذری

رباعی

کچھ عقل کی میزان میں تولا نہ گیا
چپ ہو گئے اس طرح کہ بولا نہ گیا
عقدے سب حل ہوئے مگر آہ انیس
یہ بندِ اجل کسی سے کھولا نہ گیا

رباعی

کیا سوچ کے اس دارِ فنا میں آئے
آفت میں پھنسے دامِ بلا میں آئے
اس طرح عدم سے آئے دنیا میں انیس
جیسے کوئی کارواں سرا میں آئے

رباعی

وہ تخت کدھر ہیں اور کہاں تاج ہیں وہ
جو اوج پہ تھے زیرِ زمیں آج ہیں وہ
قرآں لکھ لکھ کے وقف جو کرتے تھے
اک سورۂ الحمد کے محتاج ہیں وہ

رباعی

کیا کیا دنیا سے صاحبِ مال گئے
دولت نہ گئی ساتھ نہ اطفال گئے
پہونچا کے لحد تلک پھر آئے سب لوگ
ہمراہ اگر گئے تو اعمال گئے

رباعی

اب زیرِ قدم لحد کا باب آپہونچا
ہشیار ہو جلد وقت خواب آپہونچا
پیری کی بھی دوپہر ڈھلی آہ انیسؔ
ہنگامِ غروبِ آفتاب آپہونچا

رباعی

یہ عمر یوں ہی تمام ہو جائے گی
مرنے کی خبر بھی عام ہو جائے گی
روتے ہو کیا انیسؔ جوانی کے لیے
پیری کی سحر بھی شام ہو جائے گی

رباعی

آلودہ عبث اس غم جاں کاہ میں ہے
زندہ ہے وہ دل جو یادِ اللہ میں ہے
اپنی واماندگی سے گھبرا نہ انیسؔ
پہونچا کوئی منزل پہ کوئی راہ میں ہے

رباعی

محبوب کو ہمکنار بھی دیکھ لیا
تربت دیکھی فشار بھی دیکھ لیا
بے مہری آسمان کے شاکی تھے بہت
صد شکر زمیں کا پیار بھی دیکھ لیا

مرثیہ

میداں میں ہوا خاتمہ جب آلِ عبا کا
کنبہ ہوا محبوس شہِ عقدہ کشا کا
گھر ہو گیا تاراج امامِ دوسرا کا
عریاں ہوا سر بلوے میں خاصانِ خدا کا
جن بی بیوں کا سایہ نہ دیکھا تھا کسی نے
افسوس انھیں بے پردہ کیا فوجِ شقی نے

۲

وہ خیمہ جو رجبے میں تھا کعبے کے برابر
مسند وہ جو تھی جلوہ گہِ احمدؐ و حیدرؑ
اور اوج میں تھا گنبدِ گردوں سے بھی بہتر
وہ فرش جو تھا نور میں جوں عرش منور
دنیا میں بنا دیں کی تھی جس گھر کی زمیں سے
اعدا نے وہ گھر پھونک دیا آتشِ کیں سے

۳

کونین میں تھی جن کے لیے عزت و توقیر
یعنی حرمِ محترمِ حضرتِ شبیرؑ
قرآں میں ثنا جس کی کرے مالکِ تقدیر
شمشیر بکف لوٹنے آئے انھیں بے پیر
بے اذن جہاں پاؤں ملک نے نہ دھرا تھا
ہیہات وہ گھر لوٹنے والوں سے بھرا تھا

۴

جس شخص کا دادا تھا علیؑ فاتحِ خیبر
راضی بہ رضا بحرِ سخا عاشقِ داور
یعنی خلفِ سبطِ نبیؐ عابدؑ بے پر
عالم کے لیے عقدہ کشا دین کے رہبر
جس کے نہ ڈگے پاؤں بزرگوں کے چلن سے
ہاتھ اس کے ستم گاروں نے باندھے تھے رسن سے

۵

قطع نظر ان باتوں کے لب تشنہ و بیمار
تھا ضعف سے اک گام اُٹھانا جسے دشوار
پاؤں پہ ورم دردِ سر اور تپ میں گرفتار
پیدل لیے جاتے تھے اُسے ظالم و غدار
غش آتا تھا گر راہ میں تشنہ دہنی سے
ظالم اُسے چونکاتے تھے نیزے کی انی سے

۶

تھا گردنِ لاغر میں تو اک طوقِ گلوگیر
چلنے میں جو گر پڑتا تھا با حالتِ تغییر
اور پاؤں میں بیمار کے پہنائی تھی زنجیر
اونٹوں پہ حرم روتے تھے اور ہنستے تھے بے پیر
اٹھنے کی تقید کوئی کرتا تھا بگڑ کر
کانٹوں پہ کوئی کھینچتا تھا طوق پکڑ کر

۷

سر پہ نہ عمامہ ہے نہ ہے پاؤں میں نعلین
لب خشک حرارت سے جگر سینے میں بے چین
ہیں شدتِ آزار سے سوجے ہوئے ساقین
اشک آنکھوں میں اور دل میں غمِ قبلۂ کونین
منزل پہ نہ کچھ کھاتے تھے نہ پیتے تھے عابدؑ
اعجازِ امامت سے فقط جیتے تھے عابدؑ

۸

رستے میں کہیں بیٹھنے دیتے تھے نہ دم بھر
سردارِ دو عالم کا جو سایہ نہ تھا سر پر
بیمار کو کھینچے لیے جاتے تھے ستمگر
سنولا گیا تھا دھوپ سے رنگِ رخِ انور
تھی قید میں یہ اس جگر افگار کی صورت
پہچانی نہیں جاتی تھی بیمار کی صورت

۹

جوں بید نقاہت کے سبب کانپتا تھا تن
لب پیاس سے نیلے تھے بہ رنگِ گلِ سوسن
اور طوق کے کنگرے سے چھلی جاتی تھی گردن
تلواریں سرِ پاک پہ چمکاتے تھے دشمن
خاموش تھے کچھ منہ سے نہ فرماتے تھے عابدؑ
تھرّائے ہوئے سر کو چلے جاتے تھے عابدؑ

۱۰
جس دم نظر آتا تھا کوئی وادی پرخار
لے جاتے تھے عابد کو اسی راہ سے کفار
بے تھر کی جا آپ تو تھے گھوڑوں پہ اسوار
اور برہنہ پا جاتا تھا وہ دین کا سردار
بیمار کے آگے سے نہ سرکاتے تھے کانٹے
نشتر کی طرح پاؤں میں چبھ جاتے تھے کانٹے

۱۱
اللہ رے صبر پسر سید ابرار
ایذا پہ تو ایذا تھی اور آزار پہ آزار
جکڑے گئے زنجیروں میں مانند گنہگار
درد و الم و رنج و مصیبت میں گرفتار
یہ ظلم و ستم تھے یہ صعوبت یہ جفا تھی
ہر لحظہ مگر بخشش امت کی دعا تھی

۱۲
آگے تو چلا جاتا تھا وہ عاشق باری
پیچھے حرم شاہ میں تھی گریہ و زاری
شہزادیوں کو دی تھی ان اونٹوں کی سواری
جس پر نہ کجاوہ تھا نہ محمل نہ عماری
نامحرموں کی بھیڑ سے شرماتی تھیں رانڈیں
بالوں سے چھپائے ہوئے منہ جاتی تھیں رانڈیں

۱۳
اکبر سے بچھڑنے کا کسی رانڈ کو تھا غم
کوئی غم اصغر میں فغاں کرتی تھی پیہم
حیدر کے نواسوں کا کوئی کرتی تھی ماتم
قاسم کو کوئی روتی تھی گردن کو کیے خم
کوئی غم عباس میں مصروف بکا تھی
لب پر کسی کے ہائے حسینا کی صدا تھی

۱۴
کہتی تھی کوئی لٹ گیا مقتل میں مرا راج
مارا گیا ہے ہے پسر صاحب معراج
کہتی تھی کوئی خانۂ زہرا ہوا تاراج
ہے ہے ہوئی اب ایک ردا کے لیے محتاج
چلاتی تھی کوئی مجھے صدمہ یہ بڑا ہے
وارث مرا بے گور و کفن رن میں پڑا ہے

۱۵
تھے پیاس سے غش گودیوں میں ماؤں کی اطفال
گلبرگ سے لب سوکھے تھے اور دھوپ سے رخ لال
ان بچوں میں تھا بالی سکینہ کا یہ احوال
کانوں سے لہو بہتا تھا اور سوجے تھے گال
سر ننگے تھا گرتے کا گریباں پھٹا تھا
اور چاند سا منہ گرد یتیمی سے اٹا تھا

۱۶
بیٹھی تھی جو ماں پاس تو چلاتی تھی رو رو
میں مرتی ہوں لوگو مرے بابا کو بلا دو
کیا جانے سدھارے ہیں کدھر سید خوش خو
کیوں آ کے لگاتے نہیں وہ چھاتی سے مجھ کو
دیدار سے اپنے مجھے ترساتے ہیں بابا
بیٹی سے خفا ہیں جو نہیں آتے ہیں بابا

۱۷
وہ ہوتے تو گھر کو نہ لعیں لوٹنے آتے
وہ ہوتے تو در در نہ لعیں مجھ کو پھراتے
وہ ہوتے تو کیوں خوں مرے کانوں سے بہاتے
وہ ہوتے تو کیوں ظالموں کی قید میں جاتے
کیوں کر نہ کرے نالہ و فریاد سکینہؑ
مرنے سے ہوئی باپ کے برباد سکینہؑ

۱۸
رو کر کبھی چلاتی تھی اس طرح وہ ناداں
اچھے مرے بابا میں تمھارے گئی قرباں
فرقت میں تمھارے میں کوئی دن کی ہوں مہماں
جلد آؤ کہ اب تن سے نکلتی ہے مری جاں
بے چین ہوں گودی میں اٹھاؤ مجھے آ کر
نیند آتی ہے چھاتی پہ سلاؤ مجھے آ کر

۱۹

اس بین سے سرور کو جو روتی تھی وہ ناکام
یہ پیٹتی تھیں رانڈیں کہ پڑ جاتا تھا کہرام
منزل پہ پہونچتے تھے وہ قیدی جو سرِ شام
جز رنج نہ ملتا تھا وہاں بھی انھیں آرام
پانی کے عوض اشکوں سے منہ دھوتے تھے قیدی
تا صبح عزیزوں کے لیے روتے تھے قیدی

۲۰

واں بیٹھتے تھے سایوں میں خیموں کے بد اختر
اور سایۂ افلاک تھا یاں رانڈوں کے سر پر
سوتے تھے اُدھر فرشِ مصفا پہ ستمگر
یاں تکیہ کی جا سنگ تھے اور خاک کا بستر
واں تہنیتِ قتلِ امامِ مدنی تھی
یاں وارثوں کا ذکر تھا اور سینہ زنی تھی

۲۱

اب یاں سے رقم کرتا ہے یوں راقمِ اخبار
نزدیکِ دمشق آیا جو وہ قافلہ یکبار
بولے عمرِ سعد سے یہ آ کے خبردار
اس راہ میں ہے ایک محبِ شہِ ابرار
قتلِ شہِ بے کس کا جو احوال سنا ہے
شب خوں کا تری فوج پہ قصد اُس نے کیا ہے

۲۲

سنتے ہیں کہ وہ شخص بھی ہے صاحبِ لشکر
ہیں ساتھ بہت اس کے جوانانِ دلاور
ٹھہرا ہے یہ ہم قسم ایک ایک سے ہو کر
چھینو عمرِ سعد سے چلکر سرِ سرور
ہیں بیٹیاں زہراؑ کی گرفتارِ رسن میں
اعدا سے چھڑا کر انھیں پہونچاؤ وطن میں

۲۳

گھبرا گیا سُن کر عمرِ سعدِ جفاکار
ایک ایک کو بلوا کے یہ سمجھایا بہ تکرار
دیکھو کہے دیتا ہوں خبردار خبردار
چوکی میں اسیروں کی تغافل نہ ہو زنہار
سرِ شہ کا نہ چھن جائے یہی خوف و خطر ہے
ہشیار رہو دن سے کہ شب خون کا ڈر ہے

۲۴

محنت سے ہے تم لوگوں نے اِن شیروں کو مارا
سر تن سے محمدؐ کے نواسے کا اتارا
عالم کے شجاعوں میں ہوا نام تمھارا
ڈر ہے کہ بنا کام بگڑ جائے نہ سارا
گر چھوٹ گئیں بیٹیاں زہراؑ و علیؑ کی
پھر قید پہ جرأت نہیں پڑنے کی کسی کی

۲۵

ہے سیدِ سجادؑ دو عالم کا نوزادہ
ہرگز نہیں رہتے ہیں کوئی اس سے زیادہ
جن کا کہ علیؑ صاحبِ دُلدُل سا ہو دادا
کانٹوں پہ ہم اس کو لیے جاتے ہیں پیادہ
آگاہ ہیں سب قتلِ شہنشاہِ اُمم سے
سر بیچ کے سجاد کو لے جائیں گے ہم سے

۲۶

کہنے لگا تب شمر کہ یہ خوف بجا ہے
اخبار میں یہ ماجرا ہر سمت گیا ہے
آقا ہے دو عالم کا جو سر تن سے کٹا ہے
خوں جوش میں شیعوں کا ہے دل غم سے بھرا ہے
سب مانتے ہیں آلِ رسولِ دوسرا کو
مارا ہے جفا سے پسرِ شیرِ خدا کو

۲۷

لازم ہے اسیروں کی حفاظت میں یہ تدبیر
صندوق میں تو رکھیں مقفل سرِ شبیر
سجاد کو پہنائیے دو طوقِ گلوگیر
اور پاؤں میں بھی چاہیے زنجیر پہ زنجیر
گو فاقوں سے اِن رانڈوں کے طاقت نہیں تن میں
پر یاد رہے بازو ابھی باندھے ہیں رسن میں

۲۸

غیر اب کوئی عابدؑ کے قریں آنے نہ پائے
چادر کوئی زینبؑ کے لئے لانے نہ پائے
رہگیروں کو حال اپنا یہ دکھلانے نہ پائے
ہرگز کوئی رانڈوں پہ ترس کھانے نہ پائے
کر دو یہ تقیّد کہ ہلے لب نہ کسی کا
چلّا کے نہ لے نام حسینؑ ابن علیؑ کا

۲۹

اس راہ میں دن بھر متردّد رہے اظلم
ناگاہ انھیں اک دَیر نظر آ گیا محکم
اک دشت میں پہونچے سرِ شام آ کے وہ جس دم
اس دیر کے نزدیک ہوئی فوج فراہم
بولا عمر اس دَیر میں ایذا تو سہیں گے
محفوظ مگر آفت شب خوں سے رہیں گے

۳۰

داخل کرو یاں قافلے کو نوحہ گروں کے
کیا کر سکیں گے دوست علیؑ کے پسروں کے
رکھ دو وہیں صندوق شہیدوں کے سروں کے
شب بھر رہیں قیدی ہیں آگے نظروں کے
آئے نہ پرندہ بھی کوئی دَیر کے در تک
حلقہ کئے ہشیار رہے فوج سحر تک

۳۱

یہ کہہ کے گیا دیر کے دروازے پہ بے پیر
کی آن کے دَیرانی نے یہ بام پہ تقریر
ہاتھوں سے ہلانے لگا دروازے کی زنجیر
دروازے کو کیا کھولنے کی کرتے ہو تدبیر
گھیرا ہے مرے دَیر کو کیوں فوج گراں سے
تم کون ہو کیا کام ہے آئے ہو کہاں سے

۳۲

آتے ہیں پرستش کو یہاں صاحب زنّار
کہنے لگا اس سے عمر سعد جفا کار
لشکر کے اترنے کی جگہ یہ نہیں زنہار
ایسے کا یہ لشکر ہے جو ہے شام کا سردار
اک شخص نے یثرب سے خروج اس پہ کیا تھا
حاکم نے ہمیں قتل کا حکم اس کے دیا تھا

۳۳

اقبال سے حاکم کے ہوئی فتح لڑائی
اس راہ میں شب خوں کی خبر ہم نے ہے پائی
سر لائے ہیں اور رانڈوں کی بندی بھی ہے آئی
یاں رانڈوں کی اور ہو گی سرِ شہ کی نہ رہائی
یہ رات جو گذرے گی ہیں امن و اماں سے
لے کر انھیں ہم صبح چلے جائیں گے یاں سے

۳۴

دَیرانی نے دروازے کو ناچار کیا وا
صندوق سر شہ کا تو اک حجرے میں رکھا
داخل ہوا اس میں وہ لعین ستم آرا
اور گوشوں میں رانڈوں کو بٹھا کر نکل آیا
تاریکی میں منہ اشکوں سے دھونے لگیں رانڈیں
دروازہ کیا بند تو رونے لگیں رانڈیں

۳۵

برپا ہوا خیمہ عمر سعد کا در پر
بستر پہ نہ آرام تھا دَیرانی کو دم بھر
ہشیار رہا گرد جفاکار کا لشکر
جب نصف گئی رات تو کیا دیکھے وہ مضطر
جس حجرے کے اندر سر شاہ شہدا ہے
واں خود بہ خود اک نور خدا جلوہ نما ہے

۳۶

افلاک سے آتے ہیں ملک مضطر و حیراں
گیسو تو ہیں بکھرے ہوئے اور چاک گریباں
اور تخت پہ اک پیر ہیں با حال پریشاں
کہتا ہے کہ اے لال یہ نانا ترے قرباں
بولو کہ جگر کے مرے پیوند ہو بیٹا
کس حجرۂ تاریک میں تم بند ہو بیٹا

۳۷

لو مری چھاتی سے لگو جلد مرے لال
سینچا جسے ہے مری بیٹی نے مہ و سال
ہاتھوں سے سنبھالو کہ ہے نانا کا برا حال
اُجڑا وہ چمن اور وہ کھیتی ہوئی پامال
ماتم میں ترے آہ رُلایا ہے مجھے بیٹا
تربت میں بھی اعدا نے ستایا ہے مجھے بیٹا

۳۸

دو شخص ہیں ہے اُن کی زباں پر یہی تقریر
کس جرم پہ مارا تجھے اے تابعِ تقدیر
اک کہتا ہے بابا ترے صدقے مرے شبیر
اک کہتا ہے سر پیٹ کے با حالتِ تغییر
چھاتی سے لپٹ جاؤ کہ وابستۂ غم ہوں
تم کشتۂ شمشیر ہو میں کشتۂ سم ہوں

۳۹

اتری اُسی حجرے میں پھر اک کالی عماری
چلاتی ہے اس طرح وہ با گریہ و زاری
غل ہے کہ ہنوز آتی ہے زہرا کی سواری
اے لال یہ مادر تری مظلومی کے واری
چھاتی پہ تری چڑھ کے کیا ذبح شقی نے
اس دن کو تجھے پالا تھا اس کوکھ جلی نے

۴۰

ہے ہے بھری یہ خوں میں تری چاند سی تصویر
ہے ہے ترا خورشید سا منھ اور خطِ شمشیر
ہے ہے تری پیشانیِ روشن پہ لگا تیر
ہے ہے تری گردن پہ چلا خنجرِ بے پیر
تو بعدِ شہادت بھی گرفتارِ محن ہے
سر قید ہے تن خاک پہ محتاجِ کفن ہے

۴۱

صدقے ترے اے قومِ جفا پیشہ کے مہماں
جب چلتا تھا گردن پہ تری خنجرِ بُرّاں
کس ظلم سے تو قتل ہوا ہائے مری جاں
میں کوکھ کو پکڑے ہوئے چلّاتی تھی اُس آں
بیتابی میں گہ اٹھتی تھی گہ گرتی تھی بیٹا
پروانہ صفت گرد ترے پھرتی تھی بیٹا

۴۲

اے میرے غریب اے مرے بیکس مرے مظلوم
اے بے وطن اے میرے ستم کش مرے معصوم
اے میرے شہید اے مرے صابر مرے مغموم
ہے ہے تجھے اعدا نے رکھا پانی سے محروم
جب عرش تلے سر ترا ہاتھوں پہ دھروں گی
اس ظلم کی اللہ سے فریاد کروں گی

۴۳

زہرا نے جو یہ بین کیے با دلِ غم ناک
دیرانی کا دل خنجرِ غم سے ہوا صد چاک
تھرائی زمیں ہلنے لگا گنبدِ افلاک
غش کھا کے گرا خوف کے مارے بہ سرِ خاک
ہوش آیا تو دیکھا نہ وہ مجمع نہ فغاں ہے
پُرخوں وہی سر ہے وہی تاریک مکاں ہے

۴۴

روتا ہوا پاس اُس سرِ پُرخوں کے وہ آیا
پہلے تو سرِ پاک کو آنکھوں سے لگایا
اور ہاتھوں کو تسلیم بجا لا کے اُٹھایا
آخر کو باادب سخن لب پہ یہ لایا
یہ تو ہوا معلوم کہ تو خاصۂ رب ہے
للہ بتا دے ترا کیا نام و نسب ہے

۴۵

انساں کا بس از مرگ یہ دیکھا نہیں اعزاز
کر مجھ سے تکلم کہ یہ بندہ ہو سرافراز
معلوم مجھے ہوتا ہے تو صاحبِ اعجاز
یہ کون تھے جو آئے تھے مجھ پر بھی کھلے راز
حیراں ہوں قرابت تجھے ان لوگوں سے کیا ہے
توریت میں انجیل میں نام ان کا لکھا ہے

۴۶

تو کون ہے کہ مجھ سے اپنی تو روداد
اعجاز سے رو کر سر شہ نے کیا ارشاد
خاصان خدا کرتے ہیں تیرے لیے فریاد
ہرگز نہ سنی ہوگی جو مجھ پر ہوئی بیداد
آفت زدہ ہوں کشتۂ شمشیر جفا ہوں
مظلوم ہوں سید ہوں غریب الغربا ہوں

۴۷

نانا تھے وہ کھائے تھے جنھیں حضرت آدم
بابا تھے وہ پکڑے تھے کلیجہ جو بصد غم
موسیٰ تھے ادھر اور ادھر عیسیٰ مریم
وہ بھائی تھے جو میرے لیے کرتے تھے ماتم
نانی تھیں وہ حوریں جنھیں حلقے میں لیے تھیں
اماں تھیں وہ جو چاک گریباں کیے تھیں

۴۸

کیا نام ہیں ان لوگوں کا تجھ پہ کروں اظہار
بابا ہے مرا شیر خدا حیدر کرار
نانا کا مرے نام تو ہے احمد مختار
بھائی حسن سبز قبا سید ابرار
اور فاطمہ زہرا مری ماں کوکھ جلی ہے
بے جرم چھری جس کے کلیجے پہ چلی ہے

۴۹

میں وہ ہوں کہ لاشے پہ کوئی جس کے نہ رویا
میں وہ ہوں کہ امت کے لیے جان کو کھویا
میں وہ ہوں کہ تربت میں نہ آرام سے سویا
میں وہ ہوں کہ کشتی کو مری خوں میں ڈبویا
صابر ہوں نہ شکوہ نہ گلا کرتا ہوں اب بھی
امت کی شفاعت کی دعا کرتا ہوں اب بھی

۵۰

میں وہ ہوں بلایا جسے اعدا نے دغا سے
میں وہ ہوں کہ مجروح ہوا تیغ جفا سے
میں وہ ہوں کہ بچے مرے مارے گئے پیاسے
میں وہ ہوں کہ کاٹا مری گردن کو قفا سے
پامال ہوا گھوڑوں سے تن جس کا میں وہ ہوں
داماں بیاباں ہے کفن جس کا میں وہ ہوں

۵۱

ہے باپ مرا قاسم روزی دو عالم
خیمہ مرا کعبے سے بزرگی میں نہ تھا کم
اور تیسرا فاقہ تھا کہ جب ذبح ہوئے ہم
آتش سے جلا کر اسے کیا خوش ہوئے ظالم
یہ ظلم نہ ہوگا کسی کافر کے بھی گھر پر
چادر بھی نہ چھوڑی مرے ناموس کے سر پر

۵۲

سیلی مری معصوم سکینہ کو لگائی
بہنیں مری دیتی تھیں محمد کی دہائی
بیمار پسر کو مرے زنجیر پنھائی
سیدانیوں سے بھی انھیں کچھ شرم نہ آئی
جن بی بیوں کا باپ شہنشاہ عرب ہے
سر ننگے پھرایا انھیں بلوے میں غضب ہے

۵۳

ویرانی نے جس دم یہ سنا قصۂ جانکاہ
صدقے تری مظلومی کے اے عاشق اللہ
چلایا کہ امت نے کیا ظلم یہ کیا آہ
قرباں ترے اعجاز کے اے سرور ذی جاہ
میں گرد تو پھر لوں کہ ولی ابن ولی ہو
معلوم ہوا اب کہ حسین ابن علی ہو

۵۴

یاں آپ کے آنے سے رسول زمن آئے
روتے ہوئے گلزار جناں سے حسن آئے
اور فاطمہ آئیں شہ خیبر شکن آئے
ہے فخر کی جا گھر میں مرے پنجتن آئے
زندہ نہ ادھر آپ کا آنا ہوا آقا
[illegible] گھر آپ کا آنا ہوا آقا

۵۵

ہیں آپ جہنم کے بھی جنت کے بھی مختار — بخشائیے گا مجھ کو بھی یا سیدِ ابرار
فرمایا کہ کلمۂ توحید کا اقرار — بچنا ہے اگر نار سے تو توڑ یہ زنار
ایماں کا پس از مرگ ثمر تجھ کو ملے گا — ضامن ہوں کہ فردوس میں گھر تجھ کو ملے گا

۵۶

اللہ ری تاثیر کلامِ شہِ ذی شاں — پڑھ کر کلمہ کو وہ ہوا دل سے مسلماں
کیا فیض ہے مولا کا میں اس فیض کے قرباں — کافر کو پس از مرگ بھی دی دولتِ ایماں
رتبہ بھی دیا عزت و توقیر بھی بخشی — اسلام بھی اور خلد کی جاگیر بھی بخشی

۵۷

دُرانی نے پھر رو کے کہا اے مرے مولا — نیزے پہ تو ہوتی ہے بہت آپ کو ایذا
سونلا گیا ہے دھوپ میں خورشید سا چہرا — لے نکلے چھپا کر سرِ پُر نور کو بندا
منظور یہ ہے دفن کروں جا کے نجف میں — سونپوں گہرِ پاک کو پاکیزہ صدف میں

۵۸

شب گذری تو مہلت نہ ذرا دیویں گے اعدا — پھر نیزے پہ اس سر کو چڑھا دیویں گے اعدا
اور کوچ کا نقارہ بجا دیویں گے اعدا — اونٹوں پہ اسیروں کو بٹھا دیویں گے اعدا
کیا جانیے لیجائیں گے اب یاں سے کدھر کو — دشمن کا وہ سر جانتے ہیں آپ کے سر کو

۵۹

ارشاد کیا رو کے سرِ شہ نے یہ اُس دم — ہر چند بہت دیتے ہیں ایذا ہمیں اظلم
ناموس مرے قید میں روتے ہیں بصد غم — ہرگز ابھی اُن سے نہیں ہوئیں گے جُدا ہم
عابد کو قلق ہوئے گا مر جائے گی زینب — میں ساتھ نہ جاؤں گا تو گھبرائے گی زینب

۶۰

بیٹی مری اک تین برس کی ہے سکینہ — جیتی وہ پہونچنے کی نہیں تا بہ مدینہ
بالوں کو حزیں پیٹے گی اپنا سر و سینہ — میں چھوڑوں انھیں یہ نہیں اُلفت کا قرینہ
رستے میں انھیں ہوں گے بہت رنج سفر کے — ساتھ ان کے میں اور ساتھ ہیں یہ سب مرے سر کے

۶۱

کیا کیا نہ ابھی ہوں گے ستم شام میں ہم پر — لے جائیں گے جب سامنے حاکم کے مرا سر
سر ننگے کھڑے ہوئیں گے ناموس پیمبرؐ — مارے گا چھڑی ہونٹوں پہ میرے وہ ستمگر
اس ظلم و ستم پر بھی نہ باز آئے گا ظالم — دروازے پہ سر کو مرے لٹکائے گا ظالم

۶۲

روتا تھا وہ سُن سُن کے سرِ شاہ کی تقریر — اتنے میں ہوئی صبح اُٹھے ظالم بے پیر
پھر نصب کیا نوکِ سناں پہ سرِ شبیر — ڈانڈوں کو لئے شام کی جانب ہوئے رہ گیر
خاموش انیس اب ہو کہ دل ٹکڑے ہے غم سے — دریا ہے رواں آنسوؤں کا دیدۂ نم سے

رُباعی

افسوس کہ چین مصطفیٰ کو نہ ملے — آرام علیِ مرتضیٰ کو نہ ملے
ہم لوگ کسی سے کیا توقع رکھیں — راحت بندوں سے جب خدا کو نہ ملے

رُباعی

جامِ عرفاں ہے چشمِ مستِ حیدر
حق بیں ہے نگاہ حق پرستِ حیدر
چہرہ ہے بہارِ بوستانِ فردوس
گلدستۂ باغ دیں ہے دستِ حیدر

رُباعی

کعبے میں ہوا جو بند و بستِ حیدر
شاداں ہے دلِ خدا پرستِ حیدر
تھے صاحبِ معراج کے کاندھے پہ قدم
عرشِ اعظم تھا زیرِ دستِ حیدر

رُباعی

ہے کون و مکاں میں اختیارِ حیدر
گردوں ہے سبک پیشِ وقارِ حیدر
اک جان ہے اک دل ہے بضاعت اپنی
احمدؐ کے وہ قرباں یہ نثارِ حیدر

رُباعی

ہے چادرِ نورِ حق ردائے حیدر
خورشید ہے نقشِ کفِ پائے حیدر
کہتے ہیں دکھا کے عرش و کرسی کو ملک
یہ جائے محمدؐ ہے وہ جائے حیدر

رُباعی

موجود تھیں نعمتیں برائے حیدر
دُنیا کو نہ کچھ دھیان میں لائے حیدر
خود قاسمِ روزیِ دو عالم تھے مگر
تھی نانِ جویں فقط غذائے حیدر

رُباعی

آہوئے حرم ہے چشمِ مستِ حیدر
کعبہ ہے دلِ خدا پرستِ حیدر
سینہ تو ہے مخزنِ علومِ نبوی
ابرِ کرم خدا ہے دستِ حیدر

	مرثیہ	
جب خیمۂ فرزند پیمبرؐ ہوا تاراج		اک شور ہوا خانۂ حیدر ہوا تاراج
ناموس نبی کا زر و زیور ہوا تاراج		جو رونق دنیا تھا وہی گھر ہوا تاراج
بے دینوں نے لوٹا حرم شیر خدا کو		سیدانیاں محتاج ہوئیں ایک ردا کو
وہ پردگیان حرم عزت و توقیر	۲	نازل ہوا تھا جن کے لئے آیۂ تطہیر
میداں میں سر ننگے تھیں اور گرد تھے بے پیر		تھا چار طرف شور کہ مارے گئے شبیر
تاکید تھی ہر دم عمر و سعد شقی کی		ہاں باندھ لو رسی سے نواسی کو نبیؐ کی
خالق نے ظفریاب کیا شیروں پہ ہم کو	۳	گھیرے رہو حلقے میں غزالان حرم کو
تھا عشق بہت دختر سلطان عجم کو		دکھلادو سر نیزہ سر شاہ امم کو
کیں لونڈیاں آزاد بہت راہ خدا میں		اب خود کوئی دن رنج سہے قید بلا میں
ان قیدیوں میں بیٹیاں زہراؑ کی کہاں ہیں	۴	بے پردہ ہیں اس وقت کہ پردے میں نہاں ہیں
دیکھیں تو کہ سر کس کے یہ بالائے سناں ہیں		کس کس کے یہ تن ہیں جو سر خاک طپاں ہیں
تلوار پکڑ کر علیؑ اکبر نہیں آتے		اب بہر مدد سبط پیمبرؐ نہیں آتے
کیا ہو گیا وہ خیمۂ زنگاریٔ سرور	۵	کیا ہو گیا وہ شاہ کدھر کو گیا لشکر
سند ہے کہاں بیٹھتے تھے جس پہ پیمبرؐ		درباں تھے ملک جس کے کہاں آج ہے وہ گھر
وہ تیغ وہ گھوڑا علیؑ اکبر کا کہاں ہے		وہ ننھا سا جھولا علیؑ اصغر کا کہاں ہے
کہتا تھا کوئی دشمن دیں بیڑیاں لاؤ	۶	زنجیر ید اللہ کے پوتے کو پنہاؤ
سجادؑ کے پہلو سے سکینہ کو ہٹاؤ		لپٹا ہوا ہے باپ سے باقرؑ کو چھڑاؤ
سر کاٹ لو فرزند حسینؑ ابن علیؑ کا		تا فاتحہ خواں بھی نہ رہے سبط نبیؐ کا
اونٹ آئیں وہ جن پر نہ ہو ہودج نہ عماری	۷	کوفے کی طرف جائے گی رانڈوں کی سواری
ہے روز خوشی کا کہ ہوئی فتح ہماری		کہہ دو کوئی قیدی نہ کرے گریہ و زاری
ہرگز نہ رہائی کسی تدبیر سے ملے گی		بچہ بھی جو روئے گا تو تعزیر ملے گی
بانو پہ یہ تاکید تھی کہ اکبر کو نہ روئے	۸	چھاتی بھی جو بھر آئے تو اصغر کو نہ روئے
اک شب کی دلہن قاسم بے پر کو نہ روئے		زینب سے یہ کہہ دو کہ برادر کو نہ روئے
اب لاش پہ بھی سبط رسولؐ مدنی کی		ہوویں گے قلم ہاتھ اگر سینہ زنی کی
حیدر کو پکارے نہ کوئی غم کی ستائی	۹	دیوے نہ کوئی رانڈ محمدؐ کی دہائی
یہ غل نہ کریں لٹ گئی زہراؑ کی کمائی		رو کر نہ کہے کوئی کہ ہے ہے مرا بھائی
نعروں سے ہلادیں نہ بزرگوں کی لحد کو		سب مر گئے اب کوئی نہ آئے گا مدد کو

۱۰

لیوے گی سکینہ جو کبھی نام علمدار
ہے ہے مرے بابا جو پکارے گی وہ ہر بار
تو سُرخ طمانچوں سے کریں گے گلِ رخسار
کس دیوے گا رسّی سے گلا شمر ستمگار
بھولے سے بھی گر اونٹ پہ فریاد کرے گی
دیویں گے وہ ایذا کہ بہت یاد کرے گی

۱۱

اعدا کی یہ تاکید تھی رانڈوں کا یہ تھا حال
چلاتی تھی بانو مرا لوٹا گیا اقبال
سر پیٹتی تھیں چہروں پہ بکھرے ہوئے تھے بال
ہیں رانڈ ہوئی قتل ہوا فاطمہؑ کا لال
کیوں کر نہ دُہائی دوں رسولؐ دوسرا کی
سر ننگے ہے بلوے میں بہو شیر خدا کی

۱۲

چلاتی تھی مقتل کی طرف زینبؑ مضطر
بازو مرے رسّی سے بندھے چھن گئی چادر
یا سبطِ نبی لوٹی گئی آپ کی خواہر
حلقے میں ستمگاروں کے تنہا ہوں کھلے سر
فریاد ہے منہ اشکوں سے دھونا نہیں ملتا
تم قتل ہوئے اور مجھے رونا نہیں ملتا

۱۳

کبراؑ کو ہیں تقدیر نے یہ ظلم دکھائے
نزدیک ہے مظلوم سکینہ کو غش آئے
خوں روتی ہے منہ دست حنائی سے چھپائے
زخمی ہوئے ہیں گال طمانچے بھی ہیں کھائے
منہ خشک ہے پر روتی ہے کانوں پہ دھرے ہاتھ
اور کہنیوں تک چھوٹے سے ہیں خوں میں بھرے ہاتھ

۱۴

ایک ایک کو سر کٹنے کا تھا وارثوں کے درد
سینوں میں جو دل جلتے تھے بھرتی تھیں دم سرد
صدمے سے گرفتاری کے تھے چاند سے منہ زرد
تھراتے تھے شعلے کی طرح سے تن پُر گرد
نکلی تھیں جو جلتے ہوئے خیمے کے تلے سے
لپٹے ہوئے اطفال تھے رانڈوں کے گلے سے

۱۵

حلقے میں جفاکاروں کے تھے عابدِ بیمار
حداد یہ کہتا تھا کہ اے شمر ستمگار
شدت سے تپِ غم کی غش آجاتا تھا ہر بار
پہناؤں کسے بیڑیاں اور طوق گرانبار
گردن یہ نہیں طوق گلوگیر کے قابل
یہ پاؤں نہیں حلقۂ زنجیر کے قابل

۱۶

طوق اُس کو پنہاتے ہیں جو ہوتا ہے توانا
ان کانپتے پاؤں میں نہ زنجیر پنہانا
دشوار ہے بیمار کو گردن کا اُٹھانا
ورنہ ابھی ہو جائے گا دم تن سے روانا
نلے پاؤں ہیں اس بوجھ کے لائق نہ گلا ہے
یہ ضعف ہی اس کے لئے زنجیر بلا ہے

۱۷

حداد سے یوں کہنے لگا قاتلِ شبیر
یہ شیر ہیں بگڑیں تو نہ بن آئے گی تدبیر
تکرار نہ کر جلد پنہا طوق گلوگیر
گردن میں رسن چاہیے اور پاؤں میں زنجیر
بیماری میں سالم ہیں ضعیفی میں قوی ہیں
غیظ اُن کا غضب ہے کہ یہ اولادِ علیؑ ہیں

۱۸

لازم ہے کہ اس طرح انھیں کیجیے گرفتار
پہونچے یہ کسے جائیں کہ ہوں اُنگلیاں بیکار
نے پاؤں بڑھیں اور نہ کھنچے ہاتھ سے تلوار
بیڑی ہو یہ بھاری کہ چلے زور نہ زنہار
فریاد کو بھی ہاتھ یہ مضطر نہ اُٹھائے
طوق ایسا گراں ہو کہ کبھی سر نہ اُٹھائے

۱۹

عابد نے کہا گو ہیں گرفتارِ مصیبت
ان کانپتے ہاتھوں میں بھی ہے زورِ امامت
بھر جائے زمیں خوں سے جو دکھلائیں شجاعت
کیا جانیے کیا ہے جو دکھاتے نہیں طاقت
نے ضعف کا باعث نہ نقاہت کا سبب ہے
واللہ فقط بخششِ امت کا سبب ہے

۲۰

برہم ہوں تو عالم کی بنا ہو ابھی نابود
گلزار ہو سایے سے مرے آتشِ نمرود
اعجاز ہو موسیٰ کا عصا ہیں مرے موجود
آہن کو ابھی موم کروں صورتِ داؤد
ہے زور مرے قبضے میں حیدر کے برابر
دو انگلیاں ہیں تیغِ دو پیکر کے برابر

۲۱

بابا کو جو رو دوں تو اُٹھے نوح کا طوفاں
ہے زیرِ نگیں خاتمِ انگشتِ سلیماں
عیسیٰ کی طرح مردۂ صد سالہ کو دوں جاں
جنّات و ملائک ہیں مرے تابعِ فرماں
پر طوق پنہا دو کہ جھکائے ہوئے سر ہوں
میں سیدِ مظلوم کا مظلوم پسر ہوں

۲۲

دادا کے مرے زور سے ماہر ہے خدائی
ہاتھ اُن کے رہی خیبر و خندق کی لڑائی
کی بت شکنی کفر کی بنیاد مٹائی
اس زور پہ پھر رسی سے گردن بھی بندھائی
ہے فخر کی جا گر مری گردن میں رسن ہو
پوتے میں بھی لازم ہے کہ دادا کا چلن ہو

۲۳

سب جانتے ہیں صابری و جرأتِ حیدر
اک روز یہ مظلوم ہوئے بعدِ پیمبر
اک روز وہ تھا فتح کیا قلعۂ خیبر
کچھ بولے نہ جب دادی کے پہلو پہ گرا در
دی آتشِ کیں خیمے کو حیدر کے پسر کے
مجھ پر بھی وہی ظلم ہوا بعد پدر کے

۲۴

آگے مرے زیور مری مادر کا اُتارا
بے جرم طمانچہ مری ہمشیر کو مارا
زینبؑ کی ردا چھن گئی گھر لٹ گیا سارا
یہ سب کیا اُمت کے لئے میں نے گوارا
خوش ہو کے اسیری کے بھی دکھ درد سہیں گے
ہم وہ ہیں کہ ہر درد میں صابر ہی رہیں گے

۲۵

تم سب نے تو دیکھی مرے بابا کی شجاعت
قرباں میں اس فہم کے اللہ ری ہمت
مارے گئے کی حاکمِ فاسق کی نہ بیعت
رکھ لی پسرِ فاطمہؑ نے دین کی عزت
خنجر تو نہیں حلق سے جو خون بہے گا
کیا طوق کی ایذا ابھی نہ بیمار سہے گا

۲۶

میں اذنِ دعا گر شہِ مظلوم سے پاتا
ششماہہ مرا بھائی تو جان اپنی گنواتا
اس چھاتی پہ اکبر کی طرح برچھیاں کھاتا
ایسا تو نہ تھا میں کہ گلا بھی نہ کٹاتا
وہ صاحبِ قسمت ہوئے داخل شہدا میں
ہم قید کے قابل تھے پھنسے رنج و بلا میں

۲۷

یہ سُن کے لعیں طوق کا حلقہ لیے آیا
زنجیر کو جب سامنے بیمار کے لایا
کس صبر سے عابد نے سرِ پاک جھکایا
فرزندِ ید اللہ نے خود پاؤں بڑھایا
دم مارا نہ کچھ طوقِ گلوگیر پہن کر
سجدے کے لئے جھک گئے زنجیر پہن کر

۲۸

اٹھ کر کہا سجدے سے کہ اے مالکِ تقدیر
بندے کو حصارِ امن کا ہے طوق گلوگیر
یہ قید تری راہ میں ہے عزت و توقیر
اور سلسلۂ بخشش امت ہے یہ زنجیر
ہمت دے کہ ہر رنج میں خورسند رہوں میں
اس قید میں بھی صبر کا پابند رہوں میں

۲۹

عادل ہے توانا ہے تو اے قادرِ مختار
مولا تری طاقت سے قوی ہے یہ دلِ زار
حامی ہے غریبوں کا ضعیفوں کا مددگار
یہ بار کہاں اور کہاں عابدِ بیمار
یاں ایک قدم چلنے کا مقدور نہیں ہے
پہونچا دے جو منزل یہ تو کچھ دور نہیں ہے

۳۰

بابا سا شفیق اٹھ گیا، ہوں بے کس و تنہا
موجود ہے تو سر پہ تو کچھ غم نہیں اصلا
عورات کا ساتھ اور گرفتاری کی ایذا
ماں سے کئی حصے تری شفقت ہے زیادا
گو بلوے میں عریاں سرِ ناموس نبی ہے
ستار ترا نام ہے دل اس سے قوی ہے

۳۱

رو رو کے وہ بیمار یہ کرتا رہا تقریر
اسوار ہوئے گھوڑوں پہ سب ظالم بے پیر
اونٹوں پہ چڑھیں بیبیاں بہ حالتِ تغیر
سجاد پیادہ چلے پہنے ہوئے زنجیر
نیزے پہ جو پُرخوں سرِ شاہِ شہدا تھا
اونٹوں پہ نبی زادیوں میں حشر بپا تھا

۳۲

مقتل میں جو وہ قافلہ سب نوحہ گر آیا
سینے میں الم سے دلِ سجاد بھر آیا
تیغوں سے قلم باغِ محمد نظر آیا
بابا کو پکارے کہ یہ قیدی پسر آیا
صدمہ یہ ہوا زینب ناشاد حزیں پر
اشتر سے گری ہائے اخی کہہ کے زمیں پر

۳۳

چلاتی تھی اے زینتِ آغوشِ پیمبر
آئی یہ صدا لاشِ شہِ دیں سے مکرر
گردن تو اٹھاؤ بہن آئی ہے کھلے سر
بھائی ترے قربان ہوا اے مری خواہر
سچ ہے کہ عجب تجھ پہ ستم ہوتے ہیں زینب
تیرے لئے نیزے پہ بھی ہم روتے ہیں زینب

۳۴

جس وقت یہ پُر درد صدا کان میں آئی
چلائی کہ فریاد ہے میں لٹ گئی بھائی
جا لپٹی تنِ شہ سے وہ گردوں کی ستائی
تقدیر نے لاش آپ کی بہنا کو دکھائی
ہوں کور تو یہ ظلم نہ ان آنکھوں سے دیکھوں
صدقے گئی بے سر تمہیں کن آنکھوں سے دیکھوں

۳۵

بچپن سے سدا دوشِ نبی پر تمہیں دیکھا
گودی سے جدا ماں کی نہ دم بھر تمہیں دیکھا
چھاتی پہ یداللہ کی اکثر تمہیں دیکھا
اور آج کے دن خاک پہ بے سر تمہیں دیکھا
اب کوئی بزرگوں میں نہیں ہائے برادر
بہنا کسے لاش آپ کی دکھلائے برادر

۳۶

اک روز وہ تھا بھیجی تھی اللہ نے پوشاک
یا جامۂ تن آج ہوا تیغوں سے صد چاک
اور اونٹ سواری کا بنے تھے شہِ لولاک
کس بے کسی سے آج پڑے ہو بہ سرِ خاک
آرام کہیں از رنج و محن بھی نہیں ملتا
مظلوم ہوا ایسے کہ کفن بھی نہیں ملتا

۳۷

چلاتی تھی بانو مرے سید مرے سرتاج
حضرت کو تو نیزے پہ ملا رتبۂ معراج
الٹا مرا بخت آپ کے مرنے سے لٹا راج
اور لونڈی ہے بلوے میں رداکے لئے محتاج
گھر لٹ گیا بے وارث ووالی ہوئی صاحب
بچوں سے بھری گود بھی خالی ہوئی صاحب

۳۸

اب کون ہے یا شاہ مرا پوچھنے والا
کب تک سہوں یہ رنج وستم اے شہ والا
وہ بھی نہیں اٹھارہ برس تک جسے پالا
اعدا نے مجھے لوٹ کے پردے سے نکالا
بیماری میں سجاد گرفتار رسن ہے
میں قید ہوں لاش آپ کی بے گوروکفن ہے

۳۹

رو رو کے بیاں کرتی تھی یہ بانوئے بے پر
پہچانا ہو تم نے تو بتادو مجھے مادر
جو ماں سے کہا بالی سکینہ نے یہ رو کر
یہ کون سے مظلوم کا ہے لاشۂ بے سر
بیتاب ہے دل چھاتی پھٹی جاتی ہے اماں
اس لاش سے تو بابا کی بو آتی ہے اماں

۴۰

بانو نے یہ چاہا کہ سکینہ سے چھپائے
خود لاش نے کہہ کر یہ سخن ہاتھ اٹھائے
پر بیٹی کا منہ دیکھ کے آنسو نکل آئے
آؤ کہ یہ بابا تمھیں چھاتی سے لگائے
سو رہتی تھیں تم رکھ کے اسی چھاتی پہ سر کو
کیا بھول گئیں بے کس ومظلوم پدر کو

۴۱

صدقے تری مظلومی کے میں اے مری پیاری
پھر خوں ہوا صدمے سے مرے زخموں سے جاری
سیلی جو تجھے شمر ستمگار نے ماری
اس وقت تلک روح تڑپتی ہے ہماری
مشتاق ملاقات ہیں ہم آؤ سکینہ
اس خوں بھری چھاتی سے لپٹ جاؤ سکینہ

۴۲

کوئی نہ تھا جو باپ سے ملنے کا قرینہ
لاشے پہ گری ہائے پدر کہہ کے سکینہ
بس سنتے ہی آواز شہنشاہ مدینہ
گردن پہ تو منہ رکھ دیا اور سینے پہ سینہ
چلائی کہ ویراں بھرا گھر کیا بابا
ہے ہے تمھیں کس جرم پہ بے سر کیا بابا

۴۳

ہے ہے مرے مظلوم پدر پیاس کے مارے
شب کو مجھے نیند آتی تھی سینے پہ تمھارے
تلواروں سے یہ عضو بدن ٹکڑے ہیں سارے
اب کون سلا دے گا مجھے تم تو سدھارے
بھیا علی اصغر کو تو لیتے گئے بابا
اور داغ یتیمی ہمیں دیتے گئے بابا

۴۴

قرباں گئی بیٹی سے منہ آپ نے موڑا
اعدا نے کڑوں کے لئے ہاتھوں کو مروڑا
کھانے کو طمانچے ہمیں خیمے میں ہی چھوڑا
برچھی کبھی دکھلائی اٹھایا کبھی کوڑا
بیزار ہوئے پیار کے وہ دن گئے بابا
تم آئے نہ اور میرے گہر چھن گئے بابا

۴۵

خیمہ بھی جلا چھن گئی اماں کی بھی چادر
زنجیر گراں پہنے ہیں سجاد برادر
ہیں بلوۂ اعدا میں پھوپھی جان کھلے سر
صدقے گئی بھیا کو بچاتے نہیں اٹھ کر
بیمار کو آرام نہیں ملتا ہے بابا
یہ طوق ہے بھاری کہ گلا چھلتا ہے بابا

۴۶
کرتی تھی جو یہ بین سکینہ جگر افگار — تھرا رہی تھی خاک پہ لاش شہ ابرار
اور کہتے تھے یہ کھینچ کے بازو کو ستمگار — بس چھوڑ تن شاہ کو اے بیکس و ناچار
وہ کہتی تھی منہ شہ سے نہ موڑے گی سکینہ — بابا کے تو لاشے کو نہ چھوڑے گی سکینہ

۴۷
ملعونوں میں بیکس ہوں نہ بیکس کو ستاؤ — پہونچا نہ مروڑو مرا بازو نہ دکھاؤ
مرجاؤں گی لاشے سے نہ بابا کے چھڑاؤ — جنگل میں رہوں گی مجھے یاں چھوڑتے جاؤ
بے غسل و کفن فاطمہؑ کا ماہ جبیں ہے — لاشے کی نگہبانی کو بھی کوئی نہیں ہے

۴۸
تنہائی کا بابا کی پڑا ہے مجھے وسواس — دیکھو تو برستی ہے عجب بیکسی و یاس
جیتے ہیں نہ قاسمؑ نہ علیؑ اکبر و عباسؑ — بیٹی تو بھلا باپ کے لاشے کے رہے پاس
جاؤں گی کہاں باپ کے پہلو سے میں ہٹ کر — شب ہوگی تو سوؤں گی میں چھاتی سے لپٹ کر

۴۹
پہلو سے صدا آئی کہ زہراؑ ترے قرباں — تنہائی کا شبیرؑ کے غم کھا نہ مری جاں
میں کوکھ جلی ہوں ترے بابا کی نگہباں — اب فاطمہؑ ہے اور ہے یہ قتل کا میداں
شبیرؑ سے اک دم نہ جدا ہووے گی زہراؑ — آغوش میں لاشے کو لئے روئے گی زہراؑ

۵۰
سن کر یہ صدا رانڈوں میں رونے کی ہوئی دھوم — یہ پیٹیں کہ غش کھا کے گریں زینبؑ و کلثومؑ
وہ حال انیس اب نہیں ہو سکتا ہے مرقوم — جس طرح چھٹی باپ سے وہ دختر مظلوم
عالم میں یہ صدمہ نہ ہوا ہوگا کسی پر — رستے میں ہوئی جو کہ جفا آل نبی پر

رباعی

افسوس جہاں سے دوست کیا کیا نہ گئے
اِس باغ سے کیا کیا گُلِ رعنا نہ گئے
تھا کون سا نخل جس نے دیکھی نہ خزاں
وہ کون سے گُل کِھلے جو مُرجھا نہ گئے

مرثیہ

جب غرق بحرِ خوں ہوئی کشتی نجات کی
چلائے خضر اُٹھ گئی لذت حیات کی
ڈوبی لہو میں شکل شہ خوش صفات کی
گویا نبی نے آج جہاں سے وفات کی
زہرا نہیں نبیؐ و علیؑ و حسنؑ نہیں
پھر کیا رہا جہاں میں جب پنجتن نہیں

۲

جاری تھا جس سے فیض وہ گھر ہوگیا تباہ
جواں کو ذبح کرتے ہیں پانی پلا کے آہ
شبیر سا نہ ہوئے گا اُمت کا خیر خواہ
مارا ستم کی فوج نے پیاسے کو بے گناہ
ایذا ہے بعد ذبح تنِ پاش پاش کو
تربت میں گاڑتے نہیں سید کی لاش کو

۳

تیغ ستم سے کٹ گیا زہرا کا باغ سب
افسوس باغیوں نے کیا ظلم بے سبب
پھولے پھلے چمن پہ خزاں آئی ہے غضب
پانی سے تر ہوئے نہ کسی گل بدن کے لب
ایک ایک سرو قد کا گلا رن میں کٹ گیا
سب فاطمہ کا باغ اسی بن میں چھٹ گیا

۴

دنیا ہوئی تباہ غضب آج ہوگیا
گھر فاطمہ کا ظلم سے تاراج ہوگیا
بے سر تمام خلق کا سرتاج ہوگیا
کنبہ رسولؐ پاک کا محتاج ہوگیا
کیا کیا گلِ ریاضِ محمدؐ خزاں ہوئے
تھی جن سے روشنی وہ ستارے نہاں ہوئے

۵

بے سر جو تھا زمیں پہ یداللہ کا خلف
تھی کربلا میں خاک بسر قدسیوں کی صف
برپا تھا شور ہائے حسینا کا ہر طرف
ہلتا تھا کعبہ کانپتا تھا یثرب و نجف
زہرا برہنہ سر تھیں علیؑ اشکبار تھے
خوابیدگان کنجِ لحد بے قرار تھے

۶

پریاں پکارتی تھیں یہ کھولے سروں کے بال
فریاد ہے شہید ہوا شاہ خوش خصال
بیٹو ہوا ہے فخر سلیماں کا انتقال
ہے ہے پسر بتولؑ کا ہے ہے علیؑ کا لال
ماتم کرو کہ سیدِ ذی جاہ مر گئے
اہلِ حرم تباہ ہوئے شاہ مر گئے

۷

اہلِ حرم میں ہائے حسینا کی تھی پکار
چلاتی تھی یہ زینبِ مغموم بار بار
مائیں جو پیٹتی تھیں تو بچے تھے بے قرار
بھیا تمہارے لاشۂ بے سر کے میں نثار
کیونکر ردا اُڑھاؤں تنِ چاک چاک پر
مسند نبی کی چھوڑ کے سوتے ہو خاک پر

۸

اک دن وہ تھا کہ سینۂ زہرہ تھا خوابگاہ
جس لب کے بوسے لیتے تھے پیغمبرِ الٰہ
اک دن یہ ہے کہ لاش پہ سایہ نہیں ہے آہ
زخمی وہ تیر سے ہوئے بے جرم و بے گناہ
کیونکر بہن کے دل میں نہ غم کا وفور ہو
جب جسم پاک آپ کا تیغوں سے چور ہو

۹

یہ شور تھا کہ آئے ستمگر سوئے خیام
فضہ نے دی صدا کہ ادب کا ہے یہ مقام
چلایا شمر پھونک دو ہاں خیمۂ امام
ہاں بیٹیاں علیؑ کی ہیں اے ساکنانِ شام
جل جاؤ گے جو اہلِ حرم پہ نگاہ کی
ڈیوڑھی ہے یہ امام فلک بارگاہ کی

۱۰

اے ناریو یہ حیدر صفدر کا ہے مکاں
اس کا ادب کرو یہ پیمبر کا ہے مکاں
پیچھے ہٹو نبی کی یہ دختر کا ہے مکاں
حق سے ڈرو یہ شافع محشر کا ہے مکاں
یاں اذن جبرئیل کو جبتک ملا نہیں
یاں اس ادب سے وہ کبھی آگے بڑھا نہیں

۱۱

رہتے تھے اس میں سید و سردار انس و جاں
کعبے سے کم نہیں ہے بزرگی میں یہ مکاں
یاں کی زمیں سے پست ہے رتبے میں آسماں
اس کا ہر ایک در ہے درِ خلد بے گماں
رفعت میں اوج عرش بریں سے دو چند ہے
کرسی سے اس مکاں کا رتبہ بلند ہے

۱۲

ظاہر ہے سب پہ حضرت خیر النسا کا حال
فاقے پہ فاقے کر کے سدا رہیں وہ خوشخصال
ہیں اُن کی بیٹیاں بھی غریب و شکستہ حال
اس گھر کو لوٹتے ہیں جہاں ہو متاع و مال
سیدانیوں کے فقر سے آگاہ کیا نہیں
ثابت کسی کے سر پہ گزی کی ردا نہیں

۱۳

غصہ سے تب یہ کہنے لگا شمر بے حیا
ہے ہم کو نقص مال اگر کچھ نہ نکلے گا
تو یہ خیام آگ سے دیویں گے ہم جلا
اور سر سے چھین لیں گے ہر اک رانڈ کی ردا
وابستہ اہل بیت نبی کو ستائیں گے
مسند محمدؐ عربی کی جلائیں گے

۱۴

ان کو تو قتل کر چکے تھا جن کا ہم کو ڈر
لوٹیں گے اہل بیت محمدؐ کا مال و زر
اکبرؑ نہ اب ہیں اور نہ سلطان بحر و بر
عباسؑ بھی نہیں جو بچائیں گے آن کر
کانوں سے ننھے بچوں کے گوہر اتاریں گے
کبراؑ جو پہنے ہوگی وہ زیور اتاریں گے

۱۵

غصہ سے جب یہ شمر لعیں نے کیا کلام
در آنہ آئے فاطمہ کے گھر میں اہل شام
جس وقت صحن میں نظر آیا ہجوم عام
سر پیٹنے لگے حرم سید انام
لٹتا تھا گھر جو بادشہ مشرقین کا
غل تھا نبی کی آل میں ہے ہے حسین کا

۱۶

مسند لٹی جو شاہ فلک بارگاہ کی
ہاتھوں سے دل کو تھام کے زینب نے آہ کی
غل تھا کہاں چھپیں نہیں جا کہیں پناہ کی
فریاد ہے دہائی ہے شبیر اللہ کی
آقا تمھارے اہل حرم لوٹے جاتے ہیں
یا شیرِ حق بچاؤ کہ ہم لوٹے جاتے ہیں

۱۷

شکلیں نہیب دیکھ کے بچے تھے بے قرار
کرتوں سے منھ چھپاتے تھے روتے تھے زار زار
چلاتی تھی یہ بانوئے مغموم بار بار
اکبر بچاؤ ہوتے ہیں بے پردہ پردہ دار
نامحرموں کو قہر الٰہی کا ڈر نہیں
ماں بہنیں لوٹی جاتی ہیں تم کو خبر نہیں

۱۸

کہتی تھی سہم کر یہ سکینہؑ جگر فگار
مجھ کو کہیں چھپاؤ پھوپھی تم پہ میں نثار
غافل ہیں ہم نے دیکھ لیا بس سبھوں کا پیار
اکبر ہیں یاں نہ حضرت عباسؑ نامدار
نامحرم آکے خیمہ عصمت میں گھس گئے
پوچھو کسی سے تم مرے بابا کدھر گئے

۱۹

کیا ہو گیا جو خیمے میں آتے نہیں پدر
مجھ سے ہیں خفا جو شکل دکھاتے نہیں پدر
تشریف ایسے وقت میں لاتے نہیں پدر
لٹتے ہیں اہل بیت بچاتے نہیں پدر
ہے ہے میں کیا کروں یہ مہم کون سر کرے
کوئی خدا کے واسطے اُن کو خبر کرے

۲۰

زینبؑ نے اُس یتیم سے سر پیٹ کر کہا
کس کو پکارتی ہو سکینہ پھوپھی فدا
ہوتے اگر حسینؑ تو آسکتے اشقیا
ہے ہے ہوئے شہید شہنشاہ کربلا
خالی ہوا زمانہ ترے بابا جان سے
پڑھ کر نماز عصر سدھارے جہان سے

۲۱

زینب ابھی سکینہؑ سے کرتی تھی یہ کلام
لینے لگے ردائیں سروں پر سے اہل شام
دیکھا نہ تھا جو گھر میں کبھی یہ ہجوم عام
حق کی دہائی دینے لگیں بیبیاں تمام
منت سنی کسی کی نہ خوف خدا کیا
زہراؑ کی بہوؤں بیٹیوں کو بے ردا کیا

۲۲

پھر وہ جفا شعار صغیروں کے پاس آ گئے
سہمے ہوئے وہ روتے تھے کرتوں سے منھ چھپائے
کانوں سے بندے کھینچ لیے اُن کے ہائے ہائے
روئے جو وہ یتیم تو تیغے انھیں دکھائے
فریاد کی صغیروں نے منھ ڈھانپ ڈھانپ کے
گر گر پڑے زمین پہ سب کانپ کانپ کے

۲۳

آیا قریں سکینہ کے پھر شمر خیرہ سر
اور بد گہر نے کھینچ لیا کان سے گہر
کرتا بدن کا ہو گیا سارا لہو میں تر
تڑپی وہ شکل ماہیِ بے آب خاک پر
چلائی وہ یتیم کہ راحت کے دن گئے
فریاد ہے حسینؑ گہر میرے چھن گئے

۲۴

آئی صدا یہ شاہ کے لاشے سے اُس گھڑی
صدقے میں تیرے صبر کے اے میری لاڈلی
شاکی ہیں ان سے فاطمہؑ و حیدرؑ و نبیؐ
تجھ پر ستم کیا نہیں ایذا یہ مجھ کو دی
تجھ کو نہیں لعیں نے طمانچے لگائے ہیں
بیٹی یہ سب حسینؑ نے صدمے اٹھائے ہیں

۲۵

اتنے میں ناریوں نے دیا اور تازہ غم
حضرت کے گھر میں آگ لگا دی بصد ستم
جلنے لگا جو خیمۂ شاہنشہِ اُمم
بچوں کو لے کے گود میں رونے لگے حرم
استادہ صحن میں ہوئے خیمے سے بھاگ کے
رخسار تمتما گئے شعلوں سے آگ کے

۲۶

جب جل چکے خیام شہِ آسماں وقار
اونٹوں پہ اہلِ بیتِ نبیؐ کو کیا سوار
عابد کے دستِ پاک میں اونٹوں کی دی مہار
گر گر پڑے تھے ہر قدم پہ یہ تھا بیڑیوں کا بار
گورا گلا وہ حلقۂ طوق و رسن میں تھا
مہتاب آسمانِ شرافت گہن میں تھا

۲۷ مطلع دوم

جب عصر تک سپاہ خدا رن میں لڑ چکی
یعنی بتول پاکؑ کی کھیتی اُجڑ چکی
آرام اہلِ بیت کی صورت بگڑ چکی
پردیس میں حسینؑ سے زینبؑ بچھڑ چکی
کنبہ نبیؐ کا مورد بیداد ہو گیا
گھر فاطمہؑ کا ظلم سے برباد ہو گیا

۲۸

لکھتا ہے اس طرح سے ابو مخنف سعید
وہ دن تھا ابن سعد کے نزدیک روز عید
جس وقت لٹ چکے حرم سرور شہید
سب کے سروں کو سامنے منگوا کے وہ پلید
بولا سبھوں کو فتح دکھانا ضرور ہے
نیزوں پہ ان سروں کو چڑھانا ضرور ہے

۲۹

بیٹھا منگا کے کرسیِ زریں وہ بدگہر
قاسم کا سر کسی کو دیا اس نے خوں میں تر
لشکر کے سرکشوں کو لگا بانٹنے وہ سر
بخشا کسی کو پھر سرِ عباسؑ نامور
اک بدنہاد کو علی اکبر کا سر دیا
اور اک لعیں کے ہاتھ میں اصغر کا سر دیا

۳۰

جب دشمنوں نے نیزوں کی نوکوں پہ سر چڑھائے
بانو پکارتی تھی کہ ماں تیرے صدقے جائے
تھا شور اہلِ بیت نبیؐ میں کہ ہائے ہائے
اصغر نہ دو برس بھی مرا دودھ پینے پائے
اماں کا گھر بھرا ہوا ویران کر گئے
واری ہماری گود کو سنسان کر گئے

۳۱

جب سب کے سر وہاں سوئے کوفہ وہ کر چکا
خولی اصبحی کو لعیں نے طلب کیا
اس وقت دستِ نحس میں سر شاہ کا لیا
سر اس کو دے کے سبطِ پیمبر کا یہ کہا
تھی آرزو کہ قتل امامِ زمانہ ہو
سر لے کے شہ کا کوفے میں جلدی روانہ ہو

۳۲

خولی کو اس لعین نے جو سونپا سرِ حسینؑ
رومال میں لعیں نے جو باندھا سرِ حسینؑ
خیمے میں اپنے لے کے وہ پہونچا سرِ حسینؑ
بسمل سا تن کے واسطے تڑپا سرِ حسینؑ
زہرا کا نے علیؑ و نبیؐ کا ادب کیا
کوچ اس نے لے کے شاہ کا سر وقتِ شب کیا

۳۳

جس وقت بابِ شہر پہ پہونچا وہ بدگہر
جب تھک گیا پکار کے سب کو وہ خیرہ سر
جس جا سے آتے جاتے تھے سب بند تھے وہ در
ناچار ہو کے واں سے چلا تب وہ اپنے گھر
پوشیدہ دستِ نحس میں تصویرِ شاہ لی
ڈر سے ٹھہر سکا نہ کہیں گھر کی راہ لی

۳۴

اک فرسخ اس لعیں کا مکاں واں سے دور تھا
اک بی بی خضرمیہ تھی خوش خو و پارسا
اس بے حیا کی بیبیاں دو تھیں جدا، جدا
وہ زن بنی اسد سے تھی جو گھر تھا دوسرا
شیعہ تھیں دوستدار جناب بتولؑ تھیں
وہ دونوں دل سے عاشقِ سبطِ رسولؐ تھیں

۳۵

رومال میں لیے سرِ سلطانِ کربلا
بی بی بنی اسد سے جو تھی اس کے گھر گیا
پہونچا قریب قریہ جو وہ دشمنِ خدا
رکھ کر سرِ حسینؑ کمر کھولنے لگا
سارا مکان نور سے معمور ہو گیا
گھر میں فروغ روشنیِ طور ہو گیا

۳۶

حیراں ہو کے بولی وہ بی بی نکو سیر
ہے دُرِ شب چراغ جو ایسا ہے جلوہ گر
رومال میں یہ لایا ہے کیا چیز باندھ کر
جس کی ضیا سے ہو گیا روشن تمام گھر
کیا سانحہ ہے جس سے مرا دل ملول ہے
اس نے کہا کہ یہ سرِ سبطِ رسول ہے

۳۷

ہونے دیں وقت صبح میں لے جاؤں گا یہ سر
ابن زیاد سے مجھے لینا ہے مال و زر
قتل حسینؑ کی تو ہوئی ہے اُسے خبر
دیکھا نہیں مگر سرِ سلطان بحر و بر
جب اُس کو خوں بھرا ہوا یہ سر دکھاؤں گا
اُس کے صلے میں خلعت و انعام پاؤں گا

۳۸

چھاتی پہ ہاتھ مار کے بولی وہ خوشخصال
ہے ہے یہ اُس کا سر ہے جو ہے فاطمہؑ کا لال
لُوٹا یہ کس نے خانۂ محبوب ذوالجلال
دُنیا کے آفتاب پہ یوں آگیا زوال
واحسرتا حسینؑ سے زینبؑ بچھڑ گئی
ہے ہے بتولؑ پاک کی کھیتی اُجڑ گئی

۳۹

لاتے ہیں آدمی تو غنیمت سے سیم و زر
لایا ہے گھر میں تو پسرِ فاطمہؑ کا سر
او ظالم و لعین و بد آئین و بد گہر
سر کو حسینؑ کے لئے پھرتا ہے در بدر
پیشِ خدا جو روز قیامت کو جائے گا
بتلا مجھے بتولؑ کو کیا منہ دکھائے گا

۴۰

برباد دیں کیا طمعِ زر سے ہے غضب
تو کچھ ڈرا نہ روحِ پیمبر سے ہے غضب
لایا ہے سر حسینؑ کا لشکر سے ہے غضب
لٹکا رہا تھا یہ بے ادبی سر سے ہے غضب
جن و ملک تو روتے ہیں اور تجھ کو غم نہیں
ظالم یہ سر حسینؑ کا قرآں سے کم نہیں

۴۱

یہ کہہ کے سر کو پیٹتی دوڑی وہ سوگوار
چلائی اے نبیؐ کے نواسے ترے نثار
اُس مومنہ نے غیظ میں آکر پھر ایک بار
مارا لعیں کو سنگ کہ سر ہو گیا فگار
پایا محل نہ گھر میں جو آرام و چین کا
بھاگا وہاں سے لے کے لعیں سر حسین کا

۴۲

لٹکائے دستِ نحس میں سبطِ نبیؐ کا سر
بی بی جو حضرمیہ تھی آیا وہ اُس کے گھر
تھی وہ بھی دل سے عاشق سلطان بحر و بر
ظالم ڈرا کہ اس سے بھی پہونچے نہ کچھ ضرر
ناری نے کچھ نہ فرق کیا نار و نور میں
رکھا سر حسینؑ چھپا کر تنور میں

۴۳

کچھ زہر مار کر کے تو سویا وہ کینہ جو
اور تھی نماز شب کی زنِ مومنہ کی خو
جب بعد نصف شب کے اُٹھی وہ پے وضو
اک روشنی سی گھر میں نظر آئی چار سو
بولی کہ تا بہ چرخ ہے نور اس مکاں سے
اُترا ہے کیا زمیں پہ یہ چاند آسماں سے

۴۴

تھی رات لیکن اُس کو ہوا دن کا اشتباہ
بیساختہ کہا کہ زہے قدرتِ اِلٰہ
کیا نور کیا فروغ ہے کیا روشنی ہے واہ
دیکھا نہیں کبھی یہ ضیا چودھویں کا ماہ
یہ نور طعنہ زن ہے تجلّیِ طور پر
ہے بُرجِ آفتاب کا عالم تنور پر

۴۵

حیراں ہو کے دل سے یہ بولی وہ ذی شعور
اُٹھتی ہوں روز پر کبھی دیکھا نہیں یہ نور
روشن بھی آج تو نہیں میں نے کیا تنور
کھلتا نہیں یہ کچھ نہ کچھ اسرار ہے ضرور
پُر نور کیوں تنور سے سارا مکان ہے
کیسی یہ روشنی ہے کہ سارا مکاں ہے

۴۶

تھی سوچ میں کہ دیکھتی کیا ہے وہ خوش سیر
ہیں اُس میں چار بیبیاں لیکن برہنہ سر
اک ہودج آسماں سے اُترا زمیں پر
اک بی بی بیقرار ہے تھامے ہوئے جگر
آنسو رواں ہیں آنکھوں سے اور لب پہ نالے ہیں
ہاتھوں سے تین بیبیاں اسکو سنبھالے ہیں

۴۷

چلّاتی ہے کہ ہائے مرے نورِ عین ہائے
مرنے کے بعد بھی نہ ملا تجھ کو چین ہائے
اے گلعذار فاتح بدر و حنین ہائے
یہ تیرے سر پہ ظلم و ستم اے حسینؑ ہائے
واری میں پیٹتی ہوئی آئی ہوں دور سے
صورت دکھاؤ ماں کو نکل کر تنور سے

۴۸

ہودج سے سر برہنہ جو اُتری وہ حق شناس
بالوں پہ بن کی خاک پریشاں و بے حواس
چہرہ تو آفتاب سا تھا اور سیاہ لباس
تھامے جگر جھکی ہوئی آئی تنور پاس
دیکھا اَٹا جو گرد سے رُخ نورِ عین کا
گودی میں لے لیا سرِ انور حسین کا

۴۹

ہونٹوں سے ہونٹ مل کے کئے اس طرح سے بین
آنکھوں پہ ماں تو رکھتی تھی اے میرے نورِ عین
اے میرے لال اے مرے بیکس مرے حسین
آیا تنور میں تمھیں یاں کس طرح سے چین
فریاد ہے یہ اُمتِ احمدؐ نے کیا کیا
چھاتی پہ چڑھ کے تن سے ترا سر جدا کیا

۵۰

واری تنور اور ترا سر ہزار حیف
پانی سے خشک لب نہ ہوئے تر ہزار حیف
یہ خاک اور زلفِ معنبر ہزار حیف
سوکھے گلے پہ چل گیا خنجر ہزار حیف
تم چھٹ گئے بہن سے بہن تم سے چھٹ گئی
ہے ہے کمائی فاطمہؑ کی بن میں لٹ گئی

۵۱

کیسے وطن سے چھُٹ کے چلے آئے ماں نثار
فاقوں میں زخم تیغ و سناں کھائے ماں نثار
کیا دشمنوں کے ہاتھوں سے دکھ پائے ماں نثار
شکوے کا حرف لب پہ نہ تم لائے ماں نثار
پیاری بہن اسیر ہے بلوائے عام میں
دولت مری لٹا گئے اُمت کے کام میں

۵۲

دیکھا پسر کے غم میں جو زہراؑ کو بے قرار
للہ صبر کیجئے ہم آپ پہ نثار
یوں تینوں بیبیوں نے یہ کی عرض بار بار
تھرا رہا ہے عرش ملائک ہیں اشکبار
آنکھوں کو شہ کے سر سے نہ مل مل کے روئیے
بس کربلا میں لاش پہ اب چل کے روئیے

۵۳

رکھ کر تنور میں سرِ سردارِ انس و جاں
آئی تنور پر زنِ خولی بصد فغاں
ہودج پہ چڑھ کے واں سے سدھاریں وہ بیبیاں
دل کانپتا تھا سینے میں اور اشک تھے رواں
رقت کا تھا یہ جوش کہ تھرا کے گر پڑی
دیکھا جو سر تنور میں غش کھا کے گر پڑی

۵۴

تھی غش میں وہ کہ ہاتفِ غیبی نے دی صدا
تو دوست ہے علیؑ کی یہ ہے دشمنِ خدا
اے زن بس اپنے شوہرِ ملعوں کے گھر سے جا
کافر سے کام مومنۂ پاک کو ہے کیا
تو نیک اعتقاد ہے وہ بدسرشت ہے
دوزخ مآل ہے اُس کا ترا گھر بہشت ہے

۵۵
اس نے کیا سوال یہ با لطف سے ایکبار
یہ کون بیبیاں تھیں جو روتی تھیں زار زار
آئی صدا کہ مریم و حوا ہیں اشکبار
اور تیسری خدیجۂ کبریٰ تھیں بیقرار
گھر میں ترے جو خلد سے تشریف لائی تھیں
یہ بیبیاں حسینؑ کے پُرسے کو آئی تھیں

۵۶
وہ بی بی جو کہ سب سے زیادہ تھیں دردناک
سب خون سے بھرا ہوا تھا جن کا رُوئے پاک
بکھرے ہوئے تھے بال گریباں تھا چاک چاک
کپڑے سیاہ جسم پہ تھے اور سر پہ خاک
رو رو کے چومتی تھیں جو منھ نورِ عین کا
وہ فاطمہ تھیں اور یہ سر ہے حسینؑ کا

۵۷
چونکی صدا یہ سن کے جو غش سے وہ خوش سیر
تنور سے نکال لیا شاہِ دیں کا سر
چھڑکا گلاب اور رکھا جا نماز پر
ہے ہے حسینؑ کہہ کے وہ چلائی تا سحر
ہنگام صبح غم کی چھری دل پہ چل گئی
جنگل میں پیٹتی ہوئی گھر سے نکل گئی

۵۸
خاموش اے انیسؔ کہ دل آب آب ہے
اس آتشِ الم سے کلیجا کباب ہے
یہ مرثیہ ہے یا شہِ غم کی کتاب ہے
رونے کی فصل مجلسِ ماتم کا باب ہے
روئیں گے وہ جو عاشقِ نامِ حسینؑ ہیں
فقرے فقط ہیں درد کے اور غم کے بین ہیں

رُباعی

کیا حال کہیں دل کی پریشانی کا
کھانے کی نہ لذت نہ مزا پانی کا
مرتے ہیں کسی دشت کے دامن میں انیسؔ
پردہ ہے یہی جامۂ عریانی کا

رُباعی

دُنیا کو نہ جانو کہ دل آرام ہے یہ
اے پُختہ مزاجو! طمعِ خام ہے یہ
ہاں سوچ کے پاؤں اس زمیں پہ رکھو
چھُٹتا نہیں پھنس کے جس سے وہ دام ہے یہ

رباعی

کیوں زر کی ہوس میں دربدر پھرتا ہے
جانا ہے تجھے کہاں کدھر پھرتا ہے
اللہ ری پیری میں ہوس دُنیا کی
تھک جاتے ہیں جب پاؤں تو سر پھرتا ہے

رباعی

کس دن فرسِ خامہ تگ و دو میں نہیں
مجھ سا بھی سیہ بخت کوئی تو میں نہیں
ہر چند کہ ہوں خسرو اقلیم سخن
پر غیر از دوات کچھ قلمرو میں نہیں

رباعی

کچھ فرق کلام کہنہ و نو میں نہیں
منصف ڈھونڈھوں تو ایک بھی تٹو میں نہیں
تھا یوں نہ کبھی کہ ہر مضموں بے قدر
انصاف فلک تیری قلمرو میں نہیں

رباعی

راحت کا مزا عدوئے جانی نکلا
دل سے نہ کبھی غمِ نہانی نکلا
پیاسے رہے آکے چاہ دُنیا پہ انیسؔ
نکلا بھی کبھی تو شور پانی نکلا

رباعی

سایے سے بھی وحشت ہے وہ دیوانہ ہوں
جو دام سے بھاگتا ہے وہ دانہ ہوں
دیکھا نہیں جس کو اُس کا عاشق ہوں انیسؔ
جلتا ہے جو بے شمع وہ پروانہ ہوں

رباعی

کل دل کو نہیں ہے آج کل جائیں گے
اب ہند سے گھبرا کے نکل جائیں گے
ہاتھ آئے تو جادۂ صراطِ ایماں
گر پاؤں تھکے تو سر کے بل جائیں گے

مرثیہ

جب تیغ کیں حسین کی گردن پہ چل چکی
آتش سے مسند شہ لولاک جل چکی
اور فوج شام گھوڑوں سے لاشے کچل چکی
زینب حرم سرا سے کھلے سر نکل چکی
چادر کسی کے پاس نہ تھی اژدہام میں
سیدانیاں اسیر ہوئیں فوج شام میں

۲

رتبے میں جو کہ خانۂ کعبہ سے تھا نہ کم
اونٹوں پہ بے عماری وہ ہودج چڑھے حرم
اس خیمے کو جلا دیا آتش سے ہے ستم
رونے نہ پائے لاشوں پہ بھی وہ اسیر غم
جو دستگیر خلق تھا وہ دستگیر تھا
پوتا علی کا طوق و رسن میں اسیر تھا

۳

رانڈوں کے ساتھ لے کے چلے جب وہ اہل شر
زینب پکاری اونٹ سے سر پیٹ پیٹ کر
لے چل خدا کے واسطے مقتل میں اے عمر
تا دیکھ لیں عزیزوں کے لاشوں کو اک نظر
پائیں گے پھر نہ لاش شہ مشرقین کی
سب مل کے ہم وداع تو کر لیں حسین کو

۴

سنتے تھے کب اسیروں کی زاری وہ بدشعار
پھر پھر کے دیکھتے گئے لاشوں کو سوگوار
دم بھر ٹھہرنے پائی نہ اونٹوں کی واں قطار
زینب پکارتی تھی کہ بھیا بہن نثار
کیونکر بلائیں لاشے کی لوں دسترس نہیں
بس میں ستمگروں کے ہوں کچھ میرا بس نہیں

۵

آئی حسین کے تن بے سر سے یہ صدا
زینب سے تب یہ کہنے لگا شمر بے حیا
بھینا تری اسیری و غربت کے میں فدا
بس رو چکی خموش ہو اے بنت مرتضیٰ
وہ سوگوار بھائی کو چلّا کے رہ گئی
لاش حسین خاک پہ تھرّا کے رہ گئی

۶

وہ قافلہ دمشق کی جانب ہوا رواں
رسی لئے تھے اونٹوں کی سجّاد ناتواں
نیزوں پہ تھے شہیدوں کے سرہائے خونچکاں
ہے ہے حسین کہتی تھیں سر کھولے بیبیاں
بچے بھی ماں کی گودیوں میں بیقرار تھے
عابد پیادہ پا تھے ستمگر سوار تھے

۷

منزل پہ کس تعب سے پہونچتے تھے تا بہ شام
کہتی تھی ناتوانی کہ دو اب یہیں مقام
تھا ایک کوس ضعف کی شدّت سے ایک گام
گرتے تھے جب تو اٹھتے تھے لے کر علی کا نام
دم رک گیا جو طوق سے گھبرا کے گر پڑے
کانٹا چبھا تو خاک پہ تھرّا کے گر پڑے

۸

منزل پہ جا کے سوتے تھے راحت سے بدصفات
جز حمد حق زباں پہ نہ آتی تھی کوئی بات
غم میں پدر کے روتے تھے عابد تمام رات
ہر دم تھا شکر نعمت معبود پاک ذات
کٹتی تھی راہ بندگی بے نیاز میں
تب کو جب اٹھ کے دیکھا تو پایا نماز میں

۹

رانڈوں کو اک گھڑی کسی منزل پہ تھا نہ چین
اصغر کے غم میں پچھلے کو کرتی تھی ماں یہ بین
رہتا تھا تا بہ صبح بپا شور وا حسین
جنگل میں کس طرح سے رہا میرے نور عین
کس کو سلاؤں سینے پہ میں آہ تم نہیں
اترا ہے دودھ چھاتی پہ اے ماہ تم نہیں

۱۰

کرتا ہے اب یہ راویِ شیریں سخن بیاں
فوجِ امیرِ شام فرودکش ہوئی وہاں
پہونچا قریب قلعۂ شیریں وہ کارواں
تھک کر زمیں پہ گر پڑے سجادِ ناتواں
اُس دشت میں اُتر کے حرم نوحہ گر ہوئے
نیزوں پہ وہ نصب وہ شہیدوں کے سر ہوئے

۱۱

شیریں کو تھا جو آٹھ پہر شاہ کا خیال
زخمی ہے سر سے تا بہ قدم شاہ خوش خصال
اس طرح خواب میں نظر آیا اُسے جمال
اصغر کی لاش گود میں کپڑے لہو سے لال
زخمی گلا ہے تیغ سے پیشانی تیر سے
بوندیں لہو کی گرتی ہیں حلقِ صغیر سے

۱۲

شیریں نے شاہِ دیں کو نہ پہچانا مطلقا
کہنے لگا تب اُس سے یہ مظلومِ کربلا
حیرت سے شہ کو دیکھتی تھی سر سے تا بہ پا
افراطِ زخم سے مرا نقشہ بدل گیا
صدمے جو ہم پہ گزرے اسے جانتی نہیں
میں ہوں حسینؑ تو مجھے پہچانتی نہیں

۱۳

شیریں قدم پہ گر کے پکاری کہ میں نثار
فرمایا تب حسین نے باچشمِ اشکبار
یہ حال کیا ہے آپ کا یا شاہِ باوقار
شیریں مرے گلے پہ چلی تیغِ آبدار
کس سے کہیں جو پیاس کے صدمے اٹھائے ہیں
وعدہ کیا تھا تجھ سے سو ہم مر کے آئے ہیں

۱۴

دشتِ بلا میں لٹ گیا سارا ہمارا گھر
زینبؑ اسیر ہے تجھے اس کی نہیں خبر
یاں تک کہ قتل ہو گیا ننھا سا یہ پسر
بی بی ہے تیری فوجِ ستمگر میں ننگے سر
جس نے غنی کیا تھا تجھے وہ فقیر ہے
آزاد کرنے والی تری خود اسیر ہے

۱۵

شیریں اُٹھی جو دیکھ کے وہ خواب ہولناک
شوہر پکارا آپ کو کرتی ہے کیوں ہلاک
چھاتی پہ ہاتھ مار کے تڑپی بہ روئے خاک
کیا سانحہ ہوا جو گریباں کیا ہے چاک
چلّائی وہ کہ تختِ امامت اُلٹ گیا
ہے ہے مرے امام کا سر تن سے کٹ گیا

۱۶

اُس نے کہا کہ منہ سے نہ یہ فالِ بد نکال
آتی ہے یاں سدا خبرِ شاہِ خوش خصال
دیکھا ہے خواب کچھ تو ہے اس کا عبث خیال
حج کو گیا ہے کعبے میں خیر النساء کا لال
امت ستائے گی شہِ ذو الاحترام کو
کعبے میں کون قتل کرے گا امام کو

۱۷

مشکل کشا ہے خلق دو عالم کا پیشوا
ایسے بزرگ پر کوئی کرتا نہیں جفا
محبوبِ کبریا کی زباں حجّتِ خدا
فرزندِ فاطمہؑ نے کسی کا ہے کیا کیا
سیّد کے سر کو تیغ سے ناحق اُتاریں گے
کس جرم پر نبیؐ کے نواسے کو ماریں گے

۱۸

شیریں نے تب کہا کہ قلق ہے مجھے شدید
ہے ذبحِ ابنِ فاطمہؑ کی اس شقی کو عید
سنتی ہوں میں لعیں مرے آقا سے ہے یزید
ڈر ہے کہیں نہ ہو شہِ ذیجاہ کو شہید
کوئی نہ پنجتن میں [illegible]
دشمن سوا یزید سے ابن زیاد ہے

۱۹
تو جیں ادھر ہیں یاں نہیں سامان کارزار
دنیا نہ ہاتھ ہیں، نہ ریاست، نہ اقتدار
کچھ ہیں عزیز ساتھ تو کچھ ہیں رفیق و یار
حاصل فدک کا بھی نہیں دیتے ستم شعار
ان کو نظر ہے کچھ نہ ریاست نہ جاہ پر
تکیہ کیا ہے قبر رسالت پناہ پر

۲۰
یہ بین کرکے روتی تھی وہ غم کی مبتلا
شبیر پر خبر نہیں ہے تجھے اس خوشی کی کیا
اتنے میں آن کر کسی عورت نے یہ کہا
ہے شور آمد آمدِ فرزند مصطفٰا
اب داخلہ ہے فاطمہؑ کے نور عین کا
یاں سے قریب اترا ہے لشکر حسینؑ کا

۲۱
دیکھ آئے لوگ خیمۂ زنگاریِ امام
کہتے ہیں ساتھ آئے ہیں اہلِ حرم تمام
اس رکن دیں نے آج کیا ہے یہیں مقام
ہے زیر قلعہ فوج حسینی کی دھوم دھام
بستی کے لوگ شہ کی زیارت کو جاتے ہیں
یاں صبح سے ہے شور کہ شبیر آتے ہیں

۲۲
شبیر پکاری اٹھ کے ترے منہ کے میں نثار
اس نے کہا غلط نہ کہوں گی میں زینہار
سچ ہے قریب آئے شہنشاہِ نامدار
مژدہ یہ سن کے شاد ہوئی وہ نکو شعار
آنکھوں سے سیلِ اشک جو بہتی تھی رک گئی
مارے خوشی کے خاک پہ سجدے کو جھک گئی

۲۳
سجدے سے اٹھتے ہی کہے شوہر سے یہ کلام
دعوت کا میں کروں گی تکلف سے اہتمام
آیا مدینے سے مرا آقا مرا امام
بہتر ہو جتنی جلد ہو تیاریِ طعام
کیوں کر خوشی نہ ہوں کہ یہ روز سعید ہے
آئے حسین آج مرے گھر میں عید ہے

۲۴
فرزند فاطمہؑ کی عنایت کے میں فدا
یہ گھر کہاں کہاں قدم ابن مرتضٰا
منظور تھا کنیز کا اعلیٰ ہو مرتبا
آنکھوں کو آج فرش کروں گر تو ہے بجا
بالوں سے اپنے گھر کی زمیں کو بہاروں گی
شہزادیوں پہ آپ کو صدقے اتاروں گی

۲۵
یہ کہہ کے اس نے فرش کیا گھر میں سر بسر
مسند بچھائی بہر شہنشاہ بحر و بر
مومن کے دل کی طرح مصفا ہوا وہ گھر
تکیوں کو صاف کرکے لگایا ادھر ادھر
کہتی تھی میرے گھر میں ابھی سے جو نور ہے
یہ آمدِ امام زمن کا ظہور ہے

۲۶
دالان ہے یہ شاہ کی خواہر کے واسطے
جھولے کی جا یہ ہے علی اصغرؑ کے واسطے
یہ نرم فرش ہے علی اکبر کے واسطے
یہ گھر ہے شاہ دیں کے برادر کے واسطے
راحت سے شہ نشیں پہ امام زمن رہیں
حجرہ یہ اس لیے ہے کہ دولہا دلہن رہیں

۲۷
کرسی کو لاکے جلد کسی جا بچھاتی تھی
سجدے میں بہر شکر کبھی سر جھکاتی تھی
تحفوں کو کشتیوں میں کبھی وہ لگاتی تھی
گھبرا کے صحن سے کبھی ڈیوڑھی پہ آتی تھی
چہرے پہ اک خوشی تھی یہ دل بیقرار تھا
فرزند فاطمہؑ کا اسے انتظار تھا

۲۸
جاکر کبھی خواصوں سے کرتی تھی یہ کلام
بھر بھر کے آب سرد کے رکھ دو ہوا میں جام
کھانے پکاؤ جلد کہ آتے ہیں اب امام
لبریز آب گرم کے کر دو سبو تمام
پردیسیوں کو خیر سے جب گھر میں لاؤں گی
ہاتھوں سے اپنے پاؤں سبھوں کے دھلاؤں گی

۲۹
ہمسائیوں سے کہتی تھی ہنس ہنس کے بار بار
ہے باغ فاطمہ پہ عجب حسن کی بہار
اب کیجیو زیارت سلطان نامدار
ارشک ریاض خلد ہے ایک ایک گلعذار
سب نونہال گلشن دیں لاجواب ہیں
قد سرو باغ حسن ہیں رخ آفتاب ہیں

۳۰
شمشاد بوستان پیمبرؐ کو دیکھیو
کیا نوجواں ہے شہ کے برادر کو دیکھیو
سرو ریاض حضرت شبیر کو دیکھیو
سب ایک سمت تم علی اکبر کو دیکھیو
ہوگا کبھی یہ حسن ملک کا نہ حور کا
جلوہ ہے اس جری میں محمدؐ کے نور کا

۳۱
خالق رکھے اسے صد و سی سال برقرار
بہنیں فدا ہیں باپ تصدق ہے ماں نثار
نام خدا ہے شادی کے قابل وہ گلعذار
سر پر پھوپھی نے پیار سے گیسو رکھے ہیں چار
چہرے کے آگے نیر تاباں بھی ماند ہے
عالم کی روشنی ہے اندھیرے کا چاند ہے

۳۲
اب خیریت سے گزرے گا اٹھارواں جو سال
زینبؑ کو اس کے بیاہ کا ارمان ہے کمال
شادی کریں گی بیٹے کی بانوئے خوشخصال
ہر دم یہی دعا ہے کہ دولھا بنے یہ لال
آتی ہیں نسبتیں حلب و شام و روم سے
شادی خدا جو چاہے تو ہووے گی دھوم سے

۳۳
جب ڈھل گئی اسے انھیں باتوں میں دوپہر
اب تک نہ آئے گھر میں شہنشاہ بحر و بر
شوہر سے پھر یہ کہنے لگی وہ نکو سیر
اترے ہے کہاں کسی سے مفصل سنی خبر
بستی سے ساتھ لے کے ہر اک اپنے بھائی کو
جا پیشوائے خلق کی تو پیشوائی کو

۳۴
کہیو مری طرف سے یہ تو چوم کر قدم
کرتے ہیں اغنیا غربا پر سوا کرم
لونڈی کو سرفراز کر دیا شہ امم
اب بے حضور چین نہیں مجھ کو ایک دم
کچھ آج ہے طپش سی دل بیقرار میں
آنکھیں سپید ہوگئی ہیں انتظار میں

۳۵
قرباں ہو گئی مرا گھر کچھ نہیں ہے دور
ہم لوگ مشت خاک ہیں حضرت خدا کے نور
خاصہ تناول ان کے اس جا کریں حضور
ہوگا یہ کوہ آپ کے آنے سے رشک طور
کہنا حضور راہ ہدایت کی شمع ہیں
پروانے یاں سحر سے زیارت کو جمع ہیں

۳۶
عرصہ ابھی ہے آپ کے آنے میں کچھ اگر
ڈیوڑھی پہ بند و بست ہے یا شاہ بحر و بر
آنے میں کیوں حرم کے ہوئی دیر اس قدر
گرد وار کھی ہیں میں نے قناتیں ادھر ادھر
محمل میں گھٹتی ہوویں گی زہرا کی ساریاں
عباسؑ لے کے آئیں زنانی سواریاں

۳۷

للہ جلد اپنے برادر کو بھیجیے
ہمراہ اُن کے عترت حیدر کو بھیجیے
نور نگاہ حضرت شبیر کو بھیجیے
مشتاق ہوں بہت علی اکبر کو بھیجیے
آئیں تو شاہزادوں پہ اپنے نثار ہوں
عابد کے دیکھنے کے لئے بیقرار ہوں

۳۸

گھر سے خوشی عزیز چلا سُن کے یہ پیام
پہونچا اُتر کے کوہ سے نزدیک فوج شام
روکا سپاہیوں نے تو اس نے کیا کلام
میں بھی تمھارے شاہ کا ادنیٰ سا ہوں غلام
ہے اشتیاق فاطمہؑ کے نور عین کا
بتلاؤ کس طرف کو ہے خیمہ حسینؑ کا

۳۹

ہنس کر زرہ کے طعن یہ بولا کوئی شریر
جا پوچھ ان سے خاک پہ بیٹھے ہیں جو اسیر
اس ساری فوج کا پسر سعد ہے امیر
وہ سب ہیں رشتہ دار امام فلک سریر
خیمہ ادھر نہیں شہ عالی مقام کا
مجھ کو پتا انھیں سے ملے گا امامؑ کا

۴۰

آگے بڑھا عزیز تو دیکھا یہ اُس نے حال
کچھ بیبیاں ہیں خاک نشیں کھولے سر کے بال
روتے ہیں مارے بھوک کے اطفال خورد سال
اک نوجوان ضعف کی شدت سے ہے نڈھال
طاقت نہیں جو دھوپ سے آ بیٹھے چھاؤں میں
گردن میں بھاری طوق ہے زنجیر پاؤں میں

۴۱

یہ دیکھ کر عزیز کے آنسو ہوئے رواں
کی عرض اپنا حال تو کچھ کیجیے بیاں
چہرے پہ تو امیروں کے ہے سب شکوہ شاں
گردن جھکا کے بولے یہ سجاد ناتواں
ہوں گے کبھی امیر پہ اب تو فقیر ہیں
بیکس ہیں بے وطن ہیں یتیم و اسیر ہیں

۴۲

اُس نے کہا بتائیے خادم کو اپنا نام
فرمایا رو کے بیکس و مظلوم و تشنہ کام
مضطر عزیز مردہ اسیر سپاہ شام
کنبہ شہید ہو گیا اک دشت میں تمام
قیدی ستم کی فوج میں بچوں سمیت ہوں
میں ساربان قافلۂ اہل بیت ہوں

۴۳

بولا وہ تب کہ خیمۂ شبیر ہے کدھر
نسریں کو انتظاری میں گذری ہے دو پہر
کہنے لگے یہ عابدؑ بیکس بہ چشم تر
جا دیکھ لے حسینؑ کا نیزے پہ ہے وہ سر
خنجر گلوئے سبط پیمبرؐ پہ چل گیا
رہتے تھے جس میں شاہ سو وہ خیمہ جل گیا

۴۴

دشت بلا میں لٹ گیا زہراؑ کا سب چمن
جیتا بچا ہوں ایک میں بیمار خستہ تن
ہے جن کے بازوؤں میں بندھی ظلم کی رسن
بیٹی ہے ان میں کوئی کوئی شاہ کی بہن
مظلوم ہوں یتیم شہ مشرقین ہوں
عابد ہے میرا نام میں ابن حسینؑ ہوں

۴۵

جس دم سنی عزیز نے ماتم کی یہ خبر
سر پیٹتا ہوا وہ چلا واں سے اپنے گھر
نسریں کھڑی تھی آس لگائے قریب در
دھیان اُس کو تھا کہ آتے ہیں سلطان بحر و بر
شوہر کو روتے دیکھ کے دل کو نکل پڑی
ڈیوڑھی سے پیٹتی ہوئی باہر نکل پڑی

۴۶

چلا کے دی صدا کہ ارے کیا غضب ہوا
برباد خاندان امیر عرب ہوا
زینب ہوئی اسیر حسینؑ اس سے چھٹ گئے
اس نے کہا کہ سانحہ بی بی عجب ہوا
خنجر سے ذبح سبط نبی تشنہ لب ہوا
یثرب سے آکے راہ میں سجاد لٹ گئے

۴۷

میں تجھ سے کیا کہوں کہ جگر میں نہیں ہے تاب
بی بی حسین کو نہ ملا تین روز آب
اُترا ہے یاں جو آکے وہ لشکر ہے شام کا
جو تو بیاں کرتی تھی وہ سچ تھا تیرا خواب
لے خاک اُڑا کہ ذبح ہوا ابن بوتراب
لائے ہیں سر حسین علیہ السلام کا

۴۸

عابدؑ بچا ہے ایک سو وہ بے پر اسیر ہے
عاشق تھے جس کے شاہ وہ دختر اسیر ہے
نامحرموں میں پردۂ آلِ عبا نہیں
کنبا اسیر بانوئے مضطر اسیر ہے
سب اک طرف ہیں شاہ کی خواہر اسیر ہے
زہراؑ کی بیٹیوں کے سروں پر ردا نہیں

۴۹

شیریں پکاری ٹوٹ گئی ہائے میری آس
کس نے قلم کیا سر شبیرؑ حق شناس
لے چل مجھے کہ روؤں گی اور خاک اُڑاؤں گی
یہ کس کا ذکر کرتا ہے مجھ میں نہیں حواس
ہے ہے ردا نہیں مری شہزادیوں کے پاس
رانڈوں میں میں حسینؑ کے پُرسے کو جاؤں گی

۵۰

روتی چلی اسیروں کی جانب وہ نوحہ گر
پہونچی قریب رانڈوں کے جس وقت ننگے سر
ماتم کا اہلِ بیت محمدؐ میں جوش تھا
زیور جو پہنے تھی اُسے پٹکا زمین پر
سر پیٹنے لگے حرم شاہ بحر و بر
شیریں کو تھا نہ ہوش نہ بانو کو ہوش تھا

۵۱

شیریں یہ رو کے کہتی تھی بانو سے بار بار
شیریں سے رو کے بولی یہ کبرا جگر فگار
قیدی ہیں کوکھ اُجڑ گئی اور مانگ جل گئی
بتلاؤ تم کدھر مری بی بی ہیں میں نثار
کیا کہتی ہے یہی تو ہیں بانوئے نامدار
وارث شہید ہو گیا صورت بدل گئی

۵۲

قدموں پہ گر کے تب وہ پکاری بہ درد و غم
پہچانوں کیا کہ بال ہیں بکھرے کمر ہے خم
چھائے ہیں خاک کے رخِ نیکو پہ ہے غضب
یہ حال ہو گیا مری بی بی کا ہے ستم
ماتھے سے خوں بہتا ہے آنکھوں پہ ہے ورم
نیلے نشاں ہیں چاند سے بازو پہ ہے غضب

۵۳

بانو پکاری کیا کہوں شیریں میں اپنا حال
اکبر جواں تھے علی اصغرؑ تھے خرد سال
دونوں کے سر قریں سر شاہ زمن کے ہیں
زہرا کا باغ ہو گیا مقتل میں پائمال
بے جرم قتل ہو گئے سب میرے نونہال
برچھی کے پھل یہ پھول ہمارے چمن کے ہیں

۵۴

بولی یہ رو کے زینبِ ناشاد و نامراد
مشہور تو ہے اہلِ وفا اور خوش اعتقاد
ہم سب کو ساتھ لے کے جو تشریف لائے ہیں
شیریں یزید کو شہ بیکس سے تھا عناد
بھولی کبھی نہیں مرے بھائی کو تیری یاد
مرکے حسینؑ وعدہ وفائی کو آئے ہیں

۵۵
یہ سُن کے دوڑی جانب نیزہ وہ ننگے سر
تب دونوں ہاتھ اُٹھا کے پکاری وہ نوحہ گر
نیزے پہ آفتاب سا آیا اُسے نظر
لونڈی نثار آپ کے یا شاہ بحر و بر
ندی لہو کی چاند سی گردن سے بہہ گئی
لونڈی کو مہمانی کی حسرت ہی رہ گئی

۵۶
اس خوں بھرے ہوئے رُخِ انور کے میں نثار
آنکھوں کے صدقے زلفِ معنبر کے میں نثار
نیلے ہیں اب تلک لبِ اطہر کے میں نثار
اے مصطفےٰ کے لال ترے سر کے میں نثار
کیا بن گئی حضور کہاں کربلا کہاں
نیزے کی نوک ہائے کہاں یہ گلا کہاں

۵۷
مجھ سے تو عورتوں نے کہا تھا یہ آن کر
آراستہ کیا تھا خوشی سے تمام گھر
آتے ہیں آج گھر میں ترے شاہ بحر و بر
یوں آپ آئیں گے مجھے اس کی نہ تھی خبر
یاں سے جو خاک اُڑاتی ہوئی گھر میں جاؤں گی
اب فرش اُٹھا کے میں صفِ ماتم بچھاؤں گی

۵۸
اعجاز سے یہ دی سرِ شبیر نے صدا
وعدہ جو تجھ سے تھا اسے ہم نے ادا کیا
شیریں نہ رد کہ تھا یہی منظورِ کبریا
لازم تجھے یہ ہے کہ غریبوں کے پاس جا
پُرسا ہمارا زینبؑ عالی ہمم کو دے
دعوت ہے بس یہی کہ ردائیں حرم کو دے

۵۹
پایا نہیں کفن تو کچھ اس کا نہیں الم
شیریں کسی بشر پہ یہ ہوتا نہیں ستم
زینب ہے بے ردا ہمیں اس کا بہت ہے غم
مقتل میں تین روز کے پیاسے ہوئے ہیں ہم
ماتم میں میرے نالہ و فریاد کیجیو
جب پانی دیجیو تو مری یاد کیجیو

۶۰
یہ کہہ کے جھک گیا سوئے شیریں سرِ حسینؑ
بس اے انیس آگے نہ کہہ بیبیوں کے بین
غل پڑ گیا کہ ہائے شہنشاہِ مشرقین
راحت جگر کو ہے کوئی ساعت نہ دل کو چین
دنیا میں کیا کسی کا مقدر سے زور ہے
شیریں تو ہے کلام مگر بخت شور ہے

رُباعی

فریاد و فغان و رنج و غم کے دن ہیں
بے شبہ یہ اندوہ و اَلم کے دِن ہیں
کیوں کر نہ کریں شیعہ قیامت برپا
بے سر ہوئے شبیرؑ ستم کے دِن ہیں

رباعی

دس دن جو یہ رونے میں بسر ہو جائیں
موتی سے فزوں تر ہوں بہا میں یہ اشک
خوشنود شہِ تشنہ جگر ہو جائیں
حضرت کو جو منظور نظر ہو جائیں

رباعی

سجادؑ حزیں شغلِ بکا رکھتے ہیں
بھر آتا ہے دل دیکھ کے جامِ پُر آب
تر اشکوں سے رُخسار سدا رکھتے ہیں
یادِ عطشِ شاہِ ہُدا رکھتے ہیں

رباعی

جس شخص کو عقبیٰ کی طلبگاری ہے
اِک چشم میں کس طرح سمائیں دونوں
دُنیا سے ہمیشہ اُسے بیزاری ہے
غافل یہ خواب ہے وہ بیداری ہے

رباعی

اُس ملک سے دنیا کی ہوس میں آئے
مر کر نکلے تو کنجِ مرقد پایا
اب جائیں کہاں اجل کے بس میں آئے
جب دام سے چھوٹے تو قفس میں آئے

رباعی

پیری سے بدن زار ہوا زاری کر
کہتے ہیں زبانِ حال سے موئے سپید
دنیا سے انیس اب تو بیزاری کر
ہے صبح اجل کوچ کی تیاری کر

مرثیہ

اے مومنو کیا صادق الاقرار تھے شبیر
خوشنودیٔ خالق کے طلبگار تھے شبیر
دریائے وفا کے دُرِ شہوار تھے شبیر
اقلیم صداقت کے جہاندار تھے شبیر
چاہا جو خدا نے وہی چاہا شہِ دیں نے
کیا وعدۂ طفلی کو نباہا شہِ دیں نے

۲
تھا قول کا صادق پسرِ مخبرِ صادق
کیوں خوش نہ ہو اس طرح کی مخلوق سے خالق
معشوقِ خدا وہ تو یہ اللہ کا عاشق
بچپن سے رہے حق کی ملاقات کے شائق
فرماتے تھے تن سر یہ امانت ہے خدا کی
یہ دین ادا ہو تو عنایت ہے خدا کی

۳
سر دینے کا اقرار کیا تھا جو خدا سے
سر نذرِ خدا کر دیا تسلیم و رضا سے
آپ آئے کٹانے کو گلا تیغِ جفا سے
پانی نہ کئی روز پیا مر گئے پیاسے
وعدہ فقط اک سر کا تھا درگاہِ خدا میں
حضرت نے بہتّر دیے سر راہِ خدا میں

۴
محتاجوں کی دعوت تھی یتیموں کی مدارات
کیا بات کے پورے تھے شہنشاہ خوش اوقات
تھا وعدہ وفائی کا خیال آپ کو دن رات
فرق اس میں نہ آیا جو کبھی منہ سے کہی بات
اس طرح کے صادق کبھی دیکھے ہیں کسی نے
مر کر کیا وعدے کو وفا سبطِ نبیؐ نے

۵
شیریں رقمانِ صحفِ حسنِ بلاغت
زینت دہ بیت الشرف خاص تھے حضرت
اس طرح رقم کرتے ہیں شیریں کی روایت
اور سامنے تھی شیریں بھی حاضر پئے خدمت
بانو سے جو مانوس شہنشاہ زمن تھے
کچھ پیار کی باتیں تھیں محبت کے سخن تھے

۶
شیریں پہ جو حضرت کی نظر جا پڑی اک بار
خوش چشم ہے کس مرتبہ شیریں خوش اطوار
بانو سے یہ بولے بہ تبسم شہِ ابرار
اس طرح کی آنکھیں کبھی دیکھی نہیں زنہار
فرمائی جو یہ بات شہنشاہِ اُمم نے
نہوڑا لیا سر دخترِ سلطانِ عجم نے

۷
سوچی کہ یہ میلانِ شہِ جن و بشر ہے
پھر دل سے کہا عاشقِ صادق تو اگر ہے
کی آنکھوں کی تعریف تو منظور نظر ہے
معشوق جو راضی ہو تو کیا اس میں ضرر ہے
فرزندِ نبیؐ ابنِ شہنشاہِ نجف ہے
شیریں کی کنیزی میں مجھے دیں تو شرف ہے

۸
یہ کہتی ہوئی واں سے وہ اک حجرے میں آئی
شانہ کیا، سرمہ کیا، پوشاک پنہائی
شیریں کو اشارے سے بلاتی ہوئی لائی
حیرت ہوئی شیریں کو تو یہ بات سنائی
کھلتا نہیں کچھ مجھ پہ یہ اسرار میں صدقے
کیوں کرتی ہو لونڈی کو گنہگار میں صدقے

۹
وہ بولی کہ میں نے تجھے بچپن سے ہے پالا
اب تجھ پہ پڑی ہے نظرِ سید والا
آزاد کیا سب کو یہ تجھ کو نہ نکالا
رتبہ ترا شہزادیوں سے اب ہے دوبالا
جو کچھ تری خدمت کروں واللہ وہ کم ہے
لونڈی تری اب دخترِ سلطانِ عجم ہے

۱۰

آراستہ جب ہو چکی شیریں وفادار
کی عرض کہ لونڈی کا فدا آپ پہ گھربار
بانو گئی واں بیٹھے تھے جب جا شہِ ابرار
کچھ کہنا ہے اُٹھیئے تو کروں حال وہ اظہار
شہ سمجھے گلہ ہوگا دل افسردہ ہے بانو
تعریف یہ شیریں کی کچھ آزردہ ہے بانو

۱۱

اُٹھ کر گیا زہرا کا پسر بانو کے ہمراہ
ہے موتیوں میں شیریں تاروں میں ہو جوں ماہ
پردہ جو اُٹھا حجرے کا کیا دیکھتے ہیں شاہ
فرمانے لگے بانو سے ہنس کر شہِ ذی جاہ
جو سمجھی ہو تم اس کا مجھے دھیان نہیں ہے
جب تم سی ہو بی بی تو کچھ ارمان نہیں ہے

۱۲

بانو نے کہا صدقے میں اے سرورِ والا
حاضر ہے یہ میں نے بہ دل وجاں اسے بخشا
کچھ لونڈی کی آزردگی کا دھیان نہ کرنا
فرمانے لگے تب یہ شہِ یثرب و بطحا
تم نے تو دیا ہم کو کہ صادق ہو وفا میں
ہم نے اُسے آزاد کیا راہ خدا میں

۱۳

بانو نے سُنی جب شہِ والا کی یہ گفتار
اور اُس کو دیا زیور و زر، درہم و دینار
خوش ہو کے پھری گرد محبت سے کئی بار
حضرت نے کہا اس کا سبب کیا مری غمخوار
اوروں کو نہ اتنا زر و زیور دیا تم نے
شیریں سے یہ اُلفت کہ غنی کر دیا تم نے

۱۴

بانو نے کہا اُن سے ہو کیوں کر یہ برابر
ہر چند کہ سلطانِ عجم کی ہوں میں دُختر
آزاد کیا تھا انھیں میں نے مرے سرور
پر فاطمۂ زہرا کی کنیزوں سے ہوں کمتر
خود صدقے ہوں شیریں پہ اگر میں تو بجا ہے
فرزندِ نبیؐ نے اسے آزاد کیا ہے

۱۵

شیریں کے یہ سُن کر ہوئے اشک آنکھوں سے جاری
سجادؑ کو لے گود میں بولی کہ میں واری
لیں ہاتھوں سے بانو کی بلائیں کئی باری
اب تم سے جدا ہوتی ہے یہ لونڈی تمھاری
خط بھیج کے اپنا مرا دل شاد کرو گے
اس پالنے والی کو کبھی یاد کرو گے

۱۶

صدقے گئی خدمت کو مری بھول نہ جانا
سہرا مجھے اس چاند سی صورت پہ دکھانا
جب ہونے لگے بیاہ تو لونڈی کو بلانا
اس سمت سفر ہو تو مرے گھر میں بھی آنا
نزدیک جو آنے کی خبر پاؤں گی واری
چھاتی مری ٹھنڈے گی میں آپ آؤں گی واری

۱۷

پھر پاؤں پہ سر حضرتِ زینبؑ کے جھکایا
جب آپ کو اُس نے قدمِ شہ پہ گرایا
شفقت سے گلے شاہ کی خواہر نے لگایا
سب روتے تھے حضرت کو بھی رونا بہت آیا
مولا کے نہ قدموں سے جدا ہوتی تھی شیریں
نعلین سے منہ ملتی تھی اور روتی تھی شیریں

۱۸

کہتی تھی یہ جانا ہے جہاں سے مرا جانا
فرماتے تھے شبیر کہ یہ دھیان نہ لانا
ان قدموں سے چھوٹی تو کہاں میرا ٹھکانا
ہم آئیں گے اک ایسا بھی ہووے گا زمانا
کہہ کر نہ کریں اپنا یہ دستور نہیں ہے
نزدیک ہے تو دل سے تو کچھ دور نہیں ہے

۱۹

لے لے کے بلائیں کہا شیریں نے کہ یا شاہ
اب عرض یہ لونڈی کی ہے اے سرور ذیجاہ
اچھا ہے قلق مجھ کو خدا اس سے ہے آگاہ
آپ آئیں تو ناموس بھی ہوں آپ کے ہمراہ
فرمایا نہ کڑھ پورے سب ارماں ترے ہونگے
ہم ساتھ حرم کو لیے مہماں ترے ہوں گے

۲۰

یہ بات تو فرمائی یہ رونے لگے حضرت
کچھ لوگ کیے ساتھ کہ پہونچے بہ حفاظت
آخر مع اسباب کیا شیریں کو رخصت
محمل میں وہ چڑھ کر گئی باعزت و حرمت
تھا پاس کنیزوں کا یہ جب شاہِ اُمم کو
ملعونوں نے بے پردہ کیا اُسکے حرم کو

۲۱

اک کوہ پہ تھا قلعہ کہ گھر اس کا تھا اس جا
تھا ایک یہودی کہ وہ طالب ہوا اُس کا
واں پہونچی تو شیریں کے ہوا حسن کا چرچا
شیریں نے سنا جب تو پیام اس کو یہ بھیجا
گر ہے مرے وصلت کی تمنا ترے جی میں
تو کفر کو تو چھوڑ کے آ دین نبیؐ میں

۲۲

پڑھ کر کلمہ کو ہوا وہ دل سے مسلماں
آباد یہودی کا ہوا خانۂ ویراں
عقد اس سے ہوا ہاتھ لگی دولتِ ایماں
وہ دونوں بہم رہنے لگے خرم و خنداں
شیریں کو محبت تھی زبس آل نبیؐ کی
تھی آٹھ پہر یاد حسینؑ ابن علیؑ کی

۲۳

کہتی تھی کہ یارب مرا گھر شہ کو دکھانا
پھیرا ادھر کو کہیں جلدی ہوں روانا
وہ دن ہو کہ ہو زینب و کلثوم کا آنا
اس لونڈی پہ اب شاق ہے تشریف نہ لانا
آقا مرے کیا جانے کب آئیں گے ادھر کو
پھر کبھی دیکھوں گی میں زہرا کے پسر کو

۲۴

کہتی کبھی ہمسایوں سے بیٹھ کے باہم
خاتون قیامت ہے جو مخدومۂ عالم
آویں گے مدینے سے یہاں سیدِ اکرم
اب بیٹیوں سے اُن کی ملا دیں گے تمھیں ہم
احمدؐ کی زیارت شہِ والا کی ملاقات
زینبؑ کی ملاقات ہے زہراؑ کی ملاقات

۲۵

اے بیبیو! آقا ہے مرا صادق الاقرار
زہراؑ کے چمن سے یہ مکاں ہوگیا گلزار
آنے کو کہا ہے مرے گھر آئیں گے اک بار
فرزند نبیؐ کا تمھیں دکھلائیں گے دیدار
آنکھیں قدمِ سبطِ پیمبرؐ پہ ملیں گے
ہم دور تلک لینے کو مولا کے چلیں گے

۲۶

رہتا تھا یہی اس کو تردد سحر و شام
جو میوے تھے مرغوب امام ذوی الاکرام
اندوختہ کرتی تھی ضیافت کا سرانجام
ان میووں کو منگواتی تھی دے دے کے وہ انعام
شوہر کوئی تحفہ جو اسے دیتا تھا لاکر
حضرت کے لئے رکھتی وہ کشتی میں لگاکر

۲۷

تھا دھیان کہ آویں گے سفر سے شہِ والا
دن ڈھلتا تو شوہر سے یہ کرتی تھی تقاضا
کورے گھڑوں میں پانی بھرا رکھتی تھی ٹھنڈا
شہ آتے نہ ہوں شہر کے ناکے پہ ذرا جا
آمد ہو اگر لشکرِ حضرت کی ادھر سے
میں بھی چلوں شہزادیوں کے لینے کو گھر سے

۲۸

یہ شہ کے ہے لشکر کا نشاں اور یہ آثار
ہوویں گے عزیز و رفقا گھوڑوں پہ اسوار
آگے علم سبز لئے ہو گا علمدار
اور بیچ میں ہو گا خلفِ حیدرِ کرّار
ملبوس رسولِ عربی ہووے گا بر میں
تیغ اسد اللہ لگی ہو گی کمر میں

۲۹

ناموس کی کچھ فاصلے سے ہو گی سواری
ہودج میں سوار آوے گی شہزادی ہماری
آوے گی نظر حضرتِ زینب کی عماری
اور محملوں میں ہو دیں گی سیدانیاں ساری
آگے یہ نقیبوں کا سخن ہووے گا سب سے
خاموش چلے جاؤ تفاوت سے ادب سے

۳۰

حضرت کا تصور تھا ادھر شبیر کو دن رات
دستور ہے مہماں کی کرتے ہیں مدارات
واں کوفے کو یثرب سے گئے شاہ خوش اوقات
سو فاطمہؑ کے لال کی پوچھی بھی نہ کچھ بات
دسویں کو محرم کی لڑے شاہِ اُمم سے
سر کاٹ لیا پیاسے کا شمشیرِ دو دم سے

۳۱

جب قتل ہوا حضرتِ زہراؑ کا وہ پیارا
دُر گوش سکینہ سے لعینوں نے اُتارا
سیدانیاں قیدی ہوئیں گھر لٹ گیا سارا
روئی وہ تو جھنجلا کے طمانچہ اُسے مارا
یہ ظلم تھا ناموس شہِ جنّ و بشر پر
منہ ڈھانپنے کو تھی نہ ردا ایک کے سر پر

۳۲

گھر آگ سے خاتونِ قیامت کا جلایا
سر سیدِ مظلوم کا نیزے پہ چڑھایا
شہزادیوں کو ناقۂ عُریاں پہ بٹھایا
اور طوق گراں گردنِ عابد میں پنہایا
دفن اپنے تو لاشے کیے رانڈوں کو دکھا کے
بے غسل و کفن رہ گئے لاشے شہدا کے

۳۳

جب لے چلے مقتل سے اسیروں کو کھلے سر
اے ظالمو ٹھہراؤ مرے اونٹ کو دم بھر
سر پیٹ کے چلّانے لگی زینبِ مضطر
ہوتے تنِ شبیر سے رخصت تو یہ خواہر
پاؤں گی نہ پھر لاش شہِ تشنہ دہن کو
رو لینے دو بھائی کے گلے مل کے بہن کو

۳۴

بانو نے کہا اونٹ کو میرے بھی بٹھا دو
بچھڑے ہوئے فرزند کو مادر سے ملا دو
لوگو مجھے لاشہ علی اکبرؑ کا دکھا دو
اصغر کو بھی لا کر مری چھاتی سے لگا دو
الفت نے پسر کی مجھے بے چین کیا ہے
بچے نے مرے دودھ نہیں کل سے پیا ہے

۳۵

زینب سے یہ تب کہنے لگا شمرِ ستمگار
تب لاش کو بھائی کے پکاری وہ دل افگار
منزل ہے کڑی اونٹ نہ یاں ٹھہرے گا زنہار
بے بس ہے بہن اے خلفِ حیدرِ کرّار
حضرت کی زیارت مجھے کرنے نہیں دیتے
اُشتر سے جفاکار اُترنے نہیں دیتے

۳۶

لاشِ شہِ مظلوم سے آواز یہ آئی
تم کیا کرو لکھی ہے مقدّر میں جدائی
بھینا تری مظلومی کے صدقے ہو یہ بھائی
جاؤ تمھیں دے قید سے اللہ رہائی
اب تم ہو بہن اور اسیری کی جفا ہے
ہم ہیں یہ بیاباں ہے اور یادِ خدا ہے

۳۷
سن کر یہ صدا کرنے لگیں بیبیاں فریاد
نیزے کو دکھا بولا یہ شمر ستم ایجاد
نزدیک تھا اشتر سے گرے زینب ناشاد
اونٹوں کو بڑھا جلد اب اے سید سجاد
ابن آیا نہ کچھ سید بے کس کے پسر کو
تسلیم بندھے ہاتھوں سے کی جھک کے پدر کو

۳۸
اونٹوں کو چلا کھینچتا عالم کا خوزادہ
اسوار تھے گھوڑوں پہ لعین اور وہ پیادہ
صدمے سے ہوئی شدت تپ اور بھی زیادہ
جب ضعف سے کرتے تھے ٹھہرنے کا ارادہ
شانوں پہ سنانوں کو جھکاتے تھے ستمگر
بیمار کو کھینچے لیے جاتے تھے ستمگر

۳۹
اونٹوں پہ نبی زادیاں تھیں گردنیں ڈالے
عابد تھے بندھے ہاتھوں سے زنجیر سنبھالے
اور پیاس سے بچے تھے زبانوں کو نکالے
دل میں بھی پھپھولے تھے کف پا میں بھی چھالے
منزل پہ اتر کر بھی نہ سوتے تھے سحر تک
بابا کے لئے شام سے روتے تھے سحر تک

۴۰
اعدا تو لگاتے تھے زمیں جھاڑ کے بستر
بھر بھر کے گھڑے رکھتے تھے پانی کے ستمگر
اور خاک پہ گر رہتے تھے ناموس پیمبر
یاں پھیرتے تھے پیاسے زبانوں کو لبوں پر
تیاری میں کھانے کی ادھر اہل ستم تھے
فاقوں کے سبب قیدیوں کے ہونٹوں پہ دم تھے

۴۱
جب طے اسی صورت سے ہوئیں منزلیں دو چار
اک راہ سوئے دشت تھی اک جانب کہسار
اک جا پہ دوراہہ ہوا رستے میں نمودار
صحرا کو چلے لے کے سر شاہ ستمگار
پہونچا جو دوراہے کے قریں رک گیا نیزہ
جس سمت کو تھا کوہ ادھر جھک گیا نیزہ

۴۲
گھبرا کے لگے کہنے یہ عابد سے ستمگار
فرمانے لگے رو کے یہ تب عابد بیمار
رکنے کا سر شاہ کے ظاہر کرد اسرار
ہے مخبر صادق کا پسر صادق الاقرار
اعجاز ہوا یہ جو سر سبط نبیؐ سے
اس راہ میں مہمانی کا وعدہ ہے کسی سے

۴۳
یہ سن کے اسی سمت چلے سب ستم آرا
شیریں سے کہا جا کے کسی نے یہ پکارا
لشکر کا ہوا کوہ کے دامن میں اتارا
آیا مع لشکر اسد اللہ کا پیارا
ناموس بھی ہمراہ ہیں اور بھیڑ بڑی ہے
جنگل میں کئی کوس تلک فوج پڑی ہے

۴۴
اس مژدہ کو سنتے ہی جو خوش ہو گئی شیریں
صد شکر کہ خالق نے نہ رکھا مجھے غمگیں
بولی کہ ہوئی اب دل بے تاب کو تسکیں
وعدہ جو کیا تھا اسے بھولے نہ شہ دیں
اب چل کے قدم پر شہ والا کے گروں گی
دن میرے پھرے گرد میں آقا کے پھروں گی

۴۵
عورات محلہ کو بلا کر یہ سنایا
یہ روز مبارک مجھے قسمت نے دکھایا
دو تہنیت اے بیبیو! آقا مرا آیا
اب عرش کے پائے سے ہے بڑھ کر مرا پایا
کونین میں ممتاز کیا شاہ زمن نے
لونڈی کو سرافراز کیا شاہ زمن نے

۴۶

سب نے کہا خوش ہو کے ہمیں بھول نہ جانا
شہزادی کا اپنی ہمیں دیدار دکھانا
ہم کو بھی بہن حضرت زینب سے بلانا
قسمت سے ہوا فاطمہؑ کے لال کا آنا
حضرت کی سواری کا حشم دیکھیں گے ہم بھی
سردار دو عالم کے قدم دیکھیں گے ہم بھی

۴۷

عباس علی کے قد و قامت کے ہیں مشتاق
زینبؑ کے جگر بندوں کی صورت کے ہیں مشتاق
اور قاسم مہرو کی بھی طلعت کے ہیں مشتاق
ہم شکل پیمبرؐ کی زیارت کے ہیں مشتاق
اکبر ہے کوئی ان میں کوئی غنچہ دہن ہے
کہتے ہیں بڑے حسنؑ یہ زہراؑ کا چمن ہے

۴۸

تھی شیریں تو اس ذکر سے پھولے نہ سماتی
یہ کہہ کے کبھی صحن کے دروازے پہ جاتی
کرسی کو کہیں اور کہیں مسند کو بچھاتی
دیکھ آؤں سواری تو نہیں شاہ کی آتی
دعوت کا سرانجام تو تیار ہوا ہے
کیوں دیر لگی فاطمہؑ کے لال کو کیا ہے

۴۹

مطبخ میں تقید کبھی کرتی تھی یہ جا کر
شربت بھی بناؤ کہ مسافر پئیں آ کر
کھانے کے رکھو خوان قرینے سے لگا کر
حجرے میں رکھیں نذر کی سب کشتیاں لا کر
کہتی تھی تصدق نہ اتاروں گی میں پہلے
شہزادیوں پر آپ کو واروں گی میں پہلے

۵۰

دن ڈھل گیا اور جب نہوئی آمد سرور
جا دیکھ تو اترا ہے کہاں شاہ کا لشکر
شوہر سے کہا اب تو نہایت ہوں میں مضطر
کہیو قدم پاک کو آنکھوں سے لگا کر
شیریں کی یہ ہے عرض کہ اب آئیے مولا
لونڈی کو قریب آ کے نہ ترسائیے مولا

۵۱

مدت میں یہ آئی ہے مرے دل کی تمنا
آپ آئیں یہ ہر چند نہیں ہے مرا رتبا
صدقے گئی نوش آج یہیں کیجیے کھانا
عزت مگر اس لونڈی کی ہو جائے گی شاہا
روشن مرا گھر کیجیے اگر فیض قدم سے
کچھ دور نہیں آپ کے الطاف و کرم سے

۵۲

یہ سن کے چلا شوہر شیریں طرف شاہ
فوج اتری نظر آئی اسے دور سے ناگاہ
پوشاکیں بدل اہل محلہ ہوئے ہمراہ
نزدیک جو پہونچا وہ شہ دیں کا ہوا خواہ
لشکر میں عجب طرح کا عالم نظر آیا
شادی کہیں دیکھی کہیں ماتم نظر آیا

۵۳

جس جا پہ تھا خیمہ عمر سعد کا برپا
کب ہوگا برآمد پسر فاطمہؑ زہرا
واں جا کے یہ ڈیوڑھی کے نگہبانوں سے پوچھا
فرماتے ہیں آرام کہ بیدار ہیں مولا
گر اتنی خبر کر دو تو احسان بڑا ہے
اک تازہ غلام آپ کا مجرے کو کھڑا ہے

۵۴

گر یہ نہ ہو تو شہ کے رفیقوں سے ملا دو
سجادؑ کو اور عون و محمدؑ کو بلا دو
عباس علمدار کے خیمے کا پتہ دو
ہم شکل پیمبرؐ کی مجھے شکل دکھا دو
بتلاؤ قسم تم کو رسولِ عربی کی
ڈیوڑھی ہے کدھر خیمۂ ناموس نبیؐ کی

۵۵

وہ بولے کہ اے شخص کدھر دھیان ہے تیرا
یہ شام کی ہے فوج یہ خیمہ ہے عمر کا
اس حال کی شناخت نہیں تجھ کو خبر اصلا
مدت ہوئی مارا گیا لخت دل زہرا
اب گھر ہے کہاں سبط رسول عربی کا
خیمہ تو جلا آئے حسین ابن علی کا

۵۶

مارے گئے سادات ہوئی فتح لڑائی
عباسؑ نے اک بوند بھی پانی کی نہ پائی
تصویر نبیؐ صفحۂ ہستی سے مٹائی
لوٹی گئی سب شیر الٰہی کی کمائی
کوئی نہ رہا فوج شہ جن و بشر میں
گھر فاطمہؑ کا صاف کیا تین پہر میں

۵۷

کر لائے ہیں ناموس محمدؐ کو گرفتار
دفن ان کو کیا پاؤ گے جو مارے گئے سردار
ہے قید میں حضرت کا پسر عابد بیمار
بے سر ہے پڑی دشت میں لاش شہ ابرار
بند آنکھیں ہیں لب خشک ہیں منھ خوں سے بھرے ہیں
وہ دیکھ لے سر نیزوں کی نوکوں پہ دھرے ہیں

۵۸

سیدانیاں بیٹھی ہیں وہ چہروں پہ ملے خاک
وہ بانوئے بیکس ہے گریباں کئے چاک
زینبؑ ہے وہی ماتمی پہنے ہوئے پوشاک
بیٹھی ہے وہ کلثوم بہن شاہ کی غمناک
کبرا ہے وہ زانو پہ جھکائے ہوئے سر کو
وہ بالی سکینہؑ ہے جو روتی ہے پدر کو

۵۹

یہ سنتے ہی سینے میں جگر پھٹ گیا اس کا
دے پٹکا عمامے کو گریبان کو پھاڑا
تھرانے لگا بید کے مانند سراپا
کہتا تھا یہ کیا ہوگیا واحسرت و دردا
میں لینے کو آیا تھا نہ پایا شہ دیں کو
تقدیر نے جیتا نہ دکھایا شہ دیں کو

۶۰

شیریں جو تھی یاں منتظر سبط پیمبر
دیکھا کہ چلا آتا ہے سر پیٹتا شوہر
رونے کا جو اک شور سنا ہوگئی ششدر
ڈیوڑھی سراسیمہ نکل آئی کھلے سر
چلا کے کہا کس نے تمھیں لوٹ لیا ہے
جلدی ارے لوگو کہو یہ ماجرا کیا ہے

۶۱

سر پیٹ کے تب شوہر شیریں یہ پکارا
زہرا کا پسر خلق سے جنت کو سدھارا
بی بی ترے آقا کو ستمگاروں نے مارا
سادات کا تو قافلہ لوٹا گیا سارا
بھیجا تھا جہاں تو نے وہ لشکر ہے شقی کا
سر کاٹ کے لائے ہیں حسینؑ ابن علی کا

۶۲

تو منتظر اب کس کی ہے کون آئے گا بی بی
شیریں نے کہا پیٹ کے سر کوٹ کے چھاتی
عابدؑ ہے سو بیمار ہے رانڈیں ہیں سو قیدی
ہے ہے مرے سید مرے آقا مرے والی
لٹوا کے گھر اور تیغ سے کٹوا کے سر آئے
فرمایا تھا آؤں گا سو یوں میرے گھر آئے

۶۳

یہ کہہ کے چلی پٹتی اور دیتی دہائی
یکبار خبر آنے کی شیریں کے جو پائی
رستے میں کہیں گر پڑی، ٹھوکر کہیں کھائی
زینبؑ نے کہا ہائے سلامت نہیں بھائی
پردے کو وہ آئی ہے سو یاں گھر بھی نہیں ہے
منھ کا ہے سے ہم ڈھانپیں کہ چادر بھی نہیں ہے

۶۴

یہ کہتی تھی زینب کہ وہ آ پہونچی کھلے سر
شیریں کا یہ تھا حال کہ گرتی تھی وہ مضطر
سب اُٹھ کے لگے پیٹنے ناموس پیمبر
بانو کے قدم پر کبھی زینب کے قدم پر
چلاتی تھی ہے ہے شہِ ذیجاہ کو مارا
کس جُرم پہ اعدا نے مرے شاہ کو مارا

۶۵

کیا فاطمہؑ کے لال سے ایسی ہوئی تقصیر
فریاد ہے بے پردہ ہوئے صاحبِ تطہیر
کیوں حلق شہِ دیں پہ چلی ظلم کی شمشیر
ہے ہے مرا شہزادہ ہے پہنے ہوئے زنجیر
گودی بھری اولاد سے خالی ہوئی ہے ہے
بی بی مری بے وارث و والی ہوئی ہے ہے

۶۶

یہ کہہ کے پچھاڑیں کبھی کھاتی تھی وہ مضطر
جس نیزہ پہ آلودۂ خوں تھا سرِ سرور
ہاتھوں سے کھڑی ہو کے کبھی پیٹتی تھی سر
واں جاتی تھی اور کہتی تھی یوں ہاتھ اُٹھا کر
تھی میں تو قدم دیکھنے آئی مرے مولا
لونڈی کو یہ کیا شکل دکھائی مرے مولا

۶۷

آقا تری اس خوں بھری تصویر کے واری
اس بین سے شیریں نے جو کی گریہ و زاری
میں مر نہ گئی ہائے بلا لے کے تمھاری
نیزے پہ سرِ شاہ کے آنسو ہوئے جاری
پیدا یہ لبِ خشک سے حضرت کے صدا تھی
کیوں روتی ہے شیریں یہی مرضی خدا تھی

۶۸

صد شکر کہ ہم تجھ سے ہوئے صادق الاقرار
فاقے سے کئی روز کے ہے عترتِ اطہار
دعوت ہے ہماری یہی اے مونس و غمخوار
اور پیاس سے مرتی ہے سکینہ مری دلدار
دشمن کے بھی بچوں پہ نہ یوں فاقہ کشی ہو
پانی اسے پلوا کہ مری روح خوشی ہو

۶۹

یہ تین برس کا تو سن اور تشنہ دہانی
ہر بار گھڑکتے ہیں اسے ظلم کے بانی
ہو جاتی ہے غش مانگتے ہی مانگتے پانی
کیا ضد ہے کہ بچوں کے بھی ہیں دشمنِ جانی
کی جاتی نہیں بات بھی اس تشنہ دہن سے
ننھا سا گلا شمر نے باندھا ہے رسن سے

۷۰

زینبؑ کی خبر لے کہ ہے قیدی مری خواہر
ہے خاک سے کبرا نے چھپایا سرِ انور
بنتِ اسد اللہ کے سر پر نہیں چادر
شہزادی تری آج ہے بلوے میں کھلے سر
احسان کا یہ وقت ہے عبرت کی یہ جا ہے
وہ قیدی ہے جس نے تجھے آزاد کیا ہے

۷۱

سیدانیوں کو چادریں کچھ لا کے اُڑھا دے
راضی ہوں نبی صاحبِ تطہیر دُعا دے
رانڈوں کی مدد کر کہ خدا تجھ کو جزا دے
محشر میں تجھے حلۂ فردوس خدا دے
بے وارث و والی ہیں گرفتارِ بلا ہیں
محتاج کفن ہم ہیں یہ محتاج ردا ہیں

۷۲

سن کر یہ سخن زینبِ دلگیر پکاری
یاد آئی مصیبت تمھیں اے عاشقِ باری
ان باتوں کے صدقے میں اس آواز کے واری
شیریں سے سناں پر بھی سفارش ہے ہماری
تم تشنہ دہن ذبح ہوئے مجھ کو یہ غم ہے
اور آپ کو بھینا کی اسیری کا الم ہے

۷۳
جیتی ہے بہن کس لئے کُڑھتے ہو برادر
گردن پہ تو بھینا کی پھرایا نہیں خنجر
تن پر تو ہے سر گو مرے سر پر نہیں چادر
لاشہ تو مرا دھوپ میں جلتا نہیں دن بھر
غم کھاؤں نہ چادر جو نہیں پاتی ہوں بھائی
بالوں سے تو منہ ڈھانپے چلی جاتی ہوں بھائی

۷۴
زینب تو یہ کہتی تھی سرِ شاہ سے رو کر
ان آنکھوں کی تعریف کیا کرتے تھے اکثر
چلّاتی تھی شیریں کہ میں صدقے ترے سرور
کیوں ہو نہ گئے کور مرے دیدۂ انور
ہوتیں نہیں سیر آپ کے دیدار سے آنکھیں
لاؤ تو ملوں چاند سے رخسار سے آنکھیں

۷۵
اللہ رے اعجاز سرِ سیّدِ ابرار
شیریں کے کفِ دست ہوئے مطلعِ انوار
اس خادمہ کے ہاتھوں پہ بس آگیا اک بار
ہاتھوں سے ضیائے یدِ بیضا تھی نمودار
سب دیکھ کے شہ کے رخِ روشن کی تجلّی
کہتے تھے یہ ہے وادیٔ ایمن کی تجلّی

۷۶
آنکھوں سے لگا کر کہا شیریں نے سرِ شاہ
پھر جا کے عمر سے کہا مت روک مری راہ
صدقے میں اس اعجاز کے اے سرورِ ذیجاہ
گھر تک سرِ سرور مجھے لے جانے دے واللہ
خدمت حرمِ شہ کی مجھے مد نظر ہے
لے مجھ سے زر و مال اگر طالبِ زر ہے

۷۷
لونڈی ہوں میں آقا ہے مرا یہ شہِ عالم
شب بھر میں مرے گھر میں رہیں سیدانیاں ہم
پیٹوں گی سر و سینہ بچھا کر صفِ ماتم
پھر صبح کو لے لیجو سرِ سیدِ اکرم
دن سخت بہت گردشِ ایام سے گذرے
اک رات تو مظلوموں پہ آرام سے گذرے

۷۸
لالچ میں ہوا زر کی رضامند وہ غدّار
سب قیدیوں کو لے گئی گھر میں وہ دل افگار
منگوا دیا شیریں نے اسے صرّۂ دینار
اور رکھ دیا مسند پہ سرِ سیدِ ابرار
حلقے میں حرم کے سرِ شیریں تو کھلا تھا
غل ہائے حسینا کا تھا اور شورِ بکا تھا

۷۹
چلّاتی تھی بانو مرے سید مرے سرور
لپٹی ہوئی کہتی تھی سرِ شاہ سے خواہر
شیریں کے گھر آئے مجھے اسحال سے لیکر
مہماں بہن آئی ہے سر پہ نہیں چادر
غیرت سے موئی جاتی ہے صدمہ ہے بہن پر
ثابت نہیں کرتا ہے سکینہ کے بدن پر

۸۰
جب رونے سے فارغ ہوئے وہ شہ کے عزادار
رو رو کے یہ کی سیّدِ سجّادؑ سے گفتار
شیریں نے چنے خوانِ طعام آن کے اک بار
کھانے یہ کیے تھے شہِ دیں کے لئے تیار
سو مر گئے بھوکے یہی مرضی تھی خدا کی
ان کھانوں پہ دو فاتحہ شاہِ شہدا کی

۸۱
یہ سن کے اُٹھے روتے ہوئے عابدِ ناکام
جب دینے لگے فاتحہ شاہِ خوش انجام
پانی کے بھی شیریں نے کئی بھر کے رکھے جام
یہ جوش تھا رقت کا کہ تھراتا تھا اندام
جس وقت لیا نام شہِ تشنہ دہاں کا
اک شور ہوا رانڈوں میں فریاد و فغاں کا

۸۲
رو کر کہا زینب نے بہن ہو گئی واری
کیا پیاس تھی جس دم تھا لہو زخموں سے جاری
میں جلتی ہوں اور فاتحہ ہوتی ہے تمھاری
پانی نہ کسی نے دیا مانگا کئی باری
جب تم تھے تو ملتا تھا نہ پانی کہیں بھائی
اب پانی تو موجود ہے اور تم نہیں بھائی

۸۳
روتی ہوئی اتنے میں اُٹھی بانوئے بے پر
سجاد سے رو رو کے کہا اے مرے دلبر
اک دودھ کا کوزہ رکھا اک پانی کا ساغر
ان دونوں پہ دو فاتحہ اکبر و اصغر
مارے گئے کس ظلم و جفا سے مرے بچے
تھے تین شب و روز کے پیاسے مرے بچے

۸۴
سجّاد نے جب فاتحہ سے پائی فراغت
تب بیبیوں سے شیریں نے کی عرض بہ منّت
تا دیر رہی شہ کے عزاداروں میں رقت
فاقہ شکنی کیجو کہ رونے کی ہو طاقت
اس کھانے پہ ہے فاتحہ خواں رُوح نبی کی
یہ حاضری ہے سبط رسول عربی کی

۸۵
فاقہ شکنی کا جو اسیروں نے لیا نام
زینب نے کہا کھانے کا ہے کون سا ہنگام
پیٹے یہ سر و سینہ کہ برپا ہوا کہرام
نے چین محمدؐ کو نہ زہراؑ کو ہے آرام
کیا کھانے کو ہم کھائیں کہ غم دل سے بھرا ہے
لاشا تو ابھی بھائی کا جنگل میں پڑا ہے

۸۶
بھائی تو ہو بے گور و کفن کھاؤں میں کھانا
بے سر علیؑ اکبر کا ہو تن کھاؤں میں کھانا
بے دفن ہو فرزند حسنؑ کھاؤں میں کھانا
پامال ہو زہراؑ کا چمن کھاؤں میں کھانا
رونا مجھے دیکھے سے چلا آتا ہے لوگو!
لے جاؤ کہ کھانا مجھے یہ کھاتا ہے لوگو!

۸۷
ناچار ہوا اک جام کو شیریں نے اُٹھایا
بولی کہ پیو واری دم آنکھوں میں ہے آیا
پاس آن کے ہونٹوں سے سکینہ کے لگایا
منھ پھیر کے شیریں کو سکینہ نے سُنایا
پیاسے مرے بابا موئے میں بھی نہ پیوں گی
عباس چچا آئیں گے جب پانی پیوں گی

۸۸
جس دم یہ سکینہ نے کہا پڑ گیا کہرام
آئی سپہِ خیبر کو لینے سپہ شام
اور پیٹنے رونے میں ہوا صبح کا ہنگام
رخصت ہوئے شیریں سے حرم بادلِ ناکام
تجھ پر انیس اب یہ کرم رب غنی کا
شہروں میں ہے شہرہ تری شیریں سخنی کا

رُباعی

مختار زمین و آسمان حیدرؑ ہے
گویا کہ محمدؐ کی زبان حیدرؑ ہے
جب نام لیا تو تقویتِ رُوح ہوئی
بیجاں ہے مگر جانِ جہاں حیدرؑ ہے

مرثیہ ۱

کوفے میں جب حرم حضرت شبیر آئے
روتے اور پیٹتے بہ حالت تغیر آئے
ننگے سر بلوے میں سب صاحب توقیر آئے
پہنے زنجیر گراں عابد دل گیر آئے
یوں تو اس شہر میں بندی نہ کبھی آئی تھی
ننگے سر رانڈیں تھیں اور خلق تماشائی تھی

۲

سر بازار عجب طرح کا تھا بلوۂ عام
سیر کو لوگ گھروں سے چلے آتے تھے تمام
جا کہیں خالی نہ تھی بھر گئے تھے کوچہ و بام
کثرت خلق سے مشکل تھا اٹھانا اک گام
کوئی غمگین تھا اور شاد کوئی ہوتا تھا
کوئی ہنستا تھا اسیروں پہ کوئی روتا تھا

۳

ایک سے ایک یہی کہتا تھا بس خوش ہو ہو
بندی آتی ہے مدینے کی تماشے کو چلو
سیر پھر ہووے گی ایسی نہ میسر تم کو
جن کو دیکھا نہ کسی نے انھیں چل کے دیکھو
پردے والے سر بازار نہ دیکھے ہوں گے
ایسے قیدی کبھی زنہار نہ دیکھے ہوں گے

۴

شہر کے قلعے سے ہے ناکے تک انبوہ کثیر
شاد و خرم چلی آتی ہے پیادوں کی بھیر
غل تھا عورات میں ہر سمت کہ ہے ہے شبیر
بے خطر ہو ہو کے کہتے تھے صغیر اور کبیر
ننگے اونٹوں پہ جو سیدانیاں محبوس ہیں یہ
احمد و حیدر و شبیر کے ناموس ہیں یہ

۵

آمد فوج مخالف کا کروں کیا میں بیاں
آگے آگے تو چلے آتے تھے لشکر کے نشاں
پیچھے گھوڑوں پہ تھے اسوار نمودار جواں
بج رہا تھا دہل فتح ہر اک تھا شاداں
پر تماشائیوں کی چھاتی پھٹی جاتی تھی
باجوں سے ہائے حسینا کی صدا آتی تھی

۶

پیچھے ان لوگوں کے مقتولوں کے کوتل گھوڑے
تسمے باگوں کے کٹے گردنوں پہ تیر لگے
زین ڈھلکے ہوئے اور خوں میں سراسر ڈوبے
بال سے ان کے ٹپکتے تھے لہو کے قطرے
گردنیں ڈالے ہوئے چپکے چلے جاتے تھے
آنسو ان گھوڑوں کی آنکھوں سے بہے جاتے تھے

۷

پیچھے ان گھوڑوں کے نیزوں پہ شہیدوں کے سر
پیچھے خورشید لقا اور کوئی رشک قمر
راہ کی گرد جمی چاند سے رخساروں پر
خشک لب پیاس سے اور خوں سے تھے چہرے تر
سر سے اک ایک کے تھی صولت و شوکت ظاہر
بعد مرنے کے بھی تھی شان شجاعت ظاہر

۸

سب کے آگے سر عباس تھا نیزے پہ علم
بند تھے غنچۂ نرگس کی طرح دیدۂ نم
دیکھ کر اس کو تماشائی یہ کہتے تھے بہم
دیکھو تو مر گئے پر بھی ہے عجب جاہ و حشم
رتبہ پہونچا یہ شہنشاہ بنی ہاشم کا
سر ہے نیزے پہ دھرا ماہ بنی ہاشم کا

۹

سر اکبر پہ جو پڑتی تھی خلائق کی نگاہ
کہتے تھے رو رو کے کیا غضب ہے کیا حسن ہے واہ
کوئی کہتا تھا کہ واللہ یہ ہے غیرت ماہ
کوئی گھبرا کے یہ کہتا تھا کہ اے بار الٰہ
نیزے پر یوسف یعقوب کا سر دیکھا ہے
آسماں پر ترے محبوب کا سر دیکھا ہے

سر قاسم کو ہر اک دیکھ کے کرتا تھا بیاں	۱۰	اس میں سب سید مسموم کی ہے شوکت و شاں
سہرا ماتھے پہ بندھا ہے تو یہ ہوتا ہے عیاں		عقد کے بعد یہ نوشاہ ہوا ہے بے جاں
اس طرح بیاہ کسی کا نہ ہوا ہوئے گا		ایسا نوشاہ تو کوئی نہ بنا ہوئے گا
اک سناں پر تھا سر سبط رسولِ مدنی	۱۱	لوگ کہتے تھے کہ تیروں سے ہے پیشانی چھنی
ہے عیاں چہرے سے مظلومی غریب الوطنی		یہ سر پاک کہاں اور کہاں نیزے کی انی
اس کا کیا نام ہے یارو یہ پسر کس کا ہے		کس سے پوچھیں نہیں معلوم یہ سر کس کا ہے
یہ جو آپس میں تماشائیوں نے ذکر کیا	۱۲	آئی اس دم سر شاہِ شہدا سے یہ صدا
ایہا الناس میں بیکس ہوں علی کا بیٹا		مرا نانا ہے نبی، باپ علی شیر خدا
تن سے سر میرے عزیزوں کا اتارا ناحق		میں وہ ہوں بھوکا پیاسا جسے مارا ناحق
دوش پر اپنے پیمبر نے چڑھایا تھا مجھے	۱۳	جیتے جی اپنے نبی نے نہ رلایا تھا مجھے
رختِ نو عید کے دن خلد سے آیا تھا مجھے		دودھ خاتونِ قیامت نے پلایا تھا مجھے
گھر بلا کر یہ کوئی جور و جفا کرتا ہے		اپنے مہماں سے کوئی بھی دغا کرتا ہے
آپ سے تو میں نہ تھا شہر میں اُن کے آیا	۱۴	یاں کے باشندوں نے خط لکھ کے مجھے بلوایا
میہمانی کے عوض خون پیا غم کھایا		تین دن میں نے نہ اس گرمی میں پانی پایا
ان لعینوں نے جدا تن سے کیا سر میرا		خیمے سب پھونک دیے لوٹ لیا گھر میرا
برچھیاں کھا کے میں گھوڑے سے زمیں پر جو گرا	۱۵	میں نے چاہا کہ کروں سجدۂ معبود ادا
لے کے خنجر مری چھاتی پہ ستمگار چڑھا		پورا سجدہ بھی مجھے شمر نے کرنے نہ دیا
سر کے بے کاٹے نہ اُترا مرے سینے پر سے		رگڑے دے دے کے گلا کاٹا مرا خنجر سے
سر ہے اس نیزے پہ جنگل میں پڑا ہے مرا تن	۱۶	لاش نے آج تلک پایا نہیں غسل و کفن
ہاتھ میں عابدِ بیمار کے باندھی ہے رسن		قید کر لائے ہیں ناموس مرے یہ بد ظن
ننگے سر بلوے میں اونٹوں پہ بٹھا کر لائے		چادریں بھی نہیں بیبیوں کو اُڑھا کر لائے
کیا کہوں کنبے سے بچوں پہ جو ہے ظلم و ستم	۱۷	نام لے کر مرا روتی ہے سکینہ ہر دم
مارتے ہیں اُسے جھنجلا کے طمانچے اظلم		کان بھی زخمی ہیں گالوں پہ بھی ہے اس کے ورم
آج جو اس مری پیاری پہ ستم ہوتے ہیں		یہ مری روح پہ واللہ الم ہوتے ہیں
سر سرور نے فصاحت سے کیے یہ جو بیاں	۱۸	اپنے سر پیٹ کے رونے لگے سب خورد و کلاں
خولی تب آگے بڑھا لے کے سر شاہ زماں		دیکھا سب لوگوں نے پھر قید میں اک ور جواں
تھا ورم پاؤں پہ تن ضعف سے تھراتا تھا		رسّی کھینچے ہوئے اونٹوں کی چلا جاتا تھا

۱۹
ہتھکڑی ہاتھوں میں اور پاؤں میں بھاری زنجیر
تھی یہ تاکید کہ چلنے میں نہ کیجو تاخیر
کھنچ تلواریں گئی اُس کے پس پشت شریر
اور تھی ضعف سے اس قیدی کی حالت تغییر
کہتا تھا ظالمو بے جرم ستاتے ہو مجھے
چل نہیں سکتا ہوں کھینچے لئے جاتے ہو مجھے

۲۰
نہ تو ہے پاؤں میں نعلین نہ سر پر دستار
مجھ پہ اب رحم کرو میں ہوں ضعیف و بیمار
پرزے پرزے ہے عبا جسم ہے کانٹوں سے فگار
لڑکھڑاتا ہوں چڑھا ہے مجھے شدت سے بخار
اب غش آیا تو نہیں پھر میں سنبھل سکنے کا
گر پڑا اب کی تو ہرگز نہیں چل سکنے کا

۲۱
کئی منزل تو چلا آیا ہوں دن بھر پیدل
پنڈلیاں سوج کے شل ہو گئیں راہیں بھی ہیں شل
میں نے اس حال سے بھی طے کیے کیا کیا جنگل
آج ناطاقتی سے دل یہی کہتا ہے نہ چل
ظالمو ایک تو ہے طوق و سلاسل بھاری
اور ہے سب منزلوں سے آج کی منزل بھاری

۲۲
کہتے تھے رو رو کے ایک ایک سے یہ زین عباد
ظلم سے کھینچے لئے جاتے تھے اس کو جلّاد
کوئی دیتا نہ تھا اس بیکس و مظلوم کی داد
بانو اختر سے یہ چلّاتی تھی ہے ہے سجّادؑ
جو جو اس بیکس و تنہا پہ ستم ہوتے تھے
پیٹ کر سینہ و سر اہل حرم روتے تھے

۲۳
بولتے کیا کہ وہ تھے گرد سواروں کے پرے
غم سے تھے اشک ہر ایک بی بی کی آنکھوں میں بھرے
تھی تقید کہ خبردار کوئی غل نہ کرے
اہل بیت نبوی ہاتھ تھے چہروں پہ دھرے
پشت پا پر تھی نگہ زانو پہ ہر اک سر تھا
عرق شرم سے ایک ایک کا چہرہ تر تھا

۲۴
اپنے سائے سے بھی جو لوگ کہ شرماتے تھے
بال سنبل سے تھے ہر بی بی کے رخ پر بکھرے
جلوۂ عام میں سر ننگے وہ جاتے تھے چلے
چاند سے چہرے پہ تھی اپنے کوئی خاک ملے
اونٹ پر بید کے مانند کوئی کانپتی تھی
اور کوئی مہندی لگے ہاتھوں سے منہ ڈھانپتی تھی

۲۵
ننگے سر بیٹھی تھی اک اونٹ پہ بنت زہراؑ
دیکھ کر سوئے فلک کہتی تھی اے بار خدا
نہ قصابہ تھا نہ برقع تھا نہ تھی سر پہ ردا
آل کا یہ ترے محبوب کی رتبہ پہونچا
یہ ستمگار نہیں پاس ہمارا کرتے
پاس آ آ کے ہیں رانڈوں کا نظارا کرتے

۲۶
رانڈوں کی چھاتیوں سے لپٹے ہوئے تھے اطفال
اشک آنکھوں میں بھرے پیاس کے مارے بے حال
ہونٹ گلبرگ سے سوکھے ہوئے رخسار دھوپ سے لال
راہ کی گرد سے آلودہ جھنڈولے وہ بال
دل دھڑکتے تھے بڑے خوف سے چہرے فق تھے
جور اعدا سے کئی بچوں کے چہرے فق تھے

۲۷
تھیں کئی لڑکیاں چھوٹی کئی لڑکے چھوٹے
گورے گورے وہ گلے اور گریبان پھٹے
آنسو آنکھوں میں بھرے ضبط کئے سہمے ہوئے
نرگسی آنکھوں سے تھے ماؤں کی صورت تکتے
مانگ سکتا تھا نہ رو کر کوئی بچہ پانی
ڈر کے اعدا سے ہوا جاتا تھا زہرہ پانی

۲۸

چاند سے چہرے ہے اک اک کے یتیمی تھی عیاں
بیبیاں ان کی غریبی پہ جو کرتی تھیں فغاں
کئی فاقے جو کئے تھے تو نہ تھی تاب و تواں
جوڑ کر ہاتھ وہ کہتے تھے نہ روؤ اماں
کھینچ کر تیغ نہ پھر تم کو ڈراوے کوئی
نوک نیزوں کی نہ شانے پہ چبھاوے کوئی

۲۹

کوئی لاتے تھے جو ہمراہ وہاں بچوں کو
اونٹ پر کہتی تھی ماں سے یہ سکینہ رو رو
میوے لے لے کے کھلاتے تھے وہ ان کو خوش ہو
بیٹی قربان ذرا منہ کو تو اپنے کھولو
لڑکے کھاتے ہیں جو چیزیں وہ دلا دو ہم کو
میوے بازار میں بکتے ہیں منگا دو ہم کو

۳۰

بانو اختر پہ یہ سمجھاتی تھی اس کو رو رو
میوے بازار میں بکتے ہیں اگر بکنے دو
قید میں صدقے گئی ضد نہ کرو، ہٹ نہ کرو
بند آنکھیں کرو، منہ ڈھانپو ادھر مت دیکھو
میوے کچھ چیز ہیں جن کے لئے تم روتی ہو
صبر لازم ہے تمھیں فاطمہؑ کی پوتی ہو

۳۱

میوے ان کو نیوں کے بچے نہ کھائیں کیوں کر
لے گئے باپ ترا قتل ہوا اے دختر
قید میں مائیں نہیں سر پہ سلامت ہیں پدر
خرمے دلواؤں کہاں سے تمھیں اے خستہ جگر
دیکھتی ہو کہ مصیبت میں گرفتار ہوں میں
رانڈ ہوں قید میں اعدا کی ہوں نادار ہوں میں

۳۲

ہوتے سرور تو ابھی تم کو کھلاتے میوے
ہوتے عباسؑ تو لینے ابھی جاتے میوے
یاں نہ ملتے تو وہ جنت سے منگاتے میوے
جیتے ہوتے علیؑ اکبر تو وہ لاتے میوے
اب نہیں جیتے ترے ناز اُٹھانے والے
مر گئے سب ترے میوے کے کھلانے والے

۳۳

کہے بانو نے سکینہؑ سے جو رو کر یہ بیاں
اتنے میں آیا نظر حاکمِ اظلم کا مکاں
ڈھانپ کر کرتے سے منہ رونے لگی وہ ناداں
شمر چلایا کہ جلد اونٹوں کو بٹھلا دو یہاں
نیزے داروں سے کہو غل نہ مچائیں قیدی
باادب اونٹوں سے جلدی اُتر آئیں قیدی

۳۴

سنی یہ ظلم کی تقریر تو گھبرائے حسینؑ
بچے لے گود میں ناچار اُتر آئے حرم
اونٹوں پہ بید نمط خوف سے تھرائے حرم
چلے دربار میں ظالم کے وہ دکھ پائے حرم
کبھی بالوں سے کبھی ہاتھوں سے منہ ڈھانپتے تھے
پاؤں کھنتے ہیں نہ تھے سب کے قدم کانپتے تھے

۳۵

جبکہ ڈیوڑھی پہ اسی حال سے پہنچے قیدی
بانو دروازے کے بازو سے لپٹ رونے لگی
اس گھڑی چھا گئی ہر بی بی کے رُخ پر زردی
خاک پر بیٹھ کے یہ کہنے لگی بنتِ علیؑ
وہ ہے مرتد اسے صورت نہ دکھاؤں گی میں
سامنے حاکمِ اظلم کے نہ جاؤں گی میں

۳۶

عمرِ سعد نے اُس وقت یہ زینبؑ سے کہا
سر برہنہ تجھے بازاریوں نے دیکھ لیا
اُٹھ کے دربار میں چل تو نے یہ حیلہ ہے کیا
پیش حاکم تجھے جاتے ہوئے آتی ہے حیا
چل تو چل ورنہ ابھی شمر کو بلواتا ہوں
سر دربار تجھے کھینچے لئے جاتا ہوں

۳۷

پیٹ کر سر کہا زینب نے کہ او ناہنجار
یہ نہ لے جا مجھے دربار لعیں میں زنہار
میرے بھائی کی طرح سیر ابھی سر تن سے اُتار
فاطمہ ماں ہے مری، میں ہوں علی کی دلدار
کھینچکر تو جو یہاں سے مجھے لے جائے گا
کیا پیمبر کو نہ منھ حشر میں دکھلائے گا

۳۸

طیش میں آگیا زینب سے یہ سنتے ہی شریر
اڑ گئے ہیں دید دولت پہ کئی آ کے اسیر
جا کے سردار سے یوں کہنے لگا وہ بے پیر
آپ کے خوف سے دے سکتا نہیں میں تقریر
بنت زہرا کسی تدبیر نہیں آتی ہے
شہ مظلوم کی ہمشیر نہیں آتی ہے

۳۹

ماجرا سنتے ہی یہ غیظ میں آیا بے دیں
یوں تو ناموس حسین ابن علی آتے نہیں
شمر سے کہنے لگا چیں بجبیں ہو کے لعیں
جا انھیں رسیوں سے باندھ کے لا میرے قریں
میں تو سنتا ہوں بہت بے کس و مجبور ہیں وہ
کوئی وارث ابھی جیتا ہے جو مغرور ہیں وہ

۴۰

شمر بے دین چلا سنتے ہی حاکم کی یہ بات
ہو پہنچا جب آل محمدؐ کے قریں وہ بد ذات
رسی اک لے کے ہوا خولی ملعون بھی سات
خولی سے کہنے لگا باندھ گئے اک اک کا ہات
شمر سے سنتے ہی یہ بیبیاں جی کھونے لگیں
کوئی وارث جو نہ تھا ڈھانپ کے منھ رونے لگیں

۴۱

خولی رسی لیے زینبؑ کی طرف جو ہیں بڑھا
رو کے پھر حضرت زینبؑ سے یہ عابد نے کہا
دوڑے سجاد یہ کہتے ہوئے کرتا ہے کیا
روبرو حاکم اظلم کے چلو بہر خدا
آپ کے رتبے سے آگاہ یہ جلاد نہیں
باباصاحب کی وصیت تمھیں کیا یاد نہیں

۴۲

رو کے زینبؑ سے یہ سجاد نے تقریر جو کی
ہو بجیں دربار میں رانڈیں تو لگا کہنے شقی
خاک سے پیٹتی چھاتی کو اٹھی بنت علیؑ
ان میں ہے کون سی عورت جو یہاں آتی نہ تھی
عرض کی شمر نے تب زینبؑ دلگیر یہ ہے
دختر فاطمہؑ ہے شاہ کی ہمشیر یہ ہے

۴۳

دیکھ زینبؑ کی طرف کہنے لگا وہ ملعون
تب کہا زینب بے کس نے بہا چشم سے خوں
شرط اب ہے کہ نہ آنے کی سزا میں تجھے دوں
مرے رتبہ کو سمجھتا نہیں اے سفلۂ دوں
دین و دنیا کے شہنشاہ کی بیٹی ہوں میں
او ستمگر اسد اللہ کی بیٹی ہوں میں

۴۴

تجھکو معلوم نہیں حال مری مادر کا
اُس کی بیٹی ہوں میں سر ہے مرا مجلس میں کھلا
غیر محرم نے جنازہ بھی نہ جن کا دیکھا
اب بھی اس ظلم سے دل میں نہیں نادم ہوتا
کیا جواب اسکا پیمبر کو تو دے گا ظالم
تو نے برباد کیا خانۂ زہرا ظالم

۴۵

تیغ کیں سبط پیمبر پہ چلائی تو نے
شکل نامحرموں کو میری دکھائی تو نے
کی بلا کر مرے بھائی سے بُرائی تو نے
ہائے لوٹی مری اماں کی کمائی تو نے
کچھ سزا تو نے نہ اس ظلم کی پائی ظالم
مر گئے وہ یہ تجھے موت نہ آئی ظالم

۴۶

سرِ دربار جو زینب نے کیا یہ ارشاد
بولا خولی سے کہ گویا ہے بہت یہ ناشاد
برہم اُس دم ہوا وہ دشمنِ دیں حد سے زیاد
تیغ کو کھینچ کے آوے کوئی جلدی جلاد
شہِ مظلوم کی خواہر کی اُتارے گردن
تن سے اس بےکس و مضطر کی اُتارے گردن

۴۷

سُن کے یہ کھینچ لی اک دشمنِ دیں نے تلوار
دوڑے تھامے ہوئے زنجیر امامِ بیمار
سر جھکا خاک پہ تب بیٹھ گئی زینبِ زار
لپٹیں یہ کہہ کے تب اس بی بی سے رانڈیں ناچار
ظلم عورت پہ یہ اللہ سے ڈر اے ظالم
دخترِ فاطمہؑ کو قتل نہ کر اے ظالم

۴۸

بلبلانے لگے یہ دیکھ کے ننھے بچّے
میری بےکس پھوپھی اماں میں تمھارے صدقے
پیٹ کر سر کو سکینہؑ نے کہا ہاتھوں سے
آپ کے بدلے ستمگر مری گردن کاٹے
اب کہاں ہیں شہِ والا جو بچاویں تم کو
ہائے جیتے نہیں بابا جو بچائیں تم کو

۴۹

تخت کے نیچے جو رکھا تھا سرِ شاہِ ہدا
کچھ خبر ہے تمھیں جو ظلم ہے مجھ پہ ہوتا
بھائی کے سر کی طرف دیکھ کے زینبؑ نے کہا
قتل ہوتی ہوں بچاتے نہیں مجھ کو بھیّا
اب تو اے فاطمہؑ کے لال کرامت کیجے
اپنی ہمشیر کی اس وقت حمایت کیجے

۵۰

سرِ سرور سے جو زینبؑ نے کیا یہ مذکور
ہو کے حاکم سے مخاطب یہ کہا او مقہور
طشت سے لب ہوا اونچا سرِ شاہِ مغفور
قتل زینبؑ کو کرے تو یہ ترا کیا مقدور
فضلِ خالق سے میں مجبور نہیں ہوں ظالم
ابھی چاہوں تو ترا تخت الٹ دوں ظالم

۵۱

تجھ کو معلوم نہیں کیا مری خواہر ہے یہ
بخدا حیدرؑ کرّار کی دختر ہے یہ
او ستمگر جگرِ جانِ پیمبر ہے یہ
بنتِ زہراؑ ہے یہ زہرا کے برابر ہے یہ
ہاتھ گر اس پہ اُٹھا تیرا تو گل جاوے گا
بدنگہ سے اسے دیکھے گا تو جل جاوے گا

۵۲

میں نے تو سجدۂ خالق میں کٹایا سر کو
سر برہنہ کیا اہلِ حرمِ مضطر کو
تو نے لٹوا لیا ملعونوں سے میرے گھر کو
اب ستانا نہ خبردار مری خواہر کو
منھ چھپانے کو نہ برقع نہ ردا دیتا ہے
دخترِ فاطمہؑ زہرا کو سزا دیتا ہے

۵۳

اس ستم کی جو خبر خلد میں پاوے گی بتولؑ
پایۂ عرش کو جس وقت ہلا دے گی بتولؑ
اپنا سر کھولے تلے عرش کے جاوے گی بتولؑ
حق کا دریائے غضب جوش میں لاوے گی بتول
سرِ مخدومۂ کونین جو عریاں ہوگا
درہم و برہم ابھی دفترِ امکاں ہوگا

۵۴

معجزے سے سرِ سرور نے جو یہ باتیں کیں
خوف سے درہم و برہم ہوا دربارِ لعیں
بھاگا تب تخت سے بس اُٹھ کے وہ ملعونِ مہیں
بس انیسؔ آگے مجھے لکھنے کی اب تاب نہیں
جس سے غمگین ہیں نبیؐ آہ یہ وہ ماتم ہے
جس کا پایاں نہیں واللہ یہ وہ ماتم ہے

مرثیہ ۱

آمد آمد حرم شاہ کی دربار میں ہے
صحبت عیش و طرب مجلس غدار میں ہے
صبح سے جشن کا غل شام کے بازار میں ہے
شور و فریاد و بکا عترت اطہار میں ہے
نوبتیں بجتی ہیں دشمن تو خوشی ہوتے ہیں
فاطمہؑ پیٹتی ہیں شیر خدا روتے ہیں

۲

آگے آگے تو ہیں سجاد جھکائے گردن
مثل خورشید فلک شرم سے لرزاں ہے بدن
پاؤں بیڑی میں گلا طوق میں گردن میں رسن
چاک ہے غم میں گریبان قبا تا دامن
بیٹھ جاتے ہیں تو جھنجلا کے اُٹھاتے ہیں لعیں
انیاں نیزوں کی شانوں میں چبھاتے ہیں لعیں

۳

پنڈلیاں سوجھی ہیں اور طوق سے چھلتا ہے گلا
خار تلوؤں میں ہیں مقتل سے جو پیدل ہے چلا
سخت ایذا میں ہے فرزند شہ کرب و بلا
دھجیاں پاؤں میں باندھے ہے وہ نازوں کا پلا
اس کی مظلومی پہ بیتاب حرم ہوتے ہیں
دیدۂ حلقۂ زنجیر لہو روتے ہیں

۴

پیچھے بیمار کے ہے قافلۂ اہل حرم
دختر فاطمہؑ زہرا کا عجب ہے عالم
چپ ہیں تصویر سے گویا کہ کسی میں نہیں دم
تھرتھری جسم میں ہے اُٹھ نہیں سکتے ہیں قدم
رو کے فرماتی ہیں کس گوشے میں جائے زینبؑ
ہاتھ کھل جائیں تو منھ اپنا چھپائے زینب

۵

کبھی سجادؑ سے کہتی ہیں بہ آہ و زاری
کر کے زاری وہ یہ بیاں کرتا ہے وہ آزاری
مجھ کو دربار کی آفت سے بچاؤ داری
صبر فرماؤ جو مرضیِ جناب باری
کم نہ کچھ مرتبۂ آل عبا ہوئے گا
عاصیوں کا اسی پردہ میں بھلا ہوئے گا

۶

گردنیں بارہ اسیروں کی ہیں اور ایک رسن
رشتہ داران علی سب ہیں گرفتار محن
جس طرح ہوتے ہیں گلدستے میں گلہائے چمن
شرم کے مارے موئی جاتی ہے اک شب کی دُلہن
دمبدم ساس بھی سر پیٹتی ہے ساتھ اُس کے
ابھی کنگنا نہ کھلا تھا کہ بندھے ہاتھ اُس کے

۷

ہے اسی رسی میں ننھا سا سکینہؑ کا گلو
چاک کرتے کا گریباں ہے پریشاں گیسو
دم گھٹا جاتا ہے آنکھوں سے رواں ہیں آنسو
سوجے تو گال ہیں کانوں سے ٹپکتا ہے لہو
آہ ہر گام پہ سینے سے نکل جاتی ہے
جب گھڑکتے ہیں ستمگر تو دہل جاتی ہے

۸

ماں سے کرتی ہے اشارہ وہ گرفتار ستم
رو کے وہ کہتی ہے مجبور ہوں میں کشتۂ غم
رسی کھلوا دو نہیں گھٹ کے نکل جائے گا دم
ہائے بچی تری قسمت میں تھا یہ درد و الم
صدقے اماں یہ گرہ عقدہ کشا کھولے گا
بی بی اس عقدۂ مشکل کو خدا کھولے گا

۹

ماں سے رو رو کے وہ ناداں یہ کرتی ہے بیاں
یہ تو کہہ دو کہیں بابا بھی ملیں گے اماں
کس کا دربار ہے اس حال سے جاتی ہو کہاں
کئی دن گذرے ہیں وہ ہیں مری آنکھوں سے نہاں
بھول جائے گا یہ سب دکھ جو انھیں پاؤں گی
دوڑ کر چاند سی چھاتی سے لپٹ جاؤں گی

۱۰
کہیں دربار میں اماں وہ اگر مجھ کو ملے
وہ خبر لیویں نہ اگر دن مری رسّی سے چھلے
دیکھنا کرتی ہوں کیسے شہِ والا سے گلے
اُس کو یوں بھولتے ہیں باپ سے بچہ جو ہلے
وجہ کیا کونسی تقصیر پہ منھ موڑا ہے
سیلیاں کھانے کو اعدا میں مجھے چھوڑا ہے

۱۱
کان زخمی ہوئے اور لی نہ خبر واہ رے پیار
دن میں چھاتی سے لگاتے تھے مجھے سَو سَو بار
خوب بھولے مجھے بابا کی محبت کے نثار
مجھ پہ یہ ظلم ہیں آیا انھیں کس طرح قرار
منھ دکھاتے نہیں شفقت سے بُلانا کیسا
خواب میں آئے نہ چھاتی پہ سُلانا کیسا

۱۲
روتے تھے سن کے سکینہ کا بیاں سارے اسیر
اس طرف ہوتی تھی آرائش دربارِ شریر
ہر قدم پہ تھا یہی شور کہ ہے ہے شبیرؑ
تخت پر آپ تھا اور کرسیوں پہ سارے امیر
اک طرف لوٹ کا سب زیور و زر رکھا تھا
اور تلے فاطمہؑ کے لال کا سر رکھا تھا

۱۳
نذریں ہاتھوں پہ لیے آتے تھے سب درباری
جمع دربار میں تھی شہر کی خلقت ساری
پڑھتے تھے تہنیت فتح کو باری باری
یاں تو تھا جشن کا غل اور ادھر تھی زاری
اس طرف تو دف و نے کی صدا آتی تھی
اور اس سمت سے ہے ہے کی صدا آتی تھی

۱۴
دمبدم تخت سے اُٹھ اُٹھ کے یہ کہتا تھا شریر
بڑھ کے کرتے تھے خبردار یہ اُس دم تقریر
قیدی کیوں جلد نہیں آتے ہیں کیا ہے تاخیر
ضعف سے پاؤں کو تھم تھم کے اُٹھاتے ہیں اسیر
مارے دہشت کے اوسان کا گھٹا جاتا ہے
ہر قدم ایک ضعیفہ کو غش آجاتا ہے

۱۵
بولا وہ کون سی عورت ہے وہ محبوسِ ستم
باپ جس کا ہے علیؑ پشت و پناہِ عالم
عرض کی اُس نے کہ ہمشیر شہنشاہِ اُمم
جس کی ماں فاطمہؑ ہے فخرِ جنابِ مریمؑ
ہے جو سلطانِ عرب اُنکی نواسی ہے وہ
کلمہ گو جس کے ہیں سب اُس کی نواسی ہے وہ

۱۶
ہے وہی حضرتِ جعفر کی بہو سینہ فگار
لاش شہ پہ وہی اشتر سے گری تھی کئی بار
وہی زینبؑ ہے جو شبیر کی تھی عاشقِ زار
بعد مرنے کے بھی ہے بھائی بہن میں وہی پیار
قافلہ یوں تو سبھی شام و سحر روتا ہے
پر وہ روتی ہے تو شبیرؑ کا سر روتا ہے

۱۷
بولا وہ کیا ہے پھر اوروں کے نہ آنے کا سبب
خاک پہ گرتی ہے جب بنت شہنشاہ عرب
عرض کی ایک ہی رسّی میں ہیں جکڑے ہوئے سب
شور ہوتا ہے اسیروں میں کہ ہے ہے زینبؑ
ہوش میں آن کے بھائی کو وہ جب روتی ہے
دیر تک قیدیوں میں سینہ زنی ہوتی ہے

۱۸
انھیں رانڈوں میں ہے اک دخترِ فرزندِ نبیؐ
آفت فاقہ کشی بے پدری تشنہ لبی
خوگرِ سینۂ دلبندِ رسولِ عربی
دم بہ دم لب پہ یہ ہے اَین اَبی اَین اَبی
چھاتیاں پیٹتی ہیں اس درد سے وہ روتی ہے
شمر جب آنکھ دکھاتا ہے تو چپ ہوتی ہے

۱۹

ذکر یہ تھا کہ وہ قیدی سرِ دربار آئے
آگے روتے ہوئے سجادؑ دلِ افگار آئے
سب پکارے کہ وہ حاکم کے گنہگار آئے
پیچھے سر کھولے ہوئے عترتِ اطہار آئے
صاف خورشید سی شکلیں جو نظر آتی ہیں
آنکھیں سب ظالموں کی بند ہوئی جاتی ہیں

۲۰

گو کہ اس روز تھیں سیدانیاں کھولے ہوئے بال
بنتیوں کا اسد اللہ کی اللہ رے جلال
منھ چھپانے کو کسی پاس نہ تھا اک رومال
آنکھ اٹھا کر کوئی دیکھے یہ کسی کی تھی مجال
جلوۂ روشنیٔ طور نظر آتا تھا
کچھ نہ آنکھوں کو بجز نور نظر آتا تھا

۲۱

پردۂ چشم سے باہر نہ نکلتی تھی نظر
بیٹیاں فاطمہؑ زہرا کی جو تھیں ننگے سر
ایک سے پوچھتا تھا ایک کہ قیدی ہیں کدھر
دستِ حیدر تھا تماشائیوں کی آنکھوں پر
تھا جو منظورِ خدا آلِ عبا کا پردہ
فاطمہ روکتی تھی اپنی ردا کا پردہ

۲۲

کہا ظالم نے کہ ہاں قیدیوں کو لاؤ قریب
شرم کے مارے ہوا بیبیوں کا حال عجیب
حکم یہ سنتے ہی دوڑے گئے دو چار نقیب
اپنا سر پیٹ کے بانو نے کہا دائے نصیب
کھینچ کر سب کو ستمگار جو لیجانے لگے
حضرت زینبؑ و کلثوم کو غش آنے لگے

۲۳

تخت کے سامنے روتے ہوئے آئے جو اسیر
سرکشی کر کے نہ سر بر ہوئے مجھ سے شبیر
دیکھ کر سیدِ سجادؑ کو بولا وہ شریر
شکر کرتا ہوں کہ خالق نے کیا تم کو حقیر
بیٹھنے کا کہیں دنیا میں سہارا نہ رہا
پنجتن اٹھ گئے اب زور تمھارا نہ رہا

۲۴

ہاں کہو آج حمایت کو پیمبر ہیں کہاں
قیدمیں ان کی بہو آئی ہے شبّر ہیں کہاں
کیا ہوئے ابن علی حیدرِ صفدر ہیں کہاں
ننگے سر زینبِ دلگیر ہے صفدر ہیں کہاں
ذبح خنجر سے ہوا جو وہ پدر کس کا ہے
اک ذرا غور سے دیکھو تو یہ سر کس کا ہے

۲۵

کس کے ناموس لٹے کس کا ہوا گھر تاراج
ایک چادر کے لئے کس کی بہن ہے محتاج
کون بے سر ہوا اور کون ہوا صاحبِ تاج
کون کمزور ہے اور کون زبردست ہے آج
خلق میں کس کے لئے مرتبۂ عالی ہے
کس کا اقبال ہے اور کس کی بد اقبالی ہے

۲۶

نہر پر بازوئے شبیر کو مارا کس نے
تیر سے اصغرؑ بے شیر کو مارا کس نے
جنگ میں اکبرؑ دلگیر کو مارا کس نے
شاہ سے صاحبِ شمشیر کو مارا کس نے
فوج بے سر ہوئی سلطان حجازی نہ رہے
جن کی تلوار کا شہرہ تھا وہ غازی نہ رہے

۲۷

سن کے یہ آگیا بنتِ شہِ مرداں کو جلال
صاحبِ عزت و توقیر محمدؐ کی ہے آل
تھرا تھرا کر کہا کیا بکتا ہے او بد اقبال
کبھی ہم لوگوں کی عزت پہ نہ آئے گا زوال
ہم کو بے قدر جو سمجھا تو خطا کرتا ہے
دیکھ مصحف میں خدا کس کی ثنا کرتا ہے

۲۸
ہاں بتا آیۂ تطہیر کسے آیا ہے
ہَلْ اَتیٰ کس لئے روح امیں لایا ہے
دوست کسے اللہ نے فرمایا ہے
کس نے معراج کا دنیا میں شرف پایا ہے
قرب ایسا کسے اللہ کی درگاہ میں ہے
فرق قوسین تھا کس میں اور اللہ میں ہے

۲۹
زور اپنا کسے اللہ نے امداد کیا
حق نے قرآں کے سورے میں کسے یاد کیا
خانۂ کفر کو کس شیر نے برباد کیا
کس کو اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ ارشاد کیا
کس سے ہر جنگ میں عاجز صفِ کفار آئی
بدر میں کس کے لئے عرش سے تلوار آئی

۳۰
آلِ احمد کو حقارت سے نہ دیکھ او مقہور
مار کر سبطِ پیمبر کو یہ نخوت، یہ غرور
سب پہ روشن ہے کہ ہم لوگ ہیں اللہ کے نور
خیر ہم دور، نہ تو دور، نہ محشر ہے دور
حق کا دریائے غضب جوش میں جب آئے گا
باندھنا ہاتھ کا سادات کے کھل جائے گا

۳۱
فخر کیونکر نہ کرے تو کہ یہ ہے فخر کی جا
ہو گئے سُرخ لہو میں حسن سبز قبا
تو نے اللہ کے محبوب کا کاٹا ہے گلا
فاطمہ ذبح ہوئی شیرِ خدا قتل ہوا
آگ دی خیمہ کو اور زیور و زر لوٹ لیا
جس کے درباں تھے ملک تو نے وہ گھر لوٹ لیا

۳۲
ترے ناموس تو ہیں پردہ نشیں او ظالم
ہائے بے پردہ ہو بانوئے امامِ عالم
بال بکھرائے کھڑے ہیں ترے دربار میں ہم
ہے سکینہؑ پہ وہ ظلم، یہ کبریٰؑ پہ ستم
ننگے سر قید میں اک رات کی بیاہی آئی
تجھ کو شادی ہوئی اور ہم پہ تباہی آئی

۳۳
کہیے زینب نے فصاحت سے یہ جس وقت کلام
تخت کے نیچے دھرا تھا جو سرِ پاکِ امام
کانپے سینوں میں جگر رونے لگے تمام
متوجہ ہوا شرما کے ادھر حاکمِ شام
اور ان ظلم رسیدوں پہ جفا کرنے لگا
لبِ فرزندِ پیمبرؐ پہ چھڑی دھرنے لگا

۳۴
کھول کر چوب سے لب ہائے شہنشاہِ عرب
دُرِ دنداں ہیں یہ تاباں کہ خجل ہیں کوکب
کہتا تھا پارۂ یاقوت سے بہتر ہیں لب
پیٹ کر سینے کو زینب نے کہا ہائے غضب
نہ محمدؐ سے نہ حیدر سے حیا کرتا ہے
قطع ہو جائے ترا ہاتھ یہ کیا کرتا ہے

۳۵
اس چھڑی کو مرے بھائی کے لبوں سے سرکا
ہے امامت انھیں ہونٹوں سے دعا کی ہے سدا
بوسے لیتے تھے انھیں ہونٹوں کے محبوبِ خدا
انھیں دانتوں پہ گہر کرتی تھی صدقے زہرا
تجھ کو پیارے نہیں گو ہم کو تو پیارے ہیں یہ
عرش تک جنکا ہے شہرہ وہ ستارے ہیں یہ

۳۶
یہ ستم بھائی پہ کن آنکھوں سے دیکھے ہمشیر
یہ چھڑی ہائے غضب اور لبِ پاکِ شبیر
ارے ظالم سرِ بے تن کی بھلا کیا تقصیر
نہ ستا مجھ کو میں ہوں بنتِ شہِ خیبر گیر
ان کھلے بالوں کو اب ہاتھوں پہ دھرتی ہوں میں
لے شکایت تری اللہ سے کرتی ہوں میں

۳۷

کہہ کے یہ غیظ میں آئی جو علیؑ کی جائی
سر شبیر سے ناگاہ صدا آئی
آسماں آ گئے جنبش میں زمیں تھرائی
تھام لے غصے کو زینب ترے صدقے بھائی
نہ تلاطم میں کہیں قہر الٰہی آجائے
کہیں امت کی نہ کشتی پہ تباہی آجائے

۳۸

تم تو آگاہ ہو شبیر نے جو دکھ پائے
سر کو نہیوڑا لیا جب ذبح کو قاتل آئے
پر نہیں حرف شکایت کے زباں پر لائے
ہم نے امت کے لیے چھاتی پہ نیزے کھائے
اتنی سی بات پہ مصروف بکا ہوتی ہو
تم چھری ہونٹوں پہ رکھنے سے خفا ہوتی ہو

۳۹

برچھیاں کھانے سے کیا اس میں کچھ ایذا ہے بڑی
جانے دو رکھی تو رکھی مرے ہونٹوں پہ چھری
چپ رہے تن پہ جو تلوار پہ تلوار پڑی
اے بہن یہ بھی گذر جائے گی آفت کی گھڑی
چپ ہیں جو ہم ستم راہ رضا میں ہوگا
اس کا انصاف تو دربار خدا میں ہوگا

۴۰

سر شبیر نے زینب سے جو یہ کی تقریر
شمر سے بولا کہ بس اس کی یہی ہے تعزیر
آ کے خیمے میں لگا کانپنے حاکم بے پیر
سب کو لے جا کے تو کر سخت خرابے میں اسیر
بس انیس اب جگر و قلب پھنکا جاتا ہے
حال زنداں کا نہیں منہ سے کہا جاتا ہے

رباعی

عابد کو سدا باپ کا غم رہتا تھا
دامانِ مژہ اشکوں سے نم رہتا تھا
تھیں فرطِ بکا سے دونوں آنکھیں مجروح
رخسارِ مبارک پہ ورم رہتا تھا

رباعی

بن روئے نہ عابد سے رہا جاتا تھا
خطبہ سرِ منبر نہ پڑھا جاتا تھا
پڑھنے میں اگر لیتے تھے وہ نام حسینؑ
روتے تھے یہاں تک کہ غش آجاتا تھا

رُباعی

مجلس میں عجب بہار چشم تر ہے
اشکوں سے ہو کیوں نہ آبرو آنکھوں کی
ہر لخت جگر رشک گلِ احمر ہے
بے قدر ہے وہ صدف جو بے گوہر ہے

رُباعی

ہر شب غمِ شہ میں رُو یا کیجے
بیدار اگر ہوں بختِ خوابیدہ انیسؔ
ہر روز منھ آنسوؤں سے دھویا کیجے
حسرت ہے کہ خواب میں بھی رو یا کیجے

رُباعی

جو شاہ کے غم کو دل میں جا دیوے گا
اشکِ غمِ شبیرؑ کا دیکھو تو اثر
اللہ اِس کا اُسے صِلا دیوے گا
اک قطرہ جہنّم کو بجھا دیوے گا

رُباعی

اُلفت ہو جسے اُسے ولی کہتے ہیں
اس بزم میں دھوپ اُٹھا کے آتے ہیں جو لوگ
ایسوں کو سعیدِ ازلی کہتے ہیں
ہنس کر طوبیٰ لکم علی کہتے ہیں

رُباعی

ہر دم کا یہ الطاف و کرم آنکھوں پر
ہے عین شرف خدمت احبابِ حسینؑ
احسان یہ سر پر یہ قدم آنکھوں پر
گو ہو نہ جگہ بٹھائیں ہم آنکھوں پر

رُباعی

مجلس میں جو باریاب ہو جاتا ہے
خوشبو یہ عرق میں ہے عزاداروں کے
عصیاں سے وہ بے حساب ہو جاتا ہے
پانی پانی گلاب ہو جاتا ہے

مرثیہ ۱

آفت میں گرفتار ہیں ناموس محمدؐ
سرور کے عزادار ہیں ناموس محمدؐ
مجبور ہیں لاچار ہیں ناموس محمدؐ
اور جینے سے بیزار ہیں ناموس محمدؐ
زنداں کی صعوبت ہے غریب الوطنی ہے
غل ہائے حسینا کا ہے اور سینہ زنی ہے

۲

کھانا ہے نہ پینا ہے، نہ راحت ہے نہ سونا
یاد آتا ہے جب وارثوں کی جان نہ کھونا
ہے خاک کا فرش اور نہ تکیہ نہ بچھونا
چھٹتا نہیں مظلوموں سے منہ ڈھانپ کے رونا
نورانی بدن خاک سے بیووں کے اٹے ہیں
عریاں ہیں سر اور سب کے گریباں پھٹے ہیں

۳

اکبرؑ کی جوانی کا کسی رانڈ کو غم ہے
عباسؑ کی فرقت کا کسی دل پہ الم ہے
اصغرؑ کے لئے چشم کسی بی بی کی نم ہے
دولھا کو کوئی روتی ہے سر زانو پہ خم ہے
کرتی ہے کوئی یاد محمدؐ کے پسر کو
دیوار سے رو کر کوئی ٹکراتی ہے سر کو

۴

کہتی ہے کوئی لوٹا گیا باغ ہمارا
مجھ رانڈ کا پیری میں رہا کچھ نہ سہارا
ہے ہے مرے بچے کو ستمگاروں نے مارا
دنیا سے مرا لال جواں ہو کے سدھارا
شادی بھی ہوئی تھی نہ مرے لخت جگر کی
میں مر نہ گئی ہائے بلا لے کے پسر کی

۵

کہتی تھی کوئی حال بہت غیر ہے میرا
کہتی تھی یہ کبرا مجھے زحمت نے ہے گھیرا
لوگو! کسی گھر میں نہیں دیکھا یہ اندھیرا
منہ مجھ کو سکینہ نظر آتا نہیں تیرا
میں کاہے کو واقف تھی اسیری کے محن سے
گھٹ گھٹ کے بس اب جان نکل جائے گی تن سے

۶

ہر شام و سحر شور یہ تھا ہائے حسینا
کاٹا ترا ظالم نے گلا ہائے حسینا
اب تک نہ کفن تم کو ملا ہائے حسینا
کنبہ ترا آفت میں پھنسا ہائے حسینا
تم چھٹ گئے کٹوا کے گلا رنج و الم سے
اب کون چھڑائے گا ہمیں قید ستم سے

۷

اس قید میں تھا بالی سکینہ کو نہ آرام
سب بھولی تھی بابا ہی کا بس یاد تھا اک نام
سر پیٹتی تھی ہاتھوں سے رو کر سحر و شام
کہتی تھی کہ اماں نہیں جینے کی میں ناکام
پاؤں گی کہاں فاطمہؑ زہرا کے پسر کو
ہیں ڈھونڈھتی آنکھیں مری مظلوم پدر کو

۸

منہ چوم کے بہلاتی تھی ماں لے مری پیاری
او کرو آرام مری گود میں واری
اب آئے گی یاں بی بی کے بابا کی سواری
روداد سنی ہے شہ والا نے تمہاری
چھاتی سے حسینؑ آکے لگا دیں گے مری جاں
عباس علیؑ پانی پلا دیں گے مری جاں

۹

وہ کہتی نہ سوؤں گی اگر نیند بھی آئے
حال اپنا کسے آہ یہ مظلوم سنائے
ہے کون جو چھاتی پہ سکینہ کو سلائے
بابا نہیں زانو پہ مجھے کون بٹھائے
سینہ مرا اب درد یتیمی سے طپاں ہے
بچھڑی ہوں پدر سے مجھے آرام کہاں ہے

۱۰
یاد آتا ہے بابا کا وہ چھاتی پہ سُلانا
وہ پیٹھ پہ شفقت سے مرے ہاتھ پھرانا
وہ پیار کی باتیں وہ مرا ناز اُٹھانا
اور پیار سے ہر وقت وہ منھ چومتے جانا
تا حشر بس اب شاد نہ ہووے گی سکینہؑ
چین آوے گا جب قبر میں سووے گی سکینہؑ

۱۱
یہ نیل طمانچے کے کسے آہ دکھاؤں
عباس چچا کو بھلا کس طرح سے پاؤں
کانوں کے ہیں دکھ کا کسے احوال سناؤں
اکبر ہیں کہاں جن کو حمایت کو بلاؤں
ڈر شمر کا یہ ہے کہ میں چلا نہیں سکتی
وہ آ نہیں سکتے ہیں میں واں جا نہیں سکتی

۱۲
ماں نے کہا قربان ترے اے بیکس و بے پر
سن لیوے گا رونا ترا اگر شمر بد اختر
اب رونے کی طاقت نہیں ہے چپ رہو دم بھر
بے رحم ہے بے دردی سے گھڑ کے گا ستمگر
دشمن تری آواز کا وہ دشمنِ دیں ہے
ہم بیکس و مجبور ہیں کچھ زور نہیں ہے

۱۳
وہ کہتی تھی سینے میں تڑپتا ہے مرا دل
اس دکھ کی میں اب ہو نہیں سکتی متحمل
مرجاؤں تو آساں ہو اماں مری مشکل
راضی ہوں مجھے تیغ سے کوئی کرے بسمل
بابا کی جدائی نے یہ بیتاب کیا ہے
کانوں کا بھی اب درد مجھے بھول گیا ہے

۱۴
یہ کہہ کے تڑپنے لگی وہ بے کس و دلگیر
سمجھاتی تھی ہر بار اُسے شاہ کی ہمشیر
سر پیٹا کئی بار تو حالت ہوئی تغییر
پر ایسی وہ مچلی کہ نہ بہلی کسی تدبیر
یہ رنج و الم تھا دل غمناک کے اوپر
بسمل کی طرح لوٹتی تھی خاک کے اوپر

۱۵
سر پیٹ کے ماں کہتی تھی ہے ہے میں کروں کیا
اس قید میں گذرا ہے ابھی فاقہ پہ فاقہ
مظلومی پہ اس بچی کے پھٹتا ہے کلیجا
اے لوگو اسکینہؑ کا مری دم ہے نکلتا
بند آنکھیں ہیں منھ کھولو مری ماہ جبیں ہے
کیا منھ میں چواؤں کہیں پانی بھی نہیں ہے

۱۶
غش ہو گئی بس اتنے میں وہ بے کس و پُر غم
بانو نے کہا ہائے میں اب کیا کروں اس دم
ہر بی بی کو بس ہو گیا اک سکتے کا عالم
ہاتھوں سے چلی شیفتۂ سید اکرم
جان و جگر شاہ مدینہ کو غش آیا
فریاد ہے فریاد سکینہ کو غش آیا

۱۷
یاں ہائے سکینہ کا ہوا شور جو اک بار
منگوائی خبر جب تو کسی نے کیا اظہار
تب خواب سے حاکم بھی محل میں ہوا بیدار
اک چار برس کی جو ہے شبیر کی دلدار
یاد اُس کی نہیں تسہ کی فراموش ہوئی ہے
بابا کو یہ روتی ہے کہ بیہوش ہوئی ہے

۱۸
حلقہ کیے گرد اُس کے حرم روتے ہیں باہم
بولا یہ خبرداروں سے اس وقت یہ اظلم
کہرام ہے زنداں میں قیامت کا ہے عالم
بھجوا دو خرابے میں سرِ سید اکرم
بے تاب ہے ملنے شہِ مظلوم کے سر سے
محروم نہ رہ جائے وہ دیدار پسر سے

۱۹
جس طشت طلائی میں رکھا تھا سرِ سرور
جا کر درِ زنداں پہ پکارے وہ بد اختر
خدام روانہ ہوئے جلدی اُسے لے کر
لے جائے کوئی آکے سرِ سید بے سر
خوشبو اسے شبیرؑ کی زلفوں کی سنگھا دو
سر باپ کا مظلوم سکینہؑ کو دکھا دو

۲۰
روتے درِ زنداں پہ گئے نیّرِ سجاد
زنداں میں چلے کرتے ہوئے نالہ و فریاد
سر باپ کا ہاتھوں پہ لیا بادلِ ناشاد
جا پہونچے تو رانڈوں سے کیا جا کے یہ ارشاد
شبیرؑ کا سر آیا ہے تعظیم کو اُٹھو
زہراؑ کے جگر بند کی تسلیم کو اُٹھو

۲۱
سر پیٹ یہ سنتے ہی سبھی بی بیاں باہم
ہاتھوں پہ لیا پھر سرِ سردارِ دو عالم
زینبؑ نے کہا کرتی ہے تسلیم یہ پُر غم
سر پیٹ کے سب بیبیاں کرنے لگیں ماتم
سر ہاتھوں پہ بھائی کا بہن کے جو دھرا تھا
اک نورِ خدا چار طرف جلوہ نما تھا

۲۲
بالیں پہ سکینہؑ کے سرِ شاہ جو لائی
بابا کی جو بو دخترِ مظلوم نے پائی
بو گیسوئے سرور کی سکینہؑ کو سنگھائی
کچھ غش میں افاقہ ہوا اور ہوش میں آئی
آہستہ کہا روح مزا پاتی ہے لوگو
بو بابا کی زلفوں کی چلی آتی ہے لوگو

۲۳
پھر تھام کے شانے اُسے بانوؑ نے اُٹھایا
سر خاک پہ سجدے کو سکینہؑ نے جھکایا
زینبؑ نے کہا اے ترا بے کس پدر آیا
دیکھا جو سوئے طشت تو یہ شور مچایا
بابا کا ترے سر ہے یہ پہچان گئی میں
ان خوں بھری زلفوں کے قرباں گئی میں

۲۴
چھوٹے سے جو ہاتھوں سے اُٹھایا سرِ سرور
لکھا ہے کہ جنبش میں تب آئے لبِ اطہر
آنکھیں ملیں رخساروں سے منہ رکھ دیا منہ پر
حضرت نے بھی اعجاز سے چومے لبِ دختر
وا ہو گئیں آنکھیں شہِ مظلوم کے سر کی
بیٹی پہ عجب یاس سے حضرت نے نظر کی

۲۵
بیٹی نے کہا صدقے میں اس پیار کے بابا
سر تو ہے یہاں اور تنِ پر نور ہے کس جا
یہ کس نے گلا آپ کا تلوار سے کاٹا
وہ بازو کہاں ہیں جو مرے ہوتے تھے تکیا
اب منہ سے نکلتا ہے کلیجہ مرا پھٹ کر
وہ چھاتی کہاں جس سے میں سوتی تھی لپٹ کر

۲۶
اس سن میں کہوں کیا جو ستم ہیں مرے اُٹھائے
بُندے مرے چھینے مجھے نیزے بھی دکھائے
یا شاہ طمانچے مجھے ظالم نے لگائے
باندھے ہوئے گردن میں رسن کھینچتے لائے
نے پاس اماں آپ اور نہ چچا جان ہمارے
فریاد کہ مجروح ہوئے کان ہمارے

۲۷
اتنے میں کہا شمرِ ستم گر نے یہ آ کر
حاکم کا مجھے حکم یہ پہونچا ہے مکرر
دے جاؤ بس اب جلد سرِ سبطِ پیمبر
دم بھر سے زیادہ نہ رہے یاں سرِ سرور
روتی ہے تو دکھلا دو ذرا شکل پدر کو
بہلی ہو سکینہؑ تو حوالے کرو سر کو

۲۸

ناداں نے سنی شمر کی آواز جو اک بار
بانو سے لپٹ کہا اے مادرِ غم خوار
تن کانپ گیا سہم گئی وہ جگر افگار
جاں اپنی میں دوں گی پہ سر دوں گی یہ زنہار
کرتے میں چھپا لیتی ہوں اس خوں بھرے سر کو
دیکھا نہیں جی بھر کے ابھی اپنے پدر کو

۲۹

سُن لو یہ وصیت مری تم سب کے میں قرباں
جھنجھلا کے مجھے قتل کرے گر یہ بد ایماں
تم بھی نہ اسے دیجیو سر سرورِ ذی شاں
سر باپ کا رکھ دیجیو مری قبر میں اماں
ہوگا نہ قلق روح مری شاد رہے گی
واللہ مری گور بھی آباد رہے گی

۳۰

ڈیوڑھی سے سکینہؑ کی سُنی شمر نے تقریر
تھرائے حرم سہم گئی دخترِ شبیر
زنداں میں گیا چیں بہ جبیں دست بہ شمشیر
فرمانے لگے اُس سے یہ تب عابدِ دلگیر
اس ظلم رسیدہ کو نہ آزار دے بس کر
معصوم سکینہ کی یتیمی پہ ترس کر

۳۱

ظالم نے بہ زور اُس سے سر شاہ کو چھینا
رانڈیں تو لگیں پیٹنے رو رو کر سر و سینا
اور لے گیا زنداں سے سرِ شاہِ مدینا
اور مر گئی بس ہائے پدر کہہ کے سکینا
اک دھوم ہوئی خانۂ زنداں میں بکا کی
تھا شور کہ شبیرؑ کی عاشق نے قضا کی

۳۲

ماں بولی کہ بچی تری صورت کے میں صدقے
اس چھوٹی سی میت تری کن آنکھوں سے دیکھے
ہے ہے مری پیاری تو جدا ہو گئی مجھ سے
آخر ہوئیں بی بی نہ اُٹھائے گئے صدمے
مادر تری مظلومی کے قربان سکینہ
معصوم سکینہؑ مری ناداں سکینہؑ

۳۳

صدقے گئی اب روتی نہیں شمر کے ڈر سے
گھر دادی کے تم آج چلی ہو مرے گھر سے
کہتی نہیں اماں ہمیں ملوا دو پدر سے
منہ موڑ گئیں مادرِ تفتیدہ جگر سے
میں روتی ہوں بیدار نہیں ہوتی ہو بی بی
چھاتی پہ دھرے ہاتھ پڑی سوتی ہو بی بی

۳۴

پھر رکھ کے منہ اس بچی کے منہ پہ پکاری
بی بی میں نہیں جینے کی فرقت میں تمھاری
اصغرؑ کی طرح چھوڑ گئیں تم ہمیں واری
ہے ہے مری عاشق مری بیکس مری پیاری
مادر سے بُرے وقت میں منہ موڑ گئیں تم
اس قید میں رونے کے لیے چھوڑ گئیں تم

۳۵

ننھی سی کہاں قبر بناؤں میں تمھاری
پردیس میں کی تو نے قضا اے مری پیاری
چادر بھی نہیں جس کا کفن دوں تمھیں واری
کیا آخری خدمت کرے ماں درد کی ماری
پوشیدہ تہِ خاک جو تن ہوگا تمھارا
یہ خوں بھرا کرتا ہی کفن ہوگا تمھارا

۳۶

اس بین سے اک نوحے ہوا شور قیامت
عابد کو بھی تھی چھوٹی بہن کی بڑی اُلفت
اور زینبؑ و کلثومؑ بھی روتی تھیں بہ شدت
خاموش انیس آگے نہیں لکھنے کی طاقت
درگاہِ الٰہی میں یہ اس وقت دعا کر
زائر ہمیں شبیرؑ کا اے بارِ خدا کر

مرثیہ ۱

جب قیدیوں کو خانۂ زنداں میں شب ہوئی
بچوں کی مارے خوف کے حالت عجب ہوئی
گھٹ گھٹ کے دختر شہ دیں جاں بلب ہوئی
مضطر کمال بنت امیر عرب ہوئی
آفت کا سامنا تھا نئی واردات تھی
زہرا کی بیٹیوں پہ قیامت کی رات تھی

۲

پہلے پہل کی قید وہ اور وارثوں کے داغ
یہ رنگ تھا کہ ہووے خزاں دیدہ جیسے باغ
رونے سے اہل بیت کو اک دم نہ تھا فراغ
بے چاندنی نہ شمع نہ مشعل نہ واں چراغ
غل تھا کہ ایسے گھر بھی الٰہی جہاں میں ہیں
ثابت نہیں کہ قبر میں ہیں یا مکاں میں ہیں

۳

یوں وہ شکستہ حال تڑپتے تھے ہر نفس
دشوار جیسے صید پہ ہو تنگی قفس
جانوں کو تھی بدن سے نکلجانے کی ہوس
بازو بندھے ہوئے تھے نہ تھا کچھ کسی کا بس
دل چھاتیوں میں صورت بسمل تڑپتے تھے
زنداں کے در سے جا کے سروں کو پٹکتے تھے

۴

اس گھر میں اہل بیت محمدؐ ہوئے تھے بند
جز کہنگی جسے نہ کسی نے کیا پسند
تنگی سے ایک ایک کو تکلیف تھی دوچند
تھوڑی سی جا مگر کہیں پست اور کہیں بلند
وہ بی بیاں اسیر تھیں اس قصر زشت میں
ہیں جن کی لونڈیوں کے لیے گھر بہشت میں

مطلع دوم ۵

زنداں میں جب کہ آل پیمبر ہوئے اسیر
کونین کے امیر کھلے سر ہوئے اسیر
سب رشتہ دار حیدر و صفدر ہوئے اسیر
دہشت سرا میں عرش کے گوہر ہوئے اسیر
وہ بی بیاں اسیر تھیں اس قصر زشت میں
ہیں جن کی لونڈیوں کے لیے گھر بہشت میں

۶

بستی وہ فاطمہؑ کی کہاں اور وہ گھر اُجاڑ
جانوں پہ تھی بنی ہوئی قسمت کا تھا بگاڑ
کیا دل کھلیں کہ شام سے جب بند ہوں کواڑ
دیواریں تھیں بلند کہ چھاتی پہ تھے پہاڑ
گھبرا کے چھت کو بیبیاں ہر بار تکتی تھیں
ٹوٹے مکاں کی رات کو کڑیاں کڑکتی تھیں

۷

کیجے شکستگی و خرابی کا کیا بیاں
ثابت نہ جس میں سقف نہ در اور نہ سائباں
وحشت کا گھر ہراس کی جا خوف کا مکاں
وہ شب کہ الحذر وہ اندھیرا کہ الاماں
ظلمت سرائے گور تھی زنداں کا گھر نہ تھا
حجرے یہ تنگ تھے کہ ہوا کا گزر نہ تھا

۸

مثل دل یزید تھا وہ سب مکاں سیاہ
تاروں کی روشنی کو بھی ملتی تھی واں نہ راہ
چھایا تھا دل جلی ہوئی رانڈوں کا دود آہ
حجرے سے چشم تر کے نکلتی نہ تھی نگاہ
دیکھے کسی کی شکل کوئی یہ محال تھا
روزن بھی تھا کوئی تو وہ چشم غزال تھا

۹

شب کا تو ذکر کیا ہے کہ لگتا تھا دن کو ڈر
ظاہر تھے جا بجا حشرات زمیں کے گھر
تھے وقف آشیان ابابیل سقف و در
نکلا وہ مر کے قید ہوا اس میں جو بشر
گھر تھا اجل کا خانۂ رنج و بلا نہ تھا
برسوں سے واں چراغ کسی شب جلا نہ تھا

۱۰
وہ تیرگی کہ ہو شبِ ظلمات اس سے دنگ
تھی واں کی صبح و شام سوادِ دیار رنگ
ہر دربانِ حجرۂ چشم بخیل تنگ
دیوار و سقف و بام و زمیں سب سیاہ رنگ
قید اس میں تھے حرم شہِ گردوں مقام کے
کیا صبح مل گئی تھی خرابے کو شام کے

۱۱
گرمی کی فصل اور ہوا کا وہ احتباس
اندوہ کا وفورِ دلوں پر ہجوم و یاس
وہ ضیق اس مکاں کی اور قید کا ہراس
بائیں جو تھلکے میں تو بچے تھے بے حواس
دیواریں بھی شکست تھیں در بھی جھکے ہوئے
جانیں بھی غم سے تنگ تھیں دل بھی رکے ہوئے

۱۲
ہر دم زمیں سے واں کی نکلتا تھا یوں بخار
گرمی سے یوں زمیں پہ تڑپتے تھے سوگوار
جیسے دھواں تنور سے اٹھتا ہے بار بار
جس طرح سے سپند ہو آتش پہ بے قرار
جھک جھک کے آسماں کو حسرت سے تکتے تھے
کیسے ہوائے سرد کو بچے بلکتے تھے

۱۳
جھڑتی تھی واں کی سقف سے ہر دم سروں پہ خاک
بھاگی تھی روشنی بھی یہ حجرے تھے ہولناک
تھے گرد سے بھرے ہوئے رانڈوں کے جسم پاک
کہتے تھے اب مکاں یہ گرا اب ہوئے ہلاک
قسمت میں ہے کہ قبر اسی جا نصیب ہو
اچھا تو ہے جو خاک کا پردا نصیب ہو

۱۴
اک ایک سے یہ کہتی تھی زینب جگر فگار
مجبور جو غریب ہوں کیا ان کا اختیار
لائق نہ اس مکاں کے تھے ہم گناہ گار
سایا تو ہے سروں پہ کرو شکر کردگار
ہے جائے گریہ حال شہِ مشرقین پر
کیا گزری ہوگی دھوپ میں لاشِ حسینؑ پر

۱۵
غارت گروں نے لوٹ لیا کہنہ پیرہن
ہے ہے وہ شب پہاڑ سی اور کربلا کا بن
وہ ریگِ گرم اور وہ عریانیِ بدن
کس طرح جائے بھائی تلک کیا کرے بہن
پیاسا گلا کٹا کے موئے جس کی راہ میں
سونپی ہے میں نے لاش اسی کی پناہ میں

۱۶
رسی مرے گلے کی کوئی کھول دے اگر
نکلوں میں جب تو پھر نہیں درکار راہ بر
مقتل کو ڈھونڈھتی ہوئی جاؤں برہنہ سر
رستے میں پوچھ لوں گی کہ ہے کربلا کدھر
ممکن ہے یہ کہ لاش کو زینب نہ پائے گی
بھائی کے خوں کی بو مجھے کوسوں سے آئے گی

۱۷
کہنے لگی یہ اٹھ کے سکینہؑ جگر فگار
چھپ کر چلی گئیں تو میں روؤں گی زار زار
لیتی چلو مجھے بھی پھوپھی تم پہ میں نثار
تم نے بھی کیا بھلا دیا دل سے ہمارا پیار
مر جاؤں گی اگر نہ پدر سے ملاؤ گی
کیا اس اندھیرے گھر میں مجھے چھوڑ جاؤ گی

۱۸
رو کر تب اس یتیم سے زینبؑ نے یہ کہا
بے کس اسیرِ دامِ بلا غم کی مبتلا
واری کہاں میں اور کہاں دشتِ کربلا
قیدی کو کون جانے کی دے گا بھلا رضا
بھائی کی لاش پاس اگر ہے پانی میں
زنداں میں قید ہونے کو کاہے کو آتی میں

۱۹

ہے دشت کربلا کی کئی دن کی یاں سے راہ
گھر میں یزید کے ہے سر شاہ دیں پناہ
ایسے کہاں نصیب کہ حاصل ہو وصل شاہ
ہم قید اس مکاں میں ہیں بے جرم و بے گناہ
ہم سا کوئی جہاں میں نہ آفت نصیب ہو
ممکن نہیں کہ سر کی زیارت نصیب ہو

۲۰

یہ تفرقہ بھی ہوتا ہے کم زیر آسماں
ہم ہیں کہیں کہیں ہے سر شاہ انس و جاں
ہے ایک شہر پائے ہیں لیکن الگ مکاں
میں کس کے آگے اپنی مصیبت کروں بیاں
بے بس ہیں رشتہ دار شہ ذوالفقار کے
حاکم کے ڈر سے رو نہیں سکتے پکار کے

۲۱

کہنے لگی یہ سن کے سکینہ بہ چشم تر
حاکم کے گھر میں قید ہیں سلطان بحر و بر
ہے ہے پھوپھی نہ آئیں گے کیا اب مرے پدر
اب مجھ کو نیند کاہے کو آئے گی رات بھر
سچ کہتی ہو نہ شاہ خوش انجام آئیں گے
اماں تو کہتی تھیں کہ سر شام آئیں گے

۲۲

جب رو کے پوچھتی ہوں کہ بابا گئے کدھر
کہتا ہے کوئی دور نہیں شاہ بحر و بر
بہلاتی ہیں مجھے کہ سدھارے ہیں نہر پر
روؤ نہ تم اب آئیں گے اب آئیں گے پدر
خاطر کی بات کیا کوئی پہچانتا نہیں
سن لیتی ہوں میں سب کی پہ دل مانتا نہیں

۲۳

سمجھاتی ہیں پھپھی کہ اب آنسو نہ تم بہاؤ
اب عنقریب ہے کہ چچا اور پدر کو پاؤ
آرام سے سلاؤں میں گودی میں میری آؤ
کہتی ہوں ان سے میں کہ بھلا تم قسم تو کھاؤ
سچ ہے اگر تو کس لیے بیتاب ہوتی ہو
کیوں منہ کو پھیر کر مری جانب سے روتی ہو

۲۴

ماں سے جو پوچھتی ہوں کہ تم بھی تو کچھ کہو
اس شب کو اور شہ کی جدائی کا غم نہ ہو
وہ کہتی ہیں کہ آؤ مری جان سو رہو
کہیو کبھی جو شہ سے ملاقات کل نہ ہو
دل صبح سے اچاٹ ہے بستی اجاڑ ہے
مجھ کو تو کاٹنا اسی شب کا پہاڑ ہے

۲۵

معلوم ہو گیا مجھے بہلاتے ہیں یہ سب
کیا حاصل اس چھپانے سے شاید چھٹوں گی اب
تا مر نہ جائے قید میں گھٹ کر یہ تشنہ لب
میں کس بلا میں پھنس گئی یاں آکے ہے غضب
یہ لوگ تو کبھی نہ مفصل بتائیں گے
میں اپنی جان دوں گی جو بابا نہ آئیں گے

۲۶

یہ ذکر تھا ابھی کہ ہوا بند قفل در
گھبرا کے دیکھنے لگیں رانڈیں ادھر ادھر
زنداں میں اور ہو گئی ظلمت زیادہ تر
جز تیرگی کسی کو نہ آتا تھا کچھ نظر
تڑپے یہ دل کہ سینوں میں سانسیں اکھڑ گئیں
ماؤں سے بچے بچوں سے مائیں بچھڑ گئیں

۲۷

نظروں سے صورتیں جو ہوئیں یک بہ یک نہاں
چلائی بے حواسی میں بانوئے خستہ جاں
ہاتھوں سے ڈھونڈھنے لگیں بچوں کو بیبیاں
دیکھو تو بیبیو! کہ ہے اصغر مرا کہاں
دل پر سکینہ جان کے صدمے گزر نہ جائیں
بچے مرے دہل کے اندھیرے میں ڈر نہ جائیں

۲۸

پھرتا تھا گھٹنیوں ابھی یاں میرا نونہال
کہنے لگی یہ زینبِ بے کس بصد ملال
بچے کا میرے صاحبو رکھیو ذرا خیال
کس کی تلاش میں ہو کہاں ہے تمھارا لال
ملتا نہیں ہے پھر جسے ہاتھوں سے کھوتے ہیں
تم جن کو ڈھونڈھتی ہو وہ مقتل میں سوتے ہیں

۲۹

چھاتی کو پیٹ کر یہ پکاری وہ سوگوار
ہے دور مجھ سے ہائے مرا طفلِ شیرخوار
تو جانتی نہیں ہیں کہ یہیں ہے وہ گل عذار
اصغرؔ تمھارے ننھے سے لاشے کے ہیں نثار
اے لال دامنِ شہِ خوش خو میں سوتے ہو
ماں سے بچھڑ کے باپ کے پہلو میں سوتے ہو

۳۰

راتوں کو اٹھ کے دودھ یہ ماں اب کسے پلائے
آجاؤ ماں کے پاس اگر نیند واں نہ آئے
کس کی بلائیں پیار سے لے کس کے صدقے جائے
ان چھوٹے چھوٹے پاؤں کو ہاتھوں سے ماں دبائے
الفت جو ہے پدر کی تو ماں کا بھی درد ہو
گود اُن کی گرم ہو مری چھاتی بھی سرد ہو

۳۱

بانو کے اس بیان پہ بلکتے تھے سب حرم
چلاتی تھی سکینہؑ کہ گھٹتا ہے میرا دم
باقرؑ پکارتے تھے کہ کیونکر جئیں گے ہم
زنداں کا در بھی ہو گیا مسدود ہے ستم
کھولے گا قفل کون جو عباسؑ آئیں گے
لو اب پدر کدھر سے مرے پاس آئیں گے

۳۲

ٹکرا کے سر اندھیرے میں چلائیں گے اسیر
گرمی کے مارے اور بھی گھبرائیں گے اسیر
اب روشنی کہاں سے بھلا لائیں گے اسیر
ہے ہے یہ کیا غضب ہوا مر جائیں گے اسیر
دربانوں کو پکارو پیمبرؐ کے واسطے
کھلوا دو قفل فاتحِ خیبر کے واسطے

۳۳

زنداں کا در کدھر ہے مجھے لے چلو شتاب
دادا ہے میرا شہرِ علومِ نبیؐ کا باب
دربانوں سے کہوں گی میں بادیدۂ پُرآب
مجھ پر کرو گے رحم تو ہوگا تمھیں ثواب
پھر کل سے بے کسوں کو نظر بند کیجیو
آلیویں بابا جان تو در بند کیجیو

۳۴

بولا نہ جب کوئی تو ہوا غم زیادہ تر
پٹ کو ہلا ہلا کے پکاری وہ نوحہ گر
دیوار پکڑے پکڑے گئی وہ قریبِ در
دربانو جاگتے ہو کہ سوتے ہو بے خبر
بے کس ہوں تشنہ لب ہوں فلک کی ستائی ہوں
کچھ تم سے اپنا حال میں کہنے کو آئی ہوں

۳۵

بولا کوئی کہ کون ہے تو اے نحیف و زار
اک آہِ سرد بھر کے یہ بولی وہ دل فگار
دل ہو گیا ہے تیری صدا سن کے بے قرار
آفت زدہ اسیر و پریشان و سوگوار
چھوٹے سے سن میں قیدیٔ زندانِ شام ہوں
میں دخترِ حسین علیہ السلام ہوں

۳۶

پوتی ہوں اُس کی جو کہ ہے کونین کا امیر
ایسا کریم تھا وہ دو عالم کا دستگیر
شیر اکہ بادشۂ آسماں سریر
جس نے ہزاروں قید سے چھڑوا دیئے اسیر
شہرت جہاں میں ہمتِ مشکل کشا کی ہے
ہم آج ہیں اسیر یہ قدرت خدا کی ہے

۳۷

کہتی نہیں ہیں یہ کہ کرو قید سے رہا
کھانے کی کچھ طلب ہے نہ پانی کی التجا
چھٹ جائیں گے کبھی کہ اسیروں کا ہے خدا
ہاں قفل کھول دو گے تو دوں گی تمھیں دعا
جائیں گے ہم کہاں کہ تمھارے حوالے ہیں
بابا حسینؑ آج کی شب آنے والے ہیں

۳۸

اصغرؑ ہے اُن کے ساتھ یقیں ہے کہ جلد آئیں
چوکی کے لوگ سو رہیں در پر مجھے بٹھائیں
ایسے نہیں ہیں وہ کہ مجھے رات بھر رُلائیں
دھڑکا مجھے یہ ہے کہ کہیں آ کے پھر نہ جائیں
نیند آئے گی نہ مجھ کو بہت بے قرار ہوں
بھاگے گا کوئی اسیر تو میں ذمہ دار ہوں

۳۹

منظور ابھی نہیں تمھیں در کھولنا اگر
دے جاتی ہوں پتہ تمھیں اُن کا میں نوحہ گر
آ کر پکاریں شاہ تو تم کھول دیجیو در
معلوم ہوگا صاف کہ طالع ہوا قمر
بو زلفِ مشکفام کی مہکے گی دور سے
جھمکے گی چاندنی رخِ روشن کے نور سے

۴۰

باندھے ہیں مصطفیٰؐ کا عمامہ وہ تاجدار
ہالہ سا گرد ماہ کے ہے خطِ مشکبار
اور ہے نشانِ سجدہ ستارہ سا آشکار
زیبِ کمر ہے شیرِ الٰہی کی ذوالفقار
گہ ذکرِ حق ہے گاہ زباں پر درود ہے
سوکھے لبوں سے پیاس کی شدت نمود ہے

۴۱

ساتھ اُن کے ہوئے گا علی اکبرؑ سا گل عذار
تصویر ہے نبیؐ کی سراپا وہ ذی وقار
گیسو لٹکتے ہیں رُخِ روشن پہ اُس کے چار
یوسف ہیں مصرِ حسن کے بھائی کے ہیں نثار
انجم فلک پسینے کے قطروں سے ماند ہیں
دنیا کی روشنی ہیں اندھیرے کے چاند ہیں

۴۲

ہوں گے جلو میں حضرت عباسؑ نوجواں
اس شیر کا نشاں یہ ہے اور یہ شکوہ و شاں
ہوتا ہے جس سے دبدبۂ شیرِ حق عیاں
اک دوش پر تو مشک ہے اک دوش پر نشاں
قمری تو قد پہ چال پہ صدقے تدرو ہیں
نام خدا علیؑ کے گلستاں کے سرو ہیں

۴۳

مجھ بن نہ سوئے ہوں گے شہنشاہ خوش خصال
تم دیکھ لیجیو مجھ سے ہے اُلفت اُنھیں کمال
بے خواب میں ہوں اُن کو بھی ہوگا مرا خیال
آتے ہی تم سے پوچھیں گے پہلے ہی میرا حال
میں خود کہوں گی مجھ پہ جو آفت گزر گئی
مر جائیں گے پدر یہ نہ کہنا کہ مر گئی

۴۴

ہوتے نہیں عزیز کسے دختر و پسر
سوتی تھی اُن کی چھاتی پہ منہ رکھ کے رات بھر
پر مجھ کو چاہتے ہیں وہ سب سے زیادہ تر
زنداں میں اب زمیں پہ تڑپتی ہوں تا سحر
موقوف اُن پہ میری حیات و ممات ہے
آنے کا ہے یہ دن یہی وعدے کی رات ہے

۴۵

بولے نگاہباں کہ ترا دھیان ہے کدھر
بے صبح کے ہوئے نہیں کھلنے کا قفلِ در
جا ماں کے پاس بیٹھ کہاں تو کہاں پدر
کیا شمر کے طمانچوں کا تجھ کو نہیں ہے ڈر
دن کو بھی روتی رہتی ہے شب کو بھی روتی ہے
نے ہم کو سونے دیتی ہے نے آپ سوتی ہے

۴۶

ناحق ابھی سے کاہے کو کرتی ہے شور و شین
رونے سے تیرے شب کو بھی ملتا نہیں چین
جا قفل کھول دیں گے بھلا آئیں تو حسینؑ
ہر وقت کے سنے نہیں جاتے ہیں تیرے بین
بلوائیں شمر کو تری تعزیر کے لیے
رونا نہ کم کرے گی تو شبیرؑ کے لیے

۴۷

ماں بہنیں قید ہو گئیں آتش سے گھر جلا
کھائے طمانچے جب تو ترا زور کب چلا
آیا بچانے کوئی برے وقت میں بھلا
کس دل سے آکے شمر نہ رسی سے پھر گلا
ماں سے چھٹے تو اور بھی صدمہ دو چند ہو
ایسا نہ ہو جدا کسی حجرے میں بند ہو

۴۸

یہ بات سن کے سہم گئی وہ جگر فگار
دالان سے پکاری یہ بانوئے نامدار
دروازے سے سرک کے لگی رونے زار زار
بی بی کدھر گئیں ادھر آؤ یہ ماں نثار
کھولے گا کون در کسے چلاتی پھرتی ہو
واری کہاں اندھیرے میں ٹکراتی پھرتی ہو

۴۹

زنجیر در نہ رات کو کھولیں گے یہ لعیں
پست و بلند خانۂ زنداں کی ہے زمیں
ماں صدقے جائے گھڑکیاں کھانے کو کیوں گئیں
گھبرا کے گر پڑو نہ اندھیرے میں تم کہیں
دشمن ہر اک ہے لشکر اہل عناد میں
سونا لگی آج بھول گئیں شہ کی یاد میں

۵۰

بولی سکینہؑ جان رہے تن میں یا کہ جائے
بے جرم کان زخمی ہوئے اور طمانچے کھائے
بیٹھی ہوں جب تلک کہ سواری پدر کی آئے
جو چاہے مجھ فلک کی ستائی کو پھر ستائے
واں کیا ہے یاں نہ بیٹھ کے آنسو بہاؤں میں
اچھا مجھے پدر سے ملا دو تو آؤں میں

۵۱

اکبرؑ کے صدقے جاؤ بھلاؤ ہمارا پیار
مشکل ہے صبر دل پہ مرا کیا ہے اختیار
سمجھو کہ ایک بیٹی ہوئی باپ پر نثار
اب کوئی دم تن سے نکلتی ہے جان زار
راحت بہت نصیب میں کم لے کے آئے ہیں
اتنی ہی عمر خلق میں ہم لے کے آئے ہیں

۵۲

اصغرؑ کو اپنی گود میں لو مجھ سے کیا ہے کام
تم اپنے دل میں سمجھو کہ میں ہو گئی تمام
پیاری تھی سارے گھر کی میں تجھے جب تلک امام
اماں بس اب پکارو نہ لے لے کے میرا نام
سبط رسولؐ سے مجھے پیارا نہیں کوئی
بابا ہی جب نہیں تو ہمارا نہیں کوئی

۵۳

بیٹی سے رو کے بولی یہ بانوئے تشنہ لب
میں نے ہی شہ سے تم کو چھڑایا ہے بے سبب
ہاں بی بی سچ ہے میری ہی تقصیر ہے یہ سب
لو آؤ بس معاف کرو جرم ماں کا اب
جو چاہو کہہ لو ایسی ہی تقصیر وار ہوں
سمجھو نہ ماں یہ جانو کہ خدمت گزار ہوں

۵۴

صدقے ہے جاں کس مری گھر بار کیا ہے چیز
سب سے سوا ہے یوسف زہراؑ تمھیں عزیز
میں ایک تمھارے باپ کی ادنیٰ سی ہوں کنیز
میں جانتی ہوں کیا مجھے اتنی نہیں تمیز
واری گلا جو ماں کا کیا سب بجا کیا
میں نے تمھارے باپ سے تم کو جدا کیا

۵۵
بابا کے آگے ہیچ ہے بھلا ماں کی قدر کیا
بیزار تم ہو مجھ سے میں اصغر سے ہوں خفا
کسرائی ہیں وہ احمد مرسل کا دلربا
پوچھی خبر نہ ماں کی دیا ساتھ باپ کا
بیٹوں کا کیا گلا ہے بھلا وہ تو دور ہیں
تقصیر وار ہیں ہمیں سب بے قصور ہیں

۵۶
مشہور ہے کہ چاہتے ہیں باپ کو پسر
اک بدنصیب ہم ہیں کہ مر جائیں بھی اگر
بیٹی کو ماں سے ہوتی ہے الفت زیادہ تر
بیٹوں کو کچھ خیال نہ بیٹی کو کچھ خبر
گو ہم نہ ہوں عزیز وہ ہم کو تو پیارے ہیں
ماں سمجھیں یا نہ سمجھیں سب آنکھوں کے تارے ہیں

۵۷
روتی ہوئی یہ کہہ کے اٹھی بانوے حزیں
روتی تھی منہ کو کرتے سے ڈھانپے وہ مہ جبیں
بیٹی کو ڈھونڈھتی ہوئی دروازے کے قریں
پاس آ کے ماں نے سر سے قدم تک بلائیں لیں
سر کو جھکا کے پہلے تو وہ پیچھے ہٹ گئیں
پھر ننھے ہاتھ اٹھا کے گلے سے لپٹ گئیں

۵۸
لے آئی ماں گلے سے لگا کر بہ چشم تر
بیٹھی اسیری بیاں سب گرد آن کر
چپ ہو کے اُن کی گود میں لیٹی وہ نوحہ گر
ہاتھوں سے کوئی پاؤں دباتی تھی کوئی سر
ماں لیتی تھی بلائیں پھوپھی صدقے جاتی تھی
بابا بغیر نیند اُسے لیکن نہ آتی تھی

۵۹
ماں کہتی تھی تھپک کے مری جاں سو رہو
فرماتی تھیں پھوپھی کہ میں قرباں سو رہو
زخمی ہیں پھر نہ دُکھنے لگیں کان سو رہو
کبریٰ یہ کہتی تھی بہن اک آن سو رہو
جی چاہتا ہے چین ملے کوئی دم تمھیں
بابا جب آئیں گے تو جگا دیں گے ہم تمھیں

۶۰
کہتی تھی ایک ایک سے رو کر وہ ماہ رو
کیا نیند آئے غم سے جگر ہو گیا لہو
تھی شہ کے ساتھ شام سے سونے کی مجھ کو خو
سینہ کہاں وہ چاند سا اور اب کہاں وہ بو
تھوڑا ستم سہا ہے بچھڑ کر حسینؑ سے
سوؤں گی اب تو قبر میں جا کر میں چین سے

۶۱
لوگو بس اب رکھو نہ مری زندگی کی آس
ماں نے کہا کرو نہ مری جاں کلام یاس
بابا تو آ چکے ہیں جائیں گے اُن کے پاس
باتیں یہ سن کے اور میں ہوتی ہوں بے حواس
اصغر تو جا کے بھول گئے ماں کی یاد کو
کیا تم بھی بھول جاؤ گی اس نامراد کو

۶۲
بی بی تمھیں بتاؤ بھلا ماں کا کیا قصور
صادق ہے اپنے قول کا وہ کبریا کا نور
بابا اگر ہیں دور تو میں تو نہیں ہوں دور
اتنا کہوں گی میں کہ حسینؑ آئیں گے ضرور
کیا یاد دو گی ہم کو آج جو بابا کو پاؤ گی
پر یاد رکھو یہ کہ ہمیں بھول جاؤ گی

۶۳
تم کو سکھائے رکھتی ہوں جس دم پدر ملے
ماں واری ہیچ ہے غنچۂ دل کس طرح کھلے
صدقے گئی نہ آنے کے بچو بہت گلے
یوں اس کو بھول جاتے ہیں جو باپ سے ملے
دفتر مصیبتوں کا بھی اپنے نہ کھولوں گی
تم جب تلک نہ بولو گی میں بھی نہ بولوں گی

۶۴

سچ ہے کہ صاحب ان کی یہ بھائی نہ مجھ کو بات
بچی کو میری غم ہے مجھے تلخ ہے حیات
بوسے جو منہ کے لینے لگے شاہِ خوش صفات
رکھ لیجو اپنے چہرے پہ تم چھوٹے چھوٹے ہات
آزردگی کی ہے یہ جگہ کیوں چلے گئے
اصغرؑ کو ساتھ لے گئے تم کو نہ لے گئے

۶۵

اک آہ سرد بھر کے یہ بولی وہ نوحہ گر
اماں میں چپ رہوں گی بھلا آئیں تو پدر
رونے لگیں گے ڈھونڈھ کے جب وہ ادھر اُدھر
اس وقت گر پڑوں گی میں قدموں پہ دوڑ کر
اتنا تو کہہ دو مجھ سے اگر مر نہ جاؤں گی
صدقے تمھارے منہ کے میں بابا کو پاؤں گی

۶۶

میرے طمانچے کھانے کا اُن سے نہ کہیو حال
اماں بہت کڑھیں گے شہنشاہِ خوش خصال
ہوئے گا غیظ سے علی اکبرؑ کا رنگ لال
عباسؑ نامدار کو آجائے گا جلال
منظور ہے کہ قیدِ ستم سے رہائی ہو
ایسا نہ ہو کہ پھر کہیں اُن سے لڑائی ہو

۶۷

کیوں اماں جان! قبلۂ عالم ابھی جو آئیں
رو کر کس اشتیاق سے مجھ کو گلے لگائیں
جیتا خدا کرے علی اصغر کو ساتھ لائیں
صدمے جو گذرے ہیں ابھی سب مجھ کو بھول جائیں
سو جاں سے میں نثار شہِ خوش خصال کے
کیا سوؤں ہاتھ چاند سی گردن میں ڈال کے

۶۸

لے کر بلائیں بانو نے بے کس نے یہ کہا
اے عاشقِ پدر تری باتوں کے میں فدا
سمجھو تم اب یہیں انھیں عرصہ نہیں ذرا
آئے کوئی گھڑی میں شہنشاہِ کربلا
بابا سے ہم بغل تمھیں ہونا نصیب ہو
چھاتی پہ اُن کی رات کو سونا نصیب ہو

۶۹

صدقے گئی جب آئیں شہنشاہِ انس و جاں
میرا گلا نہ کیجو تم اُن سے سکینہؑ جاں
تقصیر جو ہوئی وہ تمھیں بخشو واری ماں
آزردہ مجھ سے ہوں گے بہت سرورِ زماں
لشکر یزید کا دمِ غارت نہ ٹل سکا
سیلی لگائی جب تو مرا بس چل سکا

۷۰

بیٹی سے ماں نے کیں جو یہ باتیں بہ چشم تر
جاگی بہت تھی سو رہی وہ عاشقِ پدر
سب ہو گئے خموش اسیرانِ نوحہ گر
بدلی نگاہ بانوں نے چوکی بجا پہر
فاقوں میں قیدیوں نے ادھر شکر رب کیا
اور اس طرف یزید نے خاصہ غلب کیا

مطلع سوم ۷۱

زنداں میں مضطرب تھے اسیرانِ نوحہ گر
وہ ہولناک شب وہ اندھیرا کہ الحذر
بیٹھی تھیں فرشِ خاک پہ رانڈیں برہنہ سر
بدلی نگاہ بانوں نے چوکی بجا پہر
فاقوں میں قیدیوں نے ادھر شکر رب کیا
اور اس طرف یزید نے خاصہ طلب کیا

۷۲

جلدی محلسرا میں روانہ ہوا طعام
خاصہ چُنا خواصوں نے با زینت تمام
ہاں ہند کو بلاؤ یہ بولا امیرِ شام
تب اک کنیز خاص نے اس سے کیا کلام
خاصہ نہ دن کو نوش کیا ہے نہ سوئی ہیں
بی بی سحر سے آج کئی بار روئی ہیں

۷۳
لپٹی رہی ہیں منہ کو لپیٹے بصد ملال
کنگھی نہ سر میں کی ہے نہ سرمے کا ہے خیال
چہرہ ہے زرد رونے سے آنکھیں ہیں دونوں لال
کیوں دل گرفتہ ہیں نہیں کھلتا کسی پہ حال
حمام نے کیا ہے نہ کپڑے بدلتی ہیں
منہدی کے بدلے وہ کفِ افسوس ملتی ہیں

۷۴
گہنا اُتار ڈالا ہے یوں جی میں آئی ہے
تکیہ ہے تر یہ اشکوں کی ندی بہائی ہے
بے وجہ سوگواروں کی صورت بنائی ہے
مسند پہ بیٹھنے کی قسم کل سے کھائی ہے
یہ شکل رنج و غم کی ہے اس با تمیز کی
جیسے سنائی آئے کسی کے عزیز کی

۷۵
بولا خبر یہ سُنتے ہی وہ بانیِ ستم
دوڑیں یہ حکم سن کے خواصیں کئی بہم
جا کر کہو کہ دیر سے یاں منتظر ہیں ہم
ناچار ہندہ آن کے بیٹھی بہ چشمِ نم
ہرگز یزید کی طرف نہ جانب نگاہ کی
دیکھا طعامِ گرم تو اک آہ سرد کی

۷۶
پوچھا یزید نے کہ ہے کچھ بد مزہ مزاج
ہے ظلم اور ستم کا ترے عہد میں رواج
بولی یہ ہند ہوتا ہے ہاں درد دل میں آج
اپنے جگر کے زخم کا میں کیا کروں علاج
تجھ کو تو عید ہے مجھے صدمے گذرتے ہیں
یہ کون ہیں جو راتوں کو فریاد کرتے ہیں

۷۷
بتلا یہ سب اسیر مسلماں ہیں یا نہیں
محبوبِ کبریا کے ثنا خواں ہیں یا نہیں
قوم ان کی کیا ہے صاحبِ ایماں ہیں یا نہیں
آیا یہ لوگ قائل قرآں ہیں یا نہیں
سنتی ہوں بے کس ان سے نہ ہوں گے زمانے میں
یہ کس خطا پہ قید ہوئے قید خانے میں

۷۸
ہیں کیا یہ لوگ منکرِ پیغمبرِؐ اِلٰہ
کیوں ہاتھ سب کے باندھے ہیں کھلتا نہیں کچھ آہ
شاید نہیں علیؑ کے گھرانے سے اُن کو راہ
کاٹا ہے کس کا سر کہ لوٹا ہے بے گناہ
کافر ہے وہ عناد جسے پنجتن سے ہے
کیا دشمنی کچھ ان کو حسینؑ و حسنؑ سے ہے

۷۹
کوئی اگر کہے بھی تو میں مانتی ہوں کب
میں سُن چکی ہوں آپ صدائے نمازِ شب
ابرار و حق پرست ہیں قیدی یہ سب کے سب
فاقوں میں بھی وہ کرتے تھے تا صبح شکرِ رب
گرمی ہے گو کہ سینوں میں دم اُن کے رکتے ہیں
ماؤں کے ساتھ سجدے میں بچے بھی جھکتے ہیں

۸۰
قیدی ہیں پر قضا کبھی ہوتی نہیں نماز
آواز میں سنا نہیں یہ سوز یہ گداز
رکھتے ہیں پانچوں وقتِ زمیں پر سرِ نیاز
سجدے میں حق سے کہتے ہیں کچھ اپنے دل کا راز
چھوٹے بڑوں کی عادتِ طاعت گزاری ہے
آٹھوں پہر درود زبانوں پہ جاری ہے

۸۱
قیدی ہے ظاہرا کوئی بیمار و ناتواں
آواز اک ضعیف سی آتی تھی ہر زماں
معلوم کچھ نہیں کہ وہ لڑکا ہے یا جواں
کیسا کراہتا ہے سحر تک وہ نیم جاں
یہ درد ہے صدا میں کہ دل ٹکڑے ہوتے ہیں
رونے پہ اُس کے لوگ محلے کے روتے ہیں

۸۲
کرتا ہے جب تلاوت قرآں وہ حق کا نور
رشتہ کچھ اس کو مصحف ناطق سے ہے ضرور
ہوتا ہے لحن حضرت داؤد کا ظہور
قرآں کے حرف حرف کے معنے پہ ہے عبور
تقریر کیا فصیح ہے کیا خوش بیان ہے
گویا زبان اس کی خدا کی زبان ہے

۸۳
دن بھر تو اس کو رہتا ہے غش اور درد سر
واللہ کیا دعاؤں کے فقروں میں ہے اثر
کرتا ہے نصف شب سے مناجات تا سحر
بہہ جائے آب ہو کے جو پتھر کا ہو جگر
شاید کوئی عزیز شہِ مشرقین ہے
صوتِ حسن میں حسنِ صدائے حسینؑ ہے

۸۴
کہتے ہیں صبر و شکر اسے اللہ رے حوصلہ
جاری ہے صبح و شام عبادت کا سلسلہ
شکوہ نہ طوق کا ہے نہ زنجیر کا گلہ
ہر دم رواں ہے چشم سے اشکوں کا قافلہ
گردن جھکی ہوئی ہے خدا پر نگاہ ہے
لب پر کبھی تو آہ کبھی لا اِلٰہ ہے

۸۵
سنتی ہوں تھے بچے بھی دو چار ہیں اسیر
رونے سے اُس کے لگتے ہیں میرے جگر پہ تیر
لڑکی بھی کوئی قید ہے رشکِ مہ منیر
کیا قہر ہے یہ ظلم غریبوں پہ اے امیر
دکھ دے کسی کو یہ نہیں عادت کریم کی
قرآں میں کی ہے حق نے سفارش یتیم کی

۸۶
اے سست رائے قلب کو اتنا بھی کر نہ سخت
رہتے ہیں سر جھکائے ہوئے بار ور درخت
عقبیٰ میں رو سفید ہو تا او سیاہ بخت
ڈر ہے مجھے کہیں نہ اُلٹ جائے تیرا تخت
حاکم کو خوف چاہیئے قہرِ اِلٰہ سے
اکثر گری ہے برق یتیموں کی آہ سے

۸۷
کرتے ہیں لطف و رحم فقیروں پہ اغنیا
خالق نے اپنے ملک کا حاکم تجھے کیا
عقبیٰ میں کام آتا ہے یاں کا دیا لیا
جز نام نیک کون جہاں میں سدا جیا
زنداں میں قیدیوں کا بہت حال غیر ہے
کچھ خیر کر کہ خیر سے عقبیٰ بخیر ہے

۸۸
قاروں کا گنج اور ستم ایجاد کیا ہوا
تھا پہلے وہ جو بانیِ بیداد کیا ہوا
نمرود کس طرف گیا شداد کیا ہوا
فرعون بد نہاد سا جلاد کیا ہوا
وہ قبر میں ہیں آج جو کل تھے رواق میں
ڈھونڈو تو خاک بھی نہیں کسریٰ کے طاق میں

۸۹
گرمی کی فصل اور یہ مکاں تنگ ہائے ہائے
فاقے سے ہوں وہ قید میں اور نعمتیں تو کھائے
اب رحم کر ارے کوئی معصوم مر نہ جائے
پانی تو پیاس میں کوئی جا کر اُنھیں پلائے
دل سے بھلا نہ وعدۂ روزِ نخست کو
بیمار کو دوا نہ غذا تندرست کو

۹۰
کھانے کو میں نہ ہاتھ لگاؤں گی کیسی بھوک
اُن کے بغیر مجھ کو یہ کھانا ہے مثلِ خوک
اُٹھتی ہے بار بار کلیجے میں میرے ہوک
یہ بے کسوں پہ ظلم غریبوں سے یہ سلوک
خوش ہوگا حق دلوں کو یتیموں کے شاد کر
کیا رحم تھا کرم کو محمدؐ کے یاد کر

۹۱

کافر کے گھر کو بھی کبھی لوٹا نہ بعدِ جنگ
جو ہاتھ آیا دے دیا سائل کو بے درنگ
چادر گلے میں ڈال کے کھینچا ہوئے نہ تنگ
عسرت یہ تھی کہ فاقوں میں باندھا شکم پہ سنگ
اس بادشاہِ دیں کو غرض کچھ مگر اور تھی
رانڈوں کی پرورش تھی یتیموں کی غور تھی

۹۲

یکساں تھا خُلق آپ کا شاہ و فقیر سے
باتیں تھیں پرورش کی یتیم و یسیر سے
بٹھلاتے تھے فقیر کو برتر امیر سے
کرتے تھے سیر انھیں رطب و شہد و شیر سے
ہر شب کو قیدیوں کی خبر لینے جاتے تھے
دو دن کے بعد نان جویں آپ کھاتے تھے

۹۳

تھا حال فاطمہؑ بھی علیٰ ہٰذہ القیاس
دنیا میں تھی اگر تو انھیں ایک فدک کی آس
صرفِ رہِ کریم تھا جو کچھ تھا اُن کے پاس
جب چھن گیا تو کرتی تھی فاقے وہ حق شناس
دو دن نہ جسمِ پاک میں پوشاک نو رہی
خود اٹھ گئیں جہاں سے چادر گرو رہی

۹۴

ہے آج تک جہاں میں علیؑ کے کرم کا شور
تھا بازوئے رسولؐ میں دستِ خدا کا زور
ہر ایک کی زباں پہ ہے نقلِ فقیرِ کور
پروا لیے کرم نہ گوارا تھا رنجِ کور
کی اس نے کچھ زباں سے شکایت تو ڈر گئے
کاندھے پہ رکھ کے مشکِ ضعیفہ کے گھر گئے

۹۵

رانڈوں کے وارث اور یتیموں کے تھے پدر
ہر دم حسینؑ پر یہ تقید تھی اے پسر
قاتل پہ مرتے مرتے رکھی رحم کی نظر
قیدی کے بھی طعام کی رکھیو ذرا خبر
راضی نہ اس کے قتل پہ مشکل کشا ہوئے
مشکیں جو باندھ دیں تو حسنؑ سے خفا ہوئے

۹۶

خلقِ خدا ہے معترفِ خلقِ مجتبیٰ
یادش بخیر ذکر کروں کیا حسینؑ کا
دریائے فیض ابرِ کرم منبعِ سخا
آقا کو دیدگاہ سلامت رکھے خدا
دونوں جہاں میں کیا برکت ایک دم سے ہے
قائم جو ہے زمیں تو انھیں کے قدم سے ہے

۹۷

دنیا ہو اور حسینؑ میں اس نام کے نثار
ہے بات بات میں کرمِ شاہِ ذوالفقار
فیضِ نبیؐ تو عصمتِ خاتونِ روزگار
اور خلق میں نظیرِ حسنؑ ہے وہ ذی وقار
خوبے پیمبروں کی شہِ مشرقین میں
ہیں کس قدر جمع حسنات ایک حسینؑ میں

۹۸

تھی میں بھی فیضِ صحبتِ مولا سے بہرہ ور
نیلے نشاں ہیں چاند سے کاندھوں پہ جلوہ گر
پیدا کیا ہے حق نے عجب طرح کا بشر
لے کر اناج جاتے ہیں خود بے کسوں کے گھر
اس پہ بھی ہر گھڑی یہ دعا ہے الٰہ سے
یارب بچائیو مجھے بارِ گناہ سے

۹۹

اگر سالکِ طریقِ ہدایت گئے ہیں فدا
ناقے تو پیچھے ہوتے ہیں آگے وہ مقتدا
یثرب سے حج کو آتے ہیں اکثر پیادہ پا
خالق نے اُن پہ ختم کیا زہد و اتقا
اس سال بھی سنا ہے کہ تشریف لائے ہیں
کعبے میں اہلِ بیت بھی ہمراہ آئے ہیں

۱۰۰
کیا جانے حج کے بعد سدھارے ہیں وہ کدھر
لونڈی نے پھر سنی نہیں آقا کی کچھ خبر
رہتی ہوں اس خیال میں پہروں میں نوحہ گر
کعبے میں گھر گئے ہوں نہ سلطانِ بحر و بر
ہے دھوم کچھ دنوں سے جدال و قتال کی
یارب تو خیر کیجیو زہرا کے لال کی

۱۰۱
اس خانداں میں کون رہا ہے سوائے شاہ
قائم رکھے جہاں میں شہ کو مرا اِلٰہ
آگاہ ہوں کہ شاہ سے کینہ تجھے تھا آہ
ہے ہے کیا نہ ہو کہیں زہرا کا گھر تباہ
بیتاب ہوں خیالِ شہِ نیک نام میں
شہزادیاں اسیر نہ ہوں فوجِ شام میں

۱۰۲
وسواس کا مقام تردد کی ہے یہ جا
روتے ہیں نام لے کے یہ قیدی حسینؑ کا
پھر تھا نہ شک مجھے کوئی ہوتا جو دوسرا
گر ہے تو اک حسینؑ ہے زہرا کا دلربا
اس نامِ پاک سے برکت ہے جہان میں
عقدے وہ کھول دیتے ہیں سب ایک آن میں

۱۰۳
کیں ہند نے یہ درد کی باتیں جو ایک بار
ہر قلب پہ ستم کی چلی تیغِ آبدار
اللہ رے جوشِ ماتمِ سلطانِ نامدار
رو یا جھکا کے سر کو یزیدِ زبوں شعار
خنجر غمِ حسینؑ کا دشمن پہ چل گیا
کیا نام میں اثر ہے کہ پتھر پگھل گیا

۱۰۴
رو کر پھر اس سے کہنے لگی ہند خوش سیر
ہوں بے قرار صورتِ بسمل میں نوحہ گر
گر کہہ تو دیکھ آؤں انھیں جا کے اک نظر
شاید انھیں سے شہ کی مفصل سنوں خبر
ہیں غیر یا عزیزِ شہِ انس و جاں کے ہیں
دریافت تو کروں کہ یہ قیدی کہاں کے ہیں

۱۰۵
ناچار ہو کے ہند سے ظالم نے یہ کہا
جا دیکھ آ انھیں مرا نقصان ہے اس میں کیا
واں جا کے اور ہوئے گا تجھ کو قلق سوا
سنتے ہی یہ کلام اٹھی ہند باوفا
پہلو میں مضطرب تھا دل اُس حق پرست کا
اٹھتے ہی جلد حکم دیا بند و بست کا

۱۰۶
سب عورتوں کو لے کے چلی جب وہ حق شناس
کہنے لگیں یہ تب جو کنیزیں تھیں آس پاس
کپڑے یہ ٹھیک ہیں بدل ڈالیے لباس
اس نے کہا کہ ہے مرے دل پر ہجومِ یاس
اک دم میں سوگواروں کو میں دیکھ آتی ہوں
کیسا لباس کیا کسی شادی میں جاتی ہوں

۱۰۷
میلے ہی کپڑے چاہییں جب دل پہ ہو ملال
کچھ سوچ ہے مجھے نہیں کچھ اور ہے خیال
کنگھی وہ کیا کرے کہ پریشاں ہو جس کا حال
ہے سر کا گوندھنا بھی مجھے اس گھڑی وبال
جی چاہتا ہے یہ کہ گریبان چاک ہو
کپڑے تو سب سیاہ ہوں اور سر پہ خاک ہو

۱۰۸
لازم ہے بزمِ غم میں عزادار بن کے جائے
خود روئے پیٹے بین کرے اور انھیں رلائے
واں وارثوں کا سوگ ہے کپڑے کسے دکھائے
روتا ہے دل مقام ہے عبرت کا ہائے ہائے
کپڑے بدل کے رانڈوں میں جانا روا نہیں
ان میں چلی ہوں جن کے سروں پر ردا نہیں

۱۰۹
نکلی محل سرا سے یہ کہہ کر وہ خوش سیر
پہونچی جناب حضرت زینبؑ کو یہ خبر
تھیں ساتھ ساتھ چند خواصیں بھی نوحہ گر
رنگ اڑ گیا یہ کہنے لگیں سر کو پیٹ کر
اپنا نہیں خیال بزرگوں کا پاس ہے
ہے ہے کہاں چھپوں وہ مری روشناس ہے

۱۱۰
ہے شرم کی جگہ کہ ہیں ہوں خواہر امام
ہم ہیں فقیر ہم میں اسیروں کا کیا ہے کام
غمگین و سوگوار و پریشان و تشنہ کام
لوگو بتا نہ دیجو کہیں اس کو میرا نام
پوچھے جو وہ کسی سے کہ زینبؑ کدھر گئی
کہہ دیجو کہ بھائی کے ہمراہ مر گئی

۱۱۱
سن کر ہر اک سے بانوے ناشاد نے کہا
لوگو خدا کے واسطے چپکے رہو ذرا
کیا حاصل اس اضطراب سے قسمت کا جو لکھا
رو رو کے سو گئی ہے ابھی میری دل ربا
پھر حشر قید خانے میں ہوگا جو روئے گی
چونکی اگر تو صبح تلک پھر نہ سوئے گی

۱۱۲
چپ ہو گئے یہ سن کے اسیران نوحہ گر
آئی سواری زن حاکم قریب در
جا بیٹھی ایک گوشے میں زینبؑ جھکا کے سر
درباں بھی دور ہٹ گئے دروازہ کھول کر
وحشت پہ قید خانے کی جس دم نگاہ کی
ہاتھوں پہ ہاتھ رکھ کے خواصوں نے آہ کی

۱۱۳
دل ہند کا تو رندھ گیا تھرا گیا جگر
دیکھا کوئی مکاں نہیں تاریک اس قدر
بولی ٹھہر کے ڈیوڑھی پہ یہ قبر ہے کہ گھر
پوچھو کوئی کسی سے کہ ہیں بی بیاں کدھر
ایسا بھی ظلم کرتا ہے کوئی جہان میں
بندے خدا کے بند ہیں ایسے مکان میں

۱۱۴
بڑھ کر کسی کنیز نے تب یہ کیا بیاں
چلئے محل میں آپ بھلا جائیں گی کہاں
بی بی کوئی اسیروں میں زندہ نہیں یہاں
قابل نہیں حضور کے جانے کا یہ مکاں
گر غش ہوئے تو آپ میں آیا نہ جائے گا
ہم سے تو اس خرابے میں جایا نہ جائے گا

۱۱۵
آزردہ ہو کے کہنے لگی ہند نوحہ گر
آخر جو اس میں قید ہیں وہ بھی تو ہیں بشر
عبرت کا یہ مقام ہے لونڈی خدا سے ڈر
تاراج یوں جہاں میں نہ ہووے کسی کا گھر
جانے وہی کلیجے پہ جس کے چھری لگے
ایسی نہ بات کہہ کہ خدا کو بری لگے

۱۱۶
یہ بات کہہ کے آگے بڑھی وہ بصد الم
حلقہ گلے میں طوق کا زنجیر میں قدم
اک آفتاب دیں نظر آیا اسیر غم
بولی ٹھہر کے وہ کہ زہے شوکت و حشم
انساں ہے یہ اندھیرے میں یا شمع طور ہے
آئی ندائے غیب کہ خالق کا نور ہے

۱۱۷
بڑھتی ہوئی کدھر وہ گئی جب قریب تر
گل عورتوں میں تھا یہ فرشتہ ہے یا بشر
اللہ رے حسن کرنے لگی خیر کی نظر
اترا ہے آسماں سے خرابے میں یا قمر
رتبے میں ہے بزرگ نسب میں جلیل ہے
ثابت ہے ضعف سے کہ نہایت علیل ہے

۱۱۸
کوئی بلائیں لے کے یہ کہتی تھی بار بار
اے بے کسی اسیر و بلا تیرے میں نثار
ہے ہے گلا یہ چاند سا اور طوق خاردار
یہ گوری گوری پنڈلیاں زنجیر سے فگار
لوگو بزرگ اس کے مقرر اسیر ہیں
گویا جناب یوسفِ کنعاں اسیر ہیں

۱۱۹
بولی کوئی کہ عابد و زاہد ہے یہ جواں
گھٹا جبیں پہ کثرتِ طاعت کا ہے نشاں
ایماں کا نور چہرۂ انور سے ہے عیاں
دیکھا نہیں حیا سے کہ ہیں کون بی بیاں
برحق شریف قوم یہ گردوں اساس ہے
اشراف کو ہر ایک کی حرمت کا پاس ہے

۱۲۰
جو غیر کی طرف نہ حیا سے کرے نظر
ہاں بہنیں ایسے شخص کی بلوے میں ننگے سر
یہ خیر ہوے جس کی طبیعت میں اس سے شر
ٹوٹے غضب خدا کا لعینوں کی جان پر
تقویٰ یہ اس کی عفت و عصمت گواہ ہے
قرآن ہم اٹھا لیں کہ یہ بے گناہ ہے

۱۲۱
افسوس ایسے بندۂ صالح پہ یہ تعب
زنداں میں کاٹتا ہے تڑپ کر تمام شب
بستر زمیں کا اور یہ تنِ زار ہے غضب
آنکھیں جو بند ہیں یہ نقاہت کا ہے سبب
ہے خامشی دلیل عبادت کے شوق کی
گردن جھکی ہوئی ہے گرانی سے طوق کی

۱۲۲
باتیں یہ کر کے بی بیاں روتی تھیں زار زار
سینے میں تھا نہ دلِ ہند کو قرار
کہتی تھی دیکھ کر رخِ اقدس کو بار بار
کس ملک کا رئیس ہے یارب یہ ذی وقار
آنکھوں میں صاف پھرتی ہے صورت امام کی
تصویر ہے حسین علیہ السلام کی

۱۲۳
آخر دبا کے پاؤں یہ بولی وہ نیک نام
اٹھیے کہ دیر سے میں کھڑی ہوں پئے سلام
بولے یہ آنکھیں کھول کے مولائے خاص و عام
اس بیکس و یتیم و بلاکش سے کیا ہے کام
ہجرِ پدر میں تلخ ہے لذت حیات کی
طاقت نہ آنکھیں کھولنے کی ہے نہ بات کی

۱۲۴
بولی یہ ہند کب سے علالت ہے میں نثار
فرمایا سات دن سے محرم کی ہے بخار
اس نے کہا طبیب کو دکھلاؤ حالِ زار
فرمایا خیر شافیِ مطلق ہے کردگار
راضی ہیں اس پہ ہم جو رضائے حبیب ہے
دی ہے یہ تپ اسی نے جو سب کا طبیب ہے

۱۲۵
رنج و بلا کو لطفِ خدا جانتے ہیں ہم
دکھ میں کراہنے کو گلا جانتے ہیں ہم
ہر دردِ جاں ستاں کو دوا جانتے ہیں ہم
عارض ہو عارضہ تو شفا جانتے ہیں ہم
کچھ غم نہیں مرض سے اگر حال غیر ہے
صحت ہماری یہ ہے کہ عقبیٰ بخیر ہے

۱۲۶
ایذا کو چین رنج کو راحت سمجھتے ہیں
تیسری کو تلخ شور کو لذت سمجھتے ہیں
صابر ہیں نانِ جو کو بھی نعمت سمجھتے ہیں
مرنے کو راہِ حق میں سعادت سمجھتے ہیں
عسرت ہو دکھ ہو قید ہو فاقہ کشی رہے
دولت یہی بڑی ہے کہ خالق خوشی رہے

۱۲۷

یہ ذکر سن کے رونے لگی ہندِ باوفا
کی عرض کیا ہے اسم مبارک حضور کا
گردن جھکا کے قبلۂ چارم نے یہ کہا
بیکس غریب مردہ گرفتار و بے نوا
کیا پوچھتی ہے نام و نشاں خاکسار کا
ایک بندۂ حقیر ہوں پروردگار کا

۱۲۸

زیبا ہے نامِ پاک پہ خالقِ ودود
روزی رسانِ عالمیاں واجب الوجود
جو معرضِ فنا میں ہیں کیا اُن کی ہست و بود
قطروں کی کیا بساط حبابوں کی کیا نمود
درپیش منزلِ لحدِ خوفناک ہے
آغاز اپنا خاک ہے انجام خاک ہے

۱۲۹

تھے مرتضےٰ علی کے جہاں میں بہت خطاب
شیرِ خدا امیرِ عرب مالک الرقاب
کارہ تھا پر ترقیٔ ظاہر سے وہ جناب
ہوتے تھے شاد کہتا تھا جو اُن کو بوتراب
جس کو فروتنی ہے وہی سربلند ہے
خالق کو خاکساری انساں پسند ہے

۱۳۰

اُس نے کہا بتائیے والد کا اپنے نام
فرمایا فاقہ کش وطن آوارہ تشنہ کام
مقتول نیزہ و تبر و خنجر و حسام
جس کو ملا نہ پیاس میں پانی کا ایک جام
بے گور و بے کفن جسدِ پاش پاش ہے
سر یاں ہے کربلائے معلیٰ میں لاش ہے

۱۳۱

پوچھا وطن کو اُس نے تو بولے شہِ زمن
دارِ فنا مقامِ فنا منزلِ محن
بیٹھے فقیر تھک کے جہاں ہے وہی وطن
بے خانماں اسیر و پریشان و خستہ تن
پردیس میں تباہ ہوئے شہر چھٹ گیا
جنگل میں ہم بھی لٹ گئے اور گھر بھی لٹ گیا

۱۳۲

اُس نے کہا کہ طوق سے ہوئے گا دم گھٹا
فرمایا جس میں خالقِ کونین کی رضا
گھٹتا ہے گر گلا تو نہیں اس کا کچھ گلا
بندے ہیں امرِ حق میں نہیں اختیار کیا
صابر ہیں غیر شکرِ خدا کیا سخن کریں
ہم وہ نہیں کہ شکوۂ طوق و رسن کریں

۱۳۳

وہ بولی اور بھائی بھی کیا تھے مہ منیر
فرمایا ہاں جوان تھا اک اور اک صغیر
جرأت میں بے عدیل تھے صورت میں بے نظیر
دونوں کو تین روز نہ پانی ملا نہ شیر
اعدا کو دشمنی تھی صغیر و کبیر سے
برچھی سے ایک قتل ہوا ایک تیر سے

۱۳۴

غش ہو گئے یہ کہہ کے امامِ فلک اساس
تھرا کے واں سے آگے بڑھی ہند بے حواس
پہنچی ٹھہر ٹھہر کے جو سیدانیوں کے پاس
رانڈوں کی شان دیکھ کے بولی وہ حق شناس
چہرے سبھوں کے غیرتِ خورشید و ماہ ہیں
گویا کہ اہلِ بیتِ رسالت پناہ ہیں

۱۳۵

پیدا ہے ان کی شان سے سیدانیوں کی شاں
ظاہر ہے صبر و شکر سے سادات کا نشاں
یا ہاشمی ہیں یا علوی ہیں یہ خستہ جاں
کس میں یہ معرفت کے سخن اور یہ بیاں
یہ لاکھ گر چھپائیں تو کب مانتی ہوں میں
خوشبو کو اہلِ بیت کی پہچانتی ہوں میں

۱۳۶

مٹی میں گو بھرے ہوئے ہیں اُن کے روئے پاک
ہر چند ہیں صعوبتِ زنداں سے سب ہلاک
چھپتا ہے کوئی چاند پہ ڈالے ہزار خاک
روشن ہے قید خانۂ تاریک و ہولناک
میں کس طرح کہوں کہ یہ آلِ عبا نہیں
ہاں فرق اتنا ہے کہ سروں پر ردا نہیں

۱۳۷

چہروں کی آب و تاب پہ لوگو! کرو تو غور
بازو ہیں ایک رسی میں ہے ہے یہ ظلم و جور
دیکھا ہے قیدیوں کا کسی نے کبھی یہ طور
بچے بھی ہیں بندھے ہوئے دیکھو ستم یہ اور
مٹی میں مل گیا یہ چمن وا مصیبتا
ان گوری گردنوں میں رسن وا مصیبتا

۱۳۸

آکر قریب کہنے لگی ہندِ خوش خصال
مجھ سے تو کچھ بیاں کرو اپنے دل کا حال
اے بیبیو! ہٹا دو ذرا رخ سے اپنے بال
کھیتی تمھاری ہو گئی کس بن میں پائمال
کیوں لے گئے عدو تمھیں بلوائے عام میں
کس جرم میں اسیر ہوئے ملکِ شام میں

۱۳۹

سنتی ہوں میں مدینے میں ہے آپ کا وطن
ہیں خیریت سے حضرتِ شبیرؑ کی بہن
للہ کچھ کہو خبرِ سرورِ زمن
زندہ رکھے جہاں میں انھیں ربِ ذوالمنن
وہ بی بی روحِ بنتِ رسالت پناہ ہے
عصمت پہ جس کی خالقِ اکبر گواہ ہے

۱۴۰

کیوں بی بیو بتاؤ خدا کے لیے ذرا
سنتی ہوں اب جواں ہیں ہم شکلِ مصطفا
ہے خیر سے مدینے میں فرزندِ مرتضا
سرسبز رکھے باغِ جہاں میں انھیں خدا
شہرت ہے ابنِ فاطمہ زہراؑ کے ماہ کی
حسرت تو شہ کو ہوئے گی اکبرؑ کے بیاہ کی

۱۴۱

حق سے یہی ہے شام و سحر اب مری دعا
اکبرؑ کا سہرا بانوؑ کو دکھلائے اب خدا
آقا مرے جہاں میں سلامت رہیں سدا
گھر میں بہو کو لائے جگر بندِ مصطفا
ارمان نکلے بادشہِ مشرقین کا
آباد گھر ہو فاطمہؑ کے نورِ عین کا

۱۴۲

جب ہند ختم کر چکی رو رو کے یہ کلام
صدقے گئی بتایئے کیا آپ کا ہے نام
بانوؑ کے پاس آکے یہ بولی وہ نیک نام
للہ کچھ کہو میں ہوئی جاتی ہوں تمام
زنداں میں سب اسیروں کی سردار آپ ہیں
ان قیدیوں کی قافلہ سالار آپ ہیں

۱۴۳

بانو نے اُس سے پھر یہ کہا تھام کر جگر
زینبؑ کو پھر بتا کے یہ بولی بچشمِ تر
ہم قیدیوں کے نام ہیں مظلوم و نوحہ گر
بی بی یہ جو کہ روتی ہیں نہوڑائے اپنا سر
تو دل میں جانتی ہے کہ میں اُن کی عزیز ہوں
مختار یہ مری ہیں میں ان کی کنیز ہوں

۱۴۴

وہ بولی کہ ہیں آپ کے فرزندِ خوش سیر
تیر و سناں سے قتل ہوئے رن میں دو پسر
فریاد رو کے لٹ گیا بی بی ہمارا گھر
زنداں میں ہیں اک اسیر ہے مظلوم و نوحہ گر
ٹکڑے جگر کے صدمۂ فرقت سے ہوتے ہیں
جو گود میں پلے تھے وہ جنگل میں سوتے ہیں

۱۴۵

یہ سُن کے ہند رونے لگی تب بہ اشک و آہ
رخ سے ہٹائے بال تو حالت ہوئی تباہ
پھر مڑ کے روئے حضرت زینبؑ پہ کی نگاہ
بے ساختہ کہا کہ زہے قدرتِ اِلٰہ
ہرگز غلط نہیں جو مجھے اشتباہ ہے
زینبؑ تمھیں ہو خالقِ اکبرؑ گواہ ہے

۱۴۶

کہنے لگی یہ ہند سے زینبؑ جگر فگار
اے ہند اُن کا نام نہ لے بہر کردگار
کیوں فال بد نکالتی ہے منہ سے بار بار
نسبت نہ اُن سے دے کہ ہے وہ فاطمہؑ وقار
اعدا تو مجھ کو لوٹ گئے بلوائے عام میں
دشمن نہ اُن کے قید ہوں زندانِ شام میں

۱۴۷

وہ شاد کام اور میں بیکس جگر فگار
بلوے میں لے گئے مجھے اعدا بہ حالِ زار
آباد وہ ہیں اور میں زنداں میں سوگوار
باہر کنیز بکلی نہیں اُن کی زینہار
وہ بی بی پردہ دار ہے اور خوش خصال ہے
زینب میں ہی ہوں یہ ترا بے جا خیال ہے

۱۴۸

یہ سُن کے بے قرار ہوئی ہند خوش خصال
اے میری شاہزادی چھپاؤ نہ مجھ سے حال
دیکھا بغور رُخ تو یہ بولی بہ صد ملال
زینبؑ تمھیں ہو خواہرِ شبیرؑ باکمال
تم کو قسم ہے فرقِ شہِ مشرقین کی
جلدی کہو خبر مرے آقا حسینؑ کی

۱۴۹

یہ کہہ کے پیٹنے جو لگی ہند ذی وقار
چلائیں سر کو پیٹ کے با چشم اشکبار
فرطِ قلق سے دل ہوا زینبؑ کا بے قرار
اے ہند کٹ گیا سرِ شبیرؑ نامدار
پانی دیا نہ سبطِ رسالت پناہ کو
ظالم نے بے گناہ کیا قتل شاہ کو

۱۵۰

اے ہند کیا کہوں خبرِ شاہِ تشنہ لب
مطلق ڈرا نہ خالقِ اکبرؑ سے بے ادب
ہنگام عصر کٹ گیا زہرا کا باغ سب
چوب یزید اور لب شبیرؑ ہے غضب
رونے نہ پائے ماتمِ شاہِ شہید میں
سر ننگے لے گئے ہمیں بزمِ یزید میں

۱۵۱

کیا پوچھتی ہے تو خبرِ شاہِ بحر و بر
باندھا درخت میں کبھی خولی نے بے خطر
فرقِ حسینؑ تھا کبھی نیزے پہ جلوہ گر
لٹکا درِ یزید پہ سبطِ نبیؐ کا سر
یاں تک تھی دشمنی سپہ بدخصال کو
پتھر لگائے راہ میں زہرا کے لال کو

۱۵۲

اے ہند رن میں شاہ کے یاور ہوئے شہید
بن بیاہے دشت میں علی اکبرؑ ہوئے شہید
عباسؑ قتل ہو گئے اصغرؑ ہوئے شہید
شبر کا لال اور مرے دلبر ہوئے شہید
مرجھا کے فاطمہؑ کی نہ کھیتی ہری ہوئی
بچوں سے گود ہو گئی خالی بھری ہوئی

۱۵۳

میداں میں بے کفن ہے ابھی لاشِ شاہِ پاک
وا حسرتا وہ گرم ہوا اور وہ فرشِ خاک
ہے ہے وہ اوس اور وہ میدانِ ہولناک
کس طرح دل نہ ہو مرا سینے میں چاک چاک
چہلم تلک ہوا نہ شہِ مشرقین کا
اب تک پڑا ہے خاک پہ لاشہ حسینؑ کا

۱۵۴

منگوایا ہند نے جو سرِ شاہِ بحر و بر
جب سر پہ شاہِ دیں کے سکینہؑ نے کی نظر
مجرے کو اٹھ کھڑے ہوئے قیدی بہ چشمِ تر
چلائی رو کے ہائے غضب مر گئے پدر
دنیا سے تشنہ کام سفر کر گئے حسینؑ
لو مجھ پہ اب یہ راز کھلا مر گئے حسینؑ

۱۵۵

پھر سر کو پیٹتی ہوئی دوڑی وہ سوگوار
منہ رکھ کے منہ پہ شہ کے جو روئی وہ دل فگار
دامن میں لے لیا سرِ شبیرؑ نامدار
صدمہ ہوا نکلنے لگی تن سے جانِ زار
دنیا میں اُس کی زیست کا نقشہ بدل گیا
جنبش ہوئی لبوں کو بس اور دم نکل گیا

۱۵۶

بانوؑ نے سر کو پیٹ کے تب یہ کیا بیاں
اے نورِ عین بس نہ کرو نالہ و فغاں
بس مل چکیں حسینؑ سے قرباں جائے ماں
ایسا نہ ہو کہ گھٹ کے نکل جائے تن سے جاں
بچھڑے ہیں کب سے بادشہِ مشرقین سے
ہم بھی تو مل لیں فاطمہؑ کے نورِ عین سے

۱۵۷

اُٹھی یہ کہہ کے بانوئے بیکس برہنہ سر
زینبؑ کو پھر دکھا کے یہ بولی بہ چشمِ تر
دیکھا پڑی ہے خاک پہ بے جاں وہ نوحہ گر
بچی کو میری لے گئے سلطانِ بحر و بر
زنداں کے تھے وہ ظلم کہ عاجز تھی جان سے
افسوس چل بسی مری پیاری جہان سے

۱۵۸

بی بی تمہاری ننھی سی میت کے میں نثار
جی بھر کے مجھ کو دیکھ لے مادرِ جگر فگار
منہ سے اُٹھاؤ کرتے کا دامن پھر ایک بار
اماں کو اپنے پاس بلا لو تو ہو قرار
فرصت نہیں نہ ہو گی کبھی شور و شین سے
تم یاں سے جا کے قبر میں سوؤ گی چین سے

۱۵۹

ہے ہے اٹھائے قید میں کیا کیا نہ رنج و غم
بابا کو یاد کر کے جو روتی تھیں دم بہ دم
باندھا گلے کو شمر نے رسی سے ہے ستم
دیتے تھے گھڑکیاں تمھیں یہ بانیِ ستم
زخمی ہیں کان پھول سے عارض کبود ہیں
اب تک نشاں طمانچوں کے رخ پر نمود ہیں

۱۶۰

بی بی خدا پہ خوب ہے روشن ہمارا حال
کس طرح دوں کفن تجھے اے میری خورد سال
چادر تلک نہیں ہے چھپاؤں جو سر کے بال
نادار ہوں میں پاس نہ دولت ہے اور نہ مال
سنگِ الم سے شیشۂ دل پاش پاش ہے
دو گز کفن کے واسطے محتاج لاش ہے

۱۶۱

ہوتا جو واری پاس مرے کچھ بھی مال و زر
تابوت پر میں باندھتی سہرا بہ چشمِ تر
تربت بناتی ننھی سی میں سوختہ جگر
جو پوچھتا تو بس یہی کہتی میں نوحہ گر
میت یہی ہے بنتِ شہِ مشرقین کی
دنیا سے آج اٹھ گئی عاشق حسینؑ کی

۱۶۲

بس اے انیسؔ بزم میں ہے گریہ و بکا
یا رب بحقِ احمدؐ و زہراؑ و مجتبیٰ
وقتِ دعا ہے خالقِ اکبر سے کر دعا
دکھلا دے جلد روضۂ سلطانِ کربلا
دم لب پہ ہے زیارتِ مولا نصیب ہو
بیمارِ غم کو قربِ مسیحا نصیب ہو

مرثیہ ۱

جب شام کے زنداں میں ہوئی شام حرم کو
تھے ورد زباں وارثوں کے نام حرم کو
اک آن نہ راحت تھی نہ آرام حرم کو
رونے کے سوا اور نہ تھا کام حرم کو
رخ زرد تھے دل سینوں میں صدمے سے طپاں تھے
تاریکی سے دم گھٹتے تھے اور اشک رواں تھے

۲

وہ کہنہ خرابہ وہ نئی قید کی آفت
فاقوں سے نہ تھی تن میں کھڑے ہونے کی طاقت
وہ شام تھی رانڈوں کے لیے صبح قیامت
لب خشک تھے اور نرگسی آنکھوں میں نقاہت
صدمہ تھا عجب آلِ شہ عرش نشیں پر
بچوں کو لیے گود میں بیٹھے تھے زمیں پر

۳

سینوں میں دھڑکتے تھے دل اور آنسو تھے جاری
فاقے سے کوئی اور کوئی پیاس کی ماری
چپکی کوئی بیٹھی تھی کوئی کرتی تھی زاری
کوئی غم اولاد میں تھی جینے سے عاری
دل تھا غم شوہر میں پریشان کسی کا
داماں تھا تک چاک گریباں تھا کسی کا

۴

اک ہاتھ دھرے دل پہ تھی اک تھامے کلیجا
آنکھوں میں کسی کے تھا بھرا اشکوں کا دریا
اک خالی تھی گودی کیے اک گود میں بچا
حیرت سے کھڑی تکتی تھی اک ایک کا نقشا
سینے میں جگر غم سے کسی بی بی کا شق تھا
زنداں وہ ماتم کے مرقع کا ورق تھا

۵

مظلوموں پہ آفت تھی عجب چرخ نے ڈالی
وہ خانۂ ویراں کہ جو تھا برسوں سے خالی
کوئی پرستار تھا نے وارث و والی
واں بند ہوئے تھے حرم سیّد عالی
تاریکی سے ہوتا تھا قلق آلِ نبیؐ کو
حجرے سے نکلنے کا نہ تھا حکم کسی کو

۶

اس شب کا اندھیرا تھا شب گور سے بدتر
سہمی ہوئی کہتی تھی یہ شبیرؑ کی خواہر
بچوں کا یہ عالم تھا کہ تھے مضطر و ششدر
دم گھٹتا ہے امّاں مجھے تم لے چلو باہر
کھلوا دو ذرا حجرے کو اب ہونٹوں پہ جاں ہے
اس گھر میں ہوا بھی نہیں یہ کیسا مکاں ہے

۷

بانوئے حزیں کہتی تھی با گریہ و زاری
لو سو رہو آنسو نہ کرو آنکھوں سے جاری
گھر ایسا ہی ملتا ہے گنہگاروں کو واری
سن لیوے کہیں شمر نہ آواز تمھاری
ماں صدقے گئی سہہ لو جو کچھ رنج و تعب ہے
پھر باندھ دے رسی سے جو گردن تو غضب ہے

۸

سانسیں نہ بھرو ہچکیاں لے لے کے نہ روؤ
ٹل جائیں گے بابا بھی منھ اشکوں سے نہ دھوؤ
کڑھ کڑھ کے میں صدقے گئی جاں اپنی نہ کھوؤ
قرباں گئی آؤ مری گود میں سوؤ
اب سبطِ پیمبرؐ سے ملا دیویں گے تم کو
آویں گے جو بابا تو جگا دیویں گے تم کو

۹

شب کو تو ذرا لیٹ رہو رو لی ہو دن بھر
دیکھو تو ہے جنگل میں پڑی میّت علی اصغرؑ
میں پاس تمھارے ہوں جو بابا نہیں سر پر
نے لاش پہ سایا ہے نہ مرقد ہے میسر
پالا چھ مہینے جسے چھاتی پہ سلا کر
وہ ہم سے جدا ہو گئے پردیس میں آ کر

۱۰
وہ کہتی تھی بابا کو بلا دو تو میں سوؤں
ہم شکل پیمبر کو دکھا دو تو میں سوؤں
بو چاند سی چھاتی کی سنگھا دو تو میں سوؤں
مجھ سے مرے عمو کو ملا دو تو میں سوؤں
بابا کے لیے چھاتی پھٹی جاتی ہے اماں
نے موت ہی آتی ہے نہ نیند آتی ہے اماں

۱۱
ان باتوں سے رو دیتے تھے ناموس پیمبر
بچوں کو نہ کھانا تھا نہ پانی تھا میسر
تھا فرش فقط خاک کا بالیں تھا نہ بستر
سایا بھی نہ تھا دھوپ میں سب جلتے تھے دن بھر
ہر شام مصیبت تھی غریب الوطنی میں
ہو جاتی تھی رانڈوں کو سحر سینہ زنی میں

۱۲
تھی بھوک سے اور پیاس سے از بس کہ نقاہت
چپکی در و دیوار کو تکتی تھیں بہ حسرت
پہچانی نہ جاتی تھی کسی بی بی کی صورت
زائل ہوئی تھی رانڈوں کی سب رونے سے طاقت
کچھ فرش نہ تھا خاک میں سب قیدی اٹے تھے
سینے تھے کبود اور گریباں پھٹے تھے

۱۳
جب حاکم ظالم انھیں بھجواتا تھا کھانا
جب روبرو ان بےکسوں کے آتا تھا کھانا
پانی کوئی لاتا تھا کوئی لاتا تھا کھانا
کھانا وہ نہ کھاتے تھے انھیں کھاتا تھا کھانا
اس کھانے پہ منہ آنسوؤں سے دھوتے تھے قیدی
سر پیٹتے تھے ہاتھوں سے اور روتے تھے قیدی

۱۴
کہتی تھی کوئی صدقے بہن ہائے برادر
چلا کے کوئی کہتی تھی ہے ہے علی اکبرؑ
کس بھوک میں اور پیاس میں تن پر سے کٹا سر
دو دن نہ تمھیں آب و طعام آیا میسر
کس رنج میں دنیا سے سفر کر گئے بیٹا
کھانا میں کھلاؤں کسے تم مر گئے بیٹا

۱۵
یہ سن کے وہ کہنے لگا جو کھانا تھا لایا
بھوکے تھے کئی دن کے پہ کھانے کو نہ کھایا
کس طرح کے مظلوم یہ قیدی ہیں خدایا
تب بنت علی نے اسے رو رو کے سنایا
کھاویں گے نہ گو بھوکے ہیں اور تشنہ دہن ہیں
وارث تو ہمارے ابھی بے گور و کفن ہیں

۱۶
اس رسم کو تو جانتا ہے سارا زمانا
بے دفن کے ہو سکتے ہیں ہم یاں سے روانا
میت کو اٹھا لیتے ہیں تب کھاتے ہیں کھانا
بے فاتحہ کا کچھ ہے شہیدوں کے ٹھکانا
ظاہر ہے خدا پر ہمیں جس طرح کے غم ہیں
چہلم کے دن آ پہونچے ہیں اور قید میں ہم ہیں

۱۷
سب بی بیاں رونے لگیں اک غل ہوا برپا
لوگو کہیں دیوار محل غل سے ہے یہ کیسا
تب ہند نے گھبرا کے کنیزوں سے یہ پوچھا
کیا گھر سے کسی شخص کا نکلا ہے جنازہ
رہ جاتا ہے سینے میں کلیجا مرا ہل کر
یہ کون ہے شبیرؑ کہ سب روتے ہیں مل کر

۱۸
رو کر کسی عورت نے کہا کیا کہوں بی بی
اک چار برس کی انھیں لوگوں میں ہے لڑکی
ہے قید خرابے میں کسی شہر کی بندی
کہتے ہیں کہ بابا سے نہایت وہ ہلی تھی
راحت اسے دن کو ہے نہ آرام ہے شب کو
بابا کے لیے رو کے رلاتی ہے وہ سب کو

۱۹

بابا کو طلب کرتی ہے جس دم وہ مچل کر
گرپڑتے ہیں مادر کے بھی اشک آنکھوں سے ڈھل کر
رو دیتی ہے اُس وقت پھوپھی ہاتھوں کو مل کر
ضد ہے یہی بابا سے ملادو مجھے چل کر
دیدارِ پدر اُس کو دکھادے کوئی کیونکر
بابا تو ہوا قتل ملادے کوئی کیونکر

۲۰

ماں کہتی ہے مجھ رانڈ کو بیٹی نہ ستاؤ
لو جانے دو صدقے گئی آغوش میں آؤ
کوکھ اجڑی ہوئی ہوں میں رحم مرے حال پہ کھاؤ
وہ کہتی ہے مرتی ہوں میں بابا کو بلاؤ
پہونچادو مجھے پاس شہِ جن و بشر کے
سوؤں گی تو سینے ہی پہ سوؤں گی پدر کے

۲۱

اس جاریہ سے ہند نے رو رو کے یہ پوچھا
کس طرح کی ہیں صورتیں اُن کی مجھے بتلا
تو نے اُنھیں زنداں میں گیا جا کے ہے دیکھا
قوم اُن کی ہے کیا اور کہاں ہیں وطن اُن کا
سنتی ہوں کہ آئے ہیں بڑے دھوم سے قیدی
وہ تُرک کے قیدی ہیں کہ ہیں روم کے قیدی

۲۲

اس نے کہا ہیں رات کو دیکھ آئی گئی جا کر
تاریکی میں سب خاک پہ بیٹھے ہیں کھلے سر
اے بی بی کسی پاس نہ مقنع ہے نہ چادر
ہیں صورتیں ایسی کہ خجل ہے مہِ انور
گو خاک سے ہر بی بی کی تصویر بھری ہے
انوارِ الٰہی کی مگر جلوہ گری ہے

۲۳

رسی میں ہے جکڑے ہوئے الماس سے بازو
اِن بی بیوں کے ساتھ ہیں بچے کئی مہرو
اور نرگسی آنکھوں سے پڑے بہتے ہیں آنسو
کیا چاند سے چہروں پہ بھلے لگتے ہیں گیسو
اک ایک کا منہ رو رو کے تکتے تھے وہ بچے
اور بھوک کے صدمے سے بلکتے تھے وہ بچے

۲۴

گر قید میں وہ بی بیاں ہیں مثل گنہ گار
اس رنج میں شکوہ کوئی کرتی نہیں زنہار
چہروں پہ شرافت کے نجابت کے ہیں آثار
ہر بی بی کو ہے حمدِ الٰہی سے سروکار
معلوم نہیں یہ عجمی یا عربی ہیں
پر وہ تو یہ کہتی ہیں کہ ہم آلِ نبیؐ ہیں

۲۵

گھبرا کے کہا ہند نے خاموش خدارا
کنبہ تو مدینے میں محمدؐ کا ہے سارا
پھر کہیو زباں سے نہ سخن ایسا دوبارا
بے اذن نہیں واں سے فرشتوں کا گذارا
بھیجے انھیں زنداں میں یہ طاقت ہے کسی کو
قائم رکھے اللہ حسینؑ ابن علیؑ کو

۲۶

خاتونِ قیامت کی ہیں دو بیٹیاں ذی شاں
بی بی ہیں مری حضرتِ زینبؑ کے میں قرباں
سیدانیاں مقبولِ خدا صاحبِ ایماں
یہ بے ادبی ہے وہ کہاں اور کہاں زنداں
اُن کو کبھی بے مقنع و چادر نہیں دیکھا
ہم کیا کہ فلک نے بھی کھلے سر نہیں دیکھا

۲۷

کیا صبر تھا زہراؑ کی مصیبت کے میں قرباں
ظلم ایسے سہے جو نہ اُٹھادے کوئی انساں
وہ بعد نبیؐ خلق میں جب تک رہیں مہماں
راحت نہ ملی ہاتھ سے اعدا کے کوئی آں
دم مارا نہ ہر حال میں اس رنج و محن پر
زینبؑ مری بی بی ہیں زہراؑ کے چلن پر

۲۸
یہ کہہ کے کنیزوں سے کہا روشنی لاؤ
دل سینے میں بیتاب ہے دیر اب نہ لگاؤ
چلتی ہوں میں زنداں میں مرے ساتھ سب آؤ
شکلیں تو مجھے چل کے اسیروں کی دکھاؤ
ہیں قوم کے اشراف تو کس طور سے آئے
یثرب سے ہیں آئے کہ کہیں اور سے آئے

۲۹
یہ کہتے ہی بس ہند کھڑی ہو گئی اک بار
یوں کہہ گئے زنداں کے نگہبان سے خبردار
روشن ہوئیں فانوسیں کنیزیں ہوئیں تیار
لوگ آتے ہیں حاکم کے محل کے رہو ہشیار
ہاں کہہ دو اسیروں سے کہ چلا کے نہ روئیں
سر کو در و دیوار سے ٹکرا کے نہ روئیں

۳۰
دی فضہ نے زینبؑ کو یہ خبر جا کے بہ ناگاہ
یہ سن کے اڑا رنگ رخ زینبِؑ ذی جاہ
زنداں میں ہند آتی ہے اے بنت ید اللہ
گھبرا کے کہا اب میں کہاں جا کے چھپوں آہ
کیا دیکھوں مقدر مرا دکھلاتا ہے لوگو!
ہند آتی نہیں مجھ پہ غضب آتا ہے لوگو!

۳۱
جن روزوں کے آباد تھا گھر جیتے تھے شبیرؑ
برباد ہوئی بھائی کے مرجانے سے ہمشیر
اس نے مجھے دیکھا تھا بصد عزت و توقیر
اب سر پہ ردا بھی نہیں ہے یہ مری تقدیر
بے کس ہوں گرفتار ہوں آوارہ وطن ہوں
کس منہ سے کہوں گی کہ میں حضرت کی بہن ہوں

۳۲
شرم آتی ہے آنکھ اُس سے ملاؤں گی میں کیونکر
یہ گرد بھری شکل میں دکھلاؤں گی کیونکر
رسی کے نشانوں کو چھپاؤں گی میں کیونکر
نام اُس نے جو پوچھا تو بتاؤں گی میں کیونکر
کس طرح کہوں گی کہ سفر کر گئے شبیرؑ
اس قید میں جیتی ہے بہن مر گئے شبیرؑ

۳۳
نکلے گا نہ منہ سے کہ پھری قید میں دردر
ہے اُس کی کنیزوں کے لیے جامۂ پُر زر
دربار میں حاکم نے بلایا کھلے سر
یاں بی بیوں کے پاس گزی کی نہیں چادر
وہ تخت نشیں آج ہے میں خاک نشیں ہوں
اس کی تو ملاقات کے قابل میں نہیں ہوں

۳۴
کہہ کر یہ سخن چہرۂ انور پہ ملی خاک
جا بیٹھی کنیزوں میں گریباں کیے چاک
پوشیدہ کیا بالوں کو بکھرا کے رخ پاک
رونے لگی سر زانو پہ نہوڑا کے وہ غمناک
تن بید کے مانند لرزتا تھا حیا سے
زہراؑ نے چھپایا تھا اسے اپنی ردا سے

۳۵
ہند آئی تو رانڈوں کا نظر آیا عجب حال
چادر ہے کسی پاس نہ مقنع ہے نہ رومال
سب شرم سے چپ بیٹھے ہیں بکھرائے ہوئے بال
دل سے کہا اس باغ کو کس نے کیا پامال
جلدی کوئی پوچھے کہ وطن ان کا کہاں ہے
چہروں سے تو سیدانیوں کی شکل عیاں ہے

۳۶
ہر چند سنبھالا پہ نہ سنبھلا دلِ مضطر
اے بی بیو کیوں کر یہ مصیبت پڑی تم پر
یوں کہنے لگی آ کے اسیروں کے برابر
باشندہ ہو کس شہر کے تم بے کس و بے پر
کس دشت میں لوٹی گئیں یاں آئی ہو کب سے
آگاہ کرو اپنے مجھے نام و نسب سے

۳۷

ہر چند کہا ہند نے ان سب سے بہ تکرار
کہنے لگی تب رو کے یہ فضہ جگر افگار
لیکن نہ کھلے فرط حیا سے لب گفتار
یہ بیبیاں ہیں تازہ مصیبت میں گرفتار
کم گو ہیں یہ لب ان سے ہلائے نہیں جاتے
عزت کے سبب نام بتائے نہیں جاتے

۳۸

وہ کہنے لگی بیبیو آنسو نہ بہاؤ
یثرب سے جو آئی ہو تو شکلیں تو دکھاؤ
بیتاب ہوں میں زانوؤں سے سر تو اٹھاؤ
کچھ فاطمہؑ کے لال کا احوال سناؤ
مطلب ہے مجھے خیریت سبط نبی سے
آگاہ ہو تم لوگ حسینؑ ابن علیؑ سے

۳۹

سنتی ہوں کہ کعبے میں گئے ہیں شہ ذی شان
کیا شوق ملاقات ہے زینب کے میں قربان
ان روزوں مدینہ تو ہوا ہوئے گا ویران
ہوتی نہیں یاد ان کی فراموش کسی آن
ایسی تو بہن بھائی کی شیدا نہیں ہوتی
زینب سی تو بی بی کہیں پیدا نہیں ہوتی

۴۰

کیوں بیبیوں کے ہیں پسر سیدِ والا
کہتے ہیں اسے حضرت زینبؑ نے ہے پالا
ہم شکل پیمبر ہے کوئی گیسوؤں والا
گھر میں ہے اسی ماہِ دو ہفتہ سے اجالا
سنتی ہوں میں شہرہ کہ عجب غنچہ دہاں ہے
ہیں بیاہ کے دن نام خدا اب تو جواں ہے

۴۱

جس دم یہ ہوا ذکر علی اکبر ذی جاہ
دیکھا طرفِ بنت علی ہند نے ناگاہ
زینبؑ نے تو نالہ کیا اور بانوؑ نے کی آہ
بولی کہ یہ اسرار ہے کیا اے مرے اللہ
یہ شان و بزرگی کسی بی بی میں کہاں ہے
اس پر تو مجھے حضرت زینبؑ کا گماں ہے

۴۲

گھبرا کے کہی زینبؑ بے کس کے برابر
کہنے لگی کچھ بات کرو صدقے میں تم پر
اور دیر تلک غور سے دیکھا رخ انور
بی بی کہیں میں نے تمہیں دیکھا ہے مقرر
مضطر ہے دلِ زار میں چپ رہ نہیں سکتی
اک بی بی کا دھوکہ ہے یہ کچھ کہہ نہیں سکتی

۴۳

زینبؑ سے مشابہ ہے بہت شکل تمہاری
دھڑکا ہے مجھے خیر کرے ایزد باری
شوکت ہے وہی اور وہی شان ہے ساری
گویا کہ تمہیں ہو اسد اللہ کی پیاری
کس طرح کہوں فاطمہؑ زہرا سے جدا ہو
گو خاک پہ بیٹھی ہو مگر نور خدا ہو

۴۴

زینبؑ میں کچھ اور تم میں نہیں فرق سرِ مو
ہے جسم مبارک میں وہی پھولوں کی خوشبو
چہرہ بھی وہی اور وہی آنکھیں وہی گیسو
ہے ہے تمہیں زینبؑ ہو تمہیں زینب خوشخو
کچھ شبہ و شک چہرۂ انور پہ نہیں ہے
بس فرق ہے اتنا کہ ردا سر پہ نہیں ہے

۴۵

فرمانے لگی ہند سے یوں زینبِ نالاں
بےکس وطن آوارہ گرفتار و پریشاں
اک شکل کے دنیا میں بہت ہوتے ہیں انساں
بتلا میں کہاں اور کہاں زینبِؑ ذی شاں
وہ سیدۂ پاک ہے اور بنتِ علی ہے
نسبت مجھے زینب سے نہ دے بے ادبی ہے

۴۶
ناچیز میں اور وہ اسداللہ کی جائی
شبیر سا دنیا میں کہاں ہے مرا بھائی
زہرا کی جگہ جانتی ہے جس کو خدائی
ہیں اس کے پسر لوٹ گئی میری کمائی
اس بھائیوں والی کو ستا سکتا ہے کوئی
یوں قید میں زینب کو بٹھا سکتا ہے کوئی

۴۷
شبیر سے بھائی کی بہن ہے وہ خوش اقبال
دیکھا تھا کبھی خواہش شبیر کا یہ حال
اللہ نے بخشے ہیں جسے شیر سے دو لال
لب خشک گریبان پھٹا سر کے کھلے بال
لوٹا اسے اعدا نے تو شبیر کہاں تھے
کیا بازوئے زینب پہ بھی رسی کے نشاں تھے

۴۸
زینب کی ردا کو جو لعینوں نے اتارا
ملعونوں نے کیا حضرت شبیر کو مارا
کیا احمد مختار کا گھر لٹ گیا سارا
کوئی نہ رہا کیا اسداللہ کا پیارا
قاسم بھی نہیں ہے علی اکبر بھی نہیں ہے
کیا خلق میں عباس دلاور بھی نہیں ہے

۴۹
گھبرا کے کہا ہند نے ہے ہے میں کروں کیا
جب لیتی ہوں میں نام حسین ابن علی کا
مجھ پر کسی صورت نہیں کھلتا یہ معما
رہ جاتی ہو کیوں تھام کے ہاتھوں سے کلیجا
تم لوگ چھپاتے ہو یہ کیا ہوتا ہے لوگو
غیروں کے لئے بھی کوئی یوں روتا ہے لوگو

۵۰
اعجاز سے اس طرح پکارا سر شبیر
ناحق مری گردن پہ چلی ظلم کی شمشیر
میں کیا کروں اے ہند نہ تھی کچھ مری تقصیر
سجاد مرا قید میں ہے بے کس و دلگیر
بے چین کیا خلد میں زہرا و علی کو
شوہر نے ترے قتل کیا آل نبی کو

۵۱
مرجاتا ہے جو پھر اسے زنداں سے ہے کیا کام
زنداں میں حرم روتے ہیں میرے سحر و شام
یاں بعد فنا بھی نہیں مطلق مجھے آرام
بچے مرے چلاتے ہیں لے لے کے مرا نام
ناقوں سے سکینہ کا مری رنگ جو فق ہے
اے ہند مری روح کو واللہ قلق ہے

۵۲
ناگاہ صدا حضرت زہرا کی یہ آئی
جس بھائی سے عزت تھی ہوا قتل وہ بھائی
اے ہند ہے زینب ہی کہ دوں کی ستائی
پرسا مجھے دے لوٹ گئی میری کمائی
میں بیکس و مظلوم ہوں اور خستہ جگر ہوں
جس دن سے یہ سر ننگے ہے میں بھی کھلے سر ہوں

۵۳
زینب نے یہ سن چھاتی کو پیٹا کئی باری
اے سبط نبی میں تری اس لاش کے واری
اور پھر کے منہ جانب مقتل یہ پکاری
چادر مرے سر پر سے لعینوں نے اتاری
لوگ آتے ہیں ملنے کو میں شرماتی ہوں بھائی
زندہ ہوں پر اس غم میں موئی جاتی ہوں بھائی

۵۴
یہ سنتے ہی سب بیبیاں کرنے لگیں زاری
میں کہتی تھی زینب ہے یہی درد کی ماری
سر پر سے ردا پھینک کے یہ ہند پکاری
ہے ہے مری بی بی کی ردا کس نے اتاری
تاراج محمد کا بھرا گھر ہوا ہے ہے
لخت جگر فاطمہ بے سر ہوا ہے ہے

۵۵

یہ کہہ کے گری حضرتِ زینب کے قدم پر
زینبؑ نے کہا سر پہ ردا اوڑھوں میں کیونکر
اٹھ کر سرِ انور پہ اُڑھانے لگی چادر
بے دفن و کفن ہے ابھی فرزندِ پیمبر
ماتم میں صدا چاک گریبان رہے گا
اب حشر تلک سر مرا عریان رہے گا

۵۶

اے ہند گرے گھوڑے سے جب سبطِ پیمبرؐ
زہراؑ کی صدا آتی تھی ہے ہے مرے دلبر
ڈیوڑھی پہ میں سر پیٹتی تھی با دلِ مضطر
کھینچے ہوئے خنجر کو چلا شمرِ ستمگر
کس منھ سے کہوں اپنے جو کچھ بے ادبی کی
چھاتی پہ رکھا پاؤں حسین ابن علی کی

۵۷

اے ہند جدا جب کیا تن سے سرِ شبیرؑ
خوش ہو کے لگا کرنے یہ ہر ایک سے تقریر
تب سر کو اٹھا ہاتھ میں وہ ظالم بے پیر
خنجر سے ہوا ذبح عجب صاحبِ توقیر
دلبندِ نبی ابنِ یداللہ کو مارا
واللہ دو عالم کے شہنشاہ کو مارا

۵۸

خاموش انیس اب کہ سماعت کی نہیں تاب
ہر اشک عزادار ہے اک گوہرِ نایاب
ہے ماتمِ شبیر میں دل آب جگر آب
کیا دولتِ دیں لوٹتے ہیں شاہ کے احباب
میزانِ عدالت میں جو اعمال تلیں گے
عقدے گہرِ اشک کے اس روز کھلیں گے

رباعی

ہر اشکِ عزادار دُرِ یکتا ہے
قیمت فردوس و کوثر و طوبا ہے
اللہ ہے مشتری فروشندہ رسول
کیا جنس ہے کیا بہا ہے کیا سودا ہے

رباعی

رونے سے جو بہرہ مند ہوں گی آنکھیں
خالق کو وہی پسند ہوں گی آنکھیں
ہے عین یقیں کہ آنسوؤں کا عقدہ
کھُل جائے گا سب جو بند ہوں گی آنکھیں

رباعی

شبیرؑ کے غم میں دل کو بیتابی ہے
شادی کی اس اندوہ میں نایابی ہے
دونوں آنکھیں ہماری ڈو دریا ہیں
ہر مردم چشم مردم آبی ہے

رباعی

ہر چشم سے اشکوں کی روانی ہو جائے
مقبول مری مرثیہ خوانی ہو جائے
فضل باری سے ہوں وہ آنسو جاری
ساون کی گھٹا شرم سے پانی ہو جائے

رباعی

ہم لوگ اگر قدر غم شاہ کریں
سر پیٹنے سے ہاتھ نہ کوتاہ کریں
ہر دانۂ اشک ہے ثواب تسبیح
تہلیل کا اجر ہے اگر آہ کریں

رباعی

جس جا ذکر حسینؑ ہو جاتا ہے
رونے سے دلوں کو چین ہو جاتا ہے
آکر بزم عزائے شہ میں رونا
ہر چشم کو فرض عین ہو جاتا ہے

رباعی

ہیں سوگ میں شبیرؑ کے ہر دم آنکھیں
رہتی ہیں تمام سال پُر نم آنکھیں
بیجا نہیں یہ دست مژہ کی جنبش
کرتی ہیں غم شاہ میں ماتم آنکھیں

رباعی

کیا دست مژہ کو ہاتھ آئی تسبیح
سبحان اللہ کیا خوب بنائی تسبیح
آنسو نہیں رکتے ہیں غم شہ میں انیسؔ
آنکھوں سے لگی ہے کربلائی تسبیح

مرثیہ

جب سنی ہند کے آنے کی خبر زینب نے
شرم سے زانو پہ ہوڑا لیا سر زینب نے
خاک لے کر مرے چہرے پہ لگاؤ لوگو
یاس سے کی سوئے افلاک نظر زینبؑ نے
کہا ایک ایک سے با دیدۂ تر زینبؑ نے
ہند آتی ہے کہیں مجھ کو چھپاؤ لوگو

۲

اب یہ دکھلانے کے قابل نہیں صورت میری
بھائی کے ساتھ گئی دولت و حشمت میری
گو کہ نورِ نظرِ صاحبِ معراج ہوں میں
اب نہ رتبہ ہے وہ میرا نہ وہ عزت میری
اس نے پہچانا جو آکر تو ہے ذلت میری
ایک چادر کے لئے آج تو محتاج ہوں میں

۳

اس نے دیکھا تھا مدینے میں مرا جاہ و حشم
قید اب خانۂ زنداں میں ہوں میں کشتۂ غم
چاک ماتم میں گریبان کھلے سر ہوں میں
گھر تھا آباد سلامت تھے شہنشاہِ امم
نیل بازو پہ ہیں رسی کے اور آنکھوں پہ ورم
شرم آتی ہے کہ شبیرؑ کی خواہر ہوں میں

۴

اب نہ وارث کوئی سر پر ہے نہ کوئی والی
سخت جاں رہ گئی ہوں ایک میں رونے والی
آج ہر طرح مجھے ہند سے ذلت ہوگی
ہوگیا فاطمۂ زہرا کا بھرا گھر خالی
اقتدار اس کو ہے اور یاں ہے پریشاں حالی
نام لوں گی تو بزرگوں کی خجالت ہوگی

۵

میری مادر کا ہے مریم سے زیادہ رتبا
لونڈیاں اس کی کہیں گی کہ تعجب کی ہے جا
خاک پر بیٹھی ہے سایہ نہیں بستر بھی نہیں
نہ کہا جائے گا مجھ سے کہ ہوں بنتِ زہرا
دخترِ شیرِ خدا اور نہیں سر پہ ردا
یہ تو زہراؑ کی کنیزوں کے برابر بھی نہیں

۶

در بدر پھرتی اگر دخترِ حیدر ہوتی
قیدیوں ہوتی جو شبیرؑ کی خواہر ہوتی
قتل پردیس میں سبطِ شہِ لولاک ہوا
ہوتی زہراؑ کی جو بیٹی تو کھلے سر ہوتی
سر پہ احمدؐ کی نواسی کے نہ چادر ہوتی
کیا خبر ان کو گھر فاطمہؑ کا خاک ہوا

۷

منھ چھپانے کی یہ ہے وجہ یہ باعث، یہ سبب
طعن سے یہ وہ کہیں گی کہ نہایت ہے عجب
نام رہتا جو یہ آوارہ وطن مر جاتی
گر کہا میں نے کہ ہوں بنتِ شہنشاہِ عرب
بھائی تو قتل ہوا اور رہے جیتی زینبؑ
بھائی سے پہلے مناسب تھا بہن مر جاتی

۸

کتنا چاہا تھا کہ مر جاؤں پہ آئی نہ اجل
ہائے مر جاتی تو ہو جاتا یہ جھگڑا فیصل
کچھ بن آتی نہیں جب دم ہے مقدر پھرتا
سخت جانی سے ہوا عزتِ زینب میں خلل
نام رہتا کہ بہن مر گئی بھائی کے بدل
میں اگر مرتی تو پھر کون کھلے سر پھرتا

۹

کون پھر دیکھتا کٹتے ہوئے بھائی کا گلا
باندھا جاتا رسنِ ظلم سے بازو کس کا
اب وہ آئے گی تو چھپنے کو کدھر جاؤں گی
کس کے سر پہ سے ردا چھینتے آکر اعدا
کھینچ کر اونٹ پہ بٹھلاتے کسے اہلِ جفا
ہند اس حال میں دیکھے گی تو مر جاؤں گی

۱۰

وہ تو ہے تخت نشیں اور میں ہوں خاک نشیں
اس خرابے میں تو لوگو کوئی حجرہ بھی نہیں
پردہ رہ جائے جو ہو جاؤں میں پیوند زمیں
کیا کروں ہائے کہاں جا کے چھپوں میں غمگیں
اے اجل آ کہ نہ رسوائے جہاں ہو زینب
اے زمیں تھوڑی سی جا دے کہ نہاں ہو زینب

۱۱

کہہ کے یہ خاک کو چہرے پہ ملا آخر کار
رکھ کے سر زانو پہ رونے لگی جو ابر بہار
پیچھے سب بیبیوں کے جا کے چھپی وہ ناچار
ناگہاں آن کے ڈیوڑھی پہ پکارے خونخوار
اٹھو اے قیدیو کیا بیٹھے ہو تعظیم کرو
زوجۂ حاکم شام آتی ہے تسلیم کرو

۱۲

یہ جو غل ہند کے آنے کا سکینہ نے سنا
اماں بتلاؤ تو ڈیوڑھی پہ یہ غل ہے کیسا
ماں کے پاس آ کے یہ کہنے لگی گھبرا گھبرا
کیا ہمیں لوٹنے کو آتے ہیں پھر اہل جفا
پھر ستائیں گے کہیں آن کے اعدا مجھ کو
مار بیٹھے نہ کہیں شمر طمانچا مجھ کو

۱۳

اچھی اماں مجھے گودی میں اٹھا لو جلدی
شمر دیکھے نہ کہیں مجھ کو چھپا لو جلدی
دل دھڑکتا ہے کلیجے سے لگا لو جلدی
بھائی سجاد کو پاس اپنے بلا لو جلدی
کچھ اسیروں پہ غضب حاکم بے پیر نہ ہو
قتل کی عابد بیمار کی تدبیر نہ ہو

۱۴

رو کے کہنے لگی بانو نہ ڈرو اے پیاری
زن حاکم کی یہاں آنے کی ہے تیاری
اب بھلا کیا ہے جسے لوٹیں گے آ کر ناری
سر کو نہوڑا کے مرے پہلو میں بیٹھو واری
قید خانے میں وہ آتی ہے امیروں کی طرح
اور ہم خاک پہ بیٹھے ہیں فقیروں کی طرح

۱۵

کل کی ہے بات کہ میرا بھی یہی تھا عز و وقار
مسند احمد مختار کی میں تھی مختار
اپنے پہلو میں بٹھاتے تھے امام ابرار
سامنے رہتی تھی صف بستہ کنیزوں کی قطار
اب نہ وہ گھر ہے نہ مسند ہے نہ شاہی میری
ہائے تقدیر مری ہائے تباہی میری

۱۶

ایک دن وہ تھا کہ زہرا نے بنایا تھا وطن
آج باندھی ہے ستمگاروں نے بازو میں رسن
خواب میں دیکھا تھا دیدار شہنشاہ زمن
میں ہوں محتاج ردا اور وہ محتاج کفن
دیکھوں کیا ذلتیں قسمت مجھے دکھلاتی ہے
خاک میں مل گئی تب ملنے کو ہند آتی ہے

۱۷

کس کو معلوم تھا ہو جائے گا گھر یوں برباد
اک زمانہ تھا کہ پیدا ہوئے تھے جب سجاد
رسن و طوق کہاں اور کہاں میری اولاد
راہ خالق میں بہت لونڈیاں کیں تھیں آزاد
گھر مرا لٹ گیا محتاج ہوں نادار ہوں میں
اب تو خود قید مصیبت میں گرفتار ہوں میں

۱۸

سنتی ہوں عقد میں تھی یہ بھی شہ والا کے
پانی کیجو نہ طلب خشک زباں دکھلا کے
تم بتانا نہ کہیں جو مجھے پوچھے آ کے
بیٹھو قربان گئی زانو پہ سر نہوڑا کے
باپ حضرت کو نہ سجاد کو بھائی کہنا
ماں نہ کہنا مجھے صدقے گئی دائی کہنا

۱۹

سر کو ہنوڑا کے وہ کہنے لگی اچھی اماں
لیکن اتنی تو اجازت دو تمہارے قرباں
نہیں کرنے کی میں کچھ اپنی تباہی کا بیاں
ہند آئے تو میں پوچھوں خبر شاہ زماں
گھر میں حاکم کے جو بابا کا پتا پاؤں گی
انگلی پکڑے ہوئے ساتھ اسکے چلی جاؤں گی

۲۰

ذکر یہ تھا کہ ہوئی ہند کی آمد اک بار
مہندی ہاتھوں میں ملے پہنے لباس زرتار
روشنی آگے تھی اور پیچھے کنیزیں دو چار
ہند بھی غرق جواہر تھی بصد عز و وقار
واں یہ ساماں تھا اسیروں کے دکھانے کیلئے
یاں ردائیں بھی نہ تھیں منھ کو چھپانے کیلئے

۲۱

جوں قدم ہند نے دروازۂ زنداں میں رکھا
عرض کر دو کہ ٹھہر جائیں حضور ایک ذرا
تب نگہبانوں نے گھبرا کے خواصوں سے کہا
اک جواں بھی اسی زنداں میں ہے محبوس بلا
یا تو بیمار کی آنکھیں اُسرا بند کریں
یا ہم آکر کسی حجرے میں جدا بند کریں

۲۲

ہند ٹھہری تو یہ رو کر کسی عورت نے کہا
نہ پرستار ہے کوئی نہ دوا ہے نہ غذا
دیکھ آئی ہوں میں بیمار سا ہے اک لڑکا
فاقہ کش بیکس و مظلوم غریب الغُربا
کھول سکتا ہے نہ آنکھیں نہ اُٹھا جاتا ہے
آہ آتی ہے جو لب تک تو غش آ جاتا ہے

۲۳

زرد رخسار ہیں رونے سے ہے آنکھوں پہ ورم
اور مہ نو کی طرح گردنِ پُر نور ہے خم
ضعف ایسا ہے کہ سینے میں سماتا نہیں دم
پنڈلیاں سوجی ہیں مجروح ہیں کانٹوں سے قدم
رخِ روشن سے عیاں بے پدری ہوتی ہے
پشت کے نیل دکھاتا ہے تو ماں روتی ہے

۲۴

یا تو سادات سے ہے یا ہے امیر ابن امیر
طوق گردن میں ہے اور پاؤں میں دہری زنجیر
ایسے یوسف کو کیا ایسے خرابے میں اسیر
بدلے نالے کے نکل جاتی ہے منھ سے تکبیر
تنِ لاغر میں بخار آٹھ پہر رہتا ہے
اس پہ بھی خاک پہ سجدے ہی میں سر رہتا ہے

۲۵

کس فصاحت سے ادا کرتا ہے خالق کی نماز
ہے تو بیکس پہ خدا سے ہے عجب راز و نیاز
نہیں دیکھا کسی آواز میں یہ سوز و گداز
عابدوں میں اسے خالق نے کیا ہے ممتاز
پاس بستر جو نہیں خاک میں تن اَٹتا ہے
باپ کو روتا ہے جب دم تو جگر پھٹتا ہے

۲۶

ہند کے دل پہ یہ سنتے ہی کیا غم نے اثر
اللہ اللہ زمانے میں ہیں ایسے بھی بشر
کہا بتلاؤ کہ وہ خاصۂ باری ہے کدھر
ہائے اس حال کی پہلے سے نہ تھی مجھ کو خبر
خود دوا اپنے دواخانے سے بھجواتی ہیں
روز دو وقت عیادت کے لئے آتی ہیں

۲۷

یہ سخن کہہ کے جو آگے بڑھی تو دیکھا یہ حال
بال ہیں سر کے بڑھے ضعف ہے چہرے پہ کمال
خاک پر ایک جواں بیٹھا ہے خورشید جمال
طوق کے بوجھ سے گردن کا اُٹھانا ہے محال
ٹکڑے ٹکڑے تنِ پُر نور پہ اک جامہ ہے
نہ ردا دوش پہ نہ فرق پہ عمامہ ہے

۲۸
ہے نشاں سجدے کا اختر کی طرح سے روشن
نہ تو ابرو پہ گرہ ہے نہ جبیں پر ہے شکن
جا بجا طوق سے مجروح ہے نازک گردن
طوق گردن سے یہ پیدا ہے کہ ہے چاند گہن
نیر برج شرف خاک پہ افتادہ ہے
شان و شوکت سے ہے ظاہر کہ نبی زادہ ہے

۲۹
دل سے وہ بولی یہ کیا سانحہ ہے یا اللہ
کس سے پوچھوں میں یہ ہے کونسی اقلیم کا شاہ
کس کا گھر لٹ گیا کشتی ہوئی یہ کس کی تباہ
ایسا سرزد ہوا کیا اس ترے بندے سے گناہ
کس طرح کہیئے کہ یہ صاحب توقیر نہیں
آئی آواز کہ اس کی کوئی تقصیر نہیں

۳۰
سامنے ہند گئی اور کیا جھک کے سلام
ترک آداب ہے ہر چند یہ بتلایئے نام
جوڑ کر ہاتھ یہ کی عرض کہ اے عرش مقام
کہا مولا نے کہ مظلوم و غریب و ناکام
قید ہوں ظلم رسیدہ بھی ہوں نادار بھی ہوں
اس لٹے قافلے کا قافلہ سالار بھی ہوں

۳۱
بولی وہ کون سی بستی ہے جہاں تھا مسکن
باپ کو پوچھا تو بولے شہ بے گور و کفن
رو کے فرمایا غریب الوطنی اب ہے وطن
کہا ہمدرد بھی ہے کوئی کہا طوق و رسن
دل کے جلنے کا سبب داغ پدر بتلایا
اس نے پوچھی جو غذا خون جگر بتلایا

۳۲
بولی وہ کوئی عزیزوں میں بھی تھا اے غمگیں
ایک بھائی تھا کہ مشہور تھا یوسف سے حسیں
رو کے فرمایا کہ سب تھے مگر اب کوئی نہیں
سرو قد مہر لقا غنچہ دہن ماہ جبیں
چار گیسو رخ انور پہ پڑے رہتے تھے
لوگ ہر وقت زیارت کو کھڑے رہتے تھے

۳۳
نہ وہ بھائی ہے نہ عمو ہے نہ سر پہ ہے پدر
ستّرہ شخص ہوئے آنکھوں کے آگے بے سر
اک ہمیں باقی ہیں سب کر گئے دنیا سے سفر
ان کا دھیان آتا ہے جب وقت تو پھٹتا ہے جگر
اب کئی بیبیاں ہیں ساتھ کہ جی کھوتی ہیں
اپنے بچوں کے لئے آٹھ پہر روتی ہیں

۳۴
ہند کے دل پہ یہ سن کر ہوا اندوہ و قلق
آپ نے حال مفصل نہ سنایا مطلق
کہا حضرت کی غریبی پہ جگر ہو گیا شق
دو رضا رانڈوں میں جانے کی اب اے خاصۂ حق
دیجیے پرسا انھیں کچھ حرف و حکایات کروں
آرزو ہے کہ اسیروں کی ملاقات کروں

۳۵
سر کو تھوڑا اکے یہ سجادؑ نے ارشاد کیا
نہ کسی پاس قصابہ ہے نہ سر پہ ہے ردا
فائدہ دکھ زدی رانڈوں کی ملاقات سے کیا
کھول کر بالوں کو چہروں کا کیا ہے پردا
بخدا صاحب غیرت ہیں وہ شرمائیں گی
پوچھو گی نام و نسب کو تو وہ مر جائیں گی

۳۶
اس نے اصرار کیا آپ نے سر تھوڑا ایا
سر جھکائے ہوئے ہر ایک کو روتا پایا
گئی رانڈوں کے قریب ہند تو رونا آیا
ہاتھ کل کے خواصوں سے یہی فرمایا
ایسی شہزادیوں کی ہائے یہ تقدیریں ہیں
کس کے ماتم کے مرقع کی یہ تصویریں ہیں

۳۷

کبھی دیکھا نہیں یہ گرد بھرے چہروں کا نور
شب معراج جو ہیں بال تو رُخ شعلۂ طور
کوئی خورشید لقا ہے تو کوئی غیرت حور
شرم سے رنگ اُڑے جاتے ہیں مشعل کا نور
گو ہیں آفت میں یہ اللہ کے پیارے ہیں یہ
نجم عرش معلّٰے کے ستارے ہیں یہ

۳۸

گورے گورے تو ہیں بازو پہ ہیں رسی کے نشاں
ہونٹ سوکھے ہوئے ہیں چہروں سے غربت ہے عیاں
نیلے رخسار ہیں اور خوں ہے ہاتھوں سے رواں
چپ ہیں تصویر سے گویا کہ نہیں منھ میں زباں
آہ یہ کیوں کہ نہ بھریں گودیاں بھی خالی ہیں
وطن آوارہ ہیں بے وارث و بے والی ہیں

۳۹

اتنے میں جا پڑی اُس کی رُخِ زینب پہ نگاہ
گو کہ یہ خاک پہ بیٹھی ہیں بہ احوال تباہ
منھ سے بے ساختہ نکلا کہ زہے عزت و جاہ
پر عجب نور، عجب شان ہے سبحان اللہ
غیر زہرا کسی بی بی کا یہ رتبہ کب ہے
میں قسم کھاتی ہوں یا فاطمہ یا زینبؑ ہے

۴۰

کہہ کے یہ بیٹھ گئی سامنے آکر فی الفور
دل سے کہنے لگی سب ہے وہی نقشہ وہی طور
بال سرکا کے نظر کی رُخِ اقدس پہ بغور
بس یقیں ہو گیا زینب ہے نہیں یہ کوئی اور
پھر یہ کہتی تھی کہ وہ صاحبِ توقیر کہاں
یہ خرابہ کہاں اور زینب دلگیر کہاں

۴۱

جوڑ کر ہاتھ کہا سر تو اُٹھاؤ بی بی
کیا مصیبت ہوئی روداد سناؤ بی بی
کیوں جھکی جاتی ہو شکل اپنی دکھاؤ بی بی
میں موئی جاتی ہوں آنسو نہ بہاؤ بی بی
منھ سے کچھ بات کرو دل پہ قلق ہوتا ہے
آپ کے رونے سے سینہ مرا شق ہوتا ہے

۴۲

گر ردا سر پہ نہیں کونسی ہے شرم کی بات
نہ تو دولت کو، نہ حشمت کو ہے دُنیا میں ثبات
صدقے جاؤں میں زمانے کے یہ ہیں مکروہات
روز بد واسطے نیکوں کے ہے اے نیک صفات
رنج دنیا میں ہے خاصانِ خدا کی خاطر
سب سے افزوں ہے بلا اہلِ ولا کی خاطر

۴۳

رتبہ حضرتِ زہرا سے تو ہو گی آگاہ
جن کی توقیر تھی مریم سے فزوں پیش اللہ
زوجۂ شیر خدا سیّدۂ عالی جاہ
تم کو لازم ہے کرو اُن کی مصیبت پہ نگاہ
ایسی بی بی پہ یہ دنیا میں پریشانی تھی
فاقہ پر فاقہ تھا اور آسیہ گردانی تھی

۴۴

نہ میسر تھی بجز نانِ جویں اور غذا
اور ملبوس یہ تھا چھال کی تھی ایک ردا
کھانا اک دن جو بہم ہو گیا تو دو دن نہ ملا
اُس میں بھی سیتی تھیں پیوند پہ پیوند سدا
شکر حق کرتی تھیں تکلیف اُٹھا لیتی تھیں
دن کو تو اوڑھتی تھیں شب کو بچھا لیتی تھیں

۴۵

داغ تھا باغ کے چھن جانے کا اور باپ کا غم
ظلم اک یہ دروازہ گرا ہائے ستم
رات دن آنکھ سے تھمتا تھا نہ آنسو اک دم
چوٹ پہلو پہ لگی ہو گیا بچہ بے دم
ہو بپا صدمہ یہ جو صدمۂ الم محسن میں
اٹھ گئیں خلق سے اٹھارہ برس کے سن میں

۴۶

اب نہ زہرا، نہ پیمبر ہیں، نہ حیدر، نہ حسنؑ
ایک زینب ہیں کہ سب جن میں ہیں زہرا کے چلن
ایک شبیر کے دم سے ہے مدینہ روشن
صد و سی سال سلامت رہیں وہ بھائی بہن
میری آنکھوں کے تلے پھرتی ہے صورت اُنکی
پھر وہ دن ہو کہ کروں جا کے زیارت اُن کی

۴۷

عسرتِ فاطمۂ زہرا کا جو احوال سنا
کوٹ کر چھاتی کو کہنے لگی چلا چلا
دم بہ خود سب رہیں پر ضبط نہ فضہ سے ہوا
ہائے بی بی تری مظلومی پہ لونڈی ہو فدا
ایسے دکھ پائے کہ بچوں سے بھی منھ موڑ گئیں
قید ہونے کو بڑھاپے میں مجھے چھوڑ گئیں

۴۸

سن کے فضہ کا بیاں رونے لگے اہلِ حرم
اے بہن وجہ یہ ہے روئے جو قیدی اس دم
تب کہا ہند سے زینب نے یہ با دیدۂ نم
زیر دیوارِ رسولِ دو سرا رہتے تھے ہم
رتبہ فاطمہؑ کو یوں سبھی پہچانتے ہیں
اُن پہ جو گذری مصیبت وہ ہمیں جانتے ہیں

۴۹

ساتھ اس بی بی کے محسن کا کیا غم ہم نے
ساتھ بیماری میں چھوڑا نہیں اک دم ہم نے
دل سے کی خدمتِ مخدومۂ عالم ہم نے
مر گئیں جب تو بچھائی صفِ ماتم ہم نے
غمِ محسن کے سوا داغ یہ تازہ دیکھا
شب کو اُٹھتے ہوئے بی بی کا جنازہ دیکھا

۵۰

ہند بولی کہ ہے اس گھر کے قریب آپ کا گھر
یاد میں ان کی گذرتی ہے مجھے شام و سحر
للہ الحمد کہ اب پاؤں گی آقا کی خبر
کہیے کس طور سے ہے حضرتِ زہرا کا پسر
ہاں تو مدت سے یہ چرچا ہے کہ وہ آتے ہیں
چھوڑ کر روضۂ احمد کو وہ کب آتے ہیں

۵۱

کہیے کے بیٹیاں، کے بیٹے ہیں اب نام خدا
سن میں اٹھارہ برس کا ہے وہ خورشید لقا
حسن ہم شکلِ پیمبر کا بہت ہے شہرا
ہیں مسیں بھیگتی آغاز ہوا ہے سبزا
روحِ مادر ہے دل و جانِ شہِ والا ہے
کہتے ہیں حضرتِ زینب نے اُسے پالا ہے

۵۲

اُس کی شادی بھی کہیں شاہ نے ٹھہرائی ہے
گھر کی زینت ہے وہی اور وہی زیبائی ہے
ابھی بن بیاہا ہے یا گھر میں دلہن آئی ہے
پسرِ فاطمہ نے کیسی بہو پائی ہے
نسلِ گل بیٹے کو ہنستا جو وہ پاتی ہو گی
ہاں تو خوش وقتی سے پھولوں نہ سماتی ہو گی

۵۳

جب سے اُس گھر سے مقدر نے چھڑایا مجھ کو
جا ہے شکوے کی یہاں تک ہے بھلایا مجھ کو
کوئی خط حضرتِ زینب کا نہ آیا مجھ کو
بیاہ میں بیٹوں کے جھوٹوں نہ بلایا مجھ کو
اب تو ہوں دور جو ڈھونڈھوں گی تو کیا ہووے گا
کبھی قسمت نے ملایا تو گلا ہووے گا

۵۴

شہربانو کے بھی ہے دیکھنے کا شوق کمال
خود سنتی ہوں کہ رکھتی ہے عجب حسن و جمال
بیٹی سلطانِ عجم کی ہے وہ فرخندہ خصال
اس پہ شیدا ہے نہایت اسد اللہ کا لال
اُس کے بچے بھی جئیں اور وہ سدا شاد رہے
کوکھ آباد رہے مانگ بھی آباد رہے

۵۵
سن کے یہ ہو گئی بیتاب علیؑ کی جائی
مُردنی سی رُخِ بانوئے حزیں پر چھائی
تھا یہ نزدیک کہ پیٹ کے ہے ہے بھائی
اُڑ گیا رنگ مگر آہ نہ لب تک آئی
پر دلِ زار نے سینے میں نہ آرام لیا
ایک بیک ہائے پسر کہہ کے جگر تھام لیا

۵۶
آہ سے بانو کی تھرا گیا سینے میں جگر
ذکر پہ شادیِ اکبر کے یہ ہے کیوں مضطر
ہند کہنے لگی زینب سے مخاطب ہو کر
بولی زینبؑ کہ جواں مر گیا ہے ان کا پسر
درد دل ہے کوئی دم چین نہیں لیتی ہیں
ذکرِ اولاد جب آتا ہے تو رو دیتی ہیں

۵۷
ایسی بی بی کوئی دنیا میں نہ ہو گی ناشاد
رانڈ ہونے کا الم داغِ فراقِ اولاد
باغِ عالم میں کوئی جس کی بر آئی نہ مراد
طرفۃ العین میں گھر ہو گیا سارا برباد
خاک پر شبیر سے فرزند کو سوتے دیکھا
بیاہ بھی گیسوؤں والے کا نہ ہوتے دیکھا

۵۸
جب کئی بار کیا ہند سے زینب نے کلام
شانِ زہرا کی سراپا سے عیاں تھی جو تمام
منہ کو تکتی تھی مگر تھا اُسے حیرت کا مقام
ہو گیا صاف یقیں ہے یہی ہمشیرِ امام
بولی صدقہ تو ذرا ہونے دو قرباں گئی
بس تمھیں حضرتِ زینبؑ ہیں میں پہچان گئی

۵۹
کہا زینبؑ نے کہ اے ہند یہ بے جا ہے گماں
ہوں میں جس حال میں زینب کی یہ تھی شوکت و شاں
دخترِ حیدرِ کرار کہاں اور میں کہاں
اس کے بازو پہ کبھی دیکھے تھے رسی کے نشاں
کبھی زنداں میں کھلے سر بھی اُسے دیکھا تھا
کبھی بے مقنعہ و چادر بھی اُسے دیکھا تھا

۶۰
گو کہ دنیا میں پیمبرؐ نہیں سر پر اُس کے
واقعی خلق میں شبیرؑ نہیں سر پر اُس کے
سچ ہے یہ حیدرِ صفدر نہیں سر پر اُس کے
کیا حسین اُس کا برادر نہیں سر پر اُس کے
سن میں چھوٹے ہیں یہ بیٹوں کی اسے آس تو ہے
علی اکبر تو ہے قاسم تو ہے عباسؑ تو ہے

۶۱
دخترِ فاطمہؑ اور شام کے زنداں میں اسیر
کیا محمدؐ کی نواسی کی یہی تھی تقدیر
بیٹی محتاجِ ردا باپ دو عالم کا امیر
قید کیونکر وہ ہوئی قتل ہوئے کیا شبیر
رتبۂ دخترِ زہرا کے برابر کب ہوں
گر حسین اٹھ گئے دنیا سے تو میں زینب ہوں

۶۲
کہہ کے یہ غش ہوئی وہ دخترِ سلطانِ عرب
نقصہ چلائی کہ ہے ہے مری بے کس زینبؑ
بیبیاں اٹھ کے لگیں سینہ و سر پیٹنے سب
کون پہچانے تمھیں ہو گئیں بن بھائی کی اب
قتلِ شبیر کا احوال سنایا نہ گیا
قید میں نام بھی غیرت سے بتایا نہ گیا

۶۳
ہند بولی ہوئی معلوم حقیقت ساری
میں تو کہتی تھی کہ زینبؑ ہے یہی دکھیاری
ہے غضب لٹ گئی زہراؑ و علیؑ کی پیاری
ارے لوگو کہو کیا ظلم ہوا اک باری
کس نے بے جرم شہِ جن و بشر کو مارا
کس نے خاتونِ قیامت کے پسر کو مارا

۶۴
آنکھیں تلوؤں سے جو ملنے لگی با دردو بکا
ہیں عزادار ہوں اے ہند مجھے دے پرسا
ہوش میں آن کے یہ حضرتِ زینب نے کہا
کٹ گیا فاطمہؑ کے لال کا خنجر سے گلا
دونوں حیدر کے نواسوں کو بھی رو بیٹھی ہوں
علی اکبر کو بھی ان ہاتھوں سے کھو بیٹھی ہوں

۶۵
ہاتھ رکھے ہے کلیجے پہ جو با دردو الم
یاد اکبر کی نہیں بھولتی اس کو اک دم
شہربانو ہے یہی دخترِ سلطانِ عجم
کبھی داماد کا غم ہے کبھی وارث کا الم
علی اصغر کو جو راتوں کو یہ چلاتی ہے
ساتھ زہرا کے بھی رونے کی صدا آتی ہے

۶۶
پھینک دی ہند نے یہ سنتے ہی سر پر سے ردا
میرے سید مرے مظلوم و غریب و تنہا
پیٹ کر چھاتی کو چلائی کہ ہے ہے آقا
تیری غربت کے تصدق تری تربت کے فدا
صف بچھا کر تمہیں یہ لوگ نہ روئے آقا
قید کنبہ ہوا تم قبر میں سوئے آقا

۶۷
کہا منہ پیٹ کے زینب نے بصد آہ و فغاں
سر تو شہروں میں پھرایا گیا بالائے سناں
پسرِ فاطمہؑ نے پائی ابھی قبر کہاں
دھوپ میں جلتی ہے واں لاش امامِ دوجہاں
کون بیکس کی تھا میت کا اُٹھانے والا
طوق و زنجیر میں ہے قبر بنانے والا

۶۸
گر ردا سر سے مرے چھین نہ لیتے دشمن
لاش سے ہوتی تھی رخصت جو میں آوارہ وطن
شہِ مظلوم کو دیتی اُسی چادر کا کفن
آئی دوبارہ صدا چھوڑ چلیں ہم کو بہن
یہ تو کہنا نہیں تم قبر بناتی جاؤ
ایک چادر مرے لاشے پہ اُڑھاتی جاؤ

۶۹
بس انیسؔ آگے مناسب نہیں تطویلِ کلام
جلد دکھلا دے مجھے روضۂ پرنورِ امام
کر دعا حق سے کہ یا ربِّ علیم و علّام
درِ آقا کی جدائی میں تڑپتا ہے غلام
آرزو ہے کہ یہ رتبہ نہ افلاک ملے
خاک میں سبطِ پیمبر کی مری خاک ملے

رباعی

جب کٹ گیا سجدے میں سرِ پاک حسینؑ
سب ٹوٹ پڑے لُٹ گئی پوشاک حسینؑ
فریاد ہے اُمت نے کفن کے بدلے
پامال کیا پیکرِ صد چاک حسینؑ

رباعی

چھٹے زیست سے ہاتھ اپنے دھوئے سجّاد
شب کو کبھی راحت سے نہ سوئے سجّاد
جبتک جیے ہنستے نہ کسی نے دیکھا
چالیس برس باپ کو روئے سجّاد

رباعی

جس شخص کو شوقِ کربلا ہوتا ہے
غربت میں کفیل اُس کا خدا ہوتا ہے
کیا خضر کی احتیاج اسے کعبے میں
ہر نقشِ قدم قبلہ نما ہوتا ہے

دن گذرے بہت قید میں جب اہل حرم کو
کیا رنج تھے ناموس شہنشاہ امم کو
ناشاد ہیں ایسے کہ کبھی شاد نہ ہوں گے

طول اتنا کھنچا قید میں پرساں نہیں کوئی
رانڈوں کے رہا ہونے کا ساماں نہیں کوئی
راتوں کو ہے فریاد کا غل نوحہ گروں میں

بے وارث و بیکس ہیں ہمیں کون چھڑاوے
پروا ہے کسے بچوں کو پانی جو پلاوے
جو تشنہ دہن قتل کریں ابن علی کو

روتے ہیں تو رونا ہمیں ملتا نہیں اک دم
وہ روئیں نہ کس طرح جو ہوں صاحب ماتم
افسوس ہے یہ دفن و کفن میں بھی نہ پہونچے

چھٹنے کی یہاں کوئی ہماری نہیں تدبیر
کرتے نہ مقید ہمیں گر ظالم بے پیر
جو دامن زہرا و پیمبر میں پلا ہو

جبریل امیں نے جسے جھولے میں جھلایا
رن میں تن بے سر رہا سر شام میں آیا
کس طرح زیارت کریں زنداں سے نکل کے

کیا قہر ہے ہیں شہر میں اور جا نہیں سکتے
اس در کے قریب آپ کو پہنچا نہیں سکتے
تا آخر شب سنتے ہیں نالوں کو نبی کے

یہ کہتے تھے اور روتے تھے ناموس پیمبر
بچوں کو نہ کھانا تھا نہ پانی تھا میسر
ہر شام مصیبت تھی غریب الوطنی میں

کاہیدہ بدن ہو گئے تھے قید ستم سے
غش آتا تھا سجاد حزیں کو تپ غم سے
اٹھ بیٹھتے تو افسوس سے رو رو کے ملے ہاتھ

مرثیہ ۱

چھوڑا نہ ستمگر نے اسیران ستم کو
سب کی یہ دعا تھی کہ خدا موت دے ہم کو
زنداں سے یقیں ہے کہ ہم آزاد نہ ہوں گے

۲
بے دیں ہیں لعیں صاحب ایماں نہیں کوئی
اس ظلم و ستم پر بھی پشیماں نہیں کوئی
آرام سے کیا سوتے ہیں سب اپنے گھروں میں

۳
کیوں کوئی اسیروں کی خبر پوچھنے آوے
کس کو ہے پڑی دکھ زدوں پر رحم جو کھاوے
زنداں سے وہ کب چھوڑیں گے ناموس نبی کو

۴
جو چاہتے ہیں اُن کے کہہ جاتے ہیں اظلم
زنداں میں پھنسے لٹ گئے برباد ہوئے ہم
وارث بھی چھٹے ہم سے وطن میں بھی نہ پہونچے

۵
واں دھوپ میں جلتا ہے پڑا لاشۂ شبیر
بے دفن و کفن رہتی نہ لاش شہ دلگیر
وہ جلتی ہوئی ریت پہ صحرا میں پڑا ہو

۶
اس شاہ نے گور و کفن اب تک نہیں پایا
نیزے پہ اُسے شہر کی گلیوں میں پھرایا
لٹکایا ہے دروازے پہ ظالم نے محل کے

۷
حال اپنا سر شاہ کو دکھلا نہیں سکتے
بے بس ہیں سر ابن علیؑ لا نہیں سکتے
آتی ہے صدا رونے کی زہرا و علیؑ کے

۸
تھا فرش فقط خاک کا بالیں تھا نہ بستر
سایہ بھی نہ تھا دھوپ میں سب جلتے تھے دن بھر
ہو جاتی تھی رانڈوں کو سحر سینہ زنی میں

۹
طاقت کسی بی بی میں نہ تھی رنج و الم سے
رخساروں پہ آنسو تھے رواں دیدۂ نم سے
لیٹے تو رکھا تکیہ کی جا سر کے تلے ہاتھ

۱۰
اٹھنے نہ دیا طوق نے گر سر کو جھکایا
ہوش آیا تو بچوں کو قریب اپنے بلایا
پہروں سر زانو سے نہ گردن کو اٹھایا
منھ چوم کے چھاتی سے سکینہ کو لگایا
نزدیک ہلاکت تھی جو دوری پدر سے
کبرا کی طرف دیکھ کے کی آہ جگر سے

۱۱
تھی بھوک سے اور پیاس سے از بسکہ نقاہت
چپکے در و دیوار کو تکتے تھے بہ حسرت
پہچانی نہ جاتی تھی کسی بی بی کی صورت
زائل ہوئی تھی رانڈوں سے رونے کی بھی طاقت
کچھ فرش نہ تھا خاک میں سب قیدی اٹے تھے
سینے تھے کبود اور گریباں بھی پھٹے تھے

۱۲
جب حاکم ظالم انھیں بھجواتا تھا کھانا
جب روبرو ان قیدیوں کے آتا تھا کھانا
پانی کوئی لاتا تھا کوئی لاتا تھا کھانا
کھانا وہ نہ کھاتے تھے انھیں کھاتا تھا کھانا
اس کھانے پہ منھ آنسوؤں سے دھوتے تھے قیدی
سر پیٹتے تھے ہاتھوں سے اور روتے تھے قیدی

۱۳
کہتی تھی کوئی صدقہ ترے ہائے برادر
چلا کے کوئی کہتی تھی ہے ہے علی اکبر
کس بھوک میں اور پیاس میں تن پر سے کٹا سر
دو دن نہ تمھیں آب و طعام آیا میسر
کس رنج میں دنیا سے سفر کر گئے بیٹا
کھانا میں کھلاؤں کسے تم مر گئے بیٹا

۱۴
کہتی تھی کوئی پیٹ کے ابن حسن آؤ
زنداں میں تڑپتی ہے یہ تشنہ دہن آؤ
بے آپ کے کھانا نہیں کھاتی دلہن آؤ
ماں صدقے ہوا اے قاسم گل پیرہن آؤ
تم بھوکے تھے اس غم سے یہ مر جائے گی واری
کبرا بھی جو تم کھاؤ گے تو کھاوے گی واری

۱۵
یہ سن کے وہ کہنے لگا کھانا تھا جو لایا
بھوکے تھے کئی دن کے یہ کھانے کو نہ کھایا
کس طرح کے قیدی ہیں یہ مظلوم خدایا
تب بنت علی نے اسے رو رو کے سنایا
کھاویں گے نہ گو بھوکے ہیں اور تشنہ دہن ہیں
وارث تو ہمارے ابھی بے غسل و کفن ہیں

۱۶
اس رسم کو تو جانتا ہے سارا زمانہ
مدفن کو نہ ہو سکتے ہیں ہم یاں سے روانہ
میت کو اٹھا لیتے ہیں تب کھاتے ہیں کھانا
نے فاتحہ کو کچھ ہے شہیدوں کے ٹھکانا
ظاہر ہے خدا پر ہمیں جس طرح کے غم ہیں
جہلم کے دن آ پہونچے ہیں اور قید میں ہم ہیں

۱۷
گو پیاسے ہیں پر ہم ابھی پانی پئیں کیوں کر
منھ ڈھانپتے تربت پہ تو ہم فاتحہ دے کر
سب تشنہ دہاں تیغ ستم سے ہوئے بے سر
افسوس کہ اتنا نہ ہوا ہم کو میسر
کیا کھانے کو کھاویں کسے فرصت ہے بکا سے
آنکھوں کے تلے پھرتے ہیں وہ بھوکے پیاسے

۱۸
سن کر یہ بیاں پھر کے بس لے گئے وہ خواں
جن جن کے تھے گھر متصل خانۂ زنداں
روتی رہیں سب بیبیاں با نالہ و افغاں
بیچین تھے سن سن کے وہ فریاد اسیراں
تھا اس قدر بیانہ جو سلطان امم سے
نیند آتی نہ تھی ہند کو زاریٔ حرم سے

روتے تھے یہ سب نام جو شبیرؑ کا لے کر
دن بھر جو رہی غم سے پریشان و مکدّر
دروازے کشادہ ہوئے ہیں ساتوں فلک کے

۱۹
واں تیغِ الم چلتی تھی ہندہ کے جگر پر
کیا دیکھتی ہے خواب میں اک رات وہ مضطر
روتے چلے آتے ہیں پرے حور و ملک کے

جس حجرے میں ہے طشت کے اندر سرِ شبیرؑ
اے بادشہِ تشنہ دہن کشتۂ شمشیر
اُٹھو کہ حیدرِ صفدر ترے غم میں

۲۰
واں بعد سلام اُن کے کرتے ہیں یہ تقریر
ملعونوں نے کچھ کی نہ تری عزت و توقیر
سر پیٹتے آتے ہیں پیمبر ترے غم میں

یہ کہتے ہیں اور کرتے ہیں زاری وہ فرشتے
اس ابر میں کچھ مرد ہیں اور بیچ میں اُن کے
عمامہ نہ سر پر ہے نہ کاندھے پہ عبا ہے

۲۱
جو ابرِ سیہ اتنے میں اک اُترا فلک سے
اک شخص ہے بیتاب جگر ہاتھوں سے پکڑے
منہ آنسوؤں سے تر ہے گریباں پھٹا ہے

چہرہ وہ کہ شرمندہ ہو خورشیدِ درخشاں
پہونچا جو قریبِ سرِ شبیرؑ وہ نالاں
اُس طرح نہ ٹکڑے دلِ محبوبِ خدا ہو

۲۲
سنبل کی طرح دوش پہ گیسو ہیں پریشاں
یوں کہنے لگا چوم کے اُس کے لبِ دنداں
نانا تری مظلومی پہ شبیرؑ فدا ہو

امت نے تجھے حیف نہ جانا مرا پیارا
اے پیارے نواسے مرے آخر تجھے مارا
بے جرم و ستم قتل کیا فوجِ شقی نے

۲۳
تھا مجھ کو تو ہرگز نہ ترا رنج گوارا
کس ظلم سے بیٹا ترا سر تن سے اُتارا
پانی نہ دمِ ذبح دیا تجھ کو کسی نے

جس دن سے پھرایا ہے ترے حلق پہ خنجر
مادر بھی تڑپتی ہے تری کھولے ہوئے سر
روتا ہے حسن نالہ و فریاد و فغاں سے

۲۴
مرقد سے اُسی روز سے نکلا ہوں میں باہر
بیتاب ہے بابا بھی ترا حیدرِ صفدر
سر پیٹتا آیا ہوں ترے غم میں جناں سے

یہ حال پیمبرؐ کا نظر آیا جو اک بار
سر پیٹتے آئے تھے جہاں احمدِ مختار
دیکھا کہ لگن میں سرِ شبیرؑ دھرا ہے

۲۵
تھرایا دلِ ہند ہوئی خواب سے بیدار
اس حجرے میں روتی گئی با دیدۂ خونبار
اور تا بہ فلک روشنیٔ نورِ خدا ہے

پہچانی جو وہ خوں بھری شبیرؑ کی صورت
اس سر پہ گری رو رو کے با صدمہ و حسرت
جیتا تمھیں قسمت نے نہ اک بار دکھایا

۲۶
بیساختہ اک دم میں ہوا جوشِ محبت
کہتی تھی کہ اے دلبرِ خاتونِ قیامت
جب مر گئے تب آخری دیدار دکھایا

تقدیر نے حضرت کو جو گھبرا کے نکالا
کس نے تن و سر میں یہ ترے تفرقہ ڈالا
کیوں آتے نبی چاک گریباں مرے گھر میں

۲۷
مشتاق ہیں اس دن سے بھی اے سرورِ والا
اس ظلم کا کیا کوئی نہ تھا پوچھنے والا
اب مجھ پہ کھلا آپ ہیں مہماں مرے گھر میں

۲۸

اعجاز سے فرمانے لگا یوں سرِ شبّیر
ناحق مری گردن پہ چلی ظلم کی شمشیر
میں کیا کہوں اے ہند نہ تھی کچھ مری تقصیر
جہاں نہیں یاں قید ہوں میں بے کس و دلگیر
کیا خلد میں آرام ہو زہرا و علیؑ کو
شوہر نے ترے قتل کیا آلِ نبیؐ کو

۲۹

ہے قید میں زینبؑ بھی بہن جس کی وہ دخترِ زہراؑ
جو رتبۂ زہراؑ ہے وہی رتبہ ہے اُس کا
غم ہے مجھے اس کا نہیں غم بانو کا اتنا
ہیں ظلم و ستم قید میں اس بی بی پہ کیا کیا
لب خشک ہیں اشک آنکھوں سے چہرے پہ رواں ہیں
سر ننگے ہے اور بازو پہ رسّی کے نشاں ہیں

۳۰

فرما چکا جب یہ سرِ سبطِ شہِ لولاک
حاکم کا تفحص لگی پھر کرنے وہ غمناک
تب ہندہ نے رو رو کے گریباں کیا چاک
اک حجرۂ تاریک میں بیٹھا تھا وہ سفاک
کہتا تھا کہاں منہ کو چھپاؤں میں نبیؐ سے
محجوب ہوں میں قتلِ حسینؑ ابنِ علیؑ سے

۳۱

سن کر یہ سخن ہند گئی حجرے کے اندر
یہ خواب ابھی دیکھ کے اٹھی ہوں میں مضطر
رو کر کہا کیا قہر کیا تو نے ستمگر
گھر میں مرے سر پیٹتے آئے ہیں پیمبر
مخدومۂ عالم کا سرِ پاک کھلا ہے
اور احمدؐ مرسل کا گریبان پھٹا ہے

۳۲

قیدی ہیں کہاں اہلِ حرم اے ستم ایجاد
ہیں طوق و سلاسل میں کہاں حضرتِ سجّادؑ
شہزادیاں کرتی ہیں کہاں نالہ و فریاد
کر بہرِ خدا قید سے جلدی انھیں آزاد
گر جانتی رونے کا ہے شور اہلِ حرم میں
میں ان کے عوض بیٹھتی زندانِ ستم میں

۳۳

آگاہ نہ تھا فاطمہؑ کے رتبوں سے تو کیسا
تو نے جو انھیں قید کیا بھوکا پیاسا
کچھ زینبؑ و کلثومؑ کے رتبے کو نہ سمجھا
واللہ ہوئی فاطمہؑ کی روح کو ایذا
ماتم ہے اسی کا تو رسولِؐ عربی کو
زینبؑ کی اسیری سے نہیں چین کسی کو

۳۴

اس نے کہا نادم ہوں ہوئی اب تو یہ تقصیر
سر شرم سے زانو پہ جھکا کی جو یہ تقریر
سچ ہے کہ نہ تھا کاٹنا تن سے سرِ شبّیرؑ
تا صبح رہا سوچ میں وہ ظالمِ بے پیر
اک بار دیا حکم یہ دربار میں آ کے
زنداں سے گرفتاروں کو لاوے کوئی جا کے

۳۵

کچھ لوگ گئے سن کے یہ حاکم کا جو ارشاد
تھے خاک پہ سجدے میں جھکے حضرتِ سجّادؑ
مشغولِ وظائف تھے حرم با دلِ ناشاد
بچے بھی تھے طاعت میں نہ زاری تھی نہ فریاد
ہر چند کہ فاقوں سے نہ طاقت تھی کسی میں
پر محو تھے سب یادِ جنابِ احدی میں

۳۶

حیران ہوا آ کر وہ اسیروں کو پکارے
ہے حکم کہ دربار میں قیدی چلیں سارے
حاکم نے ہمیں بھیجا ہے لینے کو تمہارے
گھبرا کے لگے کہنے وہ دکھ درد کے مارے
رسّی سے بندھے سر کھلے رو آئے ہیں قیدی
اک بار تو دربار میں ہو آئے ہیں قیدی

۳۷

وہ کہنے لگی عذر کا اب یہ نہیں ہنگام
ہر طرح سے لیجائیں گے حاکم کا ہے احکام
بے بس ہوں جو قیدی انھیں تکرار سے کیا کام
تب اُس سے یہ فرمانے لگے عابدِ ناکام
مجبور ہیں اور بیکس و ناچار ہیں قیدی
بہتر ہے چلو چلنے کو تیار ہیں قیدی

۳۸

یہ کہتی ہے زنداں سے چلے سب وہ گرفتار
پیچھے حرم اور آگے بڑھے عابدِ بیمار
رانڈوں نے لیا گودیوں میں بچوں کو اک بار
انبوہ تماشائیوں کا تھا سرِ بازار
جاں تن میں نہ تھی شرم سے تھراتے تھے قیدی
نہوڑائے ہوئے سر کو چلے جاتے تھے قیدی

۳۹

جس دم سرِ بازار حرم پہونچے کھلے سر
بولا وہ لعیں مکر سے تعظیم کو اُٹھ کر
اور سامنے حاکم کے گئے عابدِ مضطر
مسند پہ قدم رکھیئے مری نائبِ حیدر
عابد نے کہا تخت سے کیا کام ہے مجھ کو
اب خاک نشینی ہی سے آرام ہے مجھ کو

۴۰

گھر ہیں ترے سر شاہِ دو عالم کا دھرا ہے
پاس ادب حیدر و محبوبِؐ خدا ہے
یاں فاطمہ کے پیٹنے رونے کی صدا ہے
اس تخت پر اب بیٹھنا کب مجھ کو روا ہے
کیا وقر اب اے ظالم بدبخت ہمارا
شبیرؑ کے ہمراہ گیا تخت ہمارا

۴۱

یہ سن کے جھکا سر کو لگا کہنے وہ بدخو
سرزد ہوا ہے جرم جو مجھ سے اُسے بخشو
تم فیض کے دریا ہو سخی ابنِ سخی ہو
فرمایا یہ تب سیدِ سجادؑ نے رو رو
مجھ سے یہ نہ کہہ زینبِ دلگیر کے ہوتے
مالک میں نہیں شاہ کی ہمشیر کے ہوتے

۴۲

زینبؑ سے مخاطب ہو لگا کہنے وہ اظلم
فی الواقعی بھائی کا نہایت ہے تمھیں غم
اے بنتِ علیؑ دخترِ مخدومۂ عالم
پر کرتا ہوں جو عذر پذیرا ہو وہ اس دم
بے جرم کٹا حلق حسینؑ ابنِ علیؑ کا
جو مانگو وہ دوں خوں بہا میں سبطِ نبیؐ کا

۴۳

یہ سنتے ہی تھرانے لگی زینبِ مضطر
رو رو کے لگی کہنے کہ خاموش ستمگر!
سینے میں کلیجے پہ لگا ظلم کا خنجر
میں کون ہوں جو لوں دیتِ خونِ برادر
قیدی ہوں گنہگار ہوں نالاں و حزیں ہوں
واللہ میں اس خون کی مختار نہیں ہوں

۴۴

اس خون کے خواہاں ہوں تو ہوں احمدِ مختار
یا حشر کے دن ہووے گی ماں اس کی طلبگار
اس خون کا دعویٰ کریں یا حیدرِؑ کرار
یا خالقِ اکبر کو ہے اس خوں سے سروکار
کیوں ذبح کیا سبطِ رسولؐ عربی کو
اس خون کی دیت دیجو زہراؑ و علیؑ کو

۴۵

واللہ ہے اس ذکر سے چھاتی مری پھٹتی
اس خون کے بدلے دو جہاں بخشے جو کوئی
میں ایسی ہوں جو ہوں گی دیت لینے پہ راضی
قیمت نہ ہو اک میرے حسینؑ ابنِ علیؑ کی
مقدور تجھے کیا ہے تو کیا دیوے گا ظالم
کس کس کا ابھی خون بہا دیوے گا ظالم

۴۶
شبیرؑ کا خوں احمدؐ مختار کا خوں ہے
یہ خون تو زہرا جگر افگار کا خوں ہے
تنہا نہیں سبطِ شہِ لولاک کو مارا
شبیرؑ کا خوں حیدرؑ کرار کا خوں ہے
یہ خون حسنؑ سید ابرار کا خوں ہے
تو نے تو لعین پنجتنِ پاک کو مارا

۴۷
مارے گئے سرور تو ہوئے قتل پیمبرؐ
تلوار یہ چلی فاطمہؑ زہرا کے جگر پر
بے جرم مرے بھائی کا سر تن سے اتر جائے
بے سر ہوئے شبیرؑ تو بے سر ہوئے حیدرؑ
پھر ہو گیا ٹکڑے جگرِ حضرت شبرؑ
ممکن ہے کہ یہ خوں تری گردن سے اتر جائے

۴۸
تقریر سے زینبؑ کی جو محجوب ہوا وہ
اسباب ضروری جو تمھیں چاہیئے سو لو
نے مال نہ اسباب نہ زر چاہیئے مجھ کو
بولا کہ رہا میں نے کیا قید سے تم کو
اس وقت کہا زینبِ دلگیر نے رو رو
بچھڑی ہوئی ہوں بھائی کا سر چاہیئے مجھ کو

۴۹
زینبؑ کا بیاں سن کے وہ کہنے لگا بدخو
جی بھر کے زیارت کرو اور خوب سا رو لو
اس سر کو تجھے دے کے نہ میں شاد کروں گا
میں منع نہیں کرتا سرِ شاہ کو دیکھو
لے جانے کا مذکور مگر لب پہ نہ لاؤ
اک عمر کی محنت کو نہ برباد کروں گا

۵۰
یہ کہہ کے سرِ شاہ کو ظالم نے منگایا
زینب کی طرف ہو کے مخاطب یہ سنایا
جرأت سے مشقت سے مصیبت سے ملا ہے
اور زلفیں پکڑ کر اسے ہاتھوں پہ اٹھایا
لے دیکھ کہ یہ سر ترے بھائی کا ہے آیا
تو جانتی ہے جبھی کہ محنت سے ملا ہے

۵۱
دیکھا جو ہیں زینب نے سرِ شاہِ دو عالم
غش کھا کے گری خاک پہ وہ ثانیِ مریم
روتی تھی کوئی اور کوئی بے ہوش پڑی تھی
یہ بیٹی کہ باقی نہ رہا اس میں ذرا دم
تھا قیدیوں میں شور و بکا شیون و ماتم
سکتہ تھا کسی کو کوئی خاموش کھڑی تھی

۵۲
بیٹھا ہوا تھا تخت پہ وہ ظالم اظلم
اور غش میں پڑی خاک پہ تھی زینبِ پُرغم
زینبؑ کے تو بہتے تھے ادھر خاک پہ آنسو
زلفیں سرِ شبیرؑ کی تھامے خوش و خرم
پر الفتِ شبیرؑ کا میں کیا کہوں عالم
جاری تھے ادھر شہ کے رخِ پاک پہ آنسو

۵۳
غش سے جو سکینہ کو افاقہ ہوا اک بار
میں کیا کہوں جور و ستمِ حاکمِ غدار
کہتی تھی نیا رنج لعیں دیتا ہے مجھ کو
لپٹی سرِ شبیرؑ سے جا کر بہ دلِ زار
بچی سے لیا چھین سرِ سید ابرار
بابا کا مرے سر بھی نہیں دیتا ہے مجھ کو

۵۴
کب سنتا تھا زاریِ سکینہ کو وہ بے پیر
تب آئے وہاں روتے ہوئے عابدِ دلگیر
موقوف بس اب نالہ و افغاں کرو حضرت
بس اٹھ گیا مجلس سے وہ لے کر سرِ شبیر
زینب کو اٹھا خاک سے کی رو کے یہ تقریر
چلنے کا وطن کے کوئی ساماں کرو حضرت

۵۵

یوں راوی اخبار مصیبت سے ہے تحریر
حاکم نے نہ ہرگز دیا لیکن سرِ شبیرؑ
ہر چند طلب کرتی رہی زینبؑ دلگیر
ناچار روانہ ہوئی با حالتِ تغیر
میں کیا کہوں جس طرح وطن جاتی تھی زینبؑ
سر پیٹتی تھی روتی تھی چلاتی تھی زینبؑ

۵۶

خاموش انیس اب نہیں یارا ہے سخن کا
کہہ حق سے کہ صدقہ سرِ ہفتاد و دو تن کا
صد شکر کہ مداح ہے تو شاہِ زمن کا
یاں بند نہ کر مجھ کو کبھی رنج و محن کا
دنیا میں کسی طرح کا مجھ کو نہ الم ہو
پر دل میں مرے پنجتنِ پاک کا غم ہو

رباعی

داغ غم شہ سینے میں گل بوٹے ہیں
مجلس میں ریا سے جو کہ روتے ہیں انیس
کیا کیا گہرِ بہشت بہا لوٹے ہیں
اشک اُن کے بھی موتی ہیں مگر جھوٹے ہیں

رباعی

یہ بزم عزائے پسرِ زہراؑ ہے
چادر سے ہر اک کے اشک کرتی ہیں پاک
بیٹھو بہ ادب یاں گذرِ زہراؑ ہے
ہر چشم کے اوپر نظرِ زہراؑ ہے

رباعی

مر جائے جو فرزند تو کیا چارہ ہے
اصغر کو لٹا کے قبر میں شہ نے کہا
پس صبر علاجِ دلِ صد پارہ ہے
آرام کرو اب یہی گہوارہ ہے

رباعی

بندے کو خیال دم بدم تیرا ہے
کرتا ہے جو مجھ سے زرد رو کو سرسبز
یہ جسم ترا ہے اور یہ دم تیرا ہے
اے ابرِ کرم سب یہ کرم تیرا ہے

رباعی

راتیں نہ وہ ہوں گی نہ خواب آئے گا
آیا بھی تو زیست کا جواب آئے گا
اٹھو اب انتظار بے جا ہے انیس
نے عمر پھرے گی نہ شباب آئے گا

رباعی

جب اٹھ گیا سایۂ جوانی سر سے
پھر ہوگی جدا نہ سرگرانی سر سے
کچھ ہوگا نہ ہاتھ پاؤں مارے سے انیس
جس وقت گذر جائے گا پانی سر سے

رباعی

مانا ہم نے کہ عیب سے پاک ہے تو
مغرور نہ ہو جو اہل ادراک ہے تو
بالفرض گر آسماں ہے تیرا مقام
انجام کو سوچ لے کہ پھر خاک ہے تو

رباعی

دل سے طاقت بدن سے کس جاتا ہے
آتا نہیں پھر کر جو نفس جاتا ہے
جب سال گرہ ہوئی تو عُقدہ یہ کھُلا
یاں اور گرہ سے ایک برس جاتا ہے

رباعی

دُنیا جسے کہتے ہیں بلا خانہ ہے
پامال ہے جو عاقل و فرزانہ ہے
مابین زمین و آسماں یوں ہم ہیں
جیسے دو آسیا میں اک دانہ ہے

رباعی

ہر صبح کو دوڑ کر کدھر جاتا ہے
کچھ گوہرِ عزت کا بھی دھیان آتا ہے
گر ضامنِ روزی ہے خداوندِ کریم
پھر کس لئے تو رزق کا غم کھاتا ہے

مرثیہ ۱

دربار میں زنداں سے طلب ہوتے ہیں قیدی — بے تاب ہیں بے صبر ہیں جی کھوتے ہیں قیدی
منہ گرد بھرے آنسوؤں سے دھوتے ہیں قیدی — بچوں کے لئے گودیوں میں روتے ہیں قیدی
فاقوں میں کھڑے ہونے کی طاقت نہیں تن میں — دہشت سے ستمگاروں کی لرزہ ہے بدن میں

۲

دل ہول کے مارے بہنیں سینوں میں سماتے — ہیں خاک بھرے بالوں سے چہروں کو چھپاتے
زینبؑ کا یہ عالم ہے کہ غش پر ہیں غش آتے — سہمے ہوئے بچے ہیں یہ ماؤں کو سناتے
دم ہونٹوں پہ ہے قید کی ایذا و محن سے — کیا گردنیں پھر باندھیں گے جلاد رسن سے

۳

جی ڈرتا ہے اماں ہمیں گودی میں چھپا لو — کپڑا کچھ اُڑھا کر ہمیں چھاتی سے لگا لو
سُن لے نہ کوئی منہ سے سخن کچھ نہ نکالو — سجاد کہاں ہیں انھیں پاس اپنے بلا لو
مارے نہ طمانچے کوئی یہ خوف بڑا ہے — دروازے پہ شمرِ ستم ایجاد کھڑا ہے

۴

تھا شور کہ اے قیدیو دربار میں جاؤ — کیا بیٹھے ہو زنداں میں قدم جلد اُٹھاؤ
خالق نے کیا رحم اب آنسو نہ بہاؤ — حلقے رسنِ ظلم کے ڈھیلے کریں آؤ
حاکم کو دُعا دو کہ تمھیں شاد کرے گا — اب قتل نہیں کرنے کا آزاد کرے گا

۵

سن کر یہ سخن کہنے لگی زینبؑ ناچار — اک بار تو ہو آئے ہیں مجلس میں گنہگار
کیا کام ہے اب کیوں ہے بلایا سرِ دربار — نے سر پہ ردائیں ہیں نہ ہے طاقتِ رفتار
لیجاؤ نہ بلوے میں اسیرانِ ستم کو — گھُل گھُل کے اسی قید میں مرجانے دو ہم کو

۶

میں سوگ میں ہوں کیسی خوشی کیسی رہائی — کس سے ملوں گی چھوٹ کے کیا جیتے ہیں بھائی
ماں جائے نے گردن تہِ شمشیر کٹائی — بھائی سے تو اب تا بہ قیامت ہے جدائی
کیا لطف چھٹے قید سے گر پیاروں کو کھو کر — دکھلاؤں گی صورت کسے بن بھائی کی ہو کر

۷

مشہور ہوں میں فاطمہؑ کے لال کی شیدا — جب وہ نہ ہوئے قید سے چھوٹی بھی تو پھر کیا
اب قید کا غم ہے نہ رہائی کی تمنا — مرجاؤں میں زنداں میں تو رہ جائے یہ پردا
چرچا ہو کہ دنیا سے سفر کر گئی زینبؑ — چہلم نہ ہوا بھائی کا اور مر گئی زینبؑ

۸

مارے گئے عباسؑ دلاور مرے آگے — دنیا سے گئے اکبر و اصغر مرے آگے
بھائی کے چلا حلق پہ خنجر مرے آگے — خالی ہوا زہراؑ کا بھرا گھر مرے آگے
غم کھاتی ہے اور خونِ جگر پیتی ہے زینبؑ — وہ شیر تو مارے گئے اور جیتی ہے زینبؑ

۹

بتلاؤ خوشی چھوٹنے کی قید سے اب کیا — بیٹے ہیں کہ پھر جن سے ہو ملنے کی تمنا
قاسم ہیں کہ دکھلائیں گے آکر مجھے سہرا — اکبر ہیں جنھیں دیکھ کے ٹھنڈا ہو کلیجا
لاشے بھی ابھی تک نہیں پیاروں کے گڑے ہیں — آباد تھا گھر جن سے وہ جنگل میں پڑے ہیں

۱۰
جو بھائی کے مرنے سے ستم میں نے اُٹھائے
نیزے مرے شانوں میں لعینوں نے چُبھائے
دشمن کو بھی یہ ظلم نہ اللہ دکھائے
بازو مرے باندھے مجھے دربار میں لائے
بھائی کی عزادار ہوں اور خستہ جگر ہوں
عاشورِ محرم سے میں اب تک کھلے سر ہوں

۱۱
کہہ دو مجھے دربار میں حاکم نہ بُلائے
گر قتل ہو منظور تو قاتل یہیں آئے
خلقت کو دوبارہ نہ مری شکل دکھائے
موجود ہوں خنجر مری گردن پہ پھرائے
فکرِ غم و اندوہ سے آزاد ہو زینبؑ
سر تن سے جدا ہو تو بہت شاد ہو زینبؑ

۱۲
فرمانے لگے رو رو کے تب عابدِ بیمار
کیا بس ہے اسی طرح چلو پھر سرِ دربار
اس وقت پھوپھی جان مناسب نہیں تکرار
دیکھیں تو کہ کیا کہتا ہے اب حاکمِ غدّار
کب سے نہیں کی سبطِ پیمبر کی زیارت
شاید ہو میسّر سرِ سرور کی زیارت

۱۳
رو کر کہا زینب نے جو مرضی تری پیارے
سن کر یہ سخن خاک سے قیدی اُٹھے سارے
مختار ہو تم اب تو ہوں میں ساتھ تمہارے
پر سب کے قدم کانپتے تھے ضعف کے مارے
نورانی بدن گرد غریبی سے اَٹے تھے
بکھرے ہوئے تھے بال گریباں پھٹے تھے

۱۴
اس حال سے پہنچے جو وہ بیکس سرِ دربار
کاٹی گئیں جب بیڑیاں اور طوقِ گرانبار
تعظیم کو مسند سے اُٹھا حاکمِ غدّار
گردن کو جھکا رونے لگے عابدؑ بیمار
صدمے سے جو اشکِ شہِ خوش خو نکل آئے
اُس وقت تو حاکم کے بھی آنسو نکل آئے

۱۵
بعد اس کے یہ عابد سے لگا کہنے وہ جلّاد
تھا دشمنِ شہ ابنِ زیادِ ستم ایجاد
محجوب نہایت ہوں میں اے سیّدِ سجّاد
میں خانۂ زہراؑ تو نہ کرتا کبھی برباد
بیکس کے ستانے میں مجھے فائدہ کیا تھا
لیکن وہ ہوا جو کہ مقدر میں لکھا تھا

۱۶
عابد نے کہا گو کہ ہیں ہم بے سر و ساماں
سب مشکلیں بندوں کی خدا کرتا ہے آساں
پر یہ نہیں منظور کہ لیں غیر کا احساں
چھٹنے کی خوشی ہے نہ وطن جانے کا ارماں
اک گھر دے وہاں ماتمِ شبیر کریں ہم
سامانِ عزائے شہِ دلگیر کریں ہم

۱۷
بابا جو ہوئے قتل تو ہم قید میں آئے
آنکھیں ہمیں دکھلائیں اگر اشک بہائے
اعدا کی تقید تھی کوئی غل نہ مچائے
جی بھر کے کبھی باپ کو رونے نہیں پائے
ناموسِ نبی خوف سے اک دم نہیں روئے
زنداں میں بہن مر گئی اور ہم نہیں روئے

۱۸
اور دوسرے ہیں آلِ نبی با سرِ عُریاں
میں اپنے بزرگوں کے تبرک کا ہوں خواہاں
لوٹا ہوا اسباب منگا دے ہمیں اس آں
بس ہے وہی ہم بے سر و سامانوں کا ساماں
حیدرؑ کا عمامہ ہے محمدؐ کی عبا ہے
اور کہنہ سی اک فاطمہ زہراؑ کی ردا ہے

۱۹

لوٹا ہوا اسباب جو حاکم نے منگایا
سجّاد کا دل سینے میں اس وقت بھر آیا
تب شمر لباسِ شہِ دیں کشتی میں لایا
سر پیٹ کے یہ زینبِ بیکس نے سُنایا
اس وقت مری چھاتی پھٹی جاتی ہے لوگو
بھائی کے مجھے خون کی بو آتی ہے لوگو

۲۰

ہے ہے مجھے پوشاک برادر کی دکھا دو
عمامۂ گلگوں مری آنکھوں سے لگا دو
پیراہنِ شبیر کی بو مجھ کو سُنگھا دو
عابد نے کہا جلد یہ پوشاک چھپا دو
واللہ ابھی جی سے گذر جائے گی زینبؑ
ان کپڑوں کو دیکھے گی تو مر جائے گی زینب

۲۱

حاکم نے جو دیکھی شہِ مظلوم کی پوشاک
عابد سے یہ کہنے لگا تب حاکمِ سفاک
ٹکڑے تھا ہر اک جا سے وہ ملبوسِ تنِ پاک
یہ رخت کہن پہنے تھے سبطِ شہِ لولاک
حیرت ہے مجھے جامۂ شاہِ شہدا پر
دعویٰ تھا خلافت کا اسی کہنہ قبا پر

۲۲

رو کر کہا عابد نے کہ او حاکمِ غدّار
ایسی نہ تھی واللہ قبائے شہِ ابرار
معراج میں پہنے تھے اسے احمدِ مختار
یہ تیروں کے اور نیزوں کے روزن ہیں ستمگار
تلواروں سے ٹکڑے جسدِ پاک ہوا ہے
یوں ہی مرے بابا کا بدن چاک ہوا ہے

۲۳

اکبر کی جو پوشاک تھی تر خون سے ساری
ہم شکل پیمبرؐ ترے شملے کے میں واری
دیکھا جو اسے بانوئے بیکس یہ پکاری
آنکھوں کے تلے پھرتی ہے تصویر تمہاری
طے کر کے بہت جلد یہ منزل گئے بیٹا
ٹکڑے تو ہیں اور خاک میں تم مل گئے بیٹا

۲۴

کپڑے سحرِ قتل یہ بدلے تھے جو دلبر
وہ چاند سے رخسار وہ گیسوئے معنبر
کیسے ہی یہ قامت کو پھبنے لگتے تھے اکبرؑ
دولھا سے بنے خیمے سے تم نکلے تھے باہر
اب سمجھی کہ دولت مری کھونے کو چلے تھے
تم قبر کی آغوش میں سونے کو چلے تھے

۲۵

شملے کو اُٹھانے جو لگی بانوئے غمخوار
لپٹا کے کلیجے سے پکاری بہ دلِ زار
اصغرؑ کا شلوکا نظر آیا اُسے اک بار
اصغر ترے کرتے پہ فدا ماں جگر افگار
مارے گئے دامن میں شہِ تشنہ گلو کے
ننھے سے گریبان میں دھبے ہیں لہو کے

۲۶

کچھ حال مجھے دردِ گلو کا نہ سُنایا
مادر نے تو اُجلا تمہیں کرتا تھا پنھایا
چپکے رہے اور تیرِ ستم حلق پہ کھایا
دودھ اُس پہ ہے کیا ہچکیاں لے لے کے گرایا
ہچکیاں کے نکلنے کا جو دکھ تم نے سہا ہے
ہے ہے یہ مرا دودھ لہو ہو کے بہا ہے

۲۷

صدقہ گئی آباد کیا باپ کا پہلو
ننھی شب کو بہت دودھ کے پینے کی تھیں خو
ویراں مری گودی ہوئی اے اصغرِ مہ رو
اُٹھ اُٹھ کے یہاں ڈھونڈھتی ہے رات کو ہر سو
مجھ کو تو جدائی تری تڑپاتی ہے اصغر
مجھ بن تمھیں کس طرح سے نیند آتی ہے اصغر

۲۸

اک کشتی میں تھا رانڈوں کا لوٹا ہوا زیور
تب پیٹ کے چھاتی پہ لگی کہنے وہ مضطر
پازیب ننھی کبرا کی سکینہ کا تھا گوہر
ہے ہے مری بچی ترے قربان یہ مادر
زنداں سے سوئے خلد سفر کر گئی ہے ہے
گوہر یہ پنہاؤں کسے تو مر گئی ہے ہے

۲۹

زخمی ہوا ہے ہے اسی ٹبدے کے لئے کان
دن رات تھا بابا کی نشانی کا انھیں دھیان
کیا قید سے تھا چھوٹنے کا بی بی کو ارمان
گوہر مرے دلوا دو یہی کہتی تھی ہر آن
اماں تم کو کہاں ڈھونڈھنے اب جائے سکینہ
گوہر تو ملا تم نہ ملیں ہائے سکینہؑ

۳۰

جب دے چکا لوٹا ہوا اسباب ستمگر
اور حضرت زینبؑ سے کہا اوڑھ لو چادر
عابد سے کہا اب تو عمامہ رکھو سر پر
عابد نے کہا سر پہ عمامہ رکھوں کیونکر
ہے چاک گریبان علی بیٹے کے غم میں
سر ننگے محمدؐ ہیں نواسے کے الم میں

۳۱

ملبوس نہ درکار ہے اب نے زر و زیور
منگوا دے مجھے میرے پدر کا سر انور
بہر حسنؑ و حیدرؑ و زہراؑ و پیمبرؐ
تا دفن کروں قبر میں لاشے سے ملاکر
بابا سا بھی میرا کوئی مظلوم نہیں ہے
جس کا سر پر نور کہیں لاش کہیں ہے

۳۲

سن کر یہ سخن کہنے لگا حاکم بے پیر
جو شیر کو پی پی کے پلا فاطمہؑ کا شیر
سب کچھ دیا پر ایک نہ دوں گا سر شبیرؑ
طاقت ہے کہ کوئی اسے کرتا تہ شمشیر
کچھ اور نہیں بعد ظفر ہاتھ لگا ہے
زر میں نے لٹایا ہے تو سر ہاتھ لگا ہے

۳۳

سجاد نے فرمایا کہ اے کاذب و مکار
خود تو نے کیا قتل کا شبیر کے اقرار
وہ عذر ابھی تھا ابھی یہ کرتا ہے گفتار
خون شہدا ہے تری گردن پہ ستمگار
اس دن تجھے محجوب یہ بیداد کرے گی
جب فاطمہؑ اللہ سے فریاد کرے گی

۳۴

حاکم نے بگڑ کر کہا جلاد کو لاؤ
زینبؑ نے کہا یا اسد اللہ اب آؤ
سجادِ حزیں کو تہ شمشیر بٹھاؤ
بابا مرے بیمار بھتیجے کو بچاؤ
کیا ہے کہ عیاں زور ولایت نہیں کرتے
صدقے گئی پوتے کی حمایت نہیں کرتے

۳۵

تلوار کو کھینچے ہوئے آیا جو ستمگار
آواز ید اللہ یہ پیدا ہوئی اک بار
سجادؑ سے لپٹے حرم احمدؐ مختار
کیوں تخت الٹ دوں ترا او ظالم و غدار
قائم رہی دنیا کی بنا جس کے قدم سے
اب اس کا گلا کاٹتا ہے تیغ دو دم سے

۳۶

سن کر یہ صدا کانپ گیا حاکم اظلم
بیٹے نے لیا باپ کا سر ہاتھ پہ جس دم
عابدؑ کو دیا اس نے سر سرور عالم
دربار سے قیدی چلے کرتے ہوئے ماتم
دل غم سے انیسؔ جگر افگار طپاں ہے
دفن شہدا لکھنے کی اب تاب کہاں ہے

مرثیہ ۱

جینے سے غم شاہ میں بے زار تھی صغرا
غش رہتا تھا اس طرح کی بیمار تھی صغرا
تنہائی کی آفت میں گرفتار تھی صغرا
ہوش آتا تو کرتی یہی گفتار تھی صغرا
کہتے تو ہیں سب گھر بھی ہو کیا آئیں گے بابا
غم یہ ہے کہ جیتا نہ ہمیں پائیں گے بابا

۲

جینے نہیں دینے کا غم ہجر کا آزار
بستر پہ پڑی رہتی ہوں میں بیکس و ناچار
بابا کے بھی آگے سے زیادہ ہوں میں بیمار
اٹھتی ہوں گر اک بار تو گر پڑتی ہوں سو بار
آنکھیں ہیں کہیں ہوش کہیں دھیان کہیں ہے
کچھ دل بھی کسی روز سے کہنے میں نہیں ہے

۳

جی چاہتا ہے دیکھ لوں بابا کا میں دیدار
بھائی علی اکبر کی بلائیں لوں میں بیمار
اماں کے گلے سے لگوں اصغر کو کروں پیار
پھر مر بھی اگر جاؤں تو کچھ غم نہیں زنہار
جیتے جی موئی جاتی ہوں میں یاد پدر میں
لے لیکے مرے نام کو سب روئیں گے گھر میں

۴

دیوار سے در تک مجھے دشوار ہے جانا
غش آیا تو مشکل ہے بہت ہوش میں آنا
کس سے کہوں آکر مجھے بستر سے اٹھانا
پھر زیست کہاں جب ہوئی طاقت ہی روانا
سب کہتے ہیں آگے سے تو آرام ہوا ہے
یاں گور میں جانے کا سرانجام ہوا ہے

۵

ہر دم ہے کچھ اب نوع دگر حال ہمارا
سب کر گئے بیمار سے اک بار کنارا
طول غم ہجراں نے ہمیں مار اتارا
اتنا بھی کسی شخص نے آکر نہ پکارا
ہے گھر میں کوئی یا نہیں فرزند نبیؐ کے
خط لایا ہوں لشکر سے حسینؑ ابن علی کے

۶

یہ کہتی تھی اور روتی تھی منہ ڈھانپے وہ بیمار
تب آ کے سرہانے لگی کہنے وہ دل افگار
نانی نے کہیں سن لی نواسی کی یہ گفتار
کیا باتیں بڑی کرتی ہو دل سے مری دلدار
میں تو سنوں مجھ سے تو کرو پیار سے باتیں
کرتے نہیں بی بی در و دیوار سے باتیں

۷

یہ باتیں اکیلی جو کیا کرتی ہو ہر دم
ڈرتی ہوں نکل جائے نہ گھبرا کے کہیں دم
گھبراتی ہو کس واسطے کیا دل کا ہے عالم
کہنے کو مرے مان لو کھاؤ نہ بہت غم
خوش ہونے کی تمام و سحر آجاتی ہے صغرا
بابا کی تمہارے خبر آجاتی ہے صغراؑ

۸

صغرا نے سنی جب کہ یہ نانی کی نصیحت
بھر بھر کے دم سرد وہ اور تھام کے رقت
حیرت سے وہ بس رہ گئی تصویر کی صورت
نانی سے یہ بولی وہ مریض دم فرقت
یہ بات تو کچھ ہوش مرے کھوتی ہے نانی
غمگیں کو بھی دنیا میں خوشی ہوتی ہے نانی

۹

تب نانی بیاں فاطمہ صغرا سے یہ سن کر
خالق جو کرے وہ ہو ترے واسطے بہتر
کہنے لگی قربان ترے اے مرے دلبر
کچھ تجھ کو نہ ہو بدلے ترے جاؤں میں ہی مر
بابا کے بچھڑنے کا تجھے رنج و الم ہے
بانو سے نہ شرمندہ ہوں مجھ کو یہی غم ہے

۱۰

ہیں زیست بسر کر چکی اب دن ہیں سفر کے
صغرا نے کہا ان سے دمِ سرد یہ بھر کے
تم بچی ہو جیتی رہو سائے میں پدر کے
تم سر پہ سلامت رہو زہرا کے پسر کے
نانی نہیں مرنے کا مجھے خوف و خطر ہے
پردیس میں پردیسیوں کی جان کا ڈر ہے

۱۱

ہے زیست غم و درد کا باعث مری نانی
مرجاؤں تو یہ غم ہے نہ یہ اشک فشانی
ہیں سب مرے چہرے سے عیاں دردِ نہانی
دنیا میں رکھے حق علی اکبر کی جوانی
کس طرح نہ رحم آئے گا غربت پہ بہن کی
اکبر پڑھیں گے فاتحہ تربت پہ بہن کی

۱۲

قاسمؑ کے نہایت مجھے آنے کی خوشی ہے
بھیا کو مجھے گودی اُٹھانے کی خوشی ہے
اصغرؑ کو کلیجے سے لگانے کی خوشی ہے
منھ چاند سے مکھڑے سے ملانے کی خوشی ہے
دیدار سے ایسا ہی جو ترسائیں گے اصغر
مرجائے گی صغرا تو کہاں پائیں گے اصغرؑ

۱۳

جیتے مرے آجائیں جو عباسؑ علمدار
جیسا تو وہ کرتے ہیں سکینہ کو بہت پیار
جو دل میں رکھے ہیں وہ کروں اُن سے سب اظہار
ایسا ہی کہوں اُن سے یہ رو رو کے میں بیمار
مانع ہے اگر پیار کی ہمشیر ہماری
کیوں خط نہ لکھا آپ نے تقصیر ہماری

۱۴

دستور ہے کرتے ہیں جسے پیار نہایت
سب سے تو تمھیں اُنس ہے اور پیار بہ شدت
کچھ اُس کے عزیزوں سے بھی کرتے ہیں محبت
کیا وجہ جو صغرا پہ نہیں آپ کی شفقت
ہر چند گرفتار غم و رنج و محن ہوں
جو آپ کی پیاری ہے اُسی کی میں بہن ہوں

۱۵

بھینا ہی کی خاطر سے مری پوچھتے گر بات
یوں تو مری ہر طرح گذر ہی گئی اوقات
تب جانتی میں آپ کو الفت ہے مرے سات
پردیسیوں کا خط ہے مگر نصف ملاقات
وہ تو نہ ہوئی جو کہ خوشی تھی مرے جی کی
دو حرف میں ہو جاتی تسلی مرے جی کی

۱۶

یہ کہہ کے بیاں نانی سے دل اس کا بھر آیا
کرتا جو لیا چہرے پہ طوفاں نظر آیا
بعد آنسوؤں کے آنکھوں میں خونِ جگر آیا
نانی نے کہا دھیان تمہارا کدھر آیا
موقوف عزیزوں کا گلا ہو گیا صغرا
باتیں ابھی کیا تھیں ابھی کیا ہو گیا صغراؑ

۱۷

یہ باتیں تو اچھی نہیں لگتیں مجھے واری
واں اشکوں کے پرنالے تھے بس چشموں سے جاری
مانا بھی کرو صدقے گئی بات ہماری
کیا بولتی منھ سے وہ غم و درد کی ماری
صدمہ الم ہجر کا کھانے لگا اُس کو
چلا کے یہ روئی کہ غش آنے لگا اُس کو

۱۸

گھبرا کے کہا نانی نے اُس کی یہ کسی سے
آنا ہو تو آؤ کہ چلی فاطمہؑ جی سے
کہہ آوے کوئی مادرِ عباسؑ علی سے
سمجھاؤ سمجھتی نہیں مجھ ظلم زدی سے
جی سے کوئی ساعت میں گذر جائیگی صغراؑ
میں جیتی رہ جاؤں گی مر جائے گی صغراؑ

۱۹

جا کر یہ کسی نے کہا عباس کی ماں سے
ہوتا ہے سفر فاطمہ صغرا کا جہاں سے
بیٹھی ہوئی کیا کرتی ہو جلدی چلو یاں سے
کچھ باتیں تشفی کی کرو اپنی زباں سے
عرصہ ہوا آنکھوں کو نہیں کھولتی صغرا
چپ ہو گئی ایسی کہ نہیں بولتی صغرا

۲۰

گھبرا گئیں یہ سنتے ہی عباس کی مادر
اشک آنکھوں میں بھر آئے چلی اوڑھ کے چادر
ام سلمہ سے یہ کہا گھر میں پھر آکر
کیا حال ہے کیوں غش ہوئی شبیر کی دختر
آج اور ہی اس بچی کی حالت نظر آئی
کیا اس نے سنا لوگو کہو کیا خبر آئی

۲۱

وہ بولی غش آیا ہے خبر کچھ نہیں بی بی
سمجھاتی ہوں کتنا نہیں لیکن یہ سمجھتی
جب فاطمہ صغرا کے قریب آکے یہ بولی
آنکھیں تو ذرا کھولو میں کچھ تم سے کہوں گی
شبیر کے لشکر کی خبر لائی ہوں واری
فرزند پیمبر کی خبر لائی ہوں واری

۲۲

یہ کہہ کے جو اس بچی کے بازو کو ہلایا
تب چونک کے یہ فاطمہ صغرا نے سنایا
ہے ہے ابھی دادی مجھے کیوں تم نے جگایا
تھا خواب میں بابا کو بہت رد زدل میں پایا
فرماتے ہیں صغرا تجھے کچھ میری خبر ہے
بیٹی کوئی دن میں مرا دنیا سے سفر ہے

۲۳

ان کی تو سنی اپنی میں کچھ کہنے نہ پائی
جو جاگ اٹھی ہو گئی بابا سے جدائی
ہے ہے مرے بابا نے یہ کیا بات سنائی
دنیا سے سفر کی نہ مجھے وجہ بتائی
کیا جانیے کیوں جینے سے بیزار ہیں بابا
کیا ہو گیا کس دکھ میں گرفتار ہیں بابا

۲۴

گھبراؤں نہ کیوں اب تو مجھے غم یہ ہوا غم
اب کاہے کو آویں گے یہاں شاہ دو عالم
گھبرانے لگا اور بھی سینے میں مرا دم
تب نانی نے اس سے کہا با دیدۂ پرنم
ظاہر ہیں جو ہو حرف و حکایات سند ہے
قرباں گئی خواب کی کب بات سند ہے

۲۵

یہ کہتی تھی جو شور ہوا شہر کے اندر
آئے سفر کوفہ سے ناموس پیمبر
ام سلمہ دوڑی گئیں سنتے ہی در پر
کیا دیکھا کہ روتے ہیں کھڑے عابد مضطر
اونٹوں کو بٹھایا ہے یہ فریاد و فغاں ہے
جو بی بی اترتی ہے سو یہ کرتی بیاں ہے

۲۶

ہم جیتے پھرے مارا گیا فاطمہ کا لال
حیدر کا چمن باغیوں نے کر دیا پامال
تلواروں سے منہ چاند سے سب خوں میں ہوئے لال
پیاسوں پہ چلیں برچھیاں کیا ان کا کہیں حال
ہم جیتے ہیں قبروں پہ انھیں رو کے ہم آئے
اب انکو کہاں پائیں جنھیں کھو کے ہم آئے

۲۷

اس گھر سے سدھارے تھے جو ہمراہ ہمارے
دیکھا کیے ہم سامنے وہ سب گئے مارے
نیزوں پہ چڑھا دینے کو سر تن سے اتارے
پیاسوں کی بنیں تربتیں دریا کے کنارے
مر کر نہ ملا چین کسی تشنہ دہن کو
چالیسویں تک سب رہے محتاج کفن کو

۲۸
بانو کو جو رانڈوں کی سی صورت نظر آئی
ام سلمہ سن کے لگی دینے دہائی
اور رونے کی دھوم اہلِ محلہ نے اٹھائی
اسباب اٹھا ماتمی صف جلد بچھائی
صغرا سے کہا کرلو گریبان کو پارا
دل کھول کے اب روؤ کہ بابا گیا مارا

۲۹
آگے تو تمھیں رونے کو میں منع تھی کرتی
اب منع بھی کرنے میں ہے تشویش گذرتی
بیمار تھی تم اور میں غم کھانے سے ڈرتی
بن روئے تو مر جاؤ ابھی گر نہ ہو مرتی
تم لڑکی ہو اور داغ یتیمی کا بُرا ہے
بیمار کو غم کھانے سے رونا ہی دوا ہے

۳۰
یہ سنتے ہی گھبرا گئی وہ بیکس و مضطر
رو رو کے یہ کہنے لگی اے خالقِ اکبر
سر پیٹ کے رونے لگی پلہ لیا سر پر
فریاد ہے فریاد لٹا فاطمہؑ کا گھر
تو مالک و مختار قضا اور قدر ہے
میں کس لیے جیتی ہوں مری موت کدھر ہے

۳۱
پھر بولی کہ بابا سے ملا دو مجھے لوگو!
بانو سے کہا بیٹی کی صورت کو تو دیکھو
یہ سنتے ہی زینبؑ لگی سر پیٹنے رو رو
بابا کو طلب کرتی ہے گودی میں اسے لو
دم شدتِ گریہ سے اُلٹ جائے گا اس کا
ننھا سا کلیجہ ابھی پھٹ جائے گا اس کا

۳۲
لے گود میں بانو اسے رو رو کے پکاری
ماں ہو گئی قرباں یتیمی یہ تمھاری
بابا کہاں ہیں جس کو دکھاؤں تجھے واری
نتھ ناک سے قسمت نے اُتروائی ہماری
پردیس میں جنت کو سفر کر گئے شبیرؑ
اے فاطمہ میں رانڈ ہوئی مر گئے شبیرؑ

۳۳
قاسم ترے عمو کا پسر مر گیا بیٹی
پانی کو ترستا علی اکبر گیا بیٹی
عباس جہاں سے سوئے کوثر گیا بیٹی
جنت کو مری گود سے اصغر گیا بیٹی
اس گھر کی جو آبادی تھی سو بس گئی بن میں
میں لُٹی لٹائی ہوئی آئی ہوں وطن میں

۳۴
صغرا تو یہ سنتے ہی لگی پیٹنے سر کو
ایسے گئے بابا کہ نہ جیتے پھرے گھر کو
رو رو کے سنانے لگی چلا کے پدر کو
مایوس کیا دختر مجروح جگر کو
اب آس ہے اتنی کہ جو مر جائے گی صغرا
اے سید بیکس تمھیں تب پائے گی صغرا

۳۵
جبتک رہوں گی جیتی تبھی تک ہے جدائی
آئے نہ تمھیں اور نہ چچا نے مرے بھائی
اور مر گئی تو آپ کی پابوسی کو آئی
آفت مری قسمت نے عجب مجھ کو دکھائی
بیمار کو اس ہجر کی آفت سے نکالو
مجبور ہے صغرا تمھیں چاہو تو بلا لو

۳۶
بے آپ کے صبوائے ملاقات ہے دشوار
پھر آپ تلک مجھ کو پہنچنے کی کہاں بار
مقتل ہی تلک جا نہ سکی جب کہ میں بیمار
بہنوں سے ملی ماں سے ملی میں جگر افگار
کیا کیا ستم اے سیدِ ابرار نہ دیکھا
صغرا نے مگر آپ کا دیدار نہ دیکھا

۳۷

سنتی ہوں کہ حضرت کے ہی اکبرؑ بھی ہیں ہمراہ
چھوٹا مرا بھیا علی اصغرؑ بھی وہیں آہ
اس دکھ سے رہائی ہمیں دلواؤ گے بابا
عباسؑ وہیں اور وہیں قاسمؑ و شاہ
اس بچے سے ملنے کی زیادہ ہے مجھے چاہ
کب سے ہوں میں بچھڑی ہمیں ملواؤ گے بابا

۳۸

صغرا تو یہ کرتی تھی بیاں یاں تن رنجور
اے صبا جوابِ یہ شک تو مرے دل سے کرو دور
شفقت تھی بہت اس پہ حسین ابن علیؑ کی
جو کرنے لگی مادرِ عباسؑ یہ مذکور
بیٹا جو مرا عاشق شبیرؑ تھا مشہور
کچھ اس سے بھی خدمت ہوئی فرزند نبیؐ کی

۳۹

میں سن چکی اتنا تو کہ مارا گیا عباسؑ
کس وقت تلک جنگ میں بھائی کے رہا پاس
کچھ قاسمؑ و اکبرؑ پہ تو آفت نہیں دیکھی
مرنا تو یقیں ہو گیا لیکن ہے یہ وسواس
سچ کہہ دو جو کچھ گذری ہو توڑو نہ مری آس
شبیرؑ کی خیمے سے تو رخصت نہیں دیکھی

۴۰

رخصت کو تھا وہ جس گھڑی چلتے ہوئے آیا
میں نے اُسے یہ کہہ کے تھا چھاتی سے لگایا
تو دودھ بھی بخشوں گی دعا بھی تجھے دونگی
حق دودھ کا بخشتا تھا مجھ سے مرا جایا
شبیرؑ کے قدموں پہ جو سر تو نے کٹایا
جان اپنی بچائی تو کبھی نام نہ لوں گی

۴۱

زینبؑ نے کہا کیا کہوں عباس کی جرارت
قاسمؑ سے بھی پہلے وہ طلب کرتا تھا رخصت
اُس وقت عجب بے کسی تھی شاہِ اُمم پر
کچھ شہ کے علمدار کی پوچھو نہ حقیقت
پر ابن حسن پا چکا جب وقت شہادت
رخصت کے لئے گرتا تھا عباسؑ قدم پر

۴۲

زینب سے یہ سن مادرِ عباسؑ پکاری
کلثومؑ نے تب یوں کہا با گریہ و زاری
کیا کرتا کہ مغموم بہت ہوتے تھے شبیرؑ
شرمندہ کیا تم نے حسنؑ سے مجھے واری
اُس نے تو رضا مرنے کی مانگی کئی باری
منھ دیکھتے تھے بھائی کا اور روتے تھے شبیرؑ

۴۳

جب حال سکینہ کا ہوا پیاس سے تغیر
بھائی سے کہا کچھ کرو اب پانی کی تدبیر
یہ سن کے لگا رونے وہ شیدائے سکینہؑ
بس اُس گھڑی ناچار ہوئے حضرت شبیر
کچھ بس نہیں اب تم سے جدا کرتی ہے تقدیر
اور لیکے گیا مشک وہ سقائے سکینہ

۴۴

واں فوج سے لڑ بھڑ کے بھرا مشک میں پانی
پھر ٹوٹ پڑے پیاسے پہ وہ ظلم کے بانی
پانی بھی بہا تن سے گرے ہاتھ بھی کٹ کر
اور گھر کو چلا حیدرِ کرار کا جانی
چھانا اسے بھی تیروں سے اور مشک بھی چھانی
اور گر پڑا عباس بھی گھوڑے سے اُلٹ کر

۴۵

اس خوبی سے مارا گیا فرزند تمہارا
پھر فاطمہؑ زہرا کو وہ کیوں کر نہ ہو پیارا
دکھلائی وہ جانبازی تہِ تشنہ دہن کو
دودھ اس کو نہ بخشتا تھا تو اب بخشو خدارا
واللہ سر اس نے قدمِ شاہ پہ وارا
راضی کیا حیدر کو، محمدؐ کو، حسنؑ کو

۴۶

یہ سنتے ہی بس مادر عباسؑ دلاور
قبلہ کی طرف گر پڑی سجدے کو زمیں پر
جب کر چکی سجدہ تو وہ کہنے لگی رو کر
سب مل کے کرو ماتم فرزند پیمبرؐ
یہ جو کہا غل ہونے لگا سینہ زنی کا
اور ذکر تھا شپیرؑ کی تشنہ دہنی کا

۴۷

بولی کوئی جیتے نہ رہے قاسمِ مضطر
بولی کوئی بے جاں ہوئے عباسؑ دلاور
بولی کوئی سر پیٹ کے ہے ہے علی اکبر
بولی کوئی مارا گیا پیاسا علی اصغر
وہ رانڈیں تھیں اور ماتم شاہِ شہدا تھا
کیا کہئے انیسؔ اس کو جو کچھ حشر بپا تھا

رباعی

کس جسم پہ بل کروں کہ شہ زور ہوں میں
دیکھو کہ ضعیف صورتِ مور ہوں میں
تن پر یہ پڑی ہے گرد بازار کساد
ہوتا ہے یقیں کہ زندہ در گور ہوں میں

رباعی

ہر آن تغیری ہے زمانے کے لئے
انساں کا دل ہے داغ اُٹھانے کے لئے
بوڑھا ہو کہ نوجواں، غنی ہو کہ فقیر
سب آئے ہیں اس خاک میں جانے کے لئے

رباعی

غم ہے ہمیں لیکن اُنھیں خوش حالی ہے
پاس اُس کے ہیں کونین کا جو والی ہے
اُس عشرے میں تھے شریکِ مجلس جو لوگ
اس سال انھیں کی بس جگہ خالی ہے

رباعی

نے آہ دہن سے نہ فغاں نکلے گی
آواز علیؑ علیؑ کی ہاں نکلے گی
جس طرح نگہ چشم سے باہر ہو انیسؔ
یوں بے خبری میں تن سے جاں نکلے گی

مرثیہ

دربار میں جب کٹ کے یتیموں کے سر آئے
ڈوبے ہوئے دو چاند لہو میں نظر آئے
غل پڑ گیا مسلم کے یہ لخت جگر آئے
غربت زدہ و بے وطن و بے پدر آئے
شمشیر ستم چل گئی ان نوحہ گر دل پر
کیا بیکسی و یاس برستی ہے سر دل پر

۲

یہ اُس کے پسر ہیں کہ جو تھا مسلم بے پر
یہ اُس کے پسر ہیں کیا جس کو تہِ خنجر
سر کاٹ لیا لاش پھری گلیوں میں دَر دَر
اب تک نہ ہوا گور و کفن جس کو میسّر
بابا کو انھیں کے تہِ شمشیر کیا ہے
پاؤں میں رسن باندھ کے تشہیر کیا ہے

۳

حاکم سے یہ تب کہنے لگا حارث بدکام
سر بچوں کے لایا ہوں ملے خلعت و انعام
پہچان لے مسلم کے پسر ہیں یہی گلفام
یہ وہ ہیں جو زنداں سے بھاگے تھے سر شام
میں ڈھونڈھتا پھرتا تھا نہ ہاتھ آتے تھے دونوں
پاتے تھے جدھر راہ نکل جاتے تھے دونوں

۴

حاکم نے کہا تو نے کہاں پھر انھیں پایا
تاریکیٔ شب میں نظر آتا نہیں سایا
وہ جوڑ کے ہاتھوں کو سخن لب پہ یہ لایا
زوجہ نے مری تھا انھیں حجرے میں نہ پایا
میں کہتا تھا دل میں کہ کہاں جاکے چھپے ہیں
اس کی نہ خبر تھی مرے گھر آکے چھپے ہیں

۵

از بس کہ تھکا تھا مجھے نیند آ گئی اُس دم
کیا دیکھتا ہوں عالم رؤیا میں بہ صد غم
اک حجرے میں دو طفل نظر آتے ہیں باہم
سر پیٹ کے کہتے ہیں وہ با دیدۂ پُرنم
آئے ہیں کہاں ہم درِ زنداں سے نکل کے
معلوم ہوا پڑ گئے پھندے میں اجل کے

۶

چلّائے جو وہ ہائے پدر کہہ کے دل افگار
بیہوش تھا یا آنکھ مری کھل گئی اک بار
خوش ہو گیا میں طالع خفتہ ہوئے بیدار
بستر سے اُٹھا ہاتھ میں کھینچے ہوئے تلوار
اک حجرے میں مسلمؑ کے وہ پیارے نظر آئے
بالائے زمیں عرش کے تارے نظر آئے

۷

پکڑا جب انھیں میں نے تو کرتے تھے یہ فریاد
مہماں ترے گھر آئے ہیں ہم بیکس و ناشاد
بن باپ کے ہیں ہم یہ ترس کر ستم ایجاد
لے منتیں کرتے ہیں تری چھوڑ دے جلاد
کر رحم کہ معصوم ہیں دُکھ پائے ہیں ظالم
ہم چھپنے کو دامن میں ترے آئے ہیں ظالم

۸

بے سر نہ ہمیں کر تجھے داور کی قسم ہے
تیوری نہ چڑھا تجھ کو پیمبرؐ کی قسم ہے
بس ظلم کو کم کر تجھے حیدرؑ کی قسم ہے
کر رحم تجھے فاطمہؑ اطہر کی قسم ہے
دہشت سے تری سینوں میں دل ہلتے ہیں ظالم
اب ڈھیلی رسن کر دے گلے چھلتے ہیں ظالم

۹

میں نے کہا تم دونوں کے بابا کا ہے کیا نام
رو کر کہا کہتے ہیں اُنھیں مسلم ناکام
بے جرم و ستم اُن کے گلے پر چلی صمصام
ہم جب سے چھٹے باپ سے ہم کو نہیں آرام
آگاہ ہو مسلمؑ کے ہمیں لخت جگر ہیں
مارا ہے دغا سے جسے ہم اُس کے پسر ہیں

۱۰
یہ سنتے ہی غصّے مجھے معصوموں پہ آیا
ان دونوں نے جو ظلم نہ دیکھا وہ دکھایا
حجرے سے انھیں کھینچتا دالان میں لایا
مجرم کی طرح باندھ دیا رحم نہ آیا
باہر انھیں لے آیا جو زلفوں کو پکڑ کر
استادہ کیا چوب سے رسّی میں جکڑ کر

۱۱
جب لے کے چلا گھر سے انھیں قتل کی خاطر
مہماں مرے گھر آئے ہیں یہ دونوں مسافر
زوجہ نے یہ کہہ کر مرے پاؤں پہ رکھا سر
لے ان کے عوض کاٹ لے سر ہے مرا حاضر
تقصیر جو کچھ ان سے ہوئی ہو وہ بحل کر
ہے ہے مجھے مہمانوں کے آگے نہ خجل کر

۱۲
للہ تو معصوموں کے اب چھوڑ دے بازو
تلوار کو کر میان میں ڈرتے ہیں یہ گلرو
کیوں کھینچتا ہے بچوں کے پکڑے ہوئے گیسو
قرباں میں چپ ہیں یہ بھرے آنکھوں میں آنسو
کس یاس سے ہے ہے مرا منھ تکتے ہیں دونوں
دہشت سے تری کچھ نہیں کہہ سکتے ہیں دونوں

۱۳
یہ کہہ کے جو بچوں کو چھڑانے لگی اک بار
جا دور ہو کہنا ترا مانوں گا نہ زنہار
جھنجلا کے میں بولا تجھے کیا ان سے سروکار
میں قتل کروں گا یہ ہیں حاکم کے گنہگار
اب حلق سے معصوموں کے شمشیر ملے گی
سر ان کے دکھاؤں گا تو جاگیر ملے گی

۱۴
سمجھانا نہ ہرگز وہ مرا دھیان میں لائی
اک وار میں ساعد سے گری کٹ کے کلائی
جھنجلا کے اسے ضربِ ستم میں نے لگائی
چلّا کے لگی دینے پیمبرؐ کی دُہائی
ہے ہے مرے آقا مری امداد کو پہنچو!
اے شاہِ غریباں مری فریاد کو پہنچو!

۱۵
مظلوموں کی لے لے کے بلائیں یہ پکاری
شکوہ نہ مرا کیجیو زہرا سے میں واری
اب تم سے جدا ہوتی ہے لونڈی یہ تمھاری
کس طرح بچاؤں مجھے تلوار ہے ماری
مجبور ہیں طاقت نہیں اٹھنے کی زمیں سے
اللہ بچاوے تمھیں اس دشمنِ دیں سے

۱۶
جب مار چکا اس کو تو معصوموں کو کھینچا
رو کر کہا بچوں نے ہمیں قتل نہ کرنا
پکڑے ہوئے زلفیں انھیں دربار میں لایا
مارے گا جو ہم کو ترے کیا ہاتھ لگے گا
بیکس ہیں مسافر ہیں اور آوارہ وطن ہیں
یہ کیا ہے سزا کم کہ گرفتارِ رسن ہیں

۱۷
کر رحم ستمگار غریبی پہ ہماری
لے آنکھیں نہ دکھلا نہیں اب کرنے کی زاری
دلوائے گا صلہ اس کا تجھے ایزدِ باری
چل کر سرِ بازار ہمیں بیچ لے ناری
بچ جائیں گے ہم خلعت و زر پائے گا ظالم
گر قتل کیا ہم کو تو پچھتائے گا ظالم

۱۸
گریاں نہ بچیں ہم تو مدینے ہمیں لے جا
مادر نے گرفتارِ رسن جب ہمیں دیکھا
دلوائیں گے ہم تجھ کو زر و مال بہت سا
جو مانگے گا تو تجھ کو وہی دیویں گی دلوا
پا دیں گی جو ہم کو ترے قدموں پہ گریں گی
کس طرح محبت سے ترے گرد پھریں گی

۱۹

ہے قتل ہی منظور اگر تجھ کو ستمگار
باقی نہ دلوں میں رہے تا حسرت دیدار
ہم دونوں کی مادر کو دکھا دے ہمیں اک بار
پھر شوق سے سر کردے تہ خنجر خونخوار
ہم بندگی رب کریں تو ہم پہ جفا کر
اک ہاتھ میں سر دونوں کے تن پر سے جدا کر

۲۰

پھر آگے بڑھا ہاتھ میں کھینچے ہوئے تلوار
میں چھاتی پہ اس طفل کی جا کر ہوا اسوار
پہلو میں برادر کے ہوا غش وہ دل افگار
جب حلق پہ بچے کے رکھا خنجر خونخوار
اک حشر بپا ہو گیا خنجر کے چلے پر
بھائی نے گلا رکھ دیا بھائی کے گلے پر

۲۱

اک بی بی کھلے سر نظر آئی مجھے اُس آن
میں مادر شبیر ہوں اے دشمن ایمان
میں نے کہا تو کون ہے بولی بہ صد افغان
بچوں کو مرے کر نہ تہ خنجر براں
دکھ دے نہ مرے دل کو میں دکھ پائی ہوں ظالم
ان لاشوں پہ رونے کے لئے آئی ہوں ظالم

۲۲

ہرگز نہ سُنا پھیر دیا خنجر خونخوار
اور دونوں کے تن پھینک دیے نہر میں اک بار
سر کاٹ لیا رہ گئی روتی وہ دل افگار
دریا کی ترائی سے ہوئے ہاتھ نمودار
سر پیٹتے ہاتھوں سے پیمبر نظر آئے
آغوش میں مسلمؑ کے وہ دلبر نظر آئے

۲۳

یہ کہہ کے دکھانے لگا ان بیکسوں کے سر
پھر کہنے لگا حاکم اظلم سے یہ ہنس کر
مظلومی پہ معصوموں کی رو دیا وہ ستمگر
کیا دیر ہے منگوا دے ہمیں خلعت پُرزر
جو کام کیا میں نے وہ ہوتا نہ کسی سے
کچھ کم نہیں یہ قتل حسین ابن علی سے

۲۴

یہ سنتے ہی حاکم کا جگر ہو گیا پانی
بے سر کیے کیوں مسلمِ مظلوم کے جانی
بولا ارے یہ کیا کیا او ظلم کے بانی
جو میں نے کہا تھا وہ مری بات نہ مانی
کب میں نے کہا تھا تجھے سر لائیو ظالم
ل جائیں تو قیدی انہیں کر لائیو ظالم

۲۵

معصوموں کو مارا تجھے کچھ رحم نہ آیا
کس جرم پہ بچوں کو تہ تیغ بٹھایا
مہمانوں کو اے دشمن دیں تو نے ستایا
جیتا تو نہ لایا تو انھیں مار کے لایا
کس واسطے محتاجوں کو ناداروں کو مارا
تقصیر تھی کیا جو وطن آواروں کو مارا

۲۶

یہ ظلم کوئی کرتا ہے او ظالم بدخو
آگے مرے سر لایا ہے پکڑے ہوئے گیسو
رسی میں کسے ہائے غضب دونوں کے بازو
مارا انھیں کیا صاحب اولاد نہ تھا تو
نازاں ہے کہ اب منصب و جاگیر ملے گی
ظالم تری گردن سے بھی شمشیر ملے گی

۲۷

یہ کہہ کے اشارا کیا ظالم نے جو اک بار
سر اڑ گیا یاں سے گیا ناری طرف نار
اک شخص نے بس دوڑ کے ماری اسے تلوار
بس روک لے خامے کو انیس جگر افگار
ہے وقت مناجات دعا مانگ خدا سے
محفوظ رہوں خلق میں میں رنج و بلا سے

رُباعی

ویراں ہے کوئی گھر کہیں آبادی ہے
اک عشرت و غم کا ہے مرقع دُنیا
راحت سے کوئی اور کوئی فریادی ہے
ماتم ہے کسی جا تو کہیں شادی ہے

رُباعی

اُمید کسے تھی بزم کے بھرنے کی
آنکھوں کو کہاں کہاں بچھاؤں میں انیسؔ
اللہ جزا دے اس کرم کرنے کی
ملتی نہیں جا بزم میں تِل دھرنے کی

رُباعی

اس بزم کو ہر بزم پہ فوقیت ہے
رونے کو ہیں جمع عاشقانِ شبیرؑ
حقا کہ یہ بزم گلشنِ جنت ہے
کیا وقت ہے کیا لوگ ہیں کیا صحبت ہے

رُباعی

اس بزم کی تعریف کا غل ہر سو ہے
یارب یہ رہے بادِ خزاں سے محفوظ
ایک ایک عزادار شہ خوشخو ہے
جب تک کہ چمن میں گل ہے گل میں بو ہے

رُباعی

تیر غم شہ سینے میں پیوستہ ہے
ہر رنگ کے گل جمع ہیں اس محفل میں
ایک ایک کا دل درد سے وابستہ ہے
یہ بزم عزا خُلد کا گلدستہ ہے

رُباعی

پیدا ہوئے دُنیا میں اسی غم کے لئے
ہم کو دو دو لتیں خدا نے دی ہیں
رونا ہی جلا ہے چشم پُرنم کے لئے
آنکھیں رونے کو ہاتھ ماتم کے لئے

خاتمۃ الطبع

الوداع اے مجلس غم الوداع	لو ہوا آخر یہ ماتم الوداع

عجب طرح کا یہ ماتم ہوشربا ہے جس کے صاحب کے حق میں فرمودہ خاتم الانبیا ہے حُسَینٌ مِنّی وَ اَنَا مِن حُسَینٍ چونکہ فقرۂ اَنَا مِن حُسَینٍ سے انتشار طبیعت ہوتا ہے لہذا کترین منجملہ چند تاویلوں کے جو حاضر فی الذہن ہیں ایجازاً دو وجہیں عرض کرتا ہے ایک یہ کہ باری تعالیٰ نے ذات بابرکات آنحضرت کو مجمع صفات اوّلین و آخرین خلق فرمایا یہاں تک کہ حبیب اپنا بنایا لیکن درجۂ شہادت ظاہری کو بسبب اہانت دین اسلام آپ کے واسطے پسند نہ فرمایا چونکہ یہ عمدہ درجہ مدارج نبوت سے تھا اور حصول اس کا ان کو بذریعۂ خامس آلِ عبا ہوا اس واسطے آپ نے بتکمیل مدارج کی خوشی میں اَنَا مِن حُسَینٍ فرمایا ہے دوسرے یہ کہ جو آپ کو مغفرتِ اُمت میں کد و کوشش رہی وہ محتاج بیان نہیں کسی شخص پر پنہاں نہیں اور اطمینان بخشش امت گنہگار حسب اقرار ایزد غفار آپ کو بوجہ شہادت حسین علیہ السلام ہوا حتّٰی کہ توسیع مغفرت میں مَن بَکیٰ عَلَی الحُسَینِ وَجَبَت لَہُ الجَنَّۃَ قرار پایا لہذا آپ نے اَنَا مِن حُسَین فرمایا فی الحقیقت ؎

حسینؑ جان گرامی فدائے امت کرد	رواست امت اگر جان کند فدائے حسینؑ

ہر چند کہ اکابر دین اور علمائے راسخین اور شعرائے کاملین یکے بعد دیگرے صدہا کتابیں مصائب اہلبیت علیہم السلام میں تصنیف و تالیف فرماتے آئے لیکن جو طریقہ شعرائے ہند نے مرثیہ گوئی کا نکالا یہ ایسا ہر دلعزیز ہوا کہ ہر شخص اس کا عاشق ہے۔ اور ایک زمانہ کلام نو کا شائق ہے ایہا النّاس وہ کون یوسف بازار معانی ہے جس کے کلام کا ہر ادنیٰ و اعلیٰ بہ نظر زلیخا خریدار ہے اور وہ کون عزیز جہاں ہے جس کا سخن مقبول دیار و امصار ہے وہ یکتائے زمانہ شاعر یگانہ افصح الفصحا اکمل الکملا مالک ملک سخن تازہ کنندۂ مضامین کہن زینت منبر فخر ہند ملائک جلیس جناب میر ببر علی صاحب مغفور المتخلص بہ انیس اعلی اللہ مقامہ فی اعلیٰ علیّین و حشرہ مع الائمۃ المعصومین تھا جن کا کلام جملہ عیوب سے پاک وصاف اور شہرہ ان کی فصاحت و بلاغت کا قاف سے تا قاف تھا افسوس کہ ایسے باکمال کا انتقال ۱۲۹۲ھ کے آخر میں ہوا اور ایسے وحید عصر کو فلک بیدار نے زیر زمین پنہاں کر دیا۔ ازانجا کہ کلام معجز نظام اس ممدوح کا ایک بحر زخار اور قلزم ناپیدا کنار تھا اور بباعث طبع نہ ہونے کے ہر شخص کو علی العموم ملنا تو کہاں دیکھنا تک نصیب نہ ہوتا تھا لہذا ہر وضیع و شریف شوق دیدار کلام میں مثل ماہی بے آب طپاں تھا آخر اصرار شائقین نے یہ اثر دکھایا کہ فخر روزگار مالک مطبع اودھ اخبار کو خیال طبع آیا اور بہ ایمائے جناب موصوف سید رضا حسین ولد سید بندہ حسن خوشنویس مرحوم ملازم مطبع نے نہایت عرق ریزی سے عمدہ عمدہ مرثیوں کو منتخب کر کے چار جلدوں کا ذخیرہ بنایا حق تو یوں ہے کہ ہمت والا نہمت مالک مطبع موصوف نے گویا احیائے اموات کا کام کیا المختصر یہ جلد چہارم قبل ازیں چند بار مطبع منشی نول کشور

واقع لکھنؤ میں طبع ہوئی اور اب بمزید اصرار شائقین وذاکرین مطبع منشی تیج کمار واقع لکھنؤ میں بعالی ہمتی گوہر اکلیل امارت یاقوت دیہیم جلالت ذی المجد والمحاسن عالیجناب منشی تیج کمار صاحب بہادر گودام اقبالہ مالک مطبع باہتمام ایم ۔ ڈی ۔ مصرا سپرنٹنڈنٹ مطبع ماہ دسمبر ۱۹۵۸ء بار ہفتم طبع ہو کر حمائل گلوئے ذاکرین ہوئی ۔

تاریخات طبع سابق

از سخنور کامل منشی بھگوان دیال صاحب عاقل مرحوم سابق ایجنٹ مطبع کانپور

ہیں کیا ذاکر نیک خو میر انیس — کہ ہر بند اُن کا ہے طومارِ درد
لکھے مرثیے خوب سب جانگزا — ہویدا ہیں جن سے بس آثارِ درد
انھیں کی یہ جلد چہارم چھپی — خریدیں اسے اب طلبگار درد
اگر فکر سال مسیحی کی ہے — تو عاقل لکھو ۔ بہ زخمّار درد
۱۱ ۱۹ ۶

ایضاً

انیس ایں جلد چہارم خوب فرمود — کہ وصف خوبے او ہست دشوار
تراگر فکر تاریخست عاقل — زفرط غم بگو ۔ غمہائے بسیار
۱۲۲۹ ہجری

از اسوۂ سخنوران مولینا محمد حامد علیخاں صاحب حامد شاہ آبادی محافظ عملہ تصحیح

دریں مرثیہ ہا جناب انیس — رقم کرد حالات کرب و بلا
بہ نہجیکہ بر آل احمد گذشت — ستم بر ستم جور بر جور ہا
دریغا کہ ابن زیادِ لعیں — کہ بُد ابن مرجانہ آں بے حیا
ز سکّان کوفہ و ہم اہل شام — روا داشت قتل شہِ دوسرا
چو ایں جلد چارم غرض طبع شد — بصد حسن و خوبی بفضل خدا
دلم فکر تاریخ طبعش نمود — کو ماند زمن یاد بر صفحہا

نوشتم بہ منقوط خویش مصرعہ
زہے ذکر اسباط خیر الوری
۲۹ ۱۲ ھ

زاد الصالحین
مذہب امامیہ کی بے حد مفید کتاب ہے
اس کے ابتک آٹھ حصّے طبع ہو چکے ہیں - ہر حصّہ میں
ضروری مسائل اور دیگر اہم معلومات بدرجۂ اتم موجود ہیں -
مزید توثیق کے لئے اس پر چار علمائے مجتہدین نے اپنی مہریں بھی ثبت فرمادی ہیں
حصّۂ اوّل فضیلت علم و عملیات ۱۲؍
حصّۂ دوم آداب طعام وغیرہ ۸؍
حصّۂ سوم مطہرات و اعمال ہر ماہ ۸؍
حصّۂ چہارم عقاب ترک نماز واجب ۸؍
حصّۂ پنجم نماز عصر و تعقیبات نماز عصر ۸؍
حصّۂ ششم فضائل صلوٰۃ ۸؍
حصّۂ ہفتم بیان نماز صبح و تعقیبات ۱۰؍
حصّۂ ہشتم فضیلت روز جمعہ اعمال ۱۲؍
ذائقۂ ماتم
یعنی
چہل مجلس
یوں تو مصائب اہل بیت اطہار میں صدہا کتب طبع ہو چکی ہیں لیکن ذائقۂ ماتم
میں جس قدر تفصیل و بسط کے ساتھ واقعات کربلا - ذکر معجزات امام حسینؑ -
فضائل، شجاعت، سخاوت اور شہادت امیر المومنین
حضرت علی مرتضیٰؑ وغیرہ وغیرہ نظم و نثر میں تحریر ہیں اسکے
مقابل کسی دوسری کتاب میں یہ واقعات یکجا آپ کو ملیں گے
قیمت ؎ ؍
منیجر تیج کمار پریس صیغہ بکڈپو لکھنؤ